اتحاد اسلام نے مشرق و مغرب کو ملا دیا
قبول اسلام کے بعد عالیجناب لارڈ صاحب کا پہلا فوٹو

الحاج لارڈ ہیڈ لے الفاروق　　　　الحاج خواجہ کمال الدین

CALCUTTA
ART PG WORKS.
LAHORE

اشاعت اسلام کا ہیڈلے نمبر

جلد ۱۴	بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء مطابق ماہ رجب سنہ ۱۳۴۶ھ	نمبر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو عالیجناب الحاج لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ آپ ۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کو آل انڈیا تبلیغ کانفرنس منعقدہ دہلی کی صدارت کیلئے ساحل بمبئی پر جہاز سے اترے۔ جہاں کل اسلامی جماعتوں نے نہایت ہی گرمجوشی سے آپ کا شاندار خیر مقدم کیا۔ اللہ تعالےٰ مسلم احباب بمبئی کو جزائے خیر دے +

اسی فوٹو میں بائیں طرف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی تصویر ہے حضرت خواجہ صاحب ممدوح کی اعلےٰ شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ۷ انومبر ۱۹۱۳ء کو حضرت خواجہ صاحب ممدوح کے ہاتھ پر عالیجناب لارڈ صاحب مشرف بہ اسلام ہوئے +

گذشتہ اشاعت میں جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا عالیجناب الحاج لارڈ صاحب موصوف کا فوٹو و خطبۂ صدارت ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ یہ فوٹو آپکے اعلان اسلام کے چند ماہ بعد آپ کی خواہش کے مطابق لیا گیا تھا۔ جو شعر لارڈ صاحب موصوف نے موزوں کر کے اس تصویر کے نیچے چھپوایا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ "کہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ کہ مشرق و مغرب نہیں مل سکتے اسلام نے مشرق و مغرب کو ملا دیا ہے"۔ عالیجناب الحاج لارڈ صاحب موصوف کا خطبۂ صدارت اس رسالہ کے صفحہ ۹ سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ اس انگریزی خطبہ کا اردو ترجمہ ہے۔ جو آپنے ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی میں پڑھا +

چونکہ خطبۂ صدارت کو ایک ہی دفعہ شائع کرنا ناظرین کرام کی زیادہ دلچسپی کا موجب تھا اس لئے اس ماہ کے رسالہ کے صفحات حسب اعلان ماسبق عالیجناب لارڈ صاحب موصوف کے تفصیلی حالات پیش کرنے کے متحمل نہیں۔ اس لئے اس ماہ کے رسالہ میں فقط آپکے مجمل سے حالات زندگی "مغرب کا مسلم مجاہد" کے عنوان کے نیچے درج کرنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ آیندہ کی اشاعت میں ہم انشاءاللہ آپکے مفصل حالات زندگی مع "حالت احرام" کے فوٹو کے ہدیۂ ناظرین کرینگے۔ وما توفیقی الا باللہ +

معارف قرآنی کا دریا کوزہ میں بند ہو گیا

دریا کو کوزہ میں بند کرنا تو ایک عامی محاورہ ہو چکا ہوا ہے لیکن اس کا حقیقی اور سچا مصداق مسلم برٹش نواب کا خطبۂ صدارت کانفرنس دہلی ہے۔ کس طرح سے چند صفحوں میں لارڈ موصوف نے قرآن کریم کی اخلاقی۔ تمدنی۔ اقتصادی اور روحانی تعلیمات کو جمع کر دیا کاش! جن باتوں کو قرآن مجید سے لیکر انہوں نے اپنے لیکچر میں جمع کر دیا۔ اگر وہ باتیں ہمارے شامل حال ہوتیں۔ تو آج یہ ہماری حالت انحطاط نہ ہوتی۔ خدا کی شان ہے۔ کہ آج ایک انگلستان کا باشندہ۔ جسے اسلام قبول کئے صرف پندرہ ہی سال گزرے۔ وہ ہمیں قرآن کی وہ باتیں سُناتا ہے۔ جنہیں عامہ مسلمان تو خیر ہمارے علماء بھی بھول چکے ہیں۔ اس موضوع پر پھر ہم کبھی آیندہ لکھینگے۔ اس لیکچر کی اہمیت اس ایک بات سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ دہلی کانفرنس کے پنڈال میں ہی سامعین کی طرف سے استدعا ہوئی۔ کہ اس خطبہ کی ایک لاکھ کاپی اُردو اور دس ہزار انگریزی اور اسی مقدار کی ہندی میں چھپکر عام تقسیم ہو۔ ہم تجویز کرتے ہیں کہ دُنیا کا کوئی گوشہ نہ ہو۔ جہاں یہ خطبہ نہ پہنچے۔ کیونکہ یہ خطبہ کیا ہے اسلامی صداقت و حقانیت کی ایک بہترین تبلیغ ہے۔ اس موقع پر ہم جس قدر خدا تعالےٰ کا شکر ادا کریں وہ تھوڑا ہے۔ کہ اس خطبہ نے اس حقیقت پر مہر صداقت لگا دی۔ کہ حضرت خواجہ کی تصانیف اور ووکنگ مشن کی دوسری تحریریں ضائع نہیں جاتیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ لارڈ صاحب کو خدا تعالیٰ نے اسلامی علم بخشا اس کا ذریعہ مسلم مشن ووکنگ کا ہی لٹریچر ہے +

اس خطبہ سے مستفید ہو کر بہت سے مبلغ تیار ہو سکتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کے مشرف بہ اسلام ہونے کا موجب یہ خطبہ ہو سکتا ہے۔ اسلئے ضرورت ہے۔ کہ ہم مسلم مشن ووکنگ کے لٹریری فنڈ کی مالی تقویت کے سامان پیدا کریں۔ تا کہ وہ فنڈ اس خطبہ کو کثیر تعداد میں مختلف زبانوں میں شائع کرنے کے قابل ہو سکے۔ اس امر کیلئے تمام ترسیل زر بنام سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور ہونی چاہیئے +

مغرب کا مُسلم مجاہد

الحاج لارڈ ہیڈلے فارُوق بالقابہ

جناب ایڈیٹر صاحب اشاعت اسلام۔ السلام علیکم۔

۱۸ دسمبر ۱۹۲۷ء کو لارڈ صاحب موصوف بمبئی میں جہاز سے اُترے۔ وہاں آپکے شاندار خیر مقدم میں ساحل پر کُل اسلامی جماعتوں کے نمایندے موجود تھے جن میں اعلیٰ طبقہ کے صحابا کی بھی کثرت تھی۔ یہ اجتماع اتحاد ملیہ کا ایک کامل نمونہ تھا۔ اور یہ وہ بات ہے۔ کہ اس سے زیادہ کوئی کوئی اور چیز لارڈ موصوف کو خوش نہیں کر سکتی۔ یوں تو مغرب کے پہلے مسلمان کا ورود بذات خوُد ایک بے نظیر موقع مسرت ہے۔ اور اس کے احترام میں جو کچھ بھی ہم کریں تھوڑا ہے۔ لیکن جس بات سے عموماً برادران اسلام ناواقف ہیں۔ اور جس کے تذکرے سے ہر ایک مسلمان کا دل آپ کا رہین احسان ہو گا۔ وہ آپ کی مجاہدانہ اسلامی خدمات ہیں۔ آپ نے ۱۷ نومبر ۱۹۱۳ء کو اپنے مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ اس دن سے آج تک آپکے دل میں اشاعت اسلام کا اشتیاق دن بدن بڑھتا گیا۔ اور آج تو وہ کامل شغف اور عشق کے درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ آپ کو اظہار اسلام کے بعد ہر قسم کے مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک خاص انداز پر آپ کے خلاف قومی مقاطعہ بھی ہوُا۔ طبقہ امرا نے ان سے میل جول میں تامل کیا۔ خود ان کے اپنے خاندان میں اُن کے ساتھ اجنبیت کا برتاؤ شروع ہوا۔ عظیم مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ آپ کی تواپی کا گھر بھی مع اسباب کے شعلوں کی نذر ہوُا۔ آپ کی تکالیف کی ایک لمبی داستان ہے۔ لیکن آپ نے ہر ایک موقع پر ایک مسلم کا سا صبر و استقلال دکھایا۔ ان تمام مصائب کے وقت مجھے جب کبھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوُا تو میں نے آپ کو ہمیشہ خوش و خرم اور خندہ پیشانی دیکھا۔ آپ نے مجھے بارہا فرمایا۔ کہ میرے مصائب تو کسی کی خود کشی کے لئے کافی تھے لیکن اسلام نے ہی مجھے ان کے مقابل استقامت بخشی۔ بلکہ ہر مصیبت میرے ازدیاد ایمان ہی کا موجب ہوئی۔ ان تمام مصائب نے کم از کم ایک بات تو کی کہ آپکے دل کو دنیا کی طرف سے سرد کر کے آپ میں خدمت اسلام کا جوش ڈال دیا۔ آپ کی اس اسلامی زندگی میں آپ کا حج ایک

خاص اہمیت رکھتا ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ سال کے سخت سے سخت گرم ایام یعنی ماہ جولائی میں انگلستان جیسے سرد ملک کا ایک امیر مزاج انسان احرام میں مناسک حج ادا کرتا نظر آتا ہے۔ بلکہ یہ حج ہی آپ کی زندگی میں اور آپ کے تعلقات قومی میں ایک بین تبدیلی کا موجب ہوا۔ سفر حج نے طبقۂ امرا میں آپ کی صداقت ایمانی پر مہر لگا دی۔ جو پہلے آپ کی تبدیلی مذہب کو بہ نظر استخفاف دیکھتے تھے۔ وہ آپ کو عزت سے دیکھنے لگے۔ اسلئے سوسائٹی کے جو دروازے آپ پر ۱۹۱۳ء سے بند تھے۔ وہ آپ کی واپسی حج پر کھل گئے۔ لیکن حج نے جو خاص تبدیلی آپ کی زندگی میں پیدا کی اُسے میں ایک فعل ربانی سمجھتا ہوں۔ یوں تو اظہار مذہب کی تاریخ سے آپ کے وقت کا ایک حصہ تبلیغی جدوجہد میں گزرا۔ لیکن ۱۹۲۳ء کے بعد آپ نے اپنے کل وقت کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیا صبح سے لیکر شام تک اگر کوئی آپ کو فکر ہے۔ تو مغرب میں اشاعت اسلام کا ہے۔ علمی حیثیت سے آپ وہاں کے طبقۂ امرا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ معمولی بی۔ اے ہی نہیں بلکہ کیمبرج یونیورسٹی کے سینئر رینگلر ہیں۔ آپ کے قلم و زبان میں خدا تعالےٰ نے طاقت بخشی ہے۔ جسے آپ خدمت اسلام میں خرچ کر رہے ہیں۔ کس قدر خدا تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس اجنبی ملک میں ہمارے مشن کی امداد پر ایک ذی اقتدار کو کھڑا کر دیا۔ یہ آپ کے اسلام ہی کی طفیل ہے۔ کہ دو ہفتہ گزرے۔ جب طبقہ امرا کے چھٹے خاندان کا ایک نونہال حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ آپ کا خطبہ صدارت کانفرنس دہلی جو اسی رسالہ کے صفحہ ۹ سے شروع ہوتا ہے نہایت ہی دلچسپ و قابل مطالعہ ہے۔ یہ خطبہ محاسن اسلام پر نہ صرف ایک جامع اور بےنظیر تقریر ہے۔ بلکہ لارڈ صاحب موصوف نے قرآنی عینک لگا کر نہایت تدبر سے ہمارے موجودہ مصائب کے اسباب کی تلاش بھی کی ہے۔ اور ان کا علاج بھی قرآنی رنگ ہی میں بتایا ہے۔ آپ کا خطبہ ان باتوں کو مسلمانوں کے رُوبرو پیش کرتا ہے جو اسلام نے ایک مسلم سے طلب کی ہیں۔ آپ نے مدلل طریق پر یہ دکھایا ہے کہ مذاہب عالم میں ایک اسلام ہی کی دنیا کو ضرورت ہے۔ اور اس کی قبولیت میں دنیا کی بہتری و امن ہے باوجود ان تمام باتوں کے آپ نے اپنے خطبہ میں نہ کسی مذہب کو نا ملائم الفاظ سے

یاد کیا۔ نہ کوئی دل آزار کلمہ استعمال کیا۔ یہ خطبہ اس قابل ہے کہ ہم مسلمان بغرض عمل اسے سامنے رکھیں۔ اس میں ایک مسلم کی عملی زندگی ہے۔ جس کا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔

میں برادران اسلام سے التجا کرتا ہوں۔ کہ وہ انگریزی و اُردو خطبہ کو کثیر تعداد میں چھپنے کا ارادہ کریں۔ اس خطبہ سے کوئی ذی فہم مسلم گھر خالی نہ ہونا چاہئے۔ مجھے سکرٹری کانفرنس نے اطلاع دی ہے۔ کہ بعض شہروں کے معززین نے لارڈ صاحب موصوف کو آپ کی معرفت دعوت بھی دی ہے۔ اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مرکزی حیثیت کے شہروں میں سے کوئی شہر ایسا نہ بچے جہاں یہ خطبہ یا اس کا ایک بڑا حصہ لارڈ صاحب نہ سُنائیں۔ یہ خطبہ نہ صرف مسلمانوں کے ازدیاد ایمان کا موجب اور ان میں تبلیغ مذہب کا زبردست محرک ہو گا۔ بلکہ یہ تو غیر مذاہب کے لئے بھی ایک بہترین اسلامی لٹریچر ہے جس میں اسلام کی علمی، عملی، اخلاقی، رُوحانی، ذہنی اور اقتصادی مسائل پر ایک مدلل و مفید بحث کی گئی ہے +

عزیز منزل۔ لاہور
۱۸۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء

خواجہ کمال الدین

طبقۂ اُمرا کے ایک ننھے نونہال کا قبولِ اسلام

(مسجد ووکنگ کے آستانہ پر ایک اور بیرن)

یہ خبر ناظرین با تمکین کیلئے نہایت ہی مسرت افزا ہوگی۔ کہ چند دن ہوئے کہ ایک اور اعلےٰ نسب و ذی حیثیت بزرگ نے جن کا نام عالیجناب ہیوبرٹ چارلس رنکین ہے **قبول اسلام** کیا ہے۔ آپ عالیجناب سر ریجنالڈ رنکین (ارگن ہر فورڈ شائر انگلستان) بیرن کے فرزند اکبر و وارث بیرونٹی ہیں۔ اس قبولیت اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اسلام نے ایک اور خطاب یافتہ کنبہ میں اپنا سکہ جما لیا ہے۔ سر ہیوبرٹ رنکین مستقبل کے بیرونٹ ہیں۔ اُمید ہے۔ کہ اسی طرح سے اسلام ترقی کرے گا۔ یورپ میں اسلام جب طبقہ امرا کے گھروں میں گھسیگا۔ تو لوگوں کو یہ سمجھ آ جائیگی۔ کہ اسلام میں ضرور کوئی نہ کوئی خوبی

ہے۔ جو یہ طبقہ امرا اُسے قبول کر رہا ہے۔ یورپ میں اسلام غربا میں بہت جلد ترقی نہیں کر سکتا۔ یہ مژدہ بھی صاحب نصاب مسلم بھائیوں کے لئے سبق آموز ہوگا۔ کہ پہلا کام جو اس طبقۂ امرا کے نومسلم موصوف نے کیا ہے۔ وہ ادائگی زکوٰۃ ہے۔ جسکی تعداد ۲۲ پونڈ ہے۔ بیرن موصوف نے اپنی زکوٰۃ کا بہترین مصرف اشاعت اسلام کو قرار دیا۔ اور محولہ بالا رقم انگلستان میں خزانہ ووکنگ میں جمع کرا دی +

ربّانی انکم ٹیکس

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے۔ جس نے سخاوت اور صدقہ کو ایک قاعدے میں منظم کیا۔ اور سخاوت کو ایک باقاعدہ انسٹیٹیوشن میں تبدیل کر دیا اور ہر صاحب نصاب مسلم پر فرض قرار دیا گیا کہ وہ اپنے اندوختہ کا سال بھر کے بعد حساب کر کے اڑھائی فیصدی زکوٰۃ ادا کرے۔ اسلام میں سخاوت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اختیاری اور ایک لازمی۔ مؤخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے۔ جس کا مصرف ادا کرنیوالے کی اقتضائے رائے پر منحصر نہیں ہوتا۔ بلکہ زکوٰۃ ایک بیت المال ہے جس کا نظم و نسق ایک مجلس کے ہاتھوں میں رہتا ہے اوا کی جاتی ہے۔ اور وہ مجلس اُسے قرآن کریم کے بیان کردہ آٹھ مقاصد میں خرچ کر سکتی ہے۔ انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغٰرمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔ **ترجمہ**۔ خیرات کا مال تو بس فقیر کا حق ہے۔ اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات فراہم کرنے پر تعینات ہیں۔ اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے۔ ان مصارف میں مال خیرات یعنی زکوٰۃ کو خرچ کیا جائے۔ و نیز غلامی سے غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضہ میں و نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادراہ میں۔ یہ حقوق باللہ کے ٹھیرائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا صاحب تدبیر ہے +

مندرجہ بالا ترجمہ میں الفاظ "خدا کی راہ میں" جو فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے اسلامی محاسن و

صدقتوں کا غیر مسلموں کیلئے بھی مفید ہونا ثابت کرتے ہیں - اسی طرح تقسیم زکوٰۃ کی چوتھی مد بھی اسلام کی تعلیم کا ایک اور پہلو واضح کرتی ہے - والمؤلفۃ قلوبھم سے مُراد وہ لوگ ہیں - جو مشرف بہ اسلام ہو چکے ہوں - ان کا اسلام سے بہرہ ور ہونا ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے کا موجب بن رہا ہے - یہاں تک کہ وہ اپنی روزمرہ کی آسائشوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں - پس ان نومسلموں کی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کے آرام و آسائش کو برقرار رکھنے کیلئے زکوٰۃ کا ایک حصہ خرچ کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے - اس طرح سے ہر ایک مسلم کا فرض ہے - کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ایک حصہ تبلیغ اسلام کی خاطر صرف کرے +

الغرض ان ربانی احکامات کی موجودگی میں آپ کے تمام صدقات - زکوٰۃ و سخاوت کے ایک کثیر حصہ کا بہترین مصرف اشاعت اسلام کا وہ مہتم بالشان کام ہے جو اس وقت یورپ میں "مسلم مشن ووکنگ" انگلستان کے ذریعہ ہو رہا ہے - اور کہ جس کے سابقہ کارہائے نمایاں اظہر من الشمس ہیں - ہمیں زکوٰۃ کے اہم فریضہ کی ادائیگی میں اپنے نومسلم بھائی ہیوبرٹ رینکن سے سبق حاصل کرنا چاہیئے - جن کا اعلان اسلام انہی صفحات میں کسی دوسری جگہ درج ہے جنہوں نے قبول اسلام کے بعد پہلا فریضۂ اسلام جو ادا کیا - وہ ادائیگی زکوٰۃ ہے - جو انہوں نے خزانہ انگلستان ووکنگ میں جمع کرا دی +

تمام ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل - برانڈرتھ - لاہور +

خطبۂ صدارت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ
نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۥ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔ آمین

جنابِ صدرِ استقبالیہ کمیٹی و برادرانِ اسلام:

اِس اہم مجلس برادرانِ ملیہ کی صدارت کے لیئے مجھے انتخاب کیا گیا۔ حالانکہ دوسرے مسلمان ایسے ہیں جو اِس کرسی کے لیئے مجھ سے زیادہ موزوں تھے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بہت ایسے نہوں جو مجھ سے زیادہ اس امر کے متمنی ہوں کہ ہمارا مذہب زیادہ تر واضح اور صحیح طور پر دنیا میں سمجھا جائے۔ اور موجودہ حالت سے زیادہ اسکی قدر و منزلت کی جائے۔

میں آپکے ان مشفقانہ الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے میرے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ کاش! میں ان کا مستحق ہوتا۔ مجھے آج کسقدر مسرت ہے کہ میں اپنے مسلم بھائیوں میں اپنے آپکو پاتا ہوں۔ اور جس دن سے میں نے اعلان اسلام کیا میری یہ دلی خواہش تھی کہ اپنے مسلم بھائیوں سے ملوں۔ اور اُن سے ذاتی تعارف کا شرف حاصل کروں۔ اور اِس کانفرنس کے منتظمین کا میں نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اُس عظیم الشان کام کی جو مجھے نہایت عزیز اور پیارا ہے صدارت کے لیئے مجھے منتخب کر کے میری اُس دیرینہ خواہش کی تکمیل کا میرے لیئے موقع پیدا کر دیا۔

اشاعت اسلام کے کام سے مجھے جو دلی انس ہے وہ صرف اس وجہ سے نہیں کہ میں اسلام کی صداقت پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس میں طبعاً چاہتا ہوں کہ دوسرے بھی میرے معتقدات سے ہمنوا ہوں

بلکہ اسکی حقیقی وجہ یہ ہے اور اسپر میرا ایمان کامل ہو کہ اسلامی اصولوں کی نشرواشاعت۔ انسانی ترقیات کی موجب۔ اور تمام نسل انسانی کے ساتھ سچے ہمدردانہ جذبات پیدا کرنے کا باعث ہو سکتی ہے ÷

دنیا میں آج ہر شخص صلح و امن کا متلاشی ہے مگر امن کہیں بھی پایا نہیں جاتا۔ ایک قوم دوسری قوم کے بالمقابل اور ایک ملک دوسرے ملک کے خلاف برسرپیکار ہے قومی۔ لونی۔ ملکی اور لسانی تعصبات۔ انسانیت کا خون کر رہے ہیں۔ مادیت پرستی۔ اور اسکے طبعی نتائج یعنی تنگ ظرفی۔ عصبیت۔ حرص۔ حسد اور نفرت۔ الغرض تمام وہ چیزیں جو قلب انسانی کے حسن کو ملیامیٹ کردینے والی ہیں۔ فضائے عالم کو اپنے بدترین تاثرات کی وجہ سے مکدر و تاریک کرتی چلی جارہی ہیں۔ تہذیب حاضرہ اپنے جدید کارناموں کی وجہ سے اگرچہ رحمت الٰہی ہے۔ لیکن اُسے ظلم و ستم۔ جبر و تعدی کا آلہ کار بنالیا گیا ہے۔ مذہب اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر جگہ یہ غرض لیکر آیا کہ انسانیت کے بکھرے ہوئے عناصر کو ایک سلک میں منسلک کردے۔ لیکن شومئی قسمت سے مذہب ہی نسل انسانی کی باہمی تشتت و افتراق و نفاق کا باعث ہو رہا ہے۔ اور اس وقت مذہب ہی نسل انسانی کے امن کی تباہی کا موجب ہو رہا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ مذہب اپنی اصلیت کے لحاظ سے ایسا ہی کہ اِس سے فساد پیدا ہوں بلکہ اس لیئے کہ غلطی سے مذہب چند ناقابلِ عمل اور تحکمانہ معتقدات اور چند رسمیات کا مجموعہ بن گیا ÷

بعض کا خیال ہے کہ مذہب محض اس بات کا نام ہے کہ کسی خاص طریق سے عبادت کرلی جائے یا کسی قسم کی نذر و نیاز۔ قربانی یا ریاضتِ شاقہ کے ذریعہ سے خدا کو خوش کرکے دنیوی فوائد کو حاصل کرلیا جائے۔ بعض لوگ مذہب کی غرض و غایت یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بعض خاص شخصیتوں کی مدح و توصیف بیان کی جائے اور کسی قومی ہیرو کے لیئے عالمگیر اطاعت کا خراج وصول کیا جائے کیونکہ اُن کے نزدیک انسانی نجات کے لیئے خدا اور انسان میں یہی وسیلہ ہے بعض کفارہ کا گیت گاتے ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ قومی رسوم یا کسی خاص طرز زندگی کو مذہبی

معتقدات کا حصہ ٹھیرا لیا گیا ہے ۔

اب اگر مذہب کا یہی مفہوم ہے تو یہ دو قوموں کے بھی اتفاق کا موجب نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی بھی دو فرد ایسے نہ ملیں گے جو ان امور کو ایک نگاہ سے دیکھ سکیں ۔

ہر قوم کے اپنے اپنے ہیرو موجود ہیں۔ ہر ایک اپنی طرز معاشرت۔ عادات۔ طریق خیال سے شدید طور سے وابستہ ہے۔ گو یہ مذہبی نگاہ میں اہمیت رکھے یا نہ رکھے۔ فی الحقیقت ربانی مذہب تو ان چھوٹے چھوٹے قومی امتیازات و عصبیات سے بالاتر ہونا چاہیئے۔ اور اگر لوگوں کے عادات کسی مذہبی صداقت کے نقیض واقع نہ ہوں۔ یا اخلاق عامہ کو تباہ نہ کریں تو مذہب کو ان میں دخل نہ دینا چاہیئے۔ مذہبی تعلیم سے تو ہر مذہبی پیشوا کے لیئے احترام پیدا ہونا چاہیئے مذہب کا فرض ہے کہ دوسروں کے قومی بزرگوں کے خلاف زبان کھولنے سے روکے۔ ایسا ہی جو لوگ مذہب حقہ میں داخل ہوں۔ انہیں اجنبی امور سے جکڑا نہ جائے۔ البتہ اگر وہ امور اُسکے اساسی اصولوں کی ترویج کے لیئے ضروری ہوں تو پھر تو وہ لازمی ہو جاتا ہے ۔

جتنی چاہو کوشش کر لو۔ کل دنیا نہ ایک مذہب پر آسکتی ہے اور نہ ہر جگہ طرز زندگی یا طریق خیال ایک ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو قرآن کریم نے بھی قبول فرمایا ہے کہ دنیا میں روز آخرت تک ہر قسم کے مذہب و ملت جاری رہیں گے۔ اس لیئے مذہب حقہ کو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ ایسے قومی امتیازات کی بنا پر بنی نوع انسان کے درمیان منافرت۔ بغض و عداوت کی آگ سلگا دے بلکہ اسے اپنے پیروؤں میں ایسی وسعت قلبی پیدا کرنی چاہیئے کہ دنیوی معاملات میں وہ دوسروں کے اختلافات میں روادارانہ نگاہوں سے دیکھیں۔ اسکے علاوہ مذہب کو اپنے پیروؤں کے اندر ایسی زندگی پیدا کرنی چاہیئے۔ جس کی وجہ سے مختلف مذاہب کے پیروؤں کے مابین ہم آہنگی۔ صلح و امن اور خوشگوار مفاہمت کا سلسلہ قائم ہو جائے۔ الغرض مذہب اس تطہیر قلب و اعمال حسنہ کا موجب ہو جانا چاہیئے۔ جس سے دوسرے اُس کی طرف کھنچے آئیں ۔

یہ مذہب میں نے قرآن عظیم اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں پایا

اور اس کا نام اسلام ہے۔ اس مذہب حقہ کا نام کسی ملک یا قوم یا کسی شخصیت کے نام پر نہیں رکھا گیا۔ ان لحاظات کے ماتحت جو نام رکھا جائے گا وہ دوسروں کے تعصب کو ہی بھڑکائے گا +

اسلام کے معنی صلح و امن کے ہیں۔ اور وہ اسی لیے آیا ہے کہ دنیا میں امن کو قائم کرے اسلام سے مراد احکام الٰہی کی اطاعت و شفقت خلق اللہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسلام کی یہی تعریف کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ فی الحقیقت قرآن نے ایسے ہی احکام تجویز کیے ہیں کہ جن پر چلنے سے یہ امر حاصل ہو جاتے ہیں ۰

اسلام میں عبادت الٰہیہ خدمت خلق اللہ کی مترادف سمجھی گئی ہے۔ یوں تو محبت الٰہیہ ہی ہر مذہب و ملت کی روح ہے مگر صاحب الصلوٰۃ و التسلیم نے اس حقیقت کو صحیح معنوں پر منکشف کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر خدا سے محبت کرنی چاہتے ہو تو اس کی مخلوق سے محبت کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بس نہیں فرمایا کہ کسی کی محبت اپنے ملک و قوم تک محدود رہے آپ کی نگاہ میں انسانی محبت کا دائرہ کل انسانوں کی محبت سے منطبق ہو جاتا ہے۔ آج دوسروں کی تضعیف میں قومی تقویت کو دیکھنا حب قوم یا حب وطن کا نام سمجھا گیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس لفظ کے یہ ذلیل معنی نہ تھے۔ آپ عالمگیر اخوت پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اور اسی امر کے معلم تھے۔ آپ کا کنبہ خدا کا کنبہ یعنی مخلوق الٰہی تھی۔ جس میں گورے اور کالے کی کوئی تمیز نہ تھی آپ نے اگر توحید پر زور دے کر اسکو اصلی معنوں میں سکھلایا۔ اور توحید کو ہی قصر اسلام کے کونے کا پتھر بنایا تو اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ خدا سے اسلام معاذ اللہ شرک عالم کے باعث حاسد تھا۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے ارفع و اعلیٰ ہے ÷

الوہیت میں اعتقاد شرکت یا قومی الٰہین کی عبودیت ذہنی۔ اخلاقی اور روحانی تنزل کے علاوہ ایک قوم میں دوسری قوم کے خلاف اجنبیت، حسد، تکبر و نخوت کے ان جذبات کو

پیدا کر دیتی ہے کہ جس سے اخوت انسانی کی تمام عمارت منہدم ہو کر کنبہ الٰہی منتشر ہو جاتا ہے۔
لہٰذا قرآن کریم نے ابتدا ہی میں جس خدا کا ذکر کیا ہے وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔
یعنی تمام نسل انسانی کا پیدا کرنے والا۔ اور اسکو قایم اور برقرار رکھنے والا جو انسانوں کے درمیان
کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھتا اور جسکی رحمتیں و برکات، رنگ اور قوم کی تمیز کے بغیر ہر انسان تک
پہنچتی ہے جس نے ہر انسان میں ایک ہی قسم کی استعدادیں رکھ دیں جس نے ہر ایک انسان کو
اُن استعدادوں کے نشو ونما کے لیئے یکساں مواقع دیئے۔ اگرچہ ان باتوں کے حصول میں انسانی
نفسانیت اور طغیانِ طبع حائل ہو جاتا ہے۔
یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسلام نے ایمان بالتوحید کا سبق انسان میں مساوات
پیدا کرنے کے لیئے سکھایا۔ اور وہ دن تمام نسل انسانی کے لیئے حقیقی خوشی کا دن ہوگا جب تمام
دنیا اسلامی اصولِ مساوات مان لے گی۔ یہی وہ در اصل چیز ہے جو تمام قومی۔ مذہبی اور ذاتی
تعصبات اور متضاد رجحانات کو ملیامیٹ کردے گی۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے نہایت ہی
پُرزور الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ تمام نسل انسانی خدا تعالیٰ کا ایک ہی کنبہ ہے۔ اسکے اندر
خیالات اور معتقدات کا اگر اختلاف ہی تو یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ اصل مذہب کو انسان نے
محرف و مبدل کردیا۔ ورنہ دنیا کے تمام مذاہب ایک ہی الٰہی سرچشمہ سے نکلے۔ اور ایک ہی
صداقت لیکر دنیا میں آئے تھے۔ اور ان معلمین کو ایک ہی خدا نے الہام بھیجا۔ اور وہ سب ایک ہی
سرچشمۂ الٰہیت سے سیراب ہوئے۔ اس عقیدہ کو اگر دنیا مان لے تو دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور پیشواؤں
کے خلاف جو کدورتیں پائی جاتی ہیں وہ باوجود ان اختلافات کے جو اُن کی تعلیمات کی طرف
دنیا منسوب کرتی ہے سب کی سب دور ہو جائیں۔ اس لیئے ہم مسلمان اس بات کو مانتے ہیں
کہ اسلام سے پیشتر ہر ایک مذہب اپنی اصل شکل و صورت میں اسلام۔ یعنی اطاعتِ احکام الٰہیہ
کا مذہب تھا۔ اگرچہ آج ان مذاہب کی تعلیم انسانی دست و برد کے ماتحت آگئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا

ل كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ البقرۃ آیت ۲۱۳

کہ ہم دوسرے مذاہب اور اُن کے معلمین کے خلاف کچھ لکھیں کیونکہ وہ تو خدا کے سچے مرسل ہیں اور ہمارے لیئے واجب التعظیم والتکریم +

اِس سلسلہ میں قرآن کریم نے قیامِ امن کا ایک اور سبق دیا ہے۔ جس کی اس وقت اس ملک کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اگر اسلامی عقیدے کے مطابق ہر ایک مذہب ربانی سرچشمہ سے آیا تو اُن کے معابد بھی سب کی نگاہ میں مقدس ٹھیر جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی اپنے معابد[51] اپنی طرز پر عبادت کرتا ہو تو کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ کسی اپنے فعل سے دوسرے کی عبادت کو پراگندہ کرے۔ اسی لیئے قرآن کریم نے ہر مسلمانوں کو دوسروں کے معابد کی حفاظت کا مکلف کیا ہے مسلم تو بروئے تعلیم قرآن ربانی پولیس کا ممبر ہے جسے خانقاہوں۔ گرجاؤں۔ معبدوں۔ مسجدوں اور دیگر خدا کے گھروں کی یکساں طور پر حفاظت کرنی ہے خواہ اس کا اپنا ہی ہم مذہب کسی دوسرے مذہب کے معبد کو نقصان پہنچائے۔ اس کا فرض ہے کہ اسکے مقابل بر سر پیکار ہو۔ اگرچہ بعض حالات میں وہ شرک سے خالی نہ تھے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان سے پایا جاتا ہے کہ جو آپ نے نجرانی[52] عیسائیوں کو دیا +

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ غیر مسلم کی عبادت میں کبھی مخل نہ ہوں۔ اور جب وہ اُن کے معبدوں کے پاس سے گزریں تو کسی قسم کا شور و شر نہ کریں۔

اسلام نے مسلمانوں پر فرض ٹھیرا دیا کہ وہ کسی مذہبی معابد کو اُسکے ذریعۂ آمد سے محروم نہ کریں بلکہ ہمیں یہ حکم ہے کہ دوسروں کے معابد کے لیئے ذرائع آمد مہیا کریں۔ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اِن احکامات پر لفظاً و معناً عمل کیا +

اسلام کے اُن محاسن و صداقتوں پر جن سے انسانی ترقی وابستہ ہے کچھ اور کہنے سے پیشتر میں اُن اصحاب سے جو دنیا اور خصوصاً ہندوستان میں امن کے متمنی ہیں یہ پوچھنا چاہتا ہوں

۵۱ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج آیت ۴۰)

وقف منزل

۵۲ بخاری شریف۔

کہ کیا جو کچھ اِس وقت ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ اسکی حقیقی جڑ یہی نہیں کہ ایک طرف تو بعض دیگر
مذاہب میں یہ باتیں نہیں۔ اور اگر اسلام میں ہیں تو بعض مسلمان اُنپر عامل نہیں بعض نیشنلسٹ
کے نزدیک اس بدامنی و بے چینی کا علاج یہ ہے کہ مذہبی عنصر کو معاملاتِ قومیت سے ہی الگ
کر دیا جائے اگر مذہب چند رسمیات اور بعض مذہبی پیروؤں کی ستایش پر ختم ہو جاتا ہے تو اس کا
نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ لیکن اگر مذہب سے ہی حقیقی فراخ دلی اور وسعت قلبی پیدا ہو سکتی ہے تو مذہب ہی
ان افراد میں محبت و اتحاد پیدا کر دے گا جو ایک دوسرے کے خلاف اس وقت تلے ہوئے ہیں۔
آپ کسی مذہب سے تعلق رکھیں۔ جو اعتقاد آپ کو پسند ہوں ان کو مانیں۔ لیکن اگر آپ
توحید الٰہی کو اِن معنوں میں مانتے ہوں جو اسلام نے بتائے ہیں۔ اگر انسانی مساوات کو اس
رنگ میں آپ تسلیم کرتے ہیں۔ جسکو میں نے قرآن شریف کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اور اگر آپ
دوسروں کے مذہبی پیشواؤں اور ان کے عبادت خانوں کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں۔ الغرض یہ
کہ اگر آپ کے اندر اس قدر وسعت قلبی موجود ہے کہ دوسروں کے ساتھ رواداری اور ہمدردئ انسانی
کا برتاؤ کریں جیسا کہ قرآن کریم ہر مسلمان سے چاہتا ہے تو کیا ان حالات میں بھی ہندوستان کے
اندر یا کسی دوسری جگہ کسی **کانفرنس اتحاد** کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ صفائی قلب
درستی مقاصد۔ اعمال صالح کے ساتھ ہی ہمیں اس مسرت افزا مقصد تک پہنچا سکتے ہیں۔
میں اپنے ناقص مطالعۂ مذاہبِ مختلفہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اسلام اور اسلام کی ہی
تعلیم اِن محیرّ العقول نتائج کو پیدا کر سکتی ہے۔ اسلام سے ہی مختلف مذاہب کے پیروؤں میں ایک
عمدہ خویش فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ اسلام ہی اِن جذباتِ ردیہ کو ہلاک کر سکتا ہے۔ جسکے ماتحت
ہم ایک دوسرے کے مذہبی احساسات پر حملہ کرتے ہیں۔ یہ یاد رکھیں کہ صرف دل کی تبدیلی ہی
موجودہ مذہبی جنون کا علاج ہو سکتی ہے۔ اور یہ زیادہ موزوں ہوگا اگر اس بارے میں قرآن کریم کے
احکامات پر تمام لوگ عمل پیرا ہوں خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔
کل دنیا تو اسلام کے جھنڈے تلے نہیں آ سکتی۔ لیکن جن محاسن اسلام کو میں نے بیان کیا

وہی عالمگیر امن کے پیدا کرنے میں ایک امر لابدی ہے۔ مذہب کی اشاعت بھی دراصل یہی ہے کہ دنیا میں اسکے اصول پھیل جائیں۔ اور لوگ اسپر عامل ہوں۔ اسی لیئے میں نے کہا تھا کہ مجھے اگر اشاعت اسلام سے دلچسپی ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اسلام کی اشاعت میں مجھے پرامن زندگی اور انسانی ترقی کی اشاعت نظر آتی ہے۔

قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات ایسے احکام اور ہدایات سے پُر ہیں جو اس عظیم الشان مقصد کی طرف لے جانے والی ہیں کیونکہ وہ انسانی قلب میں دوسروں کے متعلق نفرت و حقارت کا قلع قمع کر کے اور ہمدردی و رواداری کے جذبات کو پیدا کر دیتے ہیں امن کا پیدا کرنا اسلام کا ہر پہلو میں سب سے بڑا مقصد ہے۔ یوں تو اسلام کی کل کی کل تعلیم امن والی ہے اگرچہ اس جگہ میں نے خصوصاً اسی پہلو کو بیان کیا ہے۔ جس کی یہاں ضرورت ہے کیونکہ اس سے مذہبی غیر رواداری، قومی منافرت اور کینہ وری کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

آج ہم "تبلیغ" کے مسئلہ پر غور کرنے کیلیے جمع ہوئے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ دعوت اسلام اس بارے میں عظیم الشان کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ اگر میرے بیان کردہ قرآنی اصول پر شروع کی جائے۔ اور اس سے اسلام دوسروں کی نگاہ میں عزیز ہو جائے گا اور دنیا کے لیئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔

میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا میں ترقی اور تہذیب کے پیدا کرنے میں اسلام سب سے بڑا عنصر ثابت ہوا ہے۔ مگر انسانی ترقی اپنے اصل مفہوم میں اس بات کا نام ہے کہ ہم اپنے ودیعت کردہ قوئے کو بہترین طور سے استعمال کریں۔ اور قدرت کی تمام قوتوں کو انسانی خدمت میں لے آویں تو میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ اسلام اسی پیغام کو نسل انسانی کی طرف لایا۔

مذہب قبل از اسلام۔ عبادات۔ نذر و نیاز۔ قربانی اور ریاضت کے حدود سے مشکل ہی باہر نکلا۔ اسمیں اخلاقی اور روحانی تعلیمات کا دائرہ بھی ایک حد تک محدود تھا۔ اسلام نے ہی

عبادات کے طریق بتلائے۔ لیکن سب کا مقصد اسلام نے ترقی و تمدن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔

قرآن کریم[۱] نے ابتدا ہی میں یہ بتایا کہ الہام انسان کے قوائے مضمرہ کو نشو و نما دینے کے لیے آتا ہے۔ قرآن نے یہ بھی ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس زمین پر اپنی نیابت[۲] کے لیے پیدا کیا۔ اور قدرت کی کل قوتیں اسکی محکوم کر دی گئیں۔ کتاب پاک نے الہام کا یہ مقصد بیان کر کے پھر اُن راہوں کو بتلایا ہے کہ جس سے یہ مقصدِ اعلیٰ حاصل ہو۔

نزول قرآن کے وقت قوائے فطریہ سے خدمت لینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اِس امر کا توہم بھی انسان کے دل میں نہ آسکتا تھا بلکہ قوائے فطریہ کو خادم بنانا ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ یہی مظاہر فطریہ دنیا کے بہت سے حصوں میں اُسوقت انسان کے معبود و مسجود بنے ہوئے تھے وہ تو انسانی تعظیم و عبودیت کے مالک تھے چہ جائیکہ ان معبودوں کو انسان اپنا غلام ٹھیرائے۔ عین اُس وقت قرآن کریم ایک جدید بشارت عظمےٰ لایا۔ اُس نے اعلان کیا کہ جو کچھ زمین[۳] اور آسمان کے اندر ہے۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ سیارے۔ بادل۔ دریا اور درخت وغیرہم انسان کی خدمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ اِسی طرح ایک اور جگہ قرآن کریم نے فرمایا کہ کائنات کی کوئی بھی چیز باطل[۴] و بے مصرف نہیں۔ یہ سب کی سب انسانی فائدے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہیں وہاں اس فائدہ کے حصول کے لیے نشر علم۔ اور اُن علمی اکتشافات کی اشاعت کی ضرورت ہی جس سے اُسوقت کی دنیا بے خبر تھی۔ اِسی لیے قرآن کریم نے کائنات کی مفیدِ انسان۔ مضمرہ حقائق پر غور و تدبر[۵] کو خدا کی خوشنودی کا باعث بتلایا۔

[۱] أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ٥ (البقرۃ آیت ۵) (عربی لفظ فلاح جو اِس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ اسکے لغوی معنی مخفی اشیاء۔ یا جوہروں یا قوائے کا ظہور میں لانا ہے) ۱۲ [۲] إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرۃ آیت ۳۰) ۱۲ [۳] أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمٰن آیت ۲۰) [۴] رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا (آل عمران آیت ۱۹۰) [۵] الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (آل عمران آیت ۱۹۰) ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا روایت میں آئی ہے۔ آپؐ جناب باری میں اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ "اے خدا مجھ پر حقائق اشیاء کا انکشاف فرما۔" اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ قبل از اسلام بھی علم دنیا سے مفقود نہ تھا۔ لیکن یہ تو بعض برگزیدہ اشخاص کی جائدادِ مخصوصہ بنا ہوا تھا۔ اور مغرب میں تو علم و فضیلت کی راہیں کلیسیا نے ملعون ٹھیرادی تھیں۔ قدیمی علوم کی باتیں کلیسی خزینوں میں مقفل ہو کر موردِ نفرت و حقارت ہو رہی تھیں۔ اہل کلیسیا کا فائدہ اسی میں تھا کہ عامۃ الناس کو بالکل جہالت و تاریکی کے اندر رکھا جائے۔ چنانچہ جب کبھی مغرب میں علم و تمدن کی کوئی لہر اٹھی۔ یا کسی نے علمی انکشافات کی طرف توجہ کی تو اُسکے خلاف کلیسیا کا غیظ و غضب بھڑک اٹھا۔ اور متلاشیانِ حقائق علوم طرح طرح کے شکنجۂ عذاب میں کھینچے گئے۔ یورپ سے باہر بھی دماغ انسانی یکدر حالت میں تھا۔ اور قوائے ذہنی ماؤف ہو چکے تھے۔ لیکن عین اُس وقت اسلام اپنی نوع کو اُس تاریکی سے نجات دینے کیلیے ظاہر ہوا۔ چنانچہ غارِ حرا میں پہلی وحیؐ پاک نازل ہوئی۔ اُس نے اعلان کردیا کہ ربِّ انسان۔ اب انسان کو ذلت سے نکالکر مکرم بنانا چاہتا ہے۔ اور یہ انسانی عظمت و تکریم۔ قلم یعنی لکھنے پڑھنے کی اشاعت۔ اور اِن علوم کے حصول سے وابستہ ہوگی۔ جن سے اُس وقت دنیا ناواقف تھی +

کسقدر حیرتناک بات ہے کہ ایک امّی لقب پیغمبر۔ ایک ایسے وقت دنیا کو علم و فضیلت اور حصول علوم جدیدہ کا پیغام سناتا ہے۔ جبکہ انسان جہالت اور بے علمی کی ظلمت میں ہی رہنا ایک مذہبی خوبی سمجھ رہا ہے وہ خود تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ لیکن دنیا کو بتلاتا ہے کہ انسانی عظمت و مکرمت لکھنے پڑھنے اور علم کی نشر و اشاعت پر ہی منحصر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے علم کی اہمیت و ضرورت پر کوئی اور پیغمبر اس طرح زور دیتا ہوا مجھے نظر نہیں آتا۔ آپنے حصولؐ علم کو ہر مسلم کا فرض ٹھیرایا۔ آپنے فرمایا کہ "ایکؐ عالم کی سیاہی کے قطرات شہید کے

لے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق آیت ۱-۵) ۲ احادیث نبوی ۱۲ ۳ احادیث نبوی ۱۲

خون سے زیادہ قیمتی ہیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "نسل انسانی[۱] کے فوائد کے لئے غور و تفکر میں ایک رات بسر کرنی بہت سی راتوں کی عبادت سے زیادہ اہم ہے"۔

آپؐ کے ظہور قدسی کے وقت نسل انسانی کی ترقی کی راہوں میں بہت سی مشکلات حائل تھیں۔ استعدادوں کے متعلق مروجہ باطل خیالات اور غلط معتقدات نے انسان کی بلند پروازی کو روک رکھا تھا۔ اگر دنیا کے ایک حصہ کا یہ ایمان تھا کہ گناہ[۲] انسان کی فطرت میں ہے، اور اسمیں شر و بدی کے سوائے اور کوئی خیر و خوبی نہیں بلکہ وہ غضب الٰہی کے ماتحت ہی اور اسی قانون پر چلنے کی اسمیں استعداد ہی نہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ترقی کی راہوں سے الگ ہو چکا ہے۔ تو دوسروں کا یہ عقیدہ تھا کہ اس دنیا میں انسان کے حصہ میں تکلیف و مصیبت ہی آئی ہے۔ اور اسکی نجات اسکی فنا[۳] پر منحصر ہے۔ ہندو رشی بھی اسی فلسفہ کو مانتے تھے مجھے ان عقائد قدیمہ کے خلاف ایک بھی لفظ کہنا منظور نہیں۔ ہاں اس معاملہ میں میں اپنا ایمان ظاہر کر دیتا ہوں کہ اس قسم کا فلسفہ یا ایسی تعلیمات ملیہ میرے نزدیک ترقی انسان کا موجب نہیں ہو سکتیں اسلام سے صدیوں پہلے جو حالت جمود نسل انسانی پر طاری کتھی میرے اس یقین کو اور پختہ کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں اُن دنوں اس امر پر بھی بعض حلقوں میں کامل یقین تھا کہ کسی کی محنت بھی بار آور ہو سکتی ہے۔ خوش حالی و بدحالی ایک قسم کی لاٹری سمجھی جاتی تھی۔ نیکی کو امر اکتسابی نہ خیال کیا جاتا تھا۔ بلکہ یہ سب امور گویا پہلے ہی سے فیصلہ ہو چکے تھے۔ اور انسان ایک قسمت کے چکر میں پھنسا ہوا خیال کیا جاتا تھا۔ اسلام سے پہلے بہت ہی کم لوگ اس بات کو مانتے تھے کہ انسان کی خوشحالی و بدحالی اُسکے اپنے ہی ہاتھ ہے۔ وہی اپنی کشتی کا ناخدا اور اپنی عمارت زندگی کا انجنیر ہے بلکہ نیکی اور بدی کی دیویوں کا ایک کھلونا ہے۔

یُوں تو مسئلہ تناسخ بعض فلسفیانہ پہلوؤں سے دلربا ہی نظر آتا ہے۔ لیکن قوت عمل پر اسکا وہی اثر ہے جو اور عقائد قدیمہ کا تھا۔ اُن دنوں مسئلہ ایمان کا بھی قریب قریب یہی حال تھا۔

[۱] احادیث نبوی ۱۲ [۲] مغرب میں کلیسائی عقیدہ یہ ہے ۱۲ [۳] بدھ مذہب کا عقیدہ ہے ۱۲

ایمان بلا عمل ہی نجات کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ قوائے انسانی کی تباہی کے لئے کافی ہے۔ ان معتقدات اور اس قسم کے فلسفہ کے ماتحت کسی اعلیٰ قسم کی ترقی کا ہونا ناممکن ہے۔ جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ جو ہم پر وارد ہوتا ہے یا جو کچھ ہم نے کرنا ہے وہ پہلے ہی ہو چکا ہے تو پھر اس زندگی میں کوئی بھی چیز اعمال حسنہ کی محرک نہیں ہوسکتی۔ نہ جذب منفعت اور نہ دفع مضرت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ قوائے انسانی اور ان کی ضرورت استعمال تحرک پاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مذہب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نسل انسانی پر بے شمار خوشحالیوں اور برکات لے کر آتا ہے تو سب سے پہلے اُسے اُن تمام خیالات کی غلطیوں کو واضح کردینا چاہیئے جو ان محولہ ایام میں انسانی ترقی کے حائل ہو رہے تھے۔ اگر انسان کی استعداد مضمر نشوونما نہ پائے اور اس طرح حکمت ربی جس نے انسان جیسی مخلوق پیدا کی روبراہ نہ ہو تو پھر اُس مذہب کا ہی کیا فائدہ۔ جو چند گیتیں اور عبادتوں میں خدا کی عبادت بتلائے۔ میری ناقص رائے میں سچا مذہب وہی ہے جو انسان کو حالتِ جمود سے نکال کر اُسمیں قوتِ عمل پیدا کردے۔ اور وہ افضالِ الٰہیہ سے متمتع ہو کر عملاً ستائشِ خداوند کرے۔ اور اپنے قوائے کو مخلوق الٰہیہ کی خدمت میں لگائے۔ یہی وہ مذہب ہے جسے قرآن میں مَیں پاتا ہوں +

یہ بات اب ایک علمی صداقت ہو گئی ہے کہ صحیفہ قدرت کے کل مظاہر قانون کی حکومت تلے ہیں۔ اور ان سے وہی فائدہ اُٹھا سکتا ہے جسے اِن قوانین کا علم ہو۔ اور وہ اپنے حالات کو اِن قوانین فطریہ کے مطابق کرے۔ لیکن یہ ہمارا علم بھی کسی کام کا نہیں رہتا۔ اگر ہمارا یہ ایمان ہے کہ اس کائنات کا حکمران ایک نہیں بلکہ بیسیوں خدا ہیں۔ قرآن کریم[1] نے اِس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ بہت سے خدا تو ایک دوسرے کے خلاف۔ قانون نافذ کرینگے۔ پھر کس کس کے قانون کو سمجھا جائے اور کس کس کے قانون کی اطاعت ہو۔ چنانچہ یونانی قدیمی داستان ہائے ملیہ اور بعض ہندی کتبِ مذہبی میں دیوتاؤں کی متضاد کشمکش کا نظارہ ہمیں نظر آتا ہے آئین مختلفہ

[1] لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ؕ (الانبیاء آیت ۲۲)

کے تقاضائے مختلفہ کائنات میں ہم آہنگی نہیں بلکہ ایک حالت فساد پیدا کر دیں گے۔ ان حالات میں علمی اکتشافات کی تلاش ہی بے سود ہوگی کیونکہ بہت سے خداؤں کی مختلف مشیات متضاد قانون بھی پیدا کرینگی۔ ان حالات میں اسلام دنیا میں نسل انسانی کی اصلاح کے لیئے آیا تاکہ وہ انسانی دل و دماغ کو ایسے باطل خیالات اور غلط معتقدات سے پاک و صاف کرے۔ اُس نے آتے ہی دنیا میں یہ اعلان کیا کہ تمام کائنات ایک قانون میں جکڑی ہوئی ہے۔ اور قانون کا مقنن سوائے اسکے خالق[51] کے اور کوئی نہیں۔ اِسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے توحید الٰہی پر اُس نے زور دیا۔ اُس نے بتایا کہ کائنات کی حکومت کی باگ بہت سے ہاتھوں میں نہیں بلکہ ایک ذاتِ واحد ہی کے ہاتھ میں ہے جسکے قوانین اور طریق حکومت لاتبدیل[52] ہیں۔ اس کی مرضی[53] کے آگے جھک جانا اور اسکے قوانین کی پوری متابعت اختیار کرنا جو اسلام کا لفظی مفہوم ہے۔ نسل انسانی کی مسرت و رفع الحالی کا موجب ہوگا۔ اِسکے قوانین وہی ہیں جن کو سائنس کی اصطلاح میں آج "قوانین قدرت" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیا ایک دہریہ بھی ایسے مذہب سے منحرف ہو سکتا ہے؟ اگر قوانین فطریہ کی اِس حکومت قہریہ پر اُسے ایمان ہے اور انہی قوانین پر اپنی زندگی کے لیئے عمل پیرا ہے تو پھر قانون تو ایک مقنن کو چاہتا ہے۔ خدائے اسلام سے پھر وہ کس طرح منکر ہو سکتا ہے؟

[51] الٓمٓ ۔ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۔ (آل عمران آیت ۱)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

(البقرہ آیت ۲۵۵)

[52] سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ (الاحزاب آیت ۶۲)

[53] بَلٰی ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ)

اسلام نے یہ بھی تعلیم فرمائی کہ انسان معصیت لے کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ پیدائشاً مسلم ہے یعنی فطرتاً قانون پر چل سکتا ہے۔ کیونکہ قانون یعنی شریعت پر نہ چلنے کا نام ہی معصیت ہے۔ ماوراء اس امر کے کہ وہ مسلم یا غیر مسلم کے گھر پیدا ہوا۔

اسلام نے یہ بھی بتایا کہ انسان بہترین[۵۱] قوتیں لے کر آیا۔ اسکی خلق ایک احسن تقویم پر رکھی گئی۔ لہٰذا اس کی ترقی کی کوئی حد نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسکی فطرت میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں جو اسے اسفل السافلین کی طرف لے جانے والی ہیں۔ لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پوری پوری متابعت اختیار کرے۔ اور صراط مستقیم پر گامزن ہو تو اسے اپنی محنت کا پورا معاوضہ ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی امر ضائع نہیں جاتا۔ (لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْعَامِلِیْنَ) یہ عقیدہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ انسانی خیر و خوبی یا اُس کی ترقی کسی خاص قوم یا افراد مخصوصہ تک ہی محدود ہے۔ ترقی انسانی کا سنگ راہ رہا ہے۔ قرآن نے اس عقیدہ کی بیخکنی کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہر انسان دوسرے[۵۲] کے برابر ہے۔ ہر ایک کے سامنے عمل و ترقی کا میدان یکساں کھلا ہے۔ جو ایک کر سکتا ہے۔ وہ دوسرا بھی کر سکتا ہے اسی لیئے قومی۔ نسبی۔ لونی۔ امتیازی دیواریں اسلام نے آتے ہی گرا دیں۔ شرافت اور کرامت انسانی کو تقوے[۵۳] ہی سے وابستہ کیا۔ یہ وہ بات ہے جو ہر ایک کو حاصل ہو سکتی ہے۔ اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا کہ صحیح معتقدات سے جو اعمال پیدا ہوں وہی خدا کے ہاں اہمیت رکھتے ہیں۔ ایمان بلا عمل ایک لاشئے ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی تعلیم فرمائی۔ کہ خدا تعالیٰ خیر محض[۵۴] ہے اور اُس کی طرف سے شر نہیں۔ خیر ہی خیر آتی ہے۔ بدی اور گناہ

[۵۱] وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝ (التین آیت ۱-۸) [۵۲] قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ ۔۔۔ اَحَدًا۔ سورہ کہف آیت ۱۱۰

[۵۳] اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝ (الحجرات آیت ۱۳) [۵۴] مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ۭ وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ (النساء آیت ۷۹) [۵۵] وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۝ (الشوریٰ آیت ۳۰)

انسان کا اپنا اکتساب ہے۔ معصیت اس کے اعمالِ بد کا نتیجہ ہے۔ نیکی اور بدی ہمارے ہاتھ[1] میں ہے جس طرح کوئی چاہے اپنی زندگی کو قالب میں ڈھال لے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسبِ تعلیمِ اسلام خیر و شر کے اندازے خدا کی طرف سے مقدر ہو چکے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ان اَن مِٹ اندازوں کا علم، الہامِ الٰہی کے ذریعہ یا اپنی کوششوں سے ظاہر کریں۔ اور اپنی زندگی کو ان اندازوں کے ماتحت لا کر خیر و شر کے مالک ہو جائیں۔ اسی امر میں انسان کو راہ راست پر رکھنے کے لیے قرآن کریم نے یہ بھی تعلیم کی کہ ہمارا کوئی امر خفیہ[2] یا علانیہ خدا کے علم سے باہر نہیں جس کے لیے ہم خدا کے حضور ذمہ وار نہیں۔ اور انہی پر جزا و سزا مرتب ہوگی۔ ایک مثقال[3] برابر بھی خیر و شر بلا معاوضہ نہیں رہ سکتی۔ صحیح آزادیٔ[4] رائے۔ اور آزادیٔ اعمالِ حسنہ کو ایک عملِ حسنہ بیان فرمایا۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ ان معاملات میں جو اپنے قوائے عقلیہ سے بہرہ اندوز نہ ہو وہ ایک حیوان ہے۔ جس کی رسّی دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنی عقل[5] و فکر کو کام میں لائے۔ اور کسی انسانی شعبہ میں کوئی بھی بات ایسی تسلیم نہ کرے جو عقل تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ سے پرکھی نہ جا چکی ہو۔ ہمیں حکم ہے کہ مظاہر[6] کائنات کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ اور گزشتہ اقوام کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور مختلف ممالک[7] میں پھر کر

۱ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔ (البقرۃ آیت ۲۸۶)

۲ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۔ (البقرۃ آیت ۲۸۴)

۳ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال آیت ۷-۸)

۴ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (الملک آیت ۲۲-۲۳) ۵ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ (الروم آیت ۲۳) كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (الروم آیت ۲۸) كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (یونس آیت ۲۴) ۶ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (النمل آیت ۶۹)

۷ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّىْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (آل عمران آیت ۱۸۹-۱۹۴) ۱۲

عبرت آموز سبق حاصل کریں۔

اسی طرح عبادت اور قربانیوں کا غلط مفہوم انسانی سرگرمیوں کو تباہ کرتا ہے۔ اس سے نہ تو انسان میں جوش ہمت پیدا ہوتا اور نہ ہی اس میں ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔ اسی لیئے اسلام نے یہ بتایا کہ تمہاری عبادت کسی کام کی نہیں جب تک اُس کے ساتھ عمل صالح شامل نہ ہوں۔ جو کچھ تم حاصل کرنا چاہتے ہو اُسکے لیئے پوری جد و جہد کرو اور پھر خدا تعالیٰ سے استعانت طلب کرو۔ اور یہ وہ سبق ہے جسے ہم اپنی روزانہ پنجگانہ نمازوں میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہہ کر دُہراتے ہیں۔ ہمیں یقین دلایا گیا کہ اگر ہم ایک قدم اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھائیں تو وہ سو قدم ہماری طرف چل کر آئیگا۔ لیکن سبقت ہماری طرف سے ہونی چاہیئے۔ خدا کی طرف چل کر جانے کے معنی، کسی مسجد میں ہی چلا جانا نہیں بلکہ اپنے کاروبار میں ربانی قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ عبادت بھی کامیابی کا ذریعہ ہے لیکن خدائے قرآن نہایت ہی واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ ان لوگوں کی دعا جو نعمائے الٰہیہ کا کفران کرتے ہیں، خدا کی جناب میں سنی نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم یا جماعت کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل دے۔ وہ صرف انہیں کی امداد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

رہبانیت کے مختلف رنگ بھی رضائے الٰہی کے موجب سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ بعض لوگ روحانی رفعت اسی میں سمجھتے تھے کہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر جنگلوں میں جا ڈیرہ جمائیں یہ باتیں ترقی و تمدن کی منافی تھیں اسلیئے اسلام نے ان تمام امور کو رد کر کے فرمایا کہ تم دنیا میں

سلہ احادیث نبوی ۱۲

سلہ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۲۳۸)

سلہ وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ (الرعد آیت ۱۴)

سلہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد آیت ۱۱)

رہ کر روحانی کمال کو حاصل کر سکتے ہو۔ اور خدا کا نور[۵۱] دنیا کے اُن گھروں میں نازل ہوتا ہے جہاں خدا کی یاد ہوتی ہے۔ اور ہر ایک قسم کی روحانی۔ اخلاقی اور جسمانی طہارت کو حاصل کیا جاتا ہے اگر کسی شخص کو خدا اور مخلوقِ خدا سے پورا پورا اخلاص و محبت ہو تو وہ اسی شہری زندگی میں کر معراجِ روحانیت حاصل کر سکتا ہے۔ اور مخلوقِ خدا اور اپنے ہمسائیوں کے حقوق کو ادا کر سکتا ہے۔

قربانی کی اجازت بیشک اسلام نے دی۔ لیکن اس کا مفہوم ہی بدل دیا کھلے لفظوں میں کہہ دیا گیا کہ خدا کے ہاں ذبیحہ کا خون[۵۲] گوشت نہیں پہنچتا۔ بلکہ جو چیز خدا کے ہاں محبوب ہے وہ تمہارا تقوٰے ہی ہے۔ خون و گوشت کسی دیوتا کے تھان یا مذبحہ پر جلانا روک دیا گیا۔ بلکہ ذبیحہ کا گوشت مساکین و غرباء میں تقسیم کر دیا۔ اور تقوٰے بھی اسی میں ہے کہ جس طرح بہائم ہمارے آگے قربان ہوتے ہیں ہم بھی اپنی بہیمیت کو خدا کے مذبحہ پر قربان کر کے اُسکے مطیع و منقاد ہو جائیں جس نے جانور کو ذبح کر کے اپنی بہیمیت کو ذبح کرنا نہیں سیکھا اس نے ایک جان کو ضائع کیا۔

کفارہ بھی جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا۔ انسان کے احساسِ ذمہ داری کو کچل کر اس میں فقدانِ عمل پیدا کر دیتا ہے۔ مغربی کفارہ پرستوں کی مصروفیت یا کاروباری زندگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ وہ تو موجودہ تمدن نے پیدا کر دی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنے ایمانیات سے اپنی روزانہ زندگی کو متاثر نہیں ہونے دیتے۔ ان معتقدات کے تاثرات کو اگر دیکھنا ہو تو ازمنۂ متوسط کے یورپ کے حالات کو مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس امر کے خلاف قرآن نے فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ[۵۳] نہیں اٹھا سکتا۔ ہر شخص اپنی صلیب خود اٹھائیگا۔ اور جو کچھ بوئے گا وہی کاٹے گا[۵۴]۔

۵۱ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (النور آیت ۳۶) ۵۲ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ (الحج آیت ۳۷) ۵۳ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (الانعام آیت ۱۶۴) ۵۴ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ (البقرۃ آیت ۱۳۴)

اس بارے میں میں ایک اور بات کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں جو بعض اہل مذہب کے لیئے مصیبت اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے ۔ قبل از اسلام مال و دولت کا حصول اور خوش حال زندگی مذہب کے منافی سمجھی جاتی تھی ۔ بلکہ خدا پرست انسان کے لیئے تو ثروت و دولت لعنت کے مترادف قرار دی گئی تھی ۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے خیالات ۔ انسانی سود و بہبود کے ممد و معاون نہیں ہو سکتے ۔ اسی کے دفعیہ میں قرآن کریم نے فرمایا کہ جو امور زینت خدا نے اپنے بندوں کے لیئے پیدا کیئے ہیں ۔ انہیں تم پر کس نے حرام کیا ؟[1]

اسی طرح قرآن نے ایک اور جگہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے زمین اور سمندر میں طرح طرح کے خزانے تمہاری زینت کے لیئے رکھے ہیں ۔ ان باتوں نے انسان کو علم جہاز رانی و علم معدنیات کی طرف متوجہ کیا ۔ یہ سب صحیح مگر دنیا کا بہت سا حصہ پھر بھی افلاس اور غربت سے بچ نہیں سکا بعض لوگ اچھے توڑے لیکر آتے ہیں ۔ بعض پر کوئی نہ کوئی مصیبت آجاتی ہے ۔ افلاس تو ایک ضروری امر ہے ۔ لیکن افلاس زدگان کو پست ہمتی سے بچانے اور ان میں جذبہ عمل پیدا کرنے کے لیئے اسلام نے افلاس و ناداری کو جرم قرار نہ دیا ۔ بلکہ اسے امتیاز انبیاء علیہم السلام ٹھیرایا ۔[2]

میں نے ابھی کہا تھا کہ دنیا نے بعض انسانی طبقات کے حصول ترقی میں مشکلات پیدا کر رکھی تھیں ۔ خصوصاً طبقہ نسوان ، اور طبقہ غلام ۔ اس قسم کی مصیبت میں گرفتار تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت عورتیں قعر مذلت میں تھیں ۔ اسلام آیا اور اس نے اُسے ذلت سے نکال کر اُسکے حقیقی مقام پر کھڑا کیا ۔ اسلام سے پہلے عورت ایک ہاتھ سے ہاتھ بدلنے والی جائداد سمجھی جاتی تھی ۔ اور گھر میں اسکی غلام کی سی حیثیت تھی ۔ قرآن نے مرد کے خلاف اُسے وہ حقوق[3]

[1] قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ (الاعراف آیت ۳۲)

[2] احادیث نبوی ؐ ۱۲

[3] وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (البقرۃ ۲۲۸)

دیئے جو مرد کو اُسکے مقابل حاصل تھے۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ اسمیں ذہنی روحانی اور اخلاقی استعدادیں ہیں جو کسی مرد کو حاصل ہیں۔ وہ مردوں کی طرح روح سے خالی نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ صنف ضعیف سے تعلق رکھتی ہے اور ایک نہ ایک رنگ میں مرد کو اسپر فضیلت ہے چنانچہ مرد ہی اسکا سرد صرا ہے۔ لیکن عورت بھی بعض خوبیوں کی مالک ہے جو مرد کے حصے میں نہیں۔ اس لیئے قرآن نے فرمایا کہ ہر ایک صنف کے لئے میدان عمل موجود ہے۔ مناسب یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت سبقت فی الخیرات میں کوشاں رہیں۔ میں اسوقت ایک لفظ میں بلا خوف تردید یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہوں کہ جو موجودہ تمدن سے عورت کو حاصل ہوا وہ اُن باتوں کا ایک ادنےٰ ظل ہے جو قرآن کریم اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسے نصیب ہوئیں۔

غلامی کے متعلق اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اسلام نے پرانی قسم کی غلامی کو یک لخت بند کردیا۔ صرف اسیران جنگ کو غلامی کی ذیل میں رکھا۔ کیونکہ جنگ کے خاتمے کا ایک بہتر راستہ تھا۔ لیکن اسلام نے ان غلاموں یا اسیرانِ جنگ سے وہ مہربانہ سلوک کئے کہ جس سے ان نام نہاد غلاموں کی زندگی پہلے سے بھی کہیں زیادہ خوشگوار ہو جاتی تھی۔ جو لوگ پہلی قسم کی غلامی میں گرفتار تھے۔ اُن کی آزادی کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کی تدبیریں کیں۔ چنانچہ غلام کا آزاد کرنا ایک امر ثواب یا کفارۂ گناہِ سابقہ قرار دیا گیا۔ اُن کی

ؔ٥١ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ (الاحزاب آیت ٣٥) ؔ٥٢ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ (البقرۃ آیت ٢٢٨) ؔ٥٣ الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ۔ (النساء آیت ٣٤) ؔ٥٤ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرۃ آیت ١٤٨)

رہائی کے لیئے چندے بھی کیے گئے۔ اور بیت المال[1] کا ایک حصہ اسکے لیے وقف کیا گیا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرانے زمانہ کی غلامی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زندگی میں نیست و نابود ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔

اُن وقتوں میں طہارت جسم خصوصًا تعلیم کلیسا کے ماتحت ایک امر قبیح سمجھا جاتا تھا لیکن قرآن نے اسی طہارت کو خدا کی نگاہ میں محبوب[2] ہونا بیان فرمایا۔

یہ محیر العقول پیغام یبی پدب اکبر کی طرف سے عرب کی خشک۔ بنجر و سنگلاخ سرزمین پر ابر رحمت کے قطرات کی طرح برسا۔ اس نے عرب کی ذہنی جمود کو یک لخت دور کردیا۔ چونکہ دراصل اُس وقت ہر جگہ انسانی سرگرمیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ گو عرب ہی اسکے خاص طور پر ہدف ہو رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ "اطلبو العلم ولو کان بالصین" نے عربوں کے اشتیاق سیاحت کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ کیونکہ سیاح تو وہ پہلے ہی سے تھے وہ دنیا کے تمام کناروں کی طرف نکل گئے۔ اور جس جس ملک میں علم کا نشان تھا۔ وہ ان کی جولانگاہ میں آگیا۔ یونانی علم و تہذیب کے آثار باقیہ کو کلیسہ کی خفیہ خانقاہوں سے باہر نکالکر اُنھوں نے نئی روشنی عطا کی۔ فتح قسطنطنیہ سے ہی علوم جدیدہ کا آغاز ہوا۔ دنیا کے ہر ملک میں سے علماء بلاکر سرکاری مکاتب اور کالجوں میں علوم کے درس تدریس کے لیئے متعین ہوئے سکول۔ کالج۔ اور دار التجربات کھولے گئے۔ دنیا جہان کے طالب علم وہاں آ جمع ہوتے۔ ان درس گاہوں میں نہ صرف انکی تعلیم ہی کا انتظام کیا جاتا تھا بلکہ اسلامی سلطنت کی طرف سے ان کے لیئے خوراک و رہایش بھی مہیا کی جاتی تھی بلکہ عرب سائنس دانوں نے علوم جدیدہ کی وہ راہیں نکالیں کہ جس پر آج علمی اکتشافات چل رہی ہیں۔ ان امور کی تفصیل میں ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اور یہ باتیں کثرت سے مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے انگریزی مجلہ اسلامک ریویو کے زیر قلم آچکی ہیں۔ لیکن میں ایک جملہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں

---

[1] إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (التوبة آیت ۶۰) [2] وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (التوبة آیت ۱۰۸)

کہ ہمارے علوم جدیدہ کے مختلف شعبوں کا آغاز وابتدا بھی عربوں سے ہی ہوا۔آج بھی مغرب کے عجائب خانوں میں عربی صنعت وحرفت کے حیرت افزا نمونے نظر آتے ہیں جو دیکھنے والوں سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں۔ الغرض مختصر طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ اسلام نے ہماری تہذیب حاضرہ کے پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے۔اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی اُن اسباب پر غور کریں جو موجودہ ترقی او تمدن کے ذمہ دار ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کوئی ایسی بات آپ کو ان میں سے نہ ملے گی۔جو قرآنی تعلیمات کے ذیل میں نہ آسکتی ہو۔جسکو میں نے مختصر طور پر آپکے سامنے بیان کیا۔جب یورپ نے بعض اِن اسلامی اصولوں پر عمل کرکے ترقی حاصل کرلی ہے تو اگر ہم باقی دنیا کو اصول اسلام کی طرف بلائیں سلور اسلام کی اخلاقی۔ذہنی۔روحانی برکات تلے لانے کی کوشش کریں تو نسل انسانی کی یہ بہترین خدمت ہوگی۔یہ بھی ایک وجہ ہے کہ دنیا کو اور خصوصًا مغربی اقوام میں تبلیغ اسلام کی اشد ضرورت ہے۔کیا اس موقع پر مَیں اپنے مسلم بھائیوں سے ایک عرض کرسکتا ہوں پیشتر ازیں کہ وہ دوسروں کو اسلام کی طرف بلائیں وہ اپنے نفسوں کا احتساب کریں اور سب سے پہلے اپنے گھر کو دیکھ لیں کہ جس نور کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں کیا وہ خود بھی اس نور سے منور ہیں؟ کیا اسلامی حقائق انکی اپنی زندگی سے ظاہر ہوتے ہیں؟+

آج دنیائے اسلام پر ایک قسم کی مُردنی طاری ہے۔اسمیں شک نہیں کہ دوسروں کا اقتصادی دباؤ بھی اسکی بڑی وجہ ہے۔لیکن ہمیں اپنی زندگی کو خود بھی مطالعہ کرنا اور اس بات کو دیکھنا چاہیئے کہ ہم قرآنی اُصولوں کو کس طرح سے چھوڑتے چلے جارہے ہیں+

کیا ایسا مذہب جو اس قدر اعلیٰ اصولوں کی تعلیم دیتا ہے جو مسلمہ طور پر تہذیب و ترقی کی شاہراہ میں ایک زبردست مرتبہ رکھتا ہے۔اس قابل ہو سکتا ہے کہ لوگ الیہ عدوان اسلام اِسپر یہ اعتراض کریں کہ وہ اپنے پیروؤں میں صفات بہیمیہ پیدا کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔بلکہ اسلام انسان کی بہیمیت کو انسانیت کا لباس پہنانے اور وحشت و بربریت

سے اٹھاکر آسمان روحانیت پر پہنچانے کے لیئے آیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس معاملہ میں کامیاب ہوا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر مذہب ابتدائً اسی مقصد کو لیکر کھڑا ہوا لیکن اسلام کو ہی یہ فوقیت حاصل ہے کہ اُسنے اس مقصد کے حصول کے لیئے اصول تجویز کیئے اور ایک منظم راہ اختیار کی۔ اسلام نے اس امر میں چند مواعظ و نصائح و اخلاقی اسباق پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ قرآن کریم نے ان تمام باتوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کرکے ساتھ ساتھ تاریخ سے واقعات بھی بطور نظائر ہمارے سامنے رکھ دیئے۔ ان واقعات کو مظاہر قدرت کی روشنی میں مبرہن کیا۔ قرآن نے انسانی دل و دماغ کی چھان بین کی۔ اور ان کا حُسن و قبح ہم پر ظاہر کردیا۔ پھر ایسے رستے بھی بتادیئے۔ جن سے ہماری اخلاقی اور روحانی اصلاح ہوسکے۔ پس میں اس جگہ صرف ایک ہی بات کہوں گا۔ جن سے یہ باتیں بطریق احسن حاصل ہوجائیں۔ اور انسان کو شہریت کی زندگی چھوڑکر جنگلوں میں بھی نہ جانا پڑے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص اپنی روحانی اور اخلاقی ترقی کے لیئے دنیوی زندگی کو خیرباد کہے۔ برعکس اسکے ایک شخص تمام انسانی فرائض اور دنیوی معاملات اور جسمانی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے روحانیت کے ارفع مقام پر پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں پر لفظاً اور معناً کاربند ہو۔

انسان کو بعض نے حقیقی طور پر ایک پرستار مخلوق بیان کیا ہے۔ اگر مادی خواہشات اس پر غالب نہ آجائیں تو فطرتاً اسمیں خدا طلبی کا مادہ ہے۔ اسلام نے اسی حقیقت کو سامنے رکھا۔ اور خود خدا ہی کو اسکی پیروی کے لیئے نمونہ بنایا۔ اِسی لیئے اسلام نے حکم دیا کہ انسان اپنے اندر صفات الٰہیہ پیدا کرے۔ اور اپنے آپ کو ربانی رنگ میں رنگین کرے۔

بظاہر تو یہ کام بہت ہی مشکل ہے۔ لیکن اسلام نے اسے آسان عملی رنگ میں پیش

۵۲ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۱۳۹)

کر دیا۔ شارع اسلامؑ نے حکم دیا کہ ہم ہر فعل اور ہر عمل کرتے وقت خدا کو یاد کریں اور اسی لئے بہتر سے بہتر دعا ہمیں سکھائی گئی جو آغاز ہی میں مَیں نے تلاوت کی ہے۔

نماز جیسا کہ بعض سمجھے ہوئے ہیں۔ چند الفاظ کے دُہرانے یا بعض جسمانی حرکات کرنے پر ختم نہیں ہو جاتی۔ اور ایسا ہی تسبیح کے دانوں پر کسی اسم الٰہی کے دُہرانے کا نام ذکر الٰہی نہیں۔ بلاشک نمازیں ہیں کسی نہ کسی ہیئتِ کذائی کو اختیار کرنا ہی پڑتا ہے جو ہمارے دلی جذبات کا آئینہ ہو سکے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ اوضاع ظاہری اور یہ ہیئت کذائی اگرچہ نماز کا جزو لاینفک تو ہیں مگر ان سے حقیقتِ نماز متحقق نہیں ہوتی جیسا کہ خود قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ " نماز کے وقت مشرق یا مغرب کی طرف منہ پھیر لینا کوئی بڑی نیکی نہیں "۔ گو عالمگیر اتحاد کی غرض ہمیں نمازیں ہمارے منہ کو مکہ معظمہ کی طرف پھیر دیتی ہے اور اسمیں اور مُصالح بھی ہیں۔ لیکن حقیقتِ صلوٰۃ یہ ہے کہ مقدس ذات کی صفات کو ہم سامنے رکھیں۔ جنکے اسمائے پاک ہم نماز میں دُہراتے ہیں۔

ہمیں لازم ہے کہ دنیا میں ربانی افعال کا مشاہدہ کریں اور اپنے انسانی افعال کا ان سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے افعال کہاں تک ربانی افعال سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور پھر اسکی جناب میں التجا کریں کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی کمزوریوں پر غالب آسکیں اور اسکی راہوں پر گامزن ہوں۔ اسلامی نماز کا مقصد یہی ہے اور وہ اعلےٰ سے اعلےٰ انسانی تمنیات کا بہترین اظہار ہے۔

۵ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۔ (البقرہ آیت ۱۷۷)

اسلامی نماز کے ابتدائی الفاظ ہی خدا تعالیٰ کی بہترین صفات کو بیان کرتے ہیں رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" یعنی تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا۔ اعیلا امتیاز قومی سلوفی سکی پرورش کنندہ۔ ایسا مولا کریم جو رَحْمٰنِ ہے۔ اور جس کی برکات کا نزول ہم سب پر بلا امتیاز یکساں طور پر ہوتا ہے گو ہم اسکے مستحق نہ ہوں۔ وہ رَحِیْمِ ہے۔ یعنی ہماری محنت کا صلہ بیجا بڑھ چڑھ کر عنایت کرتا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ یعنی جزا و سزا کے دن کا مالک ہی۔ نجات اُسی کے ہاتھ ہے جو اکثر اوقات ہمارے قصوروں کو معاف کرتا ہے۔ اور اگر سزا دیتا ہے تو وہ بھی اصلاح کے لیئے +

خدا کو خوش کرنے کا یہی طریق نہیں کہ انسان بلند آواز سے اُسکی تعریف میں گیت گائے۔ یا عبادت کے وقت اُسکی توصیف میں رطب اللساں ہو جائے حقیقی عبادت اور اصلی بندگی جیسا کہ سورۃ فاتحۃ کے مفہوم سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ انسان اُسکی پسندیدہ راہوں پر گامزن ہو۔ اور اپنی زندگی ربانی قالب میں ڈھال لے "اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ گویا ہم اِس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے خادم ہیں جو رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ رَحْمٰن، رَحِیْم اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے۔ اور اسی مقصد کے لیئے ہم اُس سے مدد مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں سیدھا راستہ دکھائے۔ راستہ اُن لوگوں کا جنھوں نے اِن صفاتِ آلٰہیہ کو اپنے اندر پیدا کیا۔ اور نیکی کی راہ پر گامزن ہوئے۔ اگر ہم اُس خدا کو اِس طرح یاد نہ کریں تو ہماری عبادت محض ایک قسم کی کھیل ہوگی۔ کوئی شخص اس اہمیت کو کم نہیں کرسکتا۔ اس نگاہ سے جو عظمت اسلامی نماز کو حاصل ہے۔ اسپر کوئی حرف نہیں لا سکتا۔ اخلاقی اور روحانی قالب میں ڈھلنے کا یہ ایک بہترین ذریعہ ہے کہ انسان میں ظلی طور پر اُن صفاتِ آلٰہیہ کا عملاً رنگ پیدا ہوجائے گو ہم میں سے بعض کا طریق زندگی اور ان کا طرز عمل اس وقت اسلامی نماز کے مطالبات کو پورا نہیں کر رہا۔ لیکن ان کی عملی کمزوریاں حقیقت نماز سے تعلق نہیں۔ اِس سے اِسلامی نماز کی

رفعت شان میں کمی نہیں آتی ۔ دیکھنا تو یہ ہے ۔ کہ اگر ایک عابد ان باتوں سے رنگین ہو جائے جس کی طرف اسلامی نماز لے جاتی ہے ۔ تو پھر اسکی زندگی کیا کچھ ہو جائیگی +

اگر لوگ حقیقی طور پر رب العلمین کے پرستار ہو جائیں جو تمام اقوام کا پرورش کنندہ ہے تو کیا یہ ممکن ہے ۔ کہ پھر کوئی نسلی یا قومی امتیاز پیدا ہو؟ اگر لوگ سچے دل سے خدا کو رحمٰن تسلیم کرلیں تو پھر مفلسی و ناداری یک قلم دنیا سے اٹھ جائے ۔ اور ہم بخوشی اپنی دولت دوسروں کے فائدے کے لئے صرف کرنے لگیں ۔ اگر ہم دوسروں کو مزدوری اور محنت کی اجرت یا معاوضہ دیتے وقت اس رحیم خدا کو سامنے رکھ لیں جو ہماری ایک محنت کے معاوضہ میں سوگنا دیتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ یہ خوفناک جنگ سرمایہ اور محنت میں رہ سکے جو آجکل ہو رہا ہے +

اچھا اگر ہم اس قدر بلند پروازی نہیں کر سکتے تو کم از کم مٰلک یوم الدین کا نمونہ سامنے رکھیں ۔ مخلوق کے ساتھ معاملات میں انصاف برتیں ۔ دوسروں کے قصوروں کو معاف کریں ۔ لیکن اگر سزا دینی ہی ضروری ہو تو صرف اصلاح غلط کار کا ہی خیال ہو ۔ یعنی سزا دیتے وقت اس کی بہبودی و اصلاح ہمارے پیش نظر ہو ۔ اور اسمیں ذاتی انتقام اور کینہ توزی کے جذبات کا شائبہ تک بھی پیدا نہ ہو +

اب معزز سامعین ! خود ہی انصاف فرمائیں ۔ کہ کوئی ذی فہم انسان اس نماز پر بھی نکتہ چین ہو سکتا ہے ۔ جس کا مقصد صرف یہ ہے ۔ کہ عابد میں خدمت انسانی کے جذبات پیدا ہو جائیں ۔ اگر اسلامی نماز پر بنی نوع انسان کاربند ہوں ۔ اور ان ہدایات پر عمل کریں جو اس میں موجود ہیں ۔ تو کیا یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ زمین پر انسان نہیں فرشتے ہونگے ۔ اگر اس نماز کی روح ہماری زندگی میں آجائے تو پھر حسد، بغض، کینہ، دشمنی، امتیازات نسل و قوم، تفاخر خاندانی اور تمام اس قسم کی برائیاں بکسر معدوم ہو جائیں ۔ اور قومی مناقشات اور تنازعات بھی مٹ جائیں ۔ لیکن اگر نماز کی اصل غرض و غایت یہ ہے ۔ کہ نماز میں انسان اپنے قلب کا مطالعہ کرے ۔ اور اس بات کا احتساب کرے ۔ کہ اس کے اعمال کہاں تک اس منشائے خداوندی کے ماتحت ہیں

جس کی طرف اسلامی نماز کے مندرجہ بالا صفات انیہ اشارہ کرتے ہیں تو میرا دل چاہتا ہے۔ کہ پانچ وقت چھوڑ، پچاس وقت بھی نماز پڑھوں تو تھوڑی ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ آج کل کی مصروفیت اور خصوصاً یورپ کی مصروف زندگی کے باعث اسلامی اوقات نماز گھبراہٹ پیدا کر دیتے خصوصاً جبکہ وہاں ہفتے میں ایک ہی دن عبادت الٰہی کے لئے وقف ہے ۔ لیکن جس وقت بھی عقائد اسلام اپنی سادگی کی وجہ سے وہاں ہر دلعزیز ہو گئے ۔ تو پھر یہ تمام رکاوٹیں ان شاء اللہ دور ہو جائینگی لہذا معاملات تبلیغ میں ہمیں ان احکامات کی تتبع کرنی چاہئے ۔ جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرتے ہوئے دیئے +

جو سبق اس پانچ وقتہ نماز میں ایک مسلمان کو ملتا ہے ۔ اُسے اور واضح کرنے کے لئے ایک مسلم کو اُن اخلاق کے برتنے کے لئے جمعہ کے دن خطبہ میں ایک صدا بھی دی جاتی ہے :۔

ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربٰی وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی +

اللہ حکم دیتا ہے تم کو اے مسلمانو کہ انصاف کرو ۔ اپنا حق لو! ور دوسروں کا حق انھیں دو نیک سلوک کرو ۔ جو تمہاری امداد کے مستحق نہ ہوں ان کی بھی امداد کرو! ور دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو ۔ جیسا کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کرتے ہو ۔ ان تین اعلیٰ ترین نیکیوں پر عامل ہونے کی ہدایت کے بعد اللہ تعالےٰ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ میں ہمیں ہر ایک قسم کی اس بدی سے رُکنے کا حکم فرماتا ہے ۔ جو ہماری ذات ۔ ہمارے ہمسایہ یعنی ہموطن اور ہمارے مُلک کے لئے مضرت رساں ہو ۔ ان بدیوں میں سے آخری بدی بغاوت ہے یعنی ایک مسلم کو کوئی ایسا امر نہ کرنا چاہئے ۔ جو ملکی قوانین کے خلاف پڑے ۔ میں یہ سوال کرنے کی جرأت کرتا ہوں ۔ کہ کیا خدا یا مذہب یا اخلاق کے نام پر ۔ کوئی شخص اس تعلیم سے کوئی بہتر تعلیم بتا سکتا ہے ۔ جو سورۂ فاتحہ اور مندرجہ بالا آیت کریمہ میں آگئی ۔ الغرض اس سے زیادہ

اس امر پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں نسل انسانی کے فوائد جو اس تعلیم سے وابستہ ہیں وہ بالکل عیاں ہیں۔ لیکن کیا اس موقع پر میں اپنے اسلامی بھائیوں سے یہ درخواست کروں۔ کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو غور سے مطالعہ کریں۔ مجھے بتائیں کہ اسلامی تعلیمات نے ان کے اندر کس حد تک اثر کیا ہے؟ کیا اُنھوں نے قرآنی تعلیم کو اپنی زندگی کا ہادی بنایا ہے؟ کیا وہ ان احکام پر عمل پیرا ہیں۔ جو ہر جمعہ ان کو دیئے جاتے ہیں۔ اگر وہ ان پر عامل ہیں تو کیا وجہ ہے۔ کہ اُن کی زندگی من حیث القوم رُو بہ انحطاط ہو رہی ہے کیوں؟ افلاس، نکبت، مسکنت، ادبار اور اضطراب ان کے خاندانوں پر حکمران ہو رہا ہے؟ اگر برادرانِ اسلام اخلاقِ ربانی سے متصف ہوں تو کیا یہ ان کی حالت ہو سکتی ہے؟ آخر زکوٰۃ[1] اسی غرض و نمایت کے لئے تجویز ہوئی تھی ایک شخص مسلمان ہونے پر ہی زکوٰۃ کا پابند ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا ہم سب اس حکم کا عملاً احترام کرتے ہیں۔ اگر ہمارے چاروں طرف ادبار، مسکنت منڈلا رہی ہے۔ تو یہ تو ہمارے اعمال کا ہی نتیجہ ہے۔ آج اگر ہم صفاتِ الٰہیہ سے رنگین ہو جائیں۔ اور اور ان کے ماتحت چلیں۔ تو یہ سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ دوسروں کو دعوت اسلام دینے سے پہلے ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ اور حق بھی یہی ہے۔ کہ ہمارے **الفاظ نہیں بلکہ ہمارے اعمال ہی تبلیغ اسلام میں بلند ہنگام ہوں** ۔ اور چونکہ ہم یہاں تبلیغ اسلام کے لئے جمع ہوئے ہیں مناسب ہے۔ کہ اس موقع پر میں ایک نصیحت آپ لوگوں کو کروں مثل مشہور ہے کہ سخاوت سب سے پہلے گھر سے ہی شروع ہونی چاہیئے۔ اس لئے لازم ہے کہ مذہب قرآن ہم پہلے مسلمانوں ہی کے سامنے پیش کریں۔ اور بعض نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان بنائیں۔ اور انھیں احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیں +

---

[1] انما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم (التوبۃ آیت ۶۰)

رُوحانیات نفی الاسلام کے متعلق ایک بات اور گوش گذار کرنی چاہتا ہوں۔ رُوحانیت اسی وقت پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ جب انسان اپنے اقوال و اعمال میں ربّانی رنگ پُورے طور پر اختیار کر لیتا ہے۔ اور صفاتِ الٰہیہ ظلّی طور پر اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ یہ بات اسی وقت ممکن ہے۔ جب ہم اعلےٰ اخلاق پر عامل ہوں۔ لیکن اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہئیے کہ اخلاقِ فاضلہ کی بنیاد ایثار پر قائم ہے۔ اگر ہم صفاتِ الٰہیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے لئے روزمرّہ کی زندگی میں ایثار کا رنگ پیدا کرنا ناگزیر ہے۔ دیگر مذاہب نے تو اس بات کے حصول کے لئے ترکِ دُنیا اور طرح طرح کی نفس کشیاں تجویز کیں۔ لیکن اسلام نے ان باتوں کو جائز نہیں ٹھیرایا۔ کیونکہ رُہبانیت اور ترکِ دنیا کی وجہ سے ہم اپنے بھائیوں کو ان فوائد سے محروم کر دیں گے۔ جن کی قابلیّت خدا تعالےٰ نے ہمیں بخشی ہے۔ رہبانیت کے مقابل اسلام نے اسلامی نکاح تجویز کیا ہے۔ کیونکہ اس اصول کے ماتحت ہماری زندگی کے ہر لمحہ میں خود وہ حالات و مواقع طبعاً پیش آتے رہتے ہیں۔ جہاں ہمیں ایثار دکھانا پڑتا ہے۔ جب ایک انسان شادی کرتا ہے۔ تو وہ آیندہ زندگی اُن لوگوں کے بہبود و بہبود کے لئے بسر کرتا ہے۔ جو دائرہ اقارب میں داخل ہو جاتے ہیں۔ خواہ ایک شخص کتنا ہی سنگدل کیوں نہ ہو۔ اُسے اپنے کُنبے کی ضروریات کا لامحالہ احساس ہوتا ہے۔ اور انسان کے اندر جو مودّتؔ اور رحم کے جذبات پیدا کیئے گئے ہیں۔ ان پر عامل ہونے کے لئے گھر کی چار دیواری ہی پہلے موزوں جگہ قرار پاتی ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہی مقصد شادی کا بیان فرمایا۔ اور یہ نہیں جیسا کہ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ نکاح سے جذباتِ ردّیہ تسکین پاتے ہیں۔ متاہل زندگی۔ حُسنِ سلوک کو اپنے کنبے تک ہی محدود رہنے نہیں دیتی۔ بلکہ کنبے کے بعد ہم ان اعزّا و اقارب سے بھی اسی قسم کے سلوک پر طبعاً مجبور ہو جاتے ہیں جن کے ساتھ بی بی کی طرف سے یا والدین کی طرف سے ہمارا تعلق ہو۔ اور اسی طرح ہم

---

[1] ومن اٰیٰتہٖ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودّۃً ورحمۃً ان فی ذالک لاٰیٰتٍ لقوم یتفکرون (الروم آیت ۲۱)

دائرہ سلوک کو وسیع کرتے کرتے اوروں سے بھی اسی سلوک کو کرنے لگجاتے ہیں - جو ہم اپنے بال بچوں سے کرتے ہیں - حق الامر یہ ہے - کہ اخلاق فاضلہ کی توسیع کا بنیادی پتھر رسم نکاح ہے +

میں وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں - کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اخلاق منزلیہ کے بہترین سبق سکھائے - مثلاً محبت، اطاعت و حرمت کے معاملہ میں قرآن[ل] کریم نے والدین کا درجہ خدا کے بعد رکھا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے - کہ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے" - دوسری حدیث میں فرمایا - کہ تم میں بہترین انسان وہ ہے - جو اپنے اہل کے ساتھ بہترین طرز عمل اختیار کرتا ہے" "تمہارے گھر میں سب سے اچھی دولت نیک بی بی ہے - اور وہ خاندان کی ملکہ اور سر تاج ہے" دوسروں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے - کہ تم میں سے کوئی سچا مسلمان نہیں بن سکتا - تاوقتیکہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز روا نہ رکھے جسے وہ اپنے لئے بہترین سمجھتا ہے - سب انسان خدا کے پیدا کردہ ہیں - اور جو شخص اس کی مخلوق کی سب سے زیادہ خدمت کرتا ہے - وہی اس کی نگاہ میں عزیز ترین ہے +

الغرض میں قرآن کی بہت سی آیات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اقوال اس قسم کے پیش کر سکتا ہوں جن میں بہترین اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے یہ چند آیات اور احادیث جو میں نے اس وقت پیش کی ہیں - محض اس لئے کہ آج کل مادی تاثرات نے انسان کے دل و دماغ پر اس قدر قبضہ کیا ہوا ہے - کہ یہ موٹی موٹی اصولی باتیں بھی - جن پر عمل کرنا ہماری منزلی طمانیت اور راحت کے لئے نہایت ضروری ہے - لوگ نظر انداز کر رہے ہیں - اور خود غرضی کو دلوں میں

ل وقضی ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما (بنی اسرائیل آیت ۲۳)

راہ دے رہے ہیں۔ جب لوگوں کو فارغ البالی اور تن آسانی نصیب ہوتی ہے۔ تو وہ بچوں کے ساتھ والدین کو بھی بھلا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے والدین اور انکی اولاد تک دہریوں کے دست نگر ہو جاتے ہیں +

ضرورت ہے۔ کہ یہ اخلاق مذکورہ بالا دنیا کے مشعل راہ ہوں۔ اگر اسلام نے مسرت وراحت کا اس قدر خزانہ انسان کو دے رکھا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ وہ باتیں ہیں جو ذہنی، اخلاقی اور روحانی فضائل کو بڑھا سکتی ہیں اور بالمقابل۔ مذاہب دیگر میں ایک حد تک ایسی وضاحت نہیں۔ تو آپ عجب نہ سمجھیں کہ اگر اسلام کو اس کے اصلی رنگ میں مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو بہت جلد ہر طرف اسلام ہی اسلام نظر آئے +

پیشتر اس کے کہ میں اس بحث کو ختم کروں۔ اور مغرب میں خصوصاً تبلیغ اسلام کے لئے کچھ عملی تجاویز پیش کروں میں مناسب خیال کرتا ہوں کہ ان باتوں کو جو میں نے مختلف پیرایوں میں لکھی ہیں۔ ان کو بر عایت اختصار ایک سلسلہ میں بیان کروں۔ جن سے اسلام ایک عالمگیر خیر و برکت کا مذہب ثابت ہوتا ہے +

اسلام ایک نہایت ہی سادہ۔ جامع۔ معقول اور قابل عمل مذہب واقع ہوا ہے۔ اس کا لب لباب حقوق اللہ و حقوق العباد ہے۔ نہ تو یہ غیر معقول محکمانہ عقائد کی تعلیم کرتا ہے۔ اور نہ ہی فلسفی لاینحل مسائل کا مجموعہ ہے۔ نہ ہی باطنیات کی چند ناقابل عمل باتوں کا ذخیرہ ہے۔ اسلامی الہیات نے مذہب کو داستانوں، قصوں اور لاینحل باتوں کی الجھنوں سے نکال کر عملی جامہ پہنایا۔ اسلام نے خدا تعالیٰ کو تونی لغہ اور لطیف ہستی میں پیش کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان صفات الٰہیہ کا بھی خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ جن کی تتبع میں انسان کے اندر جو کچھ بھی خیر و خوبی ہو وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اس کی مضمرہ استعدادات عالیہ بروبراہ ہو کر اس کے میلان بدی کا قلع قمع کر دیتی ہے +

---

۱۵ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (الانعام آیت ۱۰۴)

ظہور اسلام پر انسان حیوانیت کے دروازے پر تھا۔ لیکن اس نے انسان کو اس مقام پر پہنچانا چاہا۔ جہاں وہ مسجودِ ملائک ہو جائے۔ یہ تو آج مغرب کے ادراک میں آیا ہے کہ اخلاق فاضلہ صرف صفات الٰہیہ کے ہی اظلال ہیں۔ لیکن اسلام نے تو پیدا ہوتے ہی عملی طور پر ہمیں یہ سبق دیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی امر کے متعلق فرمایا کہ "تم اخلاق ربانی اپنے اندر پیدا کرو"۔ اسی تعلق میں میں کہتا ہوں کہ اسلام نے انسانی جذبات کے ہلاکت کی تجویز نہیں کی۔ بلکہ اسلام نے وہ سبق دیئے کہ جس سے انسان کے جذبات سفلی رفعت پاکر اخلاق فاضلہ اور روحانیت کی شکل اختیار کرلیں۔ اسلام کی تعلیمات۔ انسان کے ہر جذبہ و خواہش کا علاج اپنے اندر رکھتی ہیں۔ سب سے پہلا سبق اسلام نے سکھایا۔ کہ خدا رب العلمین اور کُل نسل انسانی اس کا کنبہ[۵۱] ہے۔ اور اس کے کُل افراد رشتہ اخوت میں منسلک ہیں۔ جس پر کسی ملی یا لونی امتیاز کا اثر نہ ہونا چاہیئے۔ اسلام نے نسلی قومی یا ملکی حدود کو توڑ کر صرف تقوٰے[۵۲] اور نیکی کو عزت کا معیار ٹھیرایا۔ اسلام نے تمام معلمان مذاہب کا احترام کیا۔ اور اُن کی تعلیمات[۵۳] پر ایمان لانے کا حکم فرمایا۔ اسلام نے دوسرے

---

۵۱ واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا الا ابلیس ابٰی واستکبر وکان من الکٰفرین (البقرة آیت ۳۴) لآدم فسجدوا

۵۲ کان الناس امّة واحدة فبعث اللّٰہ النبیین مبشّرین ومنذرین وانزل معھم الکتٰب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینٰت بغیاً بینھم فھدی اللّٰہ الذین اٰمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (البقرة آیت ۲۱۳)

۵۳ یا یھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی وجعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم ان اللّٰہ علیم خبیر (الحجرات آیت ۱۳)

۵۴ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ اٰیة من ربہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد (الرعد آیت ۷) قولوا اٰمنّا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیّون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (البقرة آیت ۱۳۶)

معبودوں[۱] کے سب وشتم سے روکا۔ خواہ وہ معبود۔ خدا یا خدا کے مجسمہ یا اوتار ہی کیوں نہ سمجھے گئے ہوں۔ اسلام نے نسل انسانی کی محبت کو ایک اہم جزو ایمان قرار دیا غیر[۲] سخاوت کے استحقاق کو کنبہ یا خاندان کی چار دیواری سے نکال کر غیروں[۳] تک کو اس سے محروم نہ رکھا۔ اسلام نے انسان کو ان تمام چیزوں کا امین[۳] ٹھیرایا جو اسکو خدا کی طرف سے ملیں یا اس کے اکتساب میں آئیں۔ سچا مسلم وہی ہے جو اپنے تمام مکسوبات مقبوضات اور قوئے کو اللہ تعالے کی خدمت میں لگا دے۔ اور بقول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خدمت الٰہی۔ دراصل خدمت انسان ہے۔ اسلام کو امن سے محبت[۴] اور فساد سے تنفر ہے۔ اور اگر کسی قوم کی معروف و مروّجہ باتیں۔ انسان کی بہتری کی طرف منجر ہوں تو اسلام اُن کی عزت کرتا ہے +

اسلام بغاوت سے روکتا۔ قانون کی اطاعت وانقیاد اور حاکم وقت کی فرمانبرداری کی تاکید کرتا ہے۔ اسلام انسان کو ان تمام امور سے روکتا ہے جو ہمسایہ یا سوسائٹی عامہ کے لئے مضر ہوں۔ اسلام عجز۔ انکساری۔ قول احسن[۵]۔ شیریں[۶] بیانی کی ہدایت کرتا ہے

---

[۱] ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم کذلک زینا لکل امۃ عملھم ثم الی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون (الانعام آیت ۱۰۹)

[۲] واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وماملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا (النساء آیت ۳۶)

[۳] انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقنا منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا (الاحزاب آیت ۷۲)

[۴] ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (النحل آیت ۹۰)

[۵] وقل لعبادی یقولوا التی ھی احسن ان الشیطن ینزغ بینھم ان الشیطن کان للانسان عدوا مبینا (بنی اسرائیل آیت ۵۳)

[۶] واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (لقمٰن آیت ۱۹)

اسلام تمام ایسی مضر[48] سوسائیٹیوں یا سازشوں کو جو دوسروں کے لئے مضرت رساں ہوں نفرت سے دیکھتا ہے۔ اسلام نے عدل[49] و انصاف کو سوسائٹی کا اساسی اصول ٹھیرایا ہے چنانچہ فرمایا کہ تم عدل و انصاف کرو۔ اور ایسا نہ ہو کہ کسی کی قومی منافرت تمہیں عدل[50] کی راہ سے روکے ؛

اسلام نے جہالت کو تمام بدیوں کی جڑھ قرار دیا۔ اور تحصیل علم[51] کو انسانی فرض قرار دیا۔ اسلام نے کائنات[52] کو بنظر بصیرت دیکھکر ان سے اپنے مفید مطلب علمی اکتشافات کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہی کہ ہم کائنات کی ہر ایک چیز کا صحیح استعمال دریافت کریں۔ اسلام نے پڑھنے لکھنے کی سفارش کی۔ سب سے اول اسلام ہی قدیمی خزائن کو رفاہ عام کے لئے خانقاہوں اور صوامع سے باہر لایا۔ اور اس طرح سے دنیا میں توسیع علم کا ایک بہت بڑا آلہ کار بنا۔ اسلام سے پہلے تو لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ بدی فطرت انسانی میں مرکوز ہے۔ اور اسکی تقدیر میں ازل سے طور پر آچکی ہی۔ لیکن اسلام نے تعلیم کی کہ انسان جبلی شرافت[55] اور استعدادات عالیہ لیکر دنیا میں آیا ہی بدی پیچھے سے نہیں آئی۔ بلکہ انسان نے یہاں آکر اُسے حاصل کیا ہے ؛

اسلام انجیل عمل لیکر آیا۔ اور اُس نے انسان کو جمود و غفلت سے بیدار کیا۔ اسلام جد و جہد[56] کی سفارش کرتا اور اسکے متعلق اعلان کرتا ہی کہ افضال الٰہی اسی وقت نازل ہوتے ہیں جب انسان خود ہاتھ پاؤں ہلائے۔ اسلام انسان میں شخصی ذمہ داری[57] کا مضبوط احساس پیدا کرتا ہے۔ اسلام نے محنت کا نام شرافت رکھا اور کام کرنے کو عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ اسلام نے کسب

---

[48] وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ (الانعام ۱۵۳)

[49] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (المائدہ ایت) [50] احادیث نبوی [51] الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران ایت ۱۹۰) [55] لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ (التین ایت ۴) [56] وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝ (النجم ایت ۳۹) [57] وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝ مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۝ (بنی اسرائیل ایت ۱۳–۱۵)

[58] لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ ...... نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (النساء ایت ۱۱۳) إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ ...... وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ (المجادلہ ایت ۱۰)

دولت و مال کی بھی زبردست تحریک کی۔ لیکن اسلیئے نہیں کہ وہ اُسے اپنی تعیشات میں صرف کرے بلکہ اُسے وہ بنی نوع انسان کے فائدے میں لائے۔ اسیوجہ سے اسلام نے پرہیزگاری اور ضبط نفس کو ایک اعلیٰ نیکی قرار دیا۔ اسلام آزادیٔ عمل[۵۱] اور آزادیٔ خیال کی تحریک کرتا ہے اور اختلافِ[۵۲] رائے کو رحمت قرار دیتا ہے۔ اسلام جسمانی صحت کی ترقی اور حفظانِ صحت کے تمام قوانین کا لحاظ کرنا سکھلاکر ہر قسم کی نجس[۵۳] چیزوں سے بچنے کا حکم کرتا ہے جسمانی اور ذہنی صحت کے معاملہ میں تمام دنیا اسلام کی مرہونِ منت ہے کہ اُسنے شراب کی ممانعت کی۔ شراب تو مائی شکل میں وہ سم قاتل ہے جو کل قوائے انسانی کو تباہ کردیتی ہے۔ لیکن عجب بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے کسی مصلح یا ریفارمر نے اسکی طرف توجہ نہیں۔ مختصراً میں یہ کہتا ہوں کہ خدا کی آخری کتاب[۵۴] میں وہ تمام صداقتیں اور اچھی باتیں موجود ہیں جو قبل از اسلام بنی نوع انسان کو دی گئی تھیں اسلام موجودہ عیسائیت کا ایک اصلاح یافتہ شکل اور تعلیمات مسیح کی ایک صورت ابلغ ہے۔ جہاں کہیں کوئی اچھی بات تھی وہ اسلام میں آگئی۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی تعلیم بعض ہندو فرقوں سے اس قدر قریب ہے کہ وہ قربت انہیں ہندو مذہب کے دوسرے فرقوں سے نہیں۔ یہ باتیں نہ تو میرے اپنے تخیلات ہیں اور نہ میرے اپنے ہی دماغ کا نتیجہ ہیں بلکہ قرآن اور احادیث کے حوالوں سے جو کچھ میں نے بتلایا۔ یہ سب کی سب تعلیماتِ اسلامی ہیں:

اگر اسلام میں اس قسم کی جامعیت ہے اور یہ ہر ملک و قوم کے مناسب حال واقع ہوا ہے تو کیا اسکی ضرورت کل دنیا کو نہیں۔ اسکی تعلیمات اور معتقدات پر کیا کوئی حرف لا سکتا ہے۔ اگر اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں پیش ہو اور اسکے اصول حکیمانہ انداز پر بیان ہوں جیسا کہ قرآن[۵۵] نے حکم دیا

۵۱ أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (الملک آیت ۲۲) ۵۲ احادیث نبویؐ ۵۳ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر آیت ۴-۵) ۵۴ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینۃ آیت ۲-۳) ۵۵ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (النحل آیت ۱۲۵)

توکیا وجہ ہو کہ دنیا اور بالخصوص مغربی دنیا اسکے حلقہ بگوش ہونے میں ساعی نہ ہو +

میں مغرب سے آیا ہوں۔ میں اپنے لوگوں کو جانتا ہوں۔ وہ اپنے مروجہ مذہب سے بیزار ہو چکے ہیں۔ وہ ایسی صورت کا مذہب چاہتے ہیں۔ جیسے اسلام وضع ہوا ہو۔ مغرب میں جب کبھی آپکے کسی ذی فہم انسان سے ملنے کا اتفاق ہوجائے۔ اور آپ اُس سے اسلامی صداقتوں اور محاسن کا ذکر کریں تو وہ آپ سے متفق ہی نظر آئیگا۔ بلکہ وہ یہانتک کہہ گزریگا کہ آپ تو اسی مذہب کا ذکر کررہے ہیں جو میرے دل کا مذہب ہے۔ میں اپنے اِس بیان کی تصدیق میں آپکے سامنے ایک بات پیش کرتا ہوں اسلام مغرب میں طرح طرح کی غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا ہدف بنا ہوا تھا اور اسکے متعلق بُرے سے بُرے خیالات ظاہر کیے جاتے تھے۔ کیا ایسے مذہب کی تلقین کے لیے پندرہ سال کا ایک قلیل سے قلیل عرصہ۔ تاریخ مذاہب میں کوئی حقیقت رکھتا ہو۔ اِس عرصہ میں تو اسلام کے نام سے بھی بعض کو آشنائی نہیں ہوسکتی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ **مُسلم مشن ووکنگ انگلستان** نے اِن تمام مخالف حالات کے مقابل اِس عرصہ میں ایک حیرت انگیز کامیابی حاصل کرلی اِس مشن کے کارکنان نے سب سے اول نہایت ہی توجہ سے مغرب کے ذہنی، مذہبی اور سوشیل رجحان خیالات کا مطالعہ کیا جس سے اُنپر واضح ہوگیا کہ تبلیغی تگ و دو کا صحیح وقت یہی ہو۔ انہوں نے مذہب کے حقیقی معنی مغرب میں پیش کیے۔ انہوں نے انہی خوبیوں کو اہل مغرب کے سامنے پیش کیا جن کا میں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اور یہی ضرورت حقہ کا علاج تھیں اور وہ دلوں میں جاگزین ہوگئیں۔ چند سال پیشتر یورپ میں اسلام ایک نامرغوب مذہب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب حال یہ نہیں ہے، اور جہاں ہمارے مذہب کی تبلیغ ہوتی ہے وہاں وہ عزت۔ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک قلیل عرصہ میں ہوا ہو۔ اِن واقعات سے ظاہر ہوتا ہو کہ کسقدر اہل مغرب کے قلوب حق و صداقت کو قبول کرنیکے لیئے تیار ہوچکے ہیں +

ایک سچے مُسلم مبلغ کی طرح **مسلم مشن ووکنگ انگلستان** کے کارکنوں نے دوسروں کی برائیاں[1] زبان پر لانے سے محترز رہے ہیں۔ لیکن کلیسہ کی غیر معقول تعلیمات کے توڑنے میں

[1] ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام آیت ۱۰۹)

انھوں نے ہمیشہ جرأت اور دلیری سے کام لیا ہے۔ ہاں جو کچھ کہا۔ نہایت تہذیب اور شریفانہ انداز سے
کہا۔ انھوں نے مبرہن کر دیا کہ جناب مسیح کا اصلی مذہب کلیسہ نہیں بلکہ اسلام تھا۔ چنانچہ اسی قلیل
عرصہ میں انکی تبلیغی جدوجہد نے مہتم بالشان کامیابی دیکھی۔ اور اس کامیابی کا ایک بڑا ذریعہ وہ ادبیات
اسلامی ہیں جو اس مشن نے تیار کر کے مفت یا نام نہاد قیمت پر شائع کیں۔ لہٰذا ہمیں اس بات کی
ضرورت ہے کہ اسی طریقے پر ہم مغرب میں اسلامی لٹریچر پھیلائیں۔ اور میرے نزدیک اس ملک میں بھی
آپ کو زیادہ تر انگریزی پڑھنے والے ہی ملیں گے۔ ہمیں اسلامی کتب کے سلسلے کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ جسکی تعداد
پچاس کے قریب ہو اور جس کی قیمت فی کتاب ایک شلنگ ہو۔ جن میں اسلام کے مختلف پہلوؤں پر
بحث ہو۔ اور ہر ایک کتاب اسلام کے بعض پہلوؤں پر ایک جامع کتاب ہو۔ جس میں تہذیب،
ترقی، محبت اور آزادی وغیرہ کے امور پر بحث ہو۔ پھر اسی طرح اور کتابوں کے علاوہ ایک ایسی مختصر
کتاب کی بھی ضرورت ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کے مختلف پہلو آجائیں وہ دن آچکا ہے
جب دنیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے علم میں اضافہ کرے۔ اگر ہم اس پاک
انسان کی اصل شکل و صورت کو دنیا کے آگے پیش کریں تو مجھے تو دنیا میں کوئی بھی ایسا انسان نظر
نہ آئیگا جسکا دل آپ کی محبت سے لبریز نہ ہو جائے۔ وہ مقدس سے مقدس انسان اس وقت نہایت ہی
غلط بیانیوں کے لباس میں ملبوس کر دیا گیا ہے آپ کی زندگی تو پاکیزہ اور بے عیب ہے۔ لیکن بدکیشوں
نے آپ کی تصویر نہایت ہی گھناؤنے رنگ میں کھینچی ہے۔ آپ انہیں اصلی رنگ میں پیش کیجیے تو
دنیا مسخر اسلام ہو جائے گی۔ اسی غرض کیلئے ہم نے اپنے منکسرانہ رنگ میں مسلم لٹریری
فنڈ قائم کیا ہے۔ اور اسکی صدارت کا مجھے فخر حاصل ہے۔ ہم نے آجتک چند ایک انگریزی کتب
قریب قریب انکی اصلی لاگت پر شائع کی ہیں اور جن میں سے چند کتب کا نام ذیل میں دیا جاتا ہے:۔
(۱) "اسلام اور حقیقی عیسائیت میں مناسبت" (۲) "ینابیع المسیحیت" (۳) "اسلام کیا ہے" (۴) "اسوۃ الجمیلہ"
(۵) "احادیث نبوی" (۶) "پیام اسلام" (۷) سالسبری اور لنڈن کے بشپوں کے نام کھلی چٹھی وغیرہ وغیرہ۔
اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کیلئے کشش قلوب کے لیے یہ کتب بے انتہا مفید ثابت ہونگی

ہیں۔ لیکن ہماری کوششیں اور ذرائع بہت ہی محدود ہیں۔ وہ تو سمندر میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہمیں اِس کام کے لیئے معاونین کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہم اسلامی ادبیات کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا سکیں۔ ہمیں مغرب میں اپنے لٹریچر کا دریا بہا دینا چاہیئے۔ اور اسکے ثمرات ہمارے وہم و گمان سے بالاتر ہونگے۔ ہمیں لنڈن میں ایک مسجد کی بھی ضرورت ہے۔ جو مغرب میں مذہبی امور کے لیئے مشعلِ اسلام ہو۔

مغرب میں تبلیغ کے متعلق جو کچھ میں نے عرض کیا ہے۔ کم و بیش ہر جگہ حاوی ہو سکتا ہے۔ آپ یورپ۔ جنوبی۔ مشرقی۔ اور مغربی افریقہ میں بھی انہی طریقوں پر اسلام کی اشاعت و تبلیغ کر سکتے ہیں۔ سال گزشتہ میں اپنے پیارے سے پیارے بھائی خواجہ کمال الدین صاحب کی معیت میں تبلیغی دورے پر گیا۔ حضرت خواجہ صاحب ممدوح کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ دوسری جگہوں کے مقابل افریقہ کے یورپین کو اسلام کی طرف لانے کے لیئے وہاں بہترین مواقع ہیں۔ اِن میں سے اکثر اسلام سے قطعًا نا آشنا ہیں۔ انکی لوحِ دل اُن لغویات سے بالکل صاف ہے جنھیں ہم عیسائی مشنری پراپیگنڈا کی طفیل۔ دوسرے دو براعظموں میں دیکھتے ہیں۔ یہی رہے جنوبی اور مشرقی افریقہ کے اصلی باشندے۔ اگر وہاں سرگرم کوشش کی جائے تو وہاں بھی اشاعت اسلام ایک طے شدہ امر مثبتہ ہے۔

ہندوستان میں تبلیغ کے سوال کو آپ مجھ سے بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ حالات حاضرہ میں آپکے سامنے بظاہر لاینحل مشکلات ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کے سامنے تو ایسے سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر دقتیں تھیں۔ چاہیئے کہ آپؐ کی پاک زندگی ہی ہم میں آپؐ کی روح پیدا کر دے اور اِس معاملے میں آپؐ کا اسوۂ پاک ہی ہمارا ہادیٔ راہ ہو۔ ہاں استقلال و ہمت، صداقتِ مقصد، بردباری و انکساری۔ ہمدردی اور سچا برادرانہ احساس ہم میں ہو۔ اور اسکے ساتھ صبر اور مسلسل دعا[1] سے ہم کام لیں۔ تو تمام مشکلات حسب فرمودہ قرآن حل ہو جائیں گی — اپنے پیشین کی شوکت اور اُن کے تفوق کے راگ گانے ٹھیک نہیں۔ کل کا فکر کرو۔ اور یوم آخر[2] پر ایمان رکھو۔ اپنے عمل سے

[1] یا ایہا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ ان اللہ مع الصّبرین۔ (البقرۃ آیت ۱۵۳) [2] وبالاٰخرۃ ھم یوقنون۔

اپنے مذہب کا اعلان کرو۔ کیونکہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ آپکے الفاظ سے کہیں زیادہ آپکے
اعمال دوسروں کے علم و سماعت میں بلند آواز ہوں۔ الغرض آپ کی پاکیزگیٔ نفس، نیک اعمالی،
منکسر المزاجی۔ فی الجملہ آپ کا تقوےٰ و پرہیزگاری ہی دوسروں سے اسلام کے لیئے ستایش و عزت حاصل کرے۔
اور ان سب باتوں کا میں خصوصیت سے اُن لوگوں سے متوقع ہوں جنہوں نے دوسروں کے سامنے مبلغ
اسلام ہو کر نکلنا ہے +

آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک ذی فہم انسان آسانی سے ہمارے پیغام کو سمجھ لیگا ہمیں تبلیغ اسلام
میں کسی ترغیب کی ضرورت ہے اور نہ پھسلانے کی حاجت۔ میں پکا انگریز ہوں اور میں امید رکھتا ہوں
کہ میرے دل کے اندر اسلام جاگزین ہے۔ لیکن مجھے تو کسی نے اسلام کیلئے کوئی ترغیب یا پھسلاوا نہیں دیا۔
ہاں میرے پیارے بھائی اور دوست جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اگر کچھ کیا تو صرف اسیقدر کہ جب میں
نے اپنی بعض دقتوں کو اُنکے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اُسکی تشریح کر دی۔ اور مجھے اُنکی صداقت پر متیقن
کر دیا۔ میں نے خود بھی مذہبی امور میں کسی پر کبھی کوئی ذاتی دباؤ یا اثر نہیں ڈالا لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ
جب کبھی کسی پر غور و فکر کا وقت آئیگا تو وہ اپنے لیئے مذہب، اسلام ہی تجویز کریگا۔ کیونکہ اسلام
کی تعلیمات بہت ہی پاک، صاف، دلربا اور خوبصورت ہیں۔ اور غیر اغلب معتقدات سے خالی ہیں +

بعض اسلامی ممالک، تبلیغ اسلام سے لاپرواہ ہیں۔ لیکن آپ نے تو اس ضرورت کو محسوس کر لیا
ہے۔ آپ قرآنی تعلیم پر گامزن ہوں "اللہ کے رستے کی طرف دوسروں کو حکمت اور دانائی سے دعوت
دیں" اور جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے "انہیں پسندیدہ طریق پر تعلیم دیں۔ اور مجادلہ کے وقت، احسن
اور خوبصورت پیرایہ میں پیغام پہنچائیں" تو مجھے یقین ہے کہ ایک اہم کام کو آپ سرانجام دیدینگے +

اب مجھے آپکے سامنے قرآن کریم کی ایک ہی بات پیش کرنی ہے۔ اور پھر میں اس خطبے کو ختم
کرونگا۔ میں چند آیات کتاب مجید سے پڑھتا ہوں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ
جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم

بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰي شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْھَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَھْتَدُوْنَ ۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (اٰل عمران آیت ۱۰۱ تا آیت ۱۰۳)

ان مقدس الفاظ کی تصریح کی چنداں ضرورت نہیں لیکن میں آپکی توجہ ان دو امور کی طرف مبذول کرتا ہوں جن پر ان آیات میں زور دیا گیا۔ یہ رکوع اپنے خاتمہ پر بتاتا ہے کہ تمہاری کامیابی اور فلاح دوسروں میں تبلیغ اسلام پر منحصر ہے۔ اور پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا ذکر کرتا ہے جس کا نام اُخوت ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بخشی ہے۔ میری ناقص رائے میں اس رکوع کا لب لباب یہ ہے کہ اگر قرآنی اصطلاح میں کامیابی تبلیغ کا نتیجہ ہے تو یہ صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ جب اللہ کی رسی[۱] (یعنی قرآن کریم) ہمارے ہاتھ میں ہو۔ ہم رشتہ اخوت میں مضبوطی سے منسلک ہوں۔ اور اس رشتہ پر اندرونی و شکمی اختلافات کا کوئی اثر نہ ہو۔ میں سنتا آیا ہوں کہ اسلام میں بھی چند فرقے ہیں۔ مثلاً شیعہ، سنّی وغیرہ وغیرہ۔ اور آج بھی شیعہ، سُنّی اصحاب ایک دوسرے کے مخالف نظر آتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم کو پڑھا اور وہ تمام باتیں مطالعہ کیں جن کا ماننا ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ میں نے ایسی باتوں کے سمجھنے کی بھی کوشش کی جو ایک سُنّی کو شیعہ سے جُدا کرتی ہیں۔ میں نے سنیوں کے مختلف فرقہ جات کے باہمی اختلافات کو بھی سمجھنے کی سعی کی۔ لیکن مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ فرقہ وارانہ تکالیف کے بواعث کے سمجھنے سے میں قاصر ہوں۔ شاید اسلیے ہو کہ میں اسلام میں نیا داخل ہوا ہوں۔ لیکن میں اس موقع پر وہ باتیں ظاہر کر دینی چاہتا ہوں جو مجھے اس عقیدے پر مجبور کرتی ہیں کہ اسلام میں فرقہ بندی کی گنجائش نہیں۔ کیا ہم سب سُنّی و شیعہ یا دیگر فرقے ایک ہی خدا۔ ایک ہی رسول پر ایمان نہیں رکھتے۔؟ یعنی وہ رسولؐ جسکی بعثت نے دروازہ نبوت ہمیشہ کیلئے مسدود کر دیا۔ کیا ہم ایک ہی کتاب سے جو خدا تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور سُنّت سے اپنے لیے ذہنی اخلاقی اور جسمانی امور میں رہنموئی حاصل نہیں کرتے؟ کیا ہم سب کے سب[۲] اللہ اور اُسکے ملائکہ، اُسکے رُسُلؑ، اُسکی کتب، یوم آخر۔ اُسکے بنائے خیر و شر کے اندازوں۔ بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے؟ کیا ہم سب کے سب نماز میں ایک ہی جہت منہ نہیں کرتے؟ اور وہ تمام باتیں نہیں کرتے جو یقیناً

۱؎ سورہ آل عمران آیت ۱۰۲ ۲؎ اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچی ہیں؟ کیا ہم سب کے سب اسلام کے ارکانِ خمسہ کو نہیں مانتے؟ کیا انہیں باتوں کے تسلیم کرنے پر ہمارے ایمان کی تکمیل نہیں ہو جاتی؟ اور اگر انہی تمام باتوں پر ہم سب کا یکساں ایمان ہے تو خواہ ہم کسی نام سے پکارے جائیں اسمیں مضائقہ نہیں۔ ہم سب مسلم ہیں۔ میں ان تکالیف کے بواعث سمجھنے سے بھی قاصر ہوں جو فرقہ وارانہ مناقشات نے ہم میں پیدا کر دیئے ہیں۔ اس بارے میں مَیں زیادہ صفائی سے کہنا چاہتا ہوں کہ مغرب میں خصوصاً اشاعت اسلام کی آپ توقع نہ رکھیں اگر آپ اپنے مذہب کو ایسے فرقہ وارانہ رنگ میں اُس ملک میں دوسروں کے سامنے پیش کرینگے۔ جنہوں نے اسکے خلاف قدم اٹھایا۔ وہ ایک غلط راہ پر گامزن ہو رہے ہیں۔ فرقہ بندی ہی عیسائی مذہب میں ایک بڑی مصیبت ہو۔ اسکے اندر کم و بیش پانچسو فرقے ہیں وہاں اس فرقہ بندی کو ایک لعنت تصور کیا گیا ہے۔ کیا آپ بھی ایسی چیز ان کے آگے پیش کرینگے جس میں اُسی لعنت کی بو باس ہو۔ اور اس جگہ مَیں مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے کارکنوں کی ستایش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ اسلام کی خوش قسمتی تھی کہ انگلستان میں اسلام کے ان پہلے مبلغین کا دل و دماغ کچھ ایسا سلجھا ہوا تھا کہ اُنہوں نے اپنی تبلیغ کو ان فرقہ وارانہ اختلاف سے ارفع رکھا۔ انہوں نے ان بے حقیقت چیزوں کو اپنے پروگرام میں لانا ضروری نہ سمجھا۔ اُنہوں نے مغرب میں ایک ایسا مذہب پیش کیا جو **فرقہ بندی سے معرا تھا**۔ جب اسلام اس رنگ میں پیش ہُوا تو یہ بات اُن قلوب کیلئے بشارت عظمیٰ ثابت ہوئی جو پہلے ہی سے فرقی اُدھیڑبُن میں پڑے ہوئے تھے۔ اُن مبلغین اسلام نے یہ تو نہیں کہا کہ اسلام میں فرقہ نہیں۔ ہاں اُنہوں نے بوضاحت ثابت کیا کہ اسلام میں بعض فروعات کے باعث نام نہاد فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔

میں حج نے مکہ بھی گیا جہاں میں نے اخوت و اتحاد کا مہتم بالشان منظر دیکھا۔ لیکن وہی منظر ایک چھوٹے سے چھوٹے پیمانے پر مسجد ووکنگ میں بھی عید کے دن نظر آجاتا ہے جہاں ہر ملک و قوم کے مسلمان۔ موجودہ انگلستان آموجود ہوتے ہیں۔ اور ایک ایسے مذہبی۔ اتحادِ قلبی کا نمونہ پیش کرتے ہیں جو عیسائیت میں تو نظر نہیں آتا۔ سُنی شیعہ اور دیگر جماعتوں کے احباب۔ ایک ہی امام کی

اقتدا میں اپنے اللہ کے حضور شانہ بشانہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان میں کبھی بھی کسی تفریق یا اختلافات کو نہیں دیکھا۔ میری ناقص رائے میں تو اسلام میں کوئی بھی تشتت و افتراق کی بات نظر نہیں آتی +

برادران! دوسرے لوگ اس وقت آپ کی تعلیم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اور اتحاد پیدا کرنے کے لئے اپنے فرقی تنازعات کو خیر باد کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ ان میں فرقی اختلافات اساسی و بنیادی ہیں +

برادران! آپ کے لئے بھی وقت آچکا ہے کہ آپ بھی ان باتوں کو چھوڑ دیں۔ آپ کے اختلافات اصولی اور اساسی نہیں۔ وقت آچکا ہے کہ ہم یکجان ہو کر اس طرح اسلام کو پیش کریں جیسا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کیا۔ آج کل ہر ایک چیز میں تنظیم کی ضرورت ہے۔ اور میں کامل یقین رکھتا ہوں۔ کہ **مرکزیہ جمعیت تبلیغ اسلام** اس امر میں آپ کی خضر راہ ہو۔ اگر ہر ایک مسلمان ان کے ساتھ ہو۔ اور ان کی معاونت پر کمربستہ ہو جائے۔ ایک دوسرے کی معاونت کے بغیر ہم کچھ بھی کام نہیں کر سکتے۔ اور اسی کام کے لئے آج میں آپ کے سامنے اپنی خدمات کو پیش کرتا ہوں +

خاتمہ سے پہلے میں دو ایک لفظ اس مشفقانہ دعوت کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں جو آپ کے پاس مسلم بھائیوں نے بھیجی ہے اور یہ خواہش کی گئی ہے۔ کہ میں ان کے شہروں میں بھی جاؤں۔ میں ان کا ممنون ہوں۔ کہ انھوں نے مجھے ذاتی تعارف کیلئے اس طرح کا موقع دیا ہے۔ آپ کی یہ بھی خواہش ہے۔ کہ اگر میں ان شہروں میں جاؤں تو تبلیغ کے متعلق بھی کچھ کام کروں۔ میرے نزدیک یہ امر بھی بحیثیت صدر کانفرنس میرے فرائض میں آجاتا ہے میرا خیال تھا۔ کہ میں اپنا کچھ تھوڑا سا وقت ہندوستان میں صرف کروں۔ اور اگر وہ وقت اسلام جیسے مقدس کام میں صرف ہو جائے۔ تو میں تو باری تعالےٰ کی جناب میں اسے کار ثواب ہی سمجھتا ہوں۔ اور حق بات بھی یہی ہے۔ کہ جو وقت خدمت خدا میں گزر جائے وہ نقصان نہیں بلکہ نفع ہی ہے۔ اگر میرے ذاتی معاملات نے انگلستان سے میری غیر حاضری کی۔ زیادہ وقت کیلئے اجازت دی تو میں خوشی سے زیادہ دیر یہاں ٹھہرونگا۔ میں

آپ کے کام یعنی دُنیا میں اشاعت اسلام کا جاں دادہ ہوں۔ اگرچہ اس وقت اس معاملہ میں آج تک میری کوششیں مغربی ممالک تک ہی محدود رہی ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ میں ان کے دائرہ میں مشرق کو نہ لے آؤں۔ آپ نے مسجد لندن کی تجویز کے متعلق بھی اشارہ کیا ہے۔ اور آپ چاہتے ہیں کہ اس معاملہ میں بھی کچھ کوشش کروں۔ یہ مسجد تو ایک ضرورت حقہ ہے۔ اس سے ہمارے مقدس کام کو بھی بہت تقویت پہنچیگی۔ اور امر اشاعت میں اس سے بڑی بھاری مدد ملیگی۔ اس معاملہ میں جو آپ کی خواہش یا پروگرام ہو۔ میں اس پر عمل کرونگا۔ جو مقام آپ پسند کریں۔ میں وہاں مسلم دروازوں کو کھٹکھٹاؤں گا۔ اور اپنے بھائیوں کو اس فریضہ کے لئے بیدار کرونگا۔ جو میری ناقص رائے میں اسلام کی اشاعت میں نہایت مہتم بالشان امر ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ کُل کامیابی ایکدوسرے کی امداد پر منحصر ہے۔ اور اس بات پر بھی خاصکر منحصر ہے۔ کہ برادران اسلام آپ کی اس دعوت پر دل سے لبیک کہیں۔ اس معاملہ میں انھیں ایک انگریز مُصنّف کا قول نہ بھولنا چاہیئے۔ اور درصل مصنف مذکور تو قرآنی صداقت ہی آپ کو یاد دلاتا ہے۔ یعنی خدا اُنھیں کی مدد کرتا ہے۔ جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں +

قادر مطلق سے دُعا ہے۔ کہ ہماری نُصرت و حفاظت فرمائے۔ اور ہماری مساعی کو بار آور کرے۔ آمین ثم آمین

ووکنگ مسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سولھواں سال ہے۔ بفضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آجتک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آوے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست واحباب خویش واقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن ہمیشہ کے لیے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے ٭

رسالہ اشاعت اسلام۔ اردو

یہ رسالہ۔ شہرۂ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اردو ترجمہ ہے۔ اسمیں تمام ادیان باطلہ کے زہر کا تریاق ہوتا ہے۔ تصوف روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اسمیں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نومسلمین کے مضامین کا اسمیں ترجمہ ہوتا ہے۔ حالات حاضرہ پر تنقیدی نظر کی جاتی ہے۔ محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے قرآن کریم کی تفسیر بھی ہرماہ شائع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ شدھی سنگٹھن کی تحریک کا علاج وانسداد ہرماہ نومسلمین ووکنگ کے فوٹو شائع کیے جاتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان کے لیئے للعہ۔ جملہ امور کے متعلق خط وکتابت وترسیل زر بنام خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ، عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے ٭

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام	عہ	مطالعہ اسلام	۹ر	ام الالسنہ	۱۲ر	راہ حق احباب کے لیے حل طلب مسئلے	امر
مآخذیات یا انجیل عمل	۶ہ	مکالمات ثلثہ	۱۰ر	براہین نیرہ	۱۲ر	اسلامی نماز اور اسپر مغربی اعتراضات	۱ر
سلک مروارید	۸ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر	اسلامی نماز اور اُسکا فلسفہ	۳ر
خطبات غربیہ	۱۲ر	لمعات انوار محمدیہ	۳ر	یسوع کی الوہیت	۴ر	صدائے نصرت باہل حبت نظم فارسی	۳ر
مقصدِ مذہب	۳ر	مذہب محبت	۵ر	روحانیات فی الاسلام	۱۲ر	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۵ر
ضرورتِ اسلام	۱۲ر	فنات عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باریتعالیٰ	۶ر	تفسیر سورۂ فاتحہ	۳ر
						سیرۃ نبویؐ	۲ر
ینابیع المسیحیت	۶ہ	اسوۂ حسنہ	۶ر	پیام اسلام	۸ر	نصائح چند مسلمانان مذہب فی دکن	۱۰ر

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون قرآن حکیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت عہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ - درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل،
برانڈرتھ روڈ، لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس ... لاہور میں ... خواجہ عبدالغنی منیجر ... لاہور سے شایع کیا

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ پندرہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ انگلستان سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری بازگشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے۔

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ اسکی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اسمیں تعلیم اسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اسمیں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلم کی فوٹو شائع ہوتی ہے جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان میں ۷ روپے

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ (نومسلم) جناب سر عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل و حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اسکی طباعت اور پھر اسکی وسیع پیمانے پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچر یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سستی نیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنی اور اسکی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے۔

آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے اسکے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب "آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر" مصنفہ حضرت خواجہ صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اس کا برانچ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور ہے۔

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور
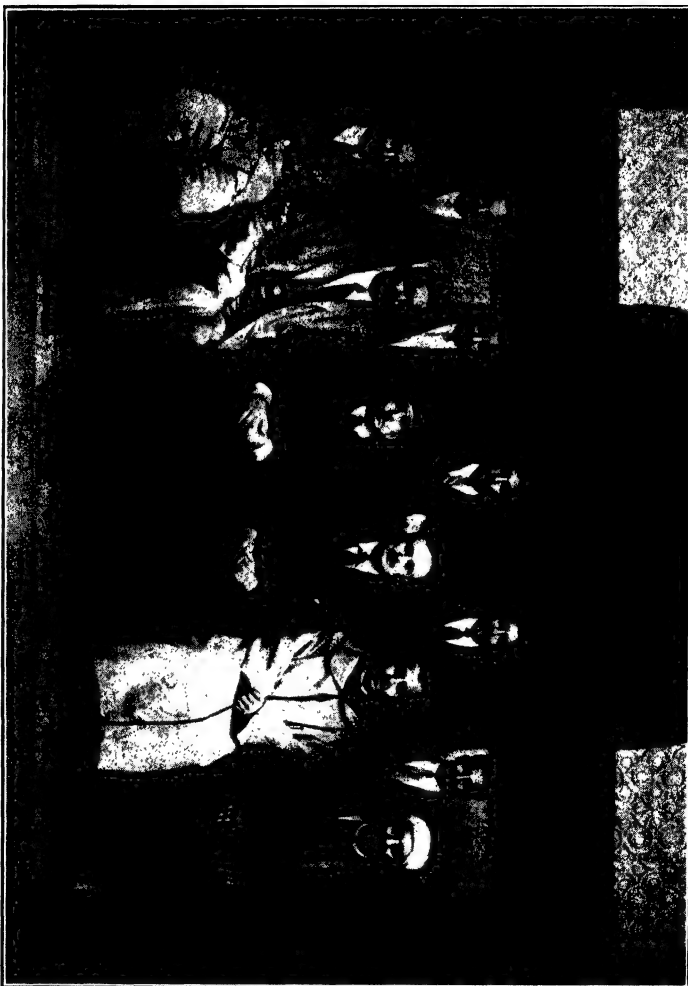
A FRATERNAL MUSLIM GROUP AT THE MOSQUE, WOKING, WITH MR. OMAR HUBERT C. RHYS RANKIN, SON OF LT.-COLONEL SIR J. L. RANKIN (BARONET), OF BRYNGWYN, HEREFORD, IN THE CENTRE, AS GUEST OF HONOUR, AFTER HIS OPEN DECLARATION OF ISLAM.

Standing (*left to right*):—Mr. Qadardad Khan (Secretary). Master Rahim. Mr. Gholam Mohd. Master Faruque. Master Ahmad.
Sitting:—Mr. A. Kalique Khan, B.A. (Asst. Imám). Moulvi Abdul Majid, M.A. (Acting Imám). Mr. Abderrahman Hadji. Mr. Omar Hubert C. Rhys Rankin. Mr. Muhamed Hadji. Prof. Abdul Mohyi (Arab), Mufti, The Mosque, Woking.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۴ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۶ھ | نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۱۴) بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء نمبر (۳)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو مسجد ووکنگ کے ایک اسلامی مجمع کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے۔ مجمع کے مرکز میں ناظرین کرام عالیجناب مسٹر عمر ہیوبرٹ سی۔ رینز۔ رنکین لفٹیننٹ کرنل سر جے۔ ایل۔ رنکین (بیرونٹ) آف بر گاٹن۔ ہیرفورڈ کے فرزند کا فوٹو ملاحظہ فرما کر مسرور ہونگے۔ جن کے اعلان اسلام کا ذکر "طبقہ امرا کے ایک چھٹے نونہال کا قبول اسلام" کے عنوان تلے رسالہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء میں کیا جا چکا ہے۔ مسٹر عمر موصوف اعلان اسلام کے بعد مسجد ووکنگ میں بطور مہمان تشریف لائے۔ جہاں آپ کا دیگر معزز مسلم برادران کے ساتھ فوٹو لیا گیا +

فوٹو مذکورہ کے دیگر احباب کے اسمائے گرامی ذیل میں دیئے جاتے ہیں :۔

کھڑے ہوئے احباب میں (بائیں جانب سے دائیں جانب) (۱) مسٹر قادر داد خاں (سکرٹری) (۲) ماسٹر رحیم (۳) مسٹر غلام محمد (۴) ماسٹر فاروق (۵) ماسٹر احمد +

احباب نشست میں (۱) مسٹر اے خالق خاں بی۔ اے اسسٹنٹ امام (۲) مولوی عبدالمجید ایم۔ اے (قائمقام امام) (۳) مسٹر عبدالرحمان حاجی (۴) مسٹر عمر ہیوبرٹ سی رینز رنکین (۵) مسٹر محمد حاجی۔ (۶) پروفیسر عبدالمجی (عرب مفتی ووکنگ +

ماہِ محبوب

یا یھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ روزہ نماز کی طرح ایک عالمگیر عبادت ہے۔ اور یہ اسلام کے چار عملی احکام میں سے ایک حکم ہے

باقی تین نماز۔ زکوٰۃ اور حج ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ سے جہاں روزوں کا حکم ہے۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم سے پہلے جسقدر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں اُن سبنے روزہ اپنی اُمتوں کے لئے فرض کیا۔ روزہ ہر زمانہ اور ہر قوم میں ایک عبادت سمجھی گئی ہے جس پر حزن۔ ماتم۔ مشکلات کے وقت عمل کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں روزہ کا تیوہار موجود ہے یہاں تک کہ خود عیسائی لوگ جو کفارہ پر ایمان لانے کی وجہ سے اب کسی مذہبی حکم پر چلنا ضروری نہیں سمجھتے۔ جناب مسیح کے حکم کے ماتحت روزہ رکھنے کے مکلف گردانے گئے۔

ظہور اسلام سے قبل تو روزہ غم و تکالیف کے اوقات میں ایک جسمانی صعوبت سمجھ کر رکھا جاتا تھا۔ مگر اسلام نے اسے روحانی اور اخلاقی ترقی کا ایک زبردست ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور یہ مفہوم قرآن کریم کے الفاظ لعلکم تتقون سے واضح ہوتا ہے۔ یعنی تاکہ تم گناہوں سے بچو۔ غرضیکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتا ہوا حلال اور جائز چیزوں سے بھی رک سکتا ہے تو پھر ممنوعات سے اس کا دُور کا رہنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے۔ اسلام کی تمام عبادتیں حقیقت میں تربیت رُوح کے مختلف ذرائع ہیں۔ اصل میں روزہ میں دو حکمتیں ہیں (۱) ایک تو اخلاق اور رُوح کی تربیت۔ وہ یوں کہ انسان سے حلال چیزوں سے روکنے کی مشق کرا کر حرام چیزوں کے نزدیک نہ جانے کا عادی بنا دیا (۲) جسمانی تربیت دشمنوں کے مقابلہ اور تحفظ ناموس اسلام میں مختلف مصیبتوں اور دُکھوں کو برداشت کرنے کی روزہ کے ذریعہ مشق کرانی متصور ہے روزہ جس میں ہر قسم کے گناہ سے اجتناب بھی شامل ہے۔ انسان کو مبدء فیاض رحمت میں لیجاتا ہے۔ اور جُوں جُوں انسان قرب الٰہی حاصل کرتا جاتا ہے۔ تُوں تُوں اسکی دُعائیں مستجاب ہوتی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ماہ رمضان المبارک میں معمول سے زیادہ نمازوں میں مصروف رہتے۔ اور صحابہ کو بھی ایسا کرنے کی تلقین فرماتے ✦

ماہ صیام میں دُعائیں

اِسلام میں فلسفۂ دُعا

لوگوں میں ایک غلط عقیدہ مشہور ہے۔ یعنی یہ کہ دُعا کے بعد اسباب ظاہری کی ادعات درست

ضروری نہیں۔ اس عقیدہ نے جہاں برکات دُعا کے انکاری دُنیا میں پیدا کر دیئے ہیں۔ وہاں ایک ایسا گروہ بھی پیدا کیا ہے۔ جو دُعا کی شیخی پر سامان ظاہری کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر یہ خیالات فاسد ہیں۔ اسلام کا فلسفہ دُعا اس سے جدا گانہ واقع ہے۔ حقیقت میں دُعا اور اسباب ظاہری کی رعایت دونوں میں ایک مضبوط پیوند ہے۔ وہ شخص جو کسی مقصد کے حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ سب سے پہلے وہ اُن ذرائع کی تلاش کرتا ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر وہ گوہر مقصود کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس تلاش میں وہ اپنے تمام قویٰ لگا دیتا ہے۔ اور اس جدوجہد میں پوری تگ و دو کرتا ہے۔ یہ قلبی انہماک ایک معنوں میں دُعا کا مترادف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب ہمیں ایک چیز کی تلاش ہوتی ہے۔ تو ہم ہستی برتر سے طالب ہدایت ہوتے ہیں۔ اور یہ ہدایت کی تمنا اس زبان میں ظاہر کیجاتی ہے۔ جو ہمارے حسب حال ہوتی ہے۔ اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ جب کسی چیز کی تلاش میں انسانی رُوح نہایت جوش والحاح سے بارگاہ الٰہی میں گریہ زاری سے گداز ہو جاتی ہے۔ اور اپنی کمزوری اور عجز کو محسوس کر کے چشمہ حقیقی سے نور معرفت حاصل کرنے کی غرض سے سجدہ میں گر جاتی ہے۔ تو اس وقت گویا وہ اسلامی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کر رہی ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نیکوکار اور دانشمند بندے آداب الٰہی ملحوظ رکھ کر دُعا کرتے ہیں۔ اور اُن کی دُعائیں معرفت حقیقی پر مبنی ہوتی ہیں۔ مگر وہ جن کی آنکھوں پر پردہ ہے ظلمت و تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کی دُعائیں صرف تخیل کی شکل اختیار کرتی ہیں ✚

پس وہ لوگ جو اسباب ظاہری کی تلاش میں برکات دُعا کے قائل نہیں۔ اسی طرح غلطی پر ہیں۔ جس طرح وہ لوگ جو دُعاؤں پر انحصار رکھتے ہوئے سامان و ذرائع کی رعایت نہیں رکھتے

روزہ کب فرض نہیں ہے

حالت بیماری اور سفر میں روزہ فرض نہیں ہوتا۔ یہ فرض بعض دیگر اوقات میں ادا کر لیا جاتا ہے۔ روزہ رکھنے کے متعلق تمام انفرادی حالتوں پر بحث مشکل ہے۔ ہر ایک آدمی خود اپنی حالت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اور معلوم کر سکتا ہے۔ کہ اسکی بیماری کس حد تک ہے۔ سب سے آسان طریق یہ ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر سے مشورہ کر لیا جاوے۔ کہ آیا اسکی حالت روزہ رکھنے کے قابل ہے یا نہیں ✚

ہر ضعیفہ عورت۔ حاملہ اور حائضہ عورت کے لئے روزے ان خاص دنوں میں معاف ہیں۔ وہ پھر کسی اور وقت رکھے جاتے ہیں +

عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم دوسرے کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے میں سب سے ممتاز تھے۔ مگر ماہ رمضان میں حضور کی سخاوت افزوں ہو جاتی تھی +

آپ کی تمام زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف یورپ میں انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر کی وسیع پیمانہ پر نشر و اشاعت ہے۔ جسقدر بھی مسلم برادران اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائینگے۔ ہم اس کام کو وسیع پیمانہ پر سرانجام دے سکینگے۔ اور اس سے نہایت ہی حسن و شاندار نتائج مترتب ہونگے +

اگر احباب کرام صدقہ و خطرانہ عید کا کچھ حصہ مفت اشاعت اسلامی لٹریچر کیلئے سکرٹری مشن ووکنگ کو بھیج دیں۔ تو ہم خطبۂ صدارت لارڈ ہیڈلے کی بہت سی کاپیاں مفت تقسیم کر سکتے ہیں۔

مسجد لندن کی تکمیل اور حضور نظام کا خسروانہ عطیہ

حاجی لارڈ ہیڈلے کا حیدر آباد دکن کیطرف جانا ہی ان کے مشن کی کامیابی کا ایک پیش خیمہ تھا ہمیں یہ پہلے ہی یقین تھا کہ لارڈ موصوف کے دورے کا یہ حصہ ہمیں تعمیر مسجد لندن کے سوال سے مستغنی کر دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا شہریار دکن خلد اللہ ملکہ نے اسمعاملہ میں وہی کیا۔ جو ہمیشہ کیا کرتے تھے رفاہ عام اور قومی ملی کاموں میں آپکا دریائے سخاوت ہمیشہ جوش میں آیا کرتا تھا آپنے پسند نہ فرمایا۔ کہ لارڈ موصوف جیسا عالی نژاد انسان اس معاملے میں دریوزہ گری کرے +

شہریار دکن نے تو بیشک لارڈ موصوف کو مسجد کیلئے کاسہ گدائی سے مستغنی کر دیا ہے۔ لیکن لارڈ موصوف اس راہ میں گدائی کو شاہی پر ترجیح دیتے ہیں ایسے زمانہ انحطاط میں جبکہ مسلمانوں کی قوت عمل ماؤف ہو چکی۔ اللہ تعالےٰ نے مغرب سے ایک آفتاب کو چڑھا کر خوابیدہ مسلمانونکو بیدار کرنا پسند کیا اس نے بالمقابل مسلم قلوب میں بھی تحریک ڈالدی۔ لارڈ ہیڈلے کے استقبال میں ہر جگہ مسلمانوں نے سچا جوش دکھایا۔ آیندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس وقت چاروں طرف سے دعوتی تاریں اور خطوط لارڈ موصوف کے لئے آئے ہوئے ہیں لیکن جوش محبت کا اظہار جلوسوں۔ گارڈن پارٹیوں میں ہی ختم نہ ہو جانا چاہئے۔ بلکہ ہمیں وہ کرنا ہے جس کیلئے اس پیرجواں ہمت نے قدم اُٹھایا ہے۔ پشاور میں غیر علاقہ کے بعض رؤساء نے جب لارڈ ہیڈلے کو اپنے ہاں بیجانا چاہا۔ تو اُنھوں نے جو جواب کہا۔ وہ ہمارے سامنے رہنا چاہئے۔ آپنے

فرمایا "خیبر چھوڑ نے مجھے جہاں چاہو لیجاؤ بشرطیکہ اسمیں میرے مشن کا استحکام ہو" +

لارڈ صاحب لاہور کے بعد راولپنڈی گئے۔ جہاں کے مسلمانوں نے ایک معقول رقم چندے کی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ جس کی فہرست اس رسالے کے دیگر صفحات میں نظر آئیگی۔ پنڈی کے بعد آپ پشاور تشریف لیگئے۔ جہاں استقبال کے جوش و خروش نے اس قسم کی پہلی مثالوں کو بھلادیا۔ برادران اقاعنہ چونکہ لارڈ صاحب کی اپیل کیلئے سردست تیار نہ تھے انھوں نے اکیس سو روپے کی رقم پیش کر کے ایک بھاری چندے کی فراہمی کا وعدہ کیا۔ جس کیلئے وہاں کمیٹی بنائی جائیگی۔ پشاور سے آپ وزیرآباد شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر چرم کی درخواست پر انکی جدید کوٹھی کی رسم افتتاح کیلئے تشریف لیگئے۔ جس پر شیخ صاحب موصوف نے پانصد روپے کی رقم کا وعدہ کیا۔ اور سیقدر رقم جمع کر دینے کا وعدہ فرمایا۔ لارڈ صاحب کو لائلپور سے بھی دعوت آئی تھی۔ لیکن عدم فرصت کی وجہ سے وہاں نہ جاسکے۔ اب ممکن ہے آیندہ کسی موقع پر جائیں۔ لائلپور کے رؤسا شیخ محمد اسمٰعیل شیخ مولابخش شیخ محمد تاجران صاحبان نے ایک معقول رقم دینے کیلئے وعدہ فرمایا۔ وزیرآباد سے آپ سرگودھا گئے۔ جہاں کہ ملک صاحبان نے بسرکردگی نواب عمر حیات خاں صاحب ٹوانہ آپ کا شاندار جلوسی استقبال کیا۔ اور مسجد کی امداد میں ایک بھاری رقم جمع کر دینے کا وعدہ فرمایا۔ . . . . اس تحریک کو کامیاب بنانیوالے کپتان ممتاز خاں رئیس جہان آباد تھے +

شاہ دکن کا فیض سخاوت کسی فرقہ یا ملت تک محدود نہیں۔ ہندوستان میں یہی ایک مسلم ریاست ہے، جس نے اعلےٰ پیمانہ پر اسلامی مذہبی رواداری کو پورا کیا۔ حیدرآباد دکن میں ہر مذہب و ملت کے معابد و مناد ہیں۔ ناندیر میں سکھ صاحبان کا ایک بڑا بھاری گوردوارہ ہے۔ یہ سب کے سب ریاست کے خزانہ سے امداد پاتے ہیں۔ مسجد۔ مندر۔ گرجا۔ گوردوارہ۔ پارسی معابد غرضیکہ کوئی ہی ہو۔ انکی امداد کیلئے ریاست کے مالیہ کا ایک حصہ وضع ہو چکا ہے۔ اس معاملہ میں ریاست بھوپال بھی قابل ذکر ہے وہاں بھی غیر مسلم معابد کیلئے امداد مقرر ہے ابھی اگلے دنوں شاہ دکن نے ٹیگور لائبریری کے لئے ایک معقول رقم عطا فرمائی +

گوشوارہ آمد و خرچ لندن مسجد فنڈ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد لندن مسجد فنڈ	نمبر نقشہ	رقم آمدہ از ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
لندن مسجد فنڈ	۱	۹	۱۲	۴۶۷۵

تفصیل خرچ لندن مسجد فنڈ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان پائی	آنہ	روپیہ
لندن مسجد فنڈ	۲	۳	۳	۱۴۷۸

نقشہ ۱ تفصیل آمد لندن مسجد فنڈ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب میاں رحیم بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج ڈیرہ بتقریب شادی فرزند چک	۰	۰	۶۷۰
معرفت جناب رسالدار مغل باز خان صاحب پشاور بابت عیدہ پشاور	۰	۰	۲۱۰۰
از جناب خان صاحب محمد شمس خان صاحب راولپنڈی بذریعہ خواجہ نذیر احمد صاحب	۰	۰	۲۰۰
جناب نبی بخش صاحب راولپنڈی	۰	۰	۱۰۰
" عبد الرحمان صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" محمد امین صاحب "	۰	۰	۵۰
" عبد المجید صاحب "	۰	۰	۲۵
" ماسٹر غلام محمد صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" محمد الیاس صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" محمد اللہ رکھا صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" ملک شیر محمد صاحب "	۰	۰	۲۵
" بابو عنایت اللہ صاحب "	۰	۰	۲۵

اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب لفٹیننٹ نور محمد صاحب راولپنڈی	۰	۰	۵۰
" خان بہادر شاہ نواز خان صاحب "	۰	۰	۲۵
" ایس محمد دین صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" ملک غلام حیدر خان صاحب راولپنڈی	۰	۰	۲۵
" ایس مولا بخش صاحب "	۰	۰	۵
" غلام رحمن الدین صاحب "	۰	۰	۲
" حاجی محمد اسمعیل صاحب "	۰	۰	۱۰۰
" خانصاحب فضل الہی صاحب "	۰	۰	۵۰
" میاں علی محمد صاحب "	۰	۰	۵۰
" جناب محمد رفیع صاحب [illegible]	۰	۰	[illegible] (ایک)
رقم چندہ جو کہ مسجد راولپنڈی میں وصول ہوا	۹	۴	۱۷۵
متفرق چندہ از راولپنڈی	۰	۱۲	۲۴
بقایا رقم جو کہ مسلم لٹریری فنڈ سے بذریعہ چک ۴۸۸۵ منتقل کی گئی مع سابقہ مسلم لٹریری فنڈ کو بند کر کے اسکو مسجد فنڈ کے ساتھ ملا دیا گیا	۰	۱۲	۲۹۳
کل میزان آمد لندن مسجد فنڈ	۹	۱۲	۴۶۷۵

نقشہ ۲ تفصیل خرچ لندن مسجد فنڈ بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

نمبر نقشہ	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱	۲۸ عدد تار جو کہ لاہور سے متعلق خطوط بھیجے گئے	۰	۴	۶۴
۲	سٹیشنری	۳	۶	۸
۳	ٹائپ کروائی لیکچر لارڈ ہیڈلے وغیرہ	-	۶	۷
۴	فون کروائی لارڈ ہیڈلے راولپنڈی	۰	۴	۲
۵	کرایہ ٹانگہ بابت رسید چک دو دفعہ بنک میں	۰	۹	۲
۶	[illegible]	۰	۲	۶

نمبر نقشہ	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۷	ٹکٹ ڈاک برائے روانگی خطبہ صدارت لارڈ ہیڈلے	۰	۱۴	۵
۸	فون	۰	۲	۰
۹	پلیٹ فارم برات استقبال لارڈ ہیڈلے	۰	۴	
۱۰	ڈسکاؤنٹ برائے چک ۶۷۰ روپے	۰	۱۰	۲
۱۱	ریزگاری برائے ایک نوٹ ۵۰۰ روپے	-	۴	۱

نقشہ نمبر ۲ تفصیل خرچ لنڈن مسجد فنڈ بابت ماہ جنوری ۱۹۲۸ء

نمبر شمار	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲	کرایہ ریل برائے مقامات ذیل:- ایک ٹکٹ فرسٹ۔ ایک سیکنڈ سیکرٹری ایبٹ آباد۔ پشاور۔ راولپنڈی۔ وزیرآباد۔ سرگودھا اور پھر لاہور واپسی میں خرچ ہوا۔ اور پھر ایک آدمی کا کرایہ ریل جو کہ گجرات اور سیالکوٹ بھیجا گیا۔ کرایہ ریل ۰ — ۴ — ۱۴۷ ٹانگہ ۰ — ۱۲ — ۱ قلی ۰ — ۵ — ۵ انعام ملازمین ۰ — ۴ — ۱۳ تاریں ۰ — ۴ — ۲۴ لنچ۔ خوراک اور دوائی ۰ — ۶ — ۱۶ دھوبی ۰ — ۱۰ — ۱ متفرق ۰ — ۳ — ۲ محصول ڈاک رجسٹریاں ۰ — ۸ — ۵	۰	۱۴	۲۳۰
۱۳	کاغذ چھپائی دو دفتری ۵۰۰ اپیل انگریزی لارڈ ہیڈلے ہندوستان میں	۰	۶	۱۷۹
۱۴	واٹر پیکٹ ۲ عدد	۰	۰	۳
۱۵	ٹکٹ ڈاک برائے روانگی خطبہ صدارت لارڈ ہیڈلے بعد اپیل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۰	۱۵	۴۹
۱۶	اسپیشل برائے زاد سفر حیدرآباد دکن بسعی خواجہ نذیر احمد سیکرٹری عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالمقابل	۰	۰	۸۰۰
۱۷	مزدوری قلیاں برائے سفر حیدرآباد دکن	۰	۰	۲۰
۱۸	اخراجات جلوس راولپنڈی جو کہ سب کمیٹی نے بذریعہ خان صاحب محمد اسمٰعیل صاحب خرچ کیا	۰	۰	۱۲
۱۹	سٹیشنری برائے دفتر	۰	۱۵	۰
۲۰	امریکن ہیڈ لارنس کو ادا کئے جو کہ لارڈ موصوف کا ذاتی خرچ تھا۔ اور بذریعہ چیک نمبر ۳۳۵۰۲ بنام امپیریل بنک آف انڈیا ادا کیا گیا	۰	۰	۸۱
	کُل میزان خرچ	۳	۳	۱۴۷۸

گوشوارہ آمد و خرچ ریزرو فنڈ

از ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء لغایت ۲۰ فروری ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ: پائی	آنہ	روپیہ
ریزرو فنڈ	۱	۰	۸	۲۰۴	خرچ	۔	×	×	×

نقشہ نمبر ۱ آمد ریزرو فنڈ از ۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء لغایت ۲۰ فروری ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
عالیجناب حضور نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۸۰
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب (الف)	۰	۰	۱۰
جناب خان صاحب رجب علیخاں صاحب بہاولپور	۰	۰	۳۲
مولوی چوہدری عبدالسلام قدوس صاحب ڈھاکہ	۰	۸	۲
جناب محمد جان صاحب دہلی۔ زکوٰۃ	۰	۰	۲۵
کرم الٰہی صاحب کرنال	۰	۰	۲۵
جناب علی صاحب شاہپور ہٹی آرہ زکوٰۃ	۰	۰	۳۰
کُل میزان آمد	۰	۰	۲۰۴

*نوٹ: یہ رقم لارڈ صاحب نے ادا کر دی ہے۔ جو آئندہ ماہ کی رسیدیں دکھائی جاویگی۔ سیکرٹری

مکتوب لندن

اور

انگلستان میں اشاعت اسلام

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

کرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار مدینہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپکے صحیفہ مورخہ ۷ا جنوری ۱۹۲۸ء میں ایک مضمون بعنوان "مکتوب لندن" آپکے کسی نامہ نگار لندن کی طرف سے چھپا ہے۔ اسمیں اُنھوں نے ووکنگ مشن کے متعلق بھی چند خیالات ظاہر فرماے ہیں۔ اُن کے نزدیک اہلِ انگلستان۔ اسلامی زندگی اور اس کے شعا کو اختیار ہی نہیں کر سکتے۔ انھیں اگر ذبیحہ سے اجتناب۔ طہارت بدن۔ کپڑے کی پاکی پابندی صوم وصلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ حج کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ تو وہ ہمیں دقیا نوسی خیال والے سمجھیں گے۔ اور ہم یہ کہ کر نادم ہونگے۔ اگر کمال الدین مشن کامیاب ہے۔ تو یہ خود اسکی بیّن دلیل ہے۔ کہ انہوں نے رُوح اسلام پر کوئی ظلم کیا ہے۔ ووکنگ مسجد۔ ایک عمدہ سوشیل کلب ہے۔ یہ تحریک ایک فریب ہے۔ اس فریب پر والیۂ بھوپال مرحومہ آگاہ تھیں۔ اپنے قیام انگلستان میں بار بار دعوت کے باوجود۔ چنانچہ انھوں نے ووکنگ مسجد میں نماز پڑھنا گوارا نہ کیا۔ ہم مسلمان چندہ دیکر نگرانی نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ مشن نے حسابات شائع نہیں کئے +

مذکورہ بالا سطور میں مَیں نے راقم مضمون کی تحریر کا خلاصہ قریب قریب انکے اپنے الفاظ میں دیا ہے۔ اسمیں صرف دو ہی باتیں ایسی تھیں۔ جن سے ان کے خیالات کی امکاناً تائید ہو سکتی ہے (۱) سرکار عالیہ کا ہمارے "فریب" کے کھل جانے سے مسجد ووکنگ میں نماز نہ پڑھنا (۲) مشن کے حسابات کا شائع نہ ہونا۔ اگر یہ دونوں باتیں واقعات کے خلاف ہوں تو پھر اُن کی تحریر میں ان کا ایک قیاس رہجاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ فضاء انگلستان، شرائع و شعار اسلام کی ترویج کی تو اجازت ہی نہیں دیتی۔ وہاں تبلیغ امر محال ہے۔ اور اگر کمال الدین کے مشن کو

کامیابی ہے۔ تو انھوں نے نومسلموں کو ان امور سے آزاد کر کے اسلام پر کوئی ظلم کیا ہوگا۔ . . . . وہ کلب کے رنگ میں نومسلموں

کی دلچسپی کے کوئی سامان پیدا کر کے اپنی کامیابی دیکھ رہے ہیں۔ اسلئے اس کا نام اشاعت و تبلیغ اسلام رکھنا ایک فریب ہے +

سرکار عالیہ بھوپال کو مشن کے ساتھ ابتدا سے دلچسپی تھی۔ اور مشن کی کامیابی نے آپ کی دلچسپی کو دن دگنی بڑھایا۔ آپ اپنے دوران قیام انگلستان میں کئی دفعہ ووکنگ میں تشریف لائیں۔ آپ نے اور نمازوں کا تو کیا ذکر۔ خود نماز جمعہ کا فریضہ مسجد ووکنگ میں اپنے اسٹاف کے ساتھ میری اقتدا میں ادا فرمایا۔ آپ نے توسیع مسجد کی ضرورت کو محسوس کیا۔ آپ ایک مشہور معمار کے ہمراہ بنفس نفیس مسجد میں تشریف لائیں۔ خود نقشہ تجویز کیا۔ اور معمار مذکور کو بذات خود ہدایات دیں۔ پھر آپ اسی مسجد میں توسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے آئیں۔ خود اپنے ہاتھوں سے بنیاد رکھی۔ اور خود ہی دعا کی۔ پھر آپ مسلمان سپاہیوں کی قبروں پر پھول چڑھانے کیلئے تشریف لائیں۔ اور اس وقت بھی آپ کا قیام ہمارے ہاں ہی تھا۔ آپ بطیب خاطر ہماری مجلس مولود میں شریک ہوئیں۔ اور از حد محظوظ تھیں +

ان امور سے خود نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ سرکار بھوپال کا ہماری تحریک کے متعلق کیا خیال ہے لیکن اس امر کے متعلق کسی استنباط کی بھی اب ضرورت نہیں۔ سرکار عالیہ بھوپال کے ذیل کے الفاظ خود بخود ان کی قلبی کیفیت کی تشریح کرتے ہیں۔ یہ الفاظ آپ نے مسجد ووکنگ کے صحن میں برٹش مسلم سوسائٹی کے ایڈریس کے جواب میں فرمائے۔ پہلے اس ایڈریس کے بھی چند فقرے نقل کر دیتا ہوں جو اسلامک ریویو میں چھپ چکا ہے۔ جس سے روشن ہو جائیگا۔ کہ جس تحریک کا نام "فریب" رکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق لارڈ ہیڈلے اور دیگر نومسلموں کی کیا رائے ہے۔ یہ ایڈریس لارڈ ہیڈلے نے بحیثیت پریزیڈنٹ برٹش مسلم سوسائٹی پڑھا +

اگرچہ مسلم مشن انگلستان نے اپنے بے لوث کارکنوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی رہنمائی اور ہدایات کے ماتحت کام کرتا ہے۔ صداقت اسلام

ف اس ایڈریس اور سرہائنس کے جواب کا اردو ترجمہ ہمارا رسالہ اشاعت اسلام لاہور جنوری ۱۹۲۶ء اور اکتوبر میں صفحہ ۵ - ۶ پر شائع ہو چکا ہے ۱۲

کے پاکیزہ علم کو پھیلانے میں نہایت بیش قیمت خدمات انجام دی ہیں۔ اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور اسلامی نمونہ کے زبردست اثر سے انگریز قوم کے ہر طبقہ سے بہت سے لوگوں کو اسلام کے اندر لے آئے ہیں۔ تاہم یہ نصف صدی کا کام بلکہ سال کی اس قلیل ترین مدت میں ہرگز انجام نہ پاتا۔ اگر اس کے ساتھ وہ حوصلہ افزائی۔ ہمدردی اور عملی امداد ہوتی۔ تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی خود فراموشانہ جدوجہد کو ہر ہائنس اور دوسرے احباب سے متواتر ملتی رہی ✦

حضور عالیہ نے اور ارشادات کے علاوہ ذیل کے الفاظ بھی فرمائے:۔

"۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے۔ کہ انگلستان آکر مجھے آپ لوگوں سے ذاتی طور پر ملاقات کرنے اور آپ کی سوسائٹی کی ترقی کو براہ راست دیکھنے کا موقع ملا۔ اور ووکنگ مسجد کی جو کہ میری والدہ ماجدہ مرحومہ کے زہد و اتقا کی یادگار ہے۔ اور آج انگلستان کی اسلامی مشن کا زیور اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔ میرا ایمان ہے کہ اسلام کی تعلیم نسل انسانی کی تمدنی۔ اخلاقی اور سیاسی زندگی کی رہبری کیلئے ایک کامل اور مکمل ضابطہ اپنے اندر رکھتی ہے۔ میری خواہش ہے۔ کہ اس پاکیزہ کام میں ہر طرح آپ کو کامیابی حاصل ہو۔ میں امید کرتی ہوں۔ کہ آپ کے ووکنگ کے مبلغین کے مواعظ سے ایسی اچھی فضا پیدا ہو جائیگی۔ کہ وہ پیغام حق جس کو آنحضرت صلعم لے کر آئے غیر متعصبانہ نظروں سے دیکھا جانے لگے۔۔۔۔ آخر میں خواجہ کمال الدین ٹرسٹیاں مسجد اور ممبران سوسائٹی کو مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے ایسا شاندار کام اختیار کر رکھا ہے۔ اور اس پاکیزہ تحریک میں اپنا پورا انہماک دکھایا ہے۔ جس کی بہت سی بین شہادتیں میں آج اپنے اردگرد دیکھتی ہوں۔ میں امید کرتی ہوں۔ کہ یہ بیج جو ابتک بویا جاچکا ہے اچھے پھل لائیگا" ✦

کیا یہ آواز اس ضمیر کی ہے جس پر ولایت جا کر ہمارا فریب کھلا یا جس نے جو سنا تھا وہی دیکھا میں سرکار عالیہ کو ولایت ہی میں چھوڑ کر افریقہ چلا گیا تھا۔ لیکن اپنی واپسی ہندوستان پر دیکھا۔ کہ سرکار عالیہ کی نظر عنایت مجھ پر آگے سے کہیں زیادہ ہے۔ میری حالت صحت کو دیکھ کر آپنے اپنے خرچ پر ایک سکرٹری مجھے عطا فرمایا ہے۔ بدقسمتی سے میں آجکل بیماریوں کا شکار ہو رہا ہوں۔ جس پر آئے دن سرکار عالیہ کے عنایت نامہ جات آتے ہیں۔

مسجد جیسے مقدس مکان کے نام پر کلب کی پھبتی اڑائی گئی ہے۔ اسی کلب کی توسیع کی فکر میں دعا کی نقش بندگان عالی ہیں۔ اسی قسم کی ایک اور ہماری تحریک مسجد برلن ہے کے لئے سرکار عالیہ نے

اس مہینہ پانچہزار روپیہ اور عطا فرمایا ہے +

ووکنگ مشن کے حسابات

اسمیں بھی نامہ نگار صاحب نے اپنی لاعلمی کی پرواہ نہیں کی - یہ حسابات رسالہ اشاعت اسلام لاہور
میں ہر ماہ چھپتے ہیں - جہاں جمع و خرچ دکھائی جاتی ہے - یہ رسالہ خریداروں کے علاوہ چندہ
دینے والے اصحاب کو بالتزام پہنچ جاتا ہے - وہ دیکھ سکتے ہیں کہ تدریج میں کوئی ایسی مد ہے جس سے
یورپین جیسے کلب کا مذاق پیدا ہو سکتا ہے +

مشن کے آمد و خرچ سے مجھے ذاتی طور پر کوئی تعلق نہیں - اس کا مالی انتظام کل کا کل ایک
با ضابطہ رجسٹری شدہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں ہے - مشن کی آمد جو یہاں ہوتی ہے وہ براہ راست
انجمن کے خزانہ میں جمع ہوتی ہے - اور جو انگلستان میں ہوتی ہے - وہ بھی بنک میں چلی جاتی ہے - جہاں سے
کارکنان ووکنگ کو روپیہ نکالنے کا اختیار نہیں - ان کے اخراجات یہاں سے جاتے ہیں - کل
خرچ ایک بجٹ کے ماتحت ہوتا ہے - جو سال بہ سال تیار ہوتا ہے جس کا نفاذ عہدہ داروں کے ذریعہ
ہوتا ہے - آمد کی رسیدیں فرداً فرداً بھیجی جاتی ہیں - جس صورت میں کسی انسٹیٹیوشن کا آمد و خرچ ایک
رجسٹری شدہ انجمن کے ہاتھ میں ہو تو اس کو تو حساب شائع کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی لیکن پھر
بھی ہمارا حساب باضابطہ شائع ہوتا ہے - میں نے خود کئی دفعہ اپنے سالہا سال کے بجٹ کو نکتہ چینی
کی نگاہ سے دیکھا - مگر مجھے تو اس پر ایک حرف تک رکھنے کی گنجائش نظر نہیں آئی - اس بجٹ میں
۹۵ فیصدی سے زیادہ رقوم عملہ پریس - کرایہ دیگر اخراجات دفتر کے متعلق ہوتی ہیں - اور جو رقوم
انچارج مشن کی اقتضائے رائے پر چھوڑی جاتی ہیں - وہ تو چند ہی پونڈ سالانہ ہوتے ہیں -

مثلاً سال رواں میں بمد تالیف قلوب صرف ۱۲ پونڈ اور اخراجات متفرق کے لئے بتیس پونڈ
سالانہ ہیں - ہاں ایک رقم بتیس ۳۲ پونڈ کی ہے جو لندن مسلم ہاؤس کے اخراجات کے متعلق ہے
اس رقم میں سے ہفتہ میں دو دفعہ لیکچر یا سرمنوں کے بعد چاء وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے - جس کی اوسط ۲ شلنگ
فی وقت بیٹھتی ہے - اس ۲ شلنگ میں جب کہ تعداد حاضرین ساٹھ ستر کے قریب ہو - جس کلب کی
دلچسپیاں پیدا ہو سکتی تھیں - وہ ظاہر ہے - وہاں ہمارے ہاں ووکنگ میں مہمانوں کے ساتھ
اسلامی اخلاق بالضرور برتا جاتا ہے - لیکن اس مہمانداری کے اخراجات کیلئے بجٹ تو کوئی رقم تجویز نہیں کرتا

یہ جو کچھ ہوتا ہے وہ عملہ مشن کا ذاتی خرچ ہے +

اس موقعہ پر میں بادل ناخواستہ ایک امر عرض کرتا ہوں جس سے بیماری قومی امداد کی حالت نظر آجاتی ہے۔ جس مشن کی کامیابی مسلم ہو۔ اس کی جس قدر مدد ہو تھوڑی ہے۔ لیکن اس تحریک کی آمد و خرچ کا نصف سے زیادہ خرچہ وار تو اسلامک ریویو اور میری تحریر و تصنیف ہے۔ اسلامک ریویو میں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے چلایا۔ اور تصنیف و تالیف کے اخراجات بھی ریویو کی آمد سے نکلے۔ ان دونوں مدات کی آمد تو ذاتی تھی۔ لیکن میں نے اس آمد کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اگر مشن اپنی آمد پر رہتا یا اب بھی رہے۔ تو یہ کل کارروائی کب کی بیٹھ جاتی۔ اس تحریک کو کلب کہو یا تبلیغ اس کا زیادہ تر بوجھ تو کسی کی ذاتی آمد پر ہے۔ اور کیا اسے یہ بھی حق حاصل نہیں کہ اس روپیہ کو جس طرح چاہے خرچ کرے۔ لیکن میں تو ایسا نہیں کرتا +

آپ کے نامہ نگار کی تحریک کی بنا تو ان کا ایک خیال ہے۔ کہ مغرب صوم و صلوٰۃ یا اصول طہارت وغیرہ کو قبول ہی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میری کامیابی کا باعث یہی ہوگا۔ کہ میں نے ضرور روح اسلام پر کوئی ظلم کیا ہے۔ یہ فقرہ خود ہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ نامہ نگار صاحب نے جو لکھا۔ اس میں واقعات سے نہیں کی۔ بلکہ اپنے قیاس پر ایک اور قیاس قائم کیا ہے۔ ان کو ایسا کرنے کا تو حق حاصل ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا قیاس صحیح بھی ہو۔ انگلستان تو کیا چیز ہے۔ اسلام نے اس سے زیادہ سنگلاخ زمینوں کو گلزار بنا دیا اور انگلستان کو بھی اسلامی باغ بنا دے گا۔ خود قرآن نے ہمیں یہ خوشخبری دی ہے۔ بہرحال سوال یہ ہے۔ کہ آیا میں نے روح اسلام پر کوئی ظلم کیا ہے۔ یعنی ان امور کی تبلیغ میں کوئی کوتاہی کی۔ جن کو راقم مضمون نے ایک ایک کر کے گنا۔ اور انہیں وقیانوسی خیال کیا۔ اور جن کی تبلیغ ان کے نزدیک باعث ندامت ہو سکتی ہے۔

ہماری تبلیغ کے چار طریق ہیں۔ سب سے مقدم اور سب سے زیادہ مفید اور موثر ذریعہ تبلیغ اسلامک ریویو یا ہماری دیگر تصانیف ہیں۔

آج مجھے قلم چلاتے ہوئے پندرہ سولہ سال گذر گئے۔ دیگر صداقتہائے اسلام کے علاوہ میں نے ان امور پر بھی جو نامہ نگار کی نگاہ میں باعث ندامت ہونگی نہایت شدومد سے قلم چلایا اور یہ سب مستعذرانہ رنگ میں نہیں کیا۔ بلکہ ان امور کی ضرورت ان کی حقانیت ان کے فلسفہ پر صفحوں کے

صفحے اور کتابوں کی کتابیں لکھ دیں۔ صوم و صلوٰۃ چھوڑ تہجد پر بھی زور دیا۔ حلت و حرمت کے ہر سوال پر بسیط بحثیں کیں۔ ہر اسلامی شعار کی حقانیت ظاہر کی۔ کوئی شخص ایک سطر یا ایک لفظ میری تحریر میں اگر ایسا دکھا دے۔ جہاں کوئی لغزش ہوئی ہو۔ یا جس کا نام روح اسلام پہ ظلم کہا جا سکتا ہے۔ تو پھر میں اپنے آپ کو شقی ازلی سمجھونگا۔ جدید تعلیم والے بعض مسلمان ضرور ان امور کو دقیانوسی خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے بیان کرنے میں انھیں ندامت بھی ہوتی ہے۔ لیکن میں نے تو ایسا خیال نہیں کیا۔ اور نہ کسی اہل مغرب نے بھی دقیانوسی خیال والا کہا۔ اور نہ مجھے ان باتوں کے پیش کرنے میں کبھی ندامت ہوئی۔ اور نہ آیندہ ہوگی +

تصنیف و تالیف کے بعد ہماری خط و کتابت ایک دوسرا ذریعہ تبلیغ ہے۔ اس کے متعلق بھی کبھی کوئی لغزش ہم سے نہیں ہوئی۔ اس کے خلاف کسی اور کے پاس اگر کوئی ثبوت ہو تو پبلک کی نگاہ میں لایا جائے۔ تیسرا طریق تبلیغ ہماری تقریریں لیکچر اور خطبات ہیں۔ ان میں بھی نہ صرف عام تعلیم اسلام پر بحث ہوتی ہے۔ بلکہ ان سب امور پر بھی میرے خطبات ہیں جن میں سے بعض چھپ بھی گئے ہیں۔ چوتھا طریق ہمارا سوشل رنگ میں نومسلم و غیر مسلموں سے ملنا جسے کسی معنوں میں کوئی کلب کہے تو کہے لیکن ہم تو ان باتوں میں مذہبی امور کو لے آتے ہیں۔ مثلاً ایٹ ہوم۔ ایک سوشل امر ہے خصوصاً جب میں ہوتا ہوں تو یہ ایٹ ہوم قریباً ہر ماہ میں ایک آدھ دفعہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں ہر طبقہ کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ جن کی چاء وغیرہ سے تواضع کی جاتی ہے۔ لیکن اس کا بوجھ بھی شاذ و نادر مشن پر ڈالا جاتا ہے۔ نہ اس ایٹ ہوم میں گانا بجانا وغیرہ ہوتا ہے۔ اور ہمارے تو گھروں میں پیانو یا کوئی باجہ نہیں ہم ان ایٹ ہوموں میں بھی ریفرشمنٹ کے بعد اسلام کے ہی کسی موضوع پر تقریریں کرتے ہیں ان باتوں کا نام اگر کلب رکھا جائے تو کفر گیرد ملتے علت شود +

فرائض مشن

میں وہاں مبلغ کی حیثیت سے گیا۔ میرے فرائض وہی ہیں۔ جن کا متکفل خود قرآن کریم نے مجھے کیا ہے۔ وہ تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ ہمارے فرائض کو خود سرکار عالیہ بھوپال نے اپنے الفاظ مندرجہ بالا میں فرما دیا۔ اور وہ بوجہ احسن ہو رہے ہیں۔ ہمارا کام اہل مغرب کو توحید و رسالت کی طرف بلانا اور انھیں اسلامی صداقتوں سے واقف کرنا ہے۔ اور خدا کا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں ایسا

کامیاب کیا جس کی شہادت لارڈ ہیڈلے جیسے مقتدر انسان نے ہندوستان میں اور ولایت میں
بیگم صاحبہ بھوپال کے سامنے اڈیریس میں دی ۔ نامہ نگار صاحب نے ہمارے متعلق لفظ فریب
استعمال کرتے وقت اس لفظ کے معنوں پر غور نہیں کیا ۔ ورنہ وہ ایسا نہ کرتے +

فریب یہ ہوتا ہے ۔ کہ کوئی شخص اپنے کاروبار کے متعلق جو کہے وہ صحیح نہ ہو ۔ میں صرف
تبلیغ و بلاغ تک اپنے مشن کو محدود سمجھتا ہوں ۔ اور دنیا کو اس پر اعتراف ہے ۔ کہ میں نے ایسا
کیا ہے ۔ میں اگر آج دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو میں اپنے فرض کو پورا کرکے چلا ہوں ۔ اسکی شاہد میری پندرہ سالہ
تصنیف اور اس کا نتیجہ ہے ۔ آج لارڈ ہیڈلے کے خطبہ صدارت دہلی کا ہر طرف غلغلہ ہے ۔ خطبہ
میں جو معارف اسلام کا دریا انہوں نے بہایا ہے ۔ اس پر ایک زمانہ عش عش کرتا ہے ۔ یہ سب کچھ
ہماری تحریک اور ہماری تالیف و تصانیف کا نتیجہ ہے ۔ اسے تو فریب نہیں کہا جا سکتا ۔ میری کامیابی
پر ہمارے مکرم یعنی آپ کے نامہ نگار کو بھی اعتراف ہے ۔ لیکن اس کا سبب وہ نہیں جو انہوں نے
سمجھا ہے ۔ جو درخت اس وقت بار ور ہونے لگا ہے ۔ اس کو کسی قسم کے کلب کی دلچسپیوں نے تیار نہیں کیا ۔ بلکہ
اس ثمر درخت کو اس شخص کے خون سے سینچا گیا ہے جو مشن کے کامیاب بنانے میں ۱۹۱۹ء سے طرح طرح
کے آلام کا شکار رہا ہے ۔ جس نے کبھی بیماری یا قانون صحت کی بھی پرواہ نہیں کی ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے
کہ آج دو سال سے زیادہ عرصہ ہوا ۔ صاحب فرش ہو چکا ہے ۔ اعصاب ۔ دماغ ۔ اور دیگر پٹھوں کی
کمزوری ۔ عدم اشتہاء ۔ اختلاج قلب ۔ ذیابیطس تو خیر چل ہی رہے تھے ۔ اور ان سب کے ہوتے ہوئے
وہ اپنے کام میں منہمک تھا ۔ لیکن اب وہ مدقوق بھی ہو چکا ہے ۔ اللہ تعالے اپنا فضل کرے
کہ وہ مجھے کامل صحت عطا فرمائے ۔ تاکہ میں اپنا کام پھر شروع کروں +

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم لٹریری فنڈ از ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء لغایت ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد			تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ		
		پائی	آنہ	روپیہ			پائی	آنہ	روپیہ
آمد لٹریری فنڈ	۱	۰	۲	۴۶۳	مسلم لٹریری فنڈ	۲	۰	۳	۱۵۶۹

نقشہ ۱ تفصیل آمد لٹریری فنڈ از ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء لغایت ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد لٹریری فنڈ	پائی	آنہ	روپیہ
جناب قاضی عبداللہ صاحب بیرسٹری جنٹ گجراتی کاٹھی ۱؎	.	.	۱۵
معرفت جناب عبدالرحیم صاحب سورتی بہ تفصیل ذیل	-	-	۵۰
محترم حبیب النساء صاحبہ زوجہ عبدالرحیم صاحب ۱۰			
جناب عبدالقدوس صاحب ۱۰			
جناب عبدالرحیم صاحب ۱۰			
جناب عبدالرحمن صاحب زمیندار ۱۰			
شیخ سعدی صاحب بکر قصاب ۱۰			
جناب مصطفیٰ خاں صاحب از گیا ۲؎	.	.	۳۴
جناب او ایس ایم نصر اللہ شریف بنگلور	.	.	۳

تفصیل خرچ لٹریری فنڈ	پائی	آنہ	روپیہ
جناب مشتاق احمد صاحب بھوپال	-	.	۵
جناب قاضی صلاح الدین صاحب جلوتر	-	-	۱۸
جناب ایم امیر الحق صاحب پوسٹل کلرک آرہ	-	-	۲
جناب ادریس خان صاحب بریلی		۳	۱
زر خرید کتب	.	۷	۶
عبدالصمد صاحب دہلی	-	.	۱۰
نور احمد صاحب ہانگ کانگ *	-	۸	۱۲
کل میزان	-	۲	۴۶۳

۱؎ آپ نے مبلغ ۲۵ روپے ارسال فرمائی تھے۔ جن میں مبلغ ۱۰ روپے بمد مسجد میں منتقل کئے گئے۔

۲؎ برائے طباعت کتاب "رد تناسخ"

* نور احمد خاں صاحب نے مبلغ ۳۰ بذریعہ بیمہ ارسال فرمائے تھے۔ تو ان کی ہدایت کے مطابق صرف قیمت تقسیم اسلامک ریویو۔ ۸ تقسیم احادیث نبوی کی عنایت و اسوۂ انبیاء اور ۸ کی کتب انھیں بھیجی گئیں +

نقشہ ۲ تفصیل اخراجات مسلم لٹریری فنڈ از ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء لغایت ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء

تفصیل اخراجات	رقم اخراجات پائی	آنہ	روپیہ
(۱) کاغذ طباعت دفتری برائے انگریزی خطبہ صدارت لارڈ ہیڈلے بمقام دہلی تعداد چار ہزار	-	-	۷۰۵
(۲) کاغذ طباعت دفتری اردو ترجمہ خطبہ صدارت لارڈ ہیڈلے بمقام دہلی تعداد تین ہزار	.	-	۲۳۰
(۳) برائے طباعت کتاب رد تناسخ	-	.	۳۴
(۴) رقم جو کہ مسجد فنڈ میں بذریعہ چک نمبر ۳۸۸۵۴ منتقل کی گئی	-	.	۲۹۳
کل میزان خرچ	.	.	۱۵۹۶

قوتِ الاسلام

ذیل میں وہ مراسلت درج کی جاتی ہے جو الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور سیلون (ہند) کے ایک دوست کے مابین واقع ہوئی۔ اور اس اُمید پر درج کی جاتی ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد وہ غلط فہمیاں دُور ہو جائینگی۔ جو ایک قسم خاص کے لوگ عبارت میں سے صرف ایک فقرہ نقل کر کے پھیلایا کرتے ہیں۔ اور اس حرکت نازیبا سے اُنھیں شاید کوئی مخفی خوشی حاصل ہوتی ہوگی + (اڈیٹر اسلامک ریویو)

دی رائٹ آنریبل الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ

"معرفت دی اسلامک ریویو"

دی ماسک (المسجد) ووکنگ انگلینڈ)

کولمبو مؤرخہ ۳ ستمبر ۱۹۲۷ء

مائی لارڈ۔ اسلامک ریویو مجریہ جولائی سنہ رواں میں آپکے قلم سے ایک مضمون موسومہ "قوت اسلام" شائع ہوا ہے جو واقعی اس قابل ہے کہ عاشقانِ اسلام اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں اور جس طرح آپنے پُر زور دلائل سے کام لے کر اپنے مطالب کو واضح کیا ہے۔ وہ اسلوب موازنہ مذاہب مختلفہ کے دلدادہ شخص کے لئے بہت مفید اور روشنی بخش ہے۔ میرے اس خط لکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہاں آپکے مضمون کے ایک خاص حصہ کے متعلق جو اسلامک ریویو کے صفحہ ۲۳۸ پر چوتھے پیریگراف میں مندرج ہے۔ ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ اور میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کیا چاہتا ہوں۔ کہ کولمبو میں بہت لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ آپ اور خواجہ کمال الدین صاحب دونوں کا یہ فتوے ہے۔ کہ برطانوی مسلم بلا تکلف لحم خنزیر اور شراب کا استعمال کر سکتے ہیں +

میں اسلام کے مقدس نام پر آپسے درخواست کرتا ہوں کہ اس غلط فہمی کا ازالہ فوراً فرمائیے۔ اور خواجہ صاحب کے متعلق جو میں نے سُنا ہے کہ آجکل علیل تھا وہیں۔ ہر گز یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ اُنھوں نے ایسی بات کبھی کہی ہو یا وہ اس کے حامی ہونگے۔ مناسب ہوگا کہ اسلامک ریویو کے اگلے پرچے میں اس امر پر روشنی ڈال کر آپ عنداللہ ماجور ہونگے۔ اور یقین ہے۔ کہ آپ کی تحریر سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے گا۔

آپ کا مخلص بھائی

۱۵ کینسنگٹن ہال باغ، مغربی کینسنگٹن
لندن ڈبلیو ۱۴ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۶ء
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

عزیز برادر دینی - میں آپ کا بیحد شکر گزار ہوں کہ آپ نے کمال محبت سے میری توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی ہے - جو قلت تدبر کی وجہ سے کوتاہ بینوں کی نظر میں قابلِ الزام ٹھیری +

اس عوٰی میں کہ میں نے یا خواجہ کمال الدین نے کسی وقت خنزیر اور شراب کی حمایت کی ' ذرہ بھر بھی صداقت نہیں ہے - اور خواجہ صاحب موصوف نے تو شاید اس آرٹیکل کو دیکھا بھی نہیں جو قوت اسلام کے نام سے شائع ہوئی ہے - ہاں اس بات کا علم کہ میں نے کوئی آرٹیکل اس مضمون پر لکھا ان کو اس وقت ہوا - جبکہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء کے ایک جلسہ میں اسی مضمون کو بطور خطبہ میں نے حاضرین جلسہ کے سامنے پڑھا تھا - شائد اس کے بعد انھوں نے اسلامک ریویو میں بھی پڑھا ہو گا - جس بات میں نے اس مضمون پر زور دیا تھا وہ یہ ہے کہ خاص اہمیت عقاید اسلام کو ہی دینی چاہیے کیونکہ وہی اس کے مستحق ہیں - اور دوسرے معاملات جو عذار سوم اطوار وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں' عقاید کے مقابلہ میں بالکل معمولی وقعت رکھتے ہیں - جب میں ان مشکلات کا ذکر کرتا ہوں جو اسلامی رسوم پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہونے میں' ہماری روزمرہ کی زندگی میں حائل ہوتی ہیں - تو اس سے میرا یہ مطلب ہے کہ میں مسلمانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ہمیں کن کن دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے - اور یہ کہ اس موقعہ پر ہمیں آنحضرت صلعم کا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے - کہ شروع شروع میں صرف عقائد پر زور دینا لازم ہے کہ ایک شخص جو داخل اسلام ہوا اُسے پہلے عقائد میں پختہ کیا جائے - اور صرف عقاید ہی میں سختی سے پابندی کرائی جائے - اور جب وہ اسلامی عقاید پر پورا پورا کاربند ہو جائے - تو فروعی رسومات خود بخود قبول کرتا چلا جائیگا - اس خط کے اختتام پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان نتائج کا اعادہ کردوں' جن پر میں فرصت کے لمحات میں غور کرنے کے بعد پہنچا ہوں :-

میرا خیال ہے کہ غیر مسلم کو اسلام کی تبلیغ کرنے وقت ہمیں سب سے پہلے عقاید پر زور دینا چاہیے کیونکہ عقائد صحیحہ ہی اسلام کی روح رواں قرار دیئے جا سکتے ہیں دیگر ہیچ - اور وہ یہ کہ سب سے پہلے نومسلم شخص خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا کامل طور سے یقین پیدا کرے ! اور اپنے آپ کو تمام تر اس کی مرضی پر چھوڑ دینا سیکھے یعنی شیوۂ تسلیم و رضا اختیار

کرے۔ اور اس کے بعد انبیاء اور ان کی تعلیمات الہامی پر اعتقاد کرے۔ اور تمام مخلوقات کے ساتھ عملی ہمدردی اور شفقت کرنا سیکھے میرا خیال ہے۔ کہ ہم یہ جانتے ہوں۔ کہ دوسری باتوں کی تلقین اولین سے ہمارے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ تو برائے چندے ہمیں ان باتوں کی تلقین سے باز رہنا چاہئے ہمیں لازم ہے کہ غیر مسلم سے پہلے اسلام کے عقاید خصوصی منوانے کی کوشش کریں۔ اور جب وہ ان عقاید پر ایمان لے آئے گا تو فروعات پر آہستہ آہستہ خود ہی ایمان لے آئیگا۔ باقی رہے فتنہ پرداز لوگ سو اُن کی کسی زمانہ میں کمی نہیں رہی۔ آج بھی بہت سے موجود ہیں۔ اور آیندہ بھی پائے جائینگے۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ اس امر میں میرے ساتھ متفق ہونگے۔ کہ ایسے لوگوں کی طرف سے جو الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ان کا علاج سوائے انکار اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس پر بھی وہ نہ مانیں تو اُن کی حالت پر افسوس ہے اور اُن سے تعرض کرنا بیسود ہے۔ والسلام

آپ کا برادر دینی
ہیڈلے

تصوّف اور اسلام

جناب ایس ایم رحمٰن صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایم۔ ایل۔ سی
اکولہ

مذاہب عالم کی تاریخ کو سرسری طور سے دیکھنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ تمام انبیاء اور رسل، مصلحین اقوام اور بانیاں مذاہب کو ہمیشہ دعوت و تبلیغ کے راستہ میں ایک کاوٹ ضرور پیش آتی ہے۔ اور وہ علم اور جہل کے درمیان ایک مستقل اختلاف ہے یا دل اور دماغ، حقائق اور توہمات کے مابین ایک کھلی ہوئی لڑائی ہے۔ اور بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس جھگڑے کا خاتمہ ہی نہ ہوگا اور خیالات کے اس مدوجزر کی وجہ سے بہت سے مصلحین اور واعظین کو بعض اوقات مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے دقت یہ واقع ہوتی ہے۔ کہ تعلیمیافتہ اور سمجھدار طبقہ اس امر کی کوشش کرتا ہے۔ کہ مذہبی عقاید کو عقل کی بلند کرسی پر بٹھایا جائے۔ اور ان پر فلسفہ کا رنگ چڑھایا جائے برعکس اس کے جُہلا کا طبقہ ہر امکانی کوشش اس امر کی کرتا ہے۔ کہ وہ ان لوگوں ہی کی دماغی سطح تک رہیں۔ اور کوئی مذہب تاریخ عالم میں ایسا نہیں جو اس مناقشہ سے آزاد رہا ہو۔ جسے ہم تنازعہ داخلی کہہ سکتے ہیں۔ اور

اسلامی تصوف، مثل دوسرے فلسفیانہ اور صوفیانہ مذاہب کے جو عیسائیت، ہندو دھرم اور بودھ مذہب میں پائے جاتے ہیں، یقیناً انسانی دماغ کے رجحان خاص ہی کا نتیجہ ہے۔ اور اگر ہم اس دلچسپ اور اسلام کے اہم پہلو کے آغاز کا مطالعہ کریں تو ہمارا مطلب بخوبی واضح ہو سکتا ہے:۔

یوروپین مصنفین جن کا یہ شیوہ ہے کہ وہ ہر عمدہ اور اچھی بات کو مغرب کا شرمندۂ احسان سمجھتے ہیں، لفظ "صوفی" کو یونانی لفظ "سوفاس" بمعنی عقل مشتق سمجھتے ہیں۔ شروع میں یہ لفظ (صوفی) اُن لوگوں سے متعلق استعمال کیا جاتا تھا جو اُون کا لباس پہنتے تھے، کیونکہ ڈھاکہ اور کالی کٹ کے سوتی کپڑے تو امراہی کے حصہ میں آتے تھے۔ اور ہر قسم کی آسائش جسمانی سے علیحدہ رہتے تھے چنانچہ اسی بنا پر ملک فارس میں صوفیوں کو پشمینہ پوش کہتے تھے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ صوفی اہل الصفہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے بنچ پر بیٹھنے والے ہو سکتے ہیں۔ لیکن عام خیال یہ ہے کہ صوفی لفظِ "صفا" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی پاکی اور پاکیزگی ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسلام کے عقاید اُن لوگوں کو پہلے پہل سکھائے جو صحرا کے معمولی باشندے تھے، جن کی ذہنی قوت بہت محدود تھی۔ اور وہ صرف ان نخلستانوں ہی کو دُنیا کی سب سے بڑی قیمت سمجھتے تھے۔ جو اُن کے گرم ملک میں اِدھر اُدھر پائے جاتے تھے۔ وہ لوگ بالکل سادہ مزاج اور فطرت کے سچے فرزند تھے۔ اور اپنے تجارتی سفر میں گاہے گاہے عیسائی اور یہودی عُلماء سے جو فلسطین اور شام میں رہتے تھے۔ دوچار ہو جایا کرتے تھے۔ اس ملاقات سے ان لوگوں کو مذہب کا دھندلا سا خاکہ دستیاب ہو گیا ہو گا۔ اور یہودیت اور مسیحیت کی جو تصویریں اُنھوں نے دیکھی ہونگی، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہو گا۔ کہ وہ لوگ اپنی بُت پرستی یا لات و منات پرستی پر زور و شور سے قائم ہو گئے ہونگے علاوہ بریں یہ زمانہ عجیب طوائف الملوکی کا زمانہ گزرا ہے۔ جو قومی، تمدّنی اور مذہبی ہر پہلو سے نہایت ہی زبوں اور پست زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ وہ مُقدّس شعلے جو زرتشت موسیٰ اور عیسیٰ نے روشن کئے تھے۔ انسانوں کے خون سے بُجھائے جا چکے تھے۔ اور زرتشت اور مسیح کے مسخ شدہ مذاہب کی بدولت انسانیت، جہالت کے تاریک اور عمیق غار میں گر چکی تھی مسلسل جنگوں اور باہمی تنازعات کی بدولت جو ان مذاہب کے مختلف فرقوں میں برپا تھے، سیدھے سادے عقاید بھول بھلیاں بن کر رہ گئے تھے۔ اور سر سے پاؤں تک سوم کی جکڑ بند میں

گرفتار تھی۔ فی الجملہ تاریخ عالم میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا جو اس موقعہ سے زیادہ کسی سیدھے سادھے مذہب کا حاجتمند تھا۔ پیغمبر عرب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مذہب جاہل اور عالم دونوں کیلئے یکساں فائدہ مند ثابت ہوا۔ اور چونکہ آپ کی تعلیم امیر غریب، شہری دیہاتی، عالم اور جاہل غرض سبھی کے لئے تھی لہذا سادگی معقولیت اس کا تمغۂ امتیاز تھا۔ آپ نے ایسے صاف اور قرین عقل سیدھے سادھے عقاید پیش کئے جو جاہل سے جاہل آدمی بھی سمجھ سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم کو یہ بھی علم تھا کہ جبتک مذہب میں عقلی رنگ نہ ہوگا اس وقت تک فلسفیانہ مزاج کے لوگ اسکے سامنے سر تسلیم خم نہیں کر سکتے۔ اور تصوف کا وجود اسی سبب سے قائم ہوا۔ حضرت علیؓ نے جو صحابہ رسولؐ میں سب سے زیادہ روشن دماغ اور فلسفی مزاج تھے براہ راست آنحضرت صلعم سے علوم حاصل کئے۔ اور اگرچہ تصوف کے چار خانوادوں میں سے ایک اپنا سلسلہ حضرت ابو بکرؓ سے ملاتا ہے۔ لیکن عام طور سے تاریخی شہادت یہی ہے۔ کہ چاروں سلاسل حضرت علیؓ ہی کی ذات پر منتہی ہوتے ہیں۔ اب یہ سوال ہے۔ کہ تصوف کیا چیز ہے۔

کم از کم اتنا تو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ تصوف اسلام کا کوئی خاص فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے عقلی اور فلسفیانہ پہلو کا دوسرا نام تصوف ہے۔ اور اس کے ماتحت اسلام کے بعض عقاید خصوصی کی فلسفیانہ رنگ میں تشریح کی گئی ہے۔ اور تصوف درحقیقت اسلام کیلئے بمنزلۂ اساس عقلی ہے۔ معرفت، محبت، اور ترک خودی یہ تین باتیں تصوف کی روح رواں کہی جا سکتی ہیں۔ چونکہ اسکے اصول عام فہم نہیں ہیں۔ اسلئے اسکی تعلیمات کا دائرہ بھی خاص لوگوں تک محدود ہے۔ اور اسی لئے مرشد اور مرید کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ لیکن ان تمام پیش بندیوں کے باوجود عوام الناس نے تصوف کے بعض اہم مسائل کا غلط استعمال کیا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک روشنی (صفاء باطن) صرف علم کے وسیلہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور سچی معرفت باری تعالیٰ ہے۔ اور یہ معرفت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان اپنی روح کے خواص معلوم کرنے میں اپنے آپ کو ہمہ تن غرق کر دے۔ کیونکہ وہ روشنی صرف نفس ناطقہ کی گہرائیوں میں مل سکتی ہے۔ اسکے علاوہ شیوۂ تسلیم و رضا، اسکی شرط اولین ہے۔ اور یہ صفت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب انسان اپنے دل کو تمام دنیاوی تعلقات سے علیحدہ کر کے صرف خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جائے۔ توجہ باطنی اور مراقبہ کا یہ سلسلہ انجام کار بہت سے مجاہدات کے بعد فنا کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور سالک ذات باری سے اس طرح واصل ہو جاتا ہے۔ کہ دوئی نہیں رہتی۔ اور اس ذات میں پیوست ہو جاتا ہے جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور قلوب انسانی اس کا مسکن ہے۔ فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچنے کیلئے سالک کو پہلے فنا فی الشیخ اور بعد ازاں

فنا فی الرسول کے مقامات طے کرتا ہوتے ہیں پس ظاہری آنکھ کو بند کرکے باطنی آنکھ کو کھولنا ہی صوفی کی زندگی کا واحد مقصد ہے۔ یہ اعتقاد کہ ہر جگہ خدا ہی خدا ہے محبت کی وجہ سے پیدا ہوا کیونکہ صوفی ہر شے میں اپنے محبوب ہی کا جلوہ دیکھتے تھے۔ اور جب خدا ہی ہمہ جا حاضر ہے تو پھر یہ کل کائنات کچھ نہیں مگر اسی کا جلوہ۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلوقات میں خالق اور انسان عین خدا ہے۔ اور جب سوائے خدا کے اور کچھ موجود نہیں۔ تو پھر محبت کا دور دورہ ہے۔ اور پھر صوفی کو ہر شے سے الفت کرنا لازمی ٹھیرا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اگر کسی کو صانع سے محبت کرنا منظور ہو تو اسکی مصنوعات سے محبت کرے۔ اور اس محبت کے اظہار کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خودی سے کنارہ کشی اختیار کی جائے صوفیاء کا مذہب ہے کہ عشق، علت اولی ہے۔ کیونکہ وہی موجود حقیقی ہے۔ اور قائم بالذات بھی۔ اور سوائے عشق کے اور جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ محض دھوکہ اور خواب ہے۔ جب ایک صوفی اپنی حالت وجد میں آتا ہے تو یوں پکارتا ہے "اے میرے خدا! لوگوں کے سامنے تو میں تجھے اس طرح پکارتا ہوں جیسے دنیا کے لوگ اپنے بادشاہوں کو پکارتے ہیں۔ لیکن خلوت میں ایسے پکارتا ہوں جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کو۔ لوگوں کے سامنے تو میں تجھے خدا کہ کر پکارتا ہوں لیکن خلوت میں تجھے اپنا محبوب کہ کر +

جب ایکدفعہ یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا تو پھر برخلاف مختلف فرقوں کے صوفیاء کرام نے یہ اصول بنالیا کہ ہر مذہب میں صداقت موجود ہے۔ اور صداقت در اصل ایک ہی ہے۔ یہ مختلف مذاہب اسی ایک آسمانی منبع سے نکلے ہیں لیکن لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کے مطابق ان مذاہب کی شکلیں تبدیل کردی ہیں۔ اس رجحان طبع کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوفیوں میں دوسرے مذاہب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا۔ اور ان میں جس قدر تعلیمات صوفیانہ رنگ کی پائیں انھیں قبول کرلیا لیکن صوفیاء نے اپنے اس عمل کا جواز قرآن شریف اور احادیث سے بھی مستنبط کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ انمیں رہبانیت اور ترک دنیا بھی پیدا ہوگئی۔ اور اس سلسلہ میں نفس کشی اور ریاضت جسمانی بھی صوفیاء کے مذہب میں داخل ہو گئی۔ علماء کے طبقہ میں ظاہر پرستی اور رسوم کی پابندی بہت پیدا ہو گئی اور ایران اور دوسرے ممالک کے فتح کرنے کے بعد عربوں میں عیش پرستی اور آرام طلبی بھی پیدا ہو گئی اور ان باتوں کی بدولت بہت برائیاں بھی داخل زندگی ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کرام بالکل سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بلکہ آسائش دنیوی سے بھی نفور تھے اس نفرت کا اثر ان صوفیاء میں رہبانیت اور ترک لذات کی شکل میں ظاہر ہوا آنحضرت صلعم کے اہلبیت تو واقعی تارکین لذات اور نفوس کش تھے۔ اور حضرت علیؓ نے اپنے قول اور فعل دونوں سے نفس کشی

کی تعلیم دی ہے۔ اور اس فعل کو نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ امام شریف الرضا نے آپ کے خطبات جمع کئے ہیں جو "نہج البلاغۃ" کے نام سے مشہور ہے۔ اسمیں حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ کہ معرفت اور عشق دونوں کا حصول اس نفس کشی پر منحصر ہے +

امام حجۃ الاسلام محمد الغزالیؒ نے اس فلسفہ کے بلند اور اعلے پہلو کو اپنے تصنیفات سے بہت کچھ اُجاگر کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ابن طفیل مولانا روم اور شیخ فریدالدین عطار نے بھی بہت کچھ خدمات انجام دیں۔ اور رفتہ رفتہ بعض تعلیمات افلاطون کی بھی داخل ہوگئیں۔ اور بعد ازاں مسئلہ ارتقاء اور روح کی تدریجی ترقی کا عقیدہ بھی شامل کیا گیا۔ جس کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے "اس عالم کون و فساد میں سب سے ادنےٰ طبقہ عالم جمادات کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس کے بعد عالم نباتات اور آخری درجہ عالم حیوانات کا ہے۔ اور سب سے اوپر ذات واجب الوجود ہے۔ یہ تمام طبقات باہم مربوط ہیں۔ روح انسانی کا کام یہ ہے۔ کہ اس جسمانی قید و بند سے رہائی حاصل کرے۔ اور جب وہ اس قید سے آزاد ہو جاتی ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ سے واصل ہو جاتی ہے جہاں سے وہ اس دنیا میں آئی تھی" +

مولانا رومی کی مثنوی میں جو شہرہ آفاق ہے۔ اس عقیدہ کو بڑی خوبی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور جب صوفیائے کرام کا حلقہ وجد منعقد ہوتا ہے۔ تو مثنوی کے اشعار بڑے ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ مثنوی میں اس فلسفہ کا داخل ہو جانا در اصل تصوف کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ ہے۔ اور انہیں وجوہ سے مثنوی کو "قرآن در زبان پہلوی" کہا جاتا ہے +

ویدانت اور تصوّف میں وجوہ اشتراک

جب ہم ان دونوں مذاہب کا موازنہ کرتے ہیں تو بہت سی باتیں مشترک ملتی ہیں اور شاید اسی وجہ سے بعض تنگ نظر علمائے نے تصوف کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اس فلسفہ کو بدعت قرار دیا ہے۔ انھیں سب سے بڑی غلطی اس وجہ سے لگی کہ ویدانت اور تصوف میں بہت سی باتیں ملتی جلتی ہیں۔ اور انھوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ تصوف در اصل ویدانت ہی کا دوسرا نام ہے۔ انسانی طبائع کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ بات بالکل صاف ہے۔ کہ مختلف مذاہب عالم کی ترقی میں جو عنصر مشترک ہے۔ کہ مختلف عقائد میں نادانستہ طور پر مماثلت پیدا ہو جاتی ہے۔ تصوف اور ویدانت دونوں کی تعلیم یہی ہے کہ جب روح انسانی مشاہدہ مراقبہ اور عشق کی بدولت قید جسمانی سے آزاد ہو جاتی ہے تو پھر خدا سے واصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جملہ ارواح خدا ہی کے وجود سے صادر ہوئی ہیں۔ جو شخص علم تصوف حاصل کرنے کے بعد

رُوحانی ذرائع سے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہتا ہے تو ویدانت میں اُس شخص کو سنیاسی کہتے ہیں۔ اور تصوف میں صوفی یا درویش۔ برہمن جسے بُدھی کہتا ہے، صوفی اسی کو علم یا معرفت کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ اور اس امر میں بھی دونوں کا اتفاق ہے۔ کہ بغیر صحیح معرفت کے رُوح انسانی قیدِ جسمانی سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ بعض صوفی جن کا لقب "بخت اشی" ہے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رُوح انسانی قیدِ جسمانی سے آزاد ہونے کے بعد اس معاملہ میں مختار ہو جاتی ہے۔ کہ جو جسم چاہے اپنے لئے پسند کر لے۔ اور یہ عقیدہ اگرچہ عام طور پر صوفیاء میں مسلم نہیں۔ لیکن دراصل ہنود کے عقیدہ تناسخ سے بہت ملتا جُلتا ہے۔ اور فرقہ اسمٰعیلیہ نے جو آغا خاں کے پیرو ہیں۔ ایران سے آنے کے قبل ہی اس عقیدہ کو اپنے مذہبی عقاید میں داخل کر لیا ہے۔ "اپہادی" اور نفس ناطقہ قریب قریب ایک ہی ہیں۔ اور صوفیا کا "عالم مثال" ویدانتوں کے مایا دوسرا نام ہے دگر ہیچ +

ان تمام مشترک اُمور سے جو ہندو اور مسلمان دونوں کے فلسفہ میں موجود ہیں۔ اس بات کا ثبوت چلتا ہے۔ کہ انسانی دماغ میں بھی اشتراک ہے۔ خواہ وہ دماغ ہندی ہوں یا یونانی۔ اور نسل، قوم، مذہب اور ملکوں کے اختلافات کے باوجود پایا جاتا ہے +

جس تصوف کی ابتدا حضرت رسالت مآب صلعم کے زمانہ میں ہوئی اور پھر دوسرے مسلمان فلاسفہ مثلاً غزالی، رومی، فارابی، ابن سینا، اور مشاہیر صوفیاء مثلاً حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ، سلطان نظام الدین محبوب الٰہیؒ، آج وہ تصوف بہت کچھ پست و خوار ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نمائندے عموماً دنیا پرست اور خود غرض ثابت ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ نہ صرف اسلام میں بلکہ جملہ مذاہب میں بُری نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ بلکہ انسانیت کے دامن پر ان کا وجود مثل ایک بدنما دھبہ کے ہے لیکن تصوف کا کا سب سے بڑا دشمن بھی اس امر کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ تصوف کی بدولت ہزارہا انسانوں کی زندگیاں پاکیزہ ہو گئیں۔ اور اسلام میں رُوحانیت کا چرچا ہو گیا۔ اور وہ اشعار جو مثنوی رُومیؒ اور عطارؒ میں خدا تعالیٰ کے عشق پر لکھے گئے ہیں جو اس دُنیا میں جاری اور ساری ہے اسلامی فلسفہ کی نشو و نما کے زبردست مقامات ہیں جو قیامت تک نہیں مٹ سکتے +

خطبہ عید الاضحیٰ سنہ ۱۳۴۵ھ

از مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے بی۔ ٹی قائم مقام امام مسجد شاہجہان ووکنگ انگلستان

قبل اس کے کہ میں اس قابل یادگار دن کی ابتداء کا ذکر کروں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کی تمدنی زندگی کے ایک اہم پہلو کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراؤں جس کی طرف توجہ کرنا اس لئے ضروری ہے۔ کہ جوں جوں دُنیا تہذیب کی راہ پر گامزن ہوتی ہے تیوں تیوں وہ پہلو روشنی میں آتا جاتا ہے وہ پہلو مسئلہ نسل ہے۔ اور یہ مسئلہ ہمارے زمانہ میں بہت اہم ہو گیا ہے مختلف لوگوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ناکام رہے۔ حتّٰی کہ وہ لوگ بھی جو اختلافات مذہبی ملی اور لسانی کے مسائل کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں مفاہمت باہمی ممکن ہے اس مسئلہ کو لاعلاج مرض تصور کرتے ہیں کیونکہ انسان یقینی طور پر اپنے امتیازات نسلی کو پس پشت نہیں ڈال سکتا۔ بچپن سے لے کر دم آخر تک ان پر کاربند رہتا ہے۔ دنیا کی کمزور اقوام اس لعنت کو بُری طرح محسوس کر رہی ہیں۔ کیونکہ طاقتور اقوام ان کے حقوق کو بیدردی سے پامال کر رہی ہیں۔ چنانچہ طاقتور اقوام کی تمام تر حکمت عملی امتیازات نسلی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بنائی جاتی ہیں۔ اور نسلی بنا پر معاملات فیصل کئے جاتے ہیں۔ اور جب ارباب بست و کشاد یہ نظریہ سامنے رکھ لیتے ہیں۔ کہ سفید اقوام بہرصورت اعلےٰ ہیں تو مشکلات کا دروازہ اور بھی زیادہ کھل جاتا ہے۔ موجودہ زمانہ سے نسلوں اور ان کے مفاد میں ایسا زبردست تصادم کبھی واقع نہیں ہوا۔ دُنیا کی آبادی میں اضافہ اور فصل مکانی میں کمی کا واقع ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے۔ کہ نسلی تصادم دن بدن بڑھتا جائیگا۔ اگر طاقتور اقوام کے رویا ایسے نظر میں کوئی معقول تبدیلی نہ ہوئی تو ایسا ہونا قیاسی نہیں بلکہ

یقینی ہے۔ اور تعلقات باہمی کے وسائل میں جو آسانی پیدا ہوتی جاتی ہے اس سے ہمارے خیال کو مزید تائید ہوتی ہے۔ ان آسانیوں کی بدولت یوں سمجھئے کہ دُنیا کا قطر چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اور لاسلکی کے طفیل میں فاصلہ کوئی چیز نہیں رہا۔ اور وہ دن بھی دُور نہیں جب ایک شخص بآسانی اپنے آپ کو دُنیا کا شہری کہ سکیگا +

باایںہمہ موجودہ مسیحی تہذیب کا مطالعہ ایک مبصر کیلئے خوش آیند ثابت نہیں ہوگا۔ فرض کیجئے کہ ہم برطانوی نوآبادیوں کا سفر شروع کرتے ہیں۔ اس مفروضہ تصور کی بدولت آپ کو اس احساس کا پتہ لگ جائیگا جو کلیسیاؔ کی تعلیمات کے ماتحت مسیحی دُنیا میں تدریجی طور پر پایا جاتا ہے۔ اگر مسیحیت کی تعلیم کے موافق مسیح جلد اس دُنیا میں دوبارہ آجائے۔ تو ان ممالک میں جاکر اسے یقیناً سخت افسوس ہوگا۔ جہاں اس کا نام پوجا جا رہا ہے جسوقت وہ ان نوآبادیوں میں سے کسی ایک میں اپنا قدم رکھیگا تو فوراً اس اصُول کی بناء پر اس کے داخلہ پر بندش عاید کردی جائیگی۔ کہ وہ یُورپین نہیں ہے بلکہ مہاجرین ممنُوعہ میں سے ہے۔ وہ کالا آدمی ہے۔ اور ایشیا کا باشندہ ہے اور اس کی حرکات ان افسروں کے رحم پر ہوگی۔ جو ہر ضلع میں احتساب اور دار وگیر کے لئے مقرر ہیں۔ نہ وہ آسانی اور آزادی سے سانس لے سکیگا نہ نقل وحرکت کر سکیگا اور نہ خورونوش کر سکیگا۔ اور سچی بات تو یہ ہے۔ کہ کوئی اس کا روادار ہی نہ ہوگا۔ اور وہ اس امر پر مجبُور ہوگا۔ کہ اپنے ہی پیرؤں کے ممالک کو جلد سے جلد خالی کردے۔ یہ ہے وہ مذہب جس پر مسیحؑ کے نام لیوا آج عمل کررہے ہیں!!! اور طرفہ تماشا یہ ہے۔ کہ اندریں حالات پادریوں کی طرف سے عالمگیر تبلیغی رپورٹیں ہمیں سُنائی جاتی ہیں۔ میں اپنے خیالات کی تائید اپنے وطن ہندوستان کی حالت سے کردوں۔ ہمارے مُلک میں بڑے بڑے عُہدے تمامتر مفروضہ نسلی امتیازات کی بناء پر دیئے جاتے ہیں۔ اب حکمت عملی کا موازنہ اسلامی حکمت عملی سے کیجئے۔

جنکی وارث آج برطانیہ ہے مغل بادشاہ عموماً سلطنت کے بڑی ذمہ داری کے عہدے غیر مسلموں کو دیتے تھے۔ چنانچہ اہل ہنود افواج کے سپہ سالار ہوتے تھے، صوبوں کی گورنری پر فائز تھے۔ اور بادشاہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان ہوتے تھے مسلمانوں کے اس طرز عمل کا جب مسیحی حکمرانوں کے طرز عمل سے کیا جاتا ہے جو انھوں نے مفتوحین کے حق میں روا رکھا ہے۔ تو سخت حیرت ہوتی ہے۔ اسلامی دنیا میں رنگ اور نسل کبھی بھی کسی شخص کی مادی ترقی میں حائل نہیں ہوئے۔ ایرانی، ترک، بربری، حبشی غرضیکہ ہر قوم کے لوگ حکومت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پاتے تھے۔ اور علم و فضل میں حسب دلخواہ ترقی کرتے تھے۔ اسلام نے ہر قوم کو ترقی کا موقعہ عطا کیا ہے لیکن سوال یہ ہے۔ آیا وہ اقوام جو رات دن راستبازی اور صداقت کا گیت گاتی ہیں، اسلامی رواداری اور فراخ دلی کا کوئی نمونہ پیش کر سکتی ہیں؟ ابتدا سے اسلام نے اپنے پیروؤں کے سامنے وحدت کا ایک اعلےٰ نصب العین رکھا ہے۔ اور وہ نصب العین وحدت مسلمین اور مساوات یا وحدت نسل انسانی ہے اسلام کا اعلان ہے۔ کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ اور اُن کے حقوق ویسے ہی ہیں جیسے غیر مسلمین کے اور یہ اصول ہمیشہ سے مسلمانوں کا سیاسی نصب العین رہا ہے۔ عہد فاروقی میں ایک واقعہ ایسا گزرا ہے۔ جس سے اسلامی مساوات کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے +

غسانیوں کے قبیلہ کے بادشاہ جبلہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، اور ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق کی خدمت میں سلام کرنے کی غرض سے مدینہ حاضر ہُوا۔ وہ بڑے طمطراق کے ساتھ شہر میں داخل ہؤا۔ اور خلیفہ وقت کی طرف سے اس کا عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ چند روز مہمان خلافت رہا۔ اس کے بعد حج کا زمانہ آ گیا۔ سوچا کہ اس فریضۂ الٰہیہ سے بھی سبکدوشی حاصل کروں دوران طوافِ خانہ کعبہ جبلہ کے ساتھ ساتھ ایک غریب بدوی بھی اس رسم کو ادا کر رہا تھا۔ قضا کار اس کا گوشۂ چادر جبلہ کے شانے سے چھو گیا۔ شاہی جذبات سے مشتعل ہو کر جبلہ نے اس بیچارے کے مُنہ پر زور سے مُکا مارا کہ چند دانت باہر نکل پڑے

باقی ماندہ حصہ میں حضرت عمرؓ ہی کے الفاظ میں بیان کرونگا۔ جو اُنھوں نے اس واقعہ کو حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالار افواج اسلامی متعینہ ملک شام سے بیان کرنے میں استعمال کئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے فوراً ہی وہ مظلوم بدوی میرے پاس آیا۔ اور انصاف کا طالب ہوا۔ میں نے فوراً جبلہ کو بلوایا۔ اور جب وہ میرے سامنے حاضر ہوا تو میں نے کہا۔ تم نے اپنے بھائی کے ساتھ یہ بیدردانہ سلوک کس لئے روا رکھا؟ اس نے جواب دیا۔ اس شخص نے میری توہین کی۔ اور اگر خانہ کعبہ کی تقدیس کا خیال نہ ہوتا تو میں اُسے فوراً قتل کر ڈالتا"۔ میں نے کہا" تمہارے ان الفاظ سے جرم کی حیثیت میں اضافہ ہوگیا۔ اور اب سوا اس کے کوئی چارہ کار نہیں۔ کہ تم اس مظلوم سے معافی مانگو۔ اور اگر وہ معاف نہ کرے تو قانون رائج الوقت کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کیا جائیگا"۔ جبلہ نے کہا" جناب میں بادشاہ ہوں۔ اور یہ محض غریب آدمی"۔ میں نے کہا۔ اس سے کوئی بحث نہیں۔ کہ تم کون ہو اور یہ کون ہے۔ شرعی نقطۂ خیال سے تم دونوں مسلمان ہو اور مساوی ہو۔ تب جبلہ نے کہا" فیصلہ کل پر ملتوی کر دیجئے"۔ میں نے مظلوم سے استصواب رائے کرکے اس قضیہ کا فیصلہ دوسرے دن پر اُٹھا رکھا۔ اسی رات جبلہ فرار ہوگیا۔ اور اب سُنتا ہوں کہ قیصر روم کے ساتھ مل گیا ہے اور اسلام سے مرتد ہوگیا ہے"
ملاحظہ ہو سیرت آف اسلام صفحہ ۲۷۹

مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب حقہ ہے۔ جس نے انسان کو سب سے بڑی نعمت یعنی وحدت نسل انسانی کا نصب العین عطا کیا۔ اگر آپ یہ سوال کریں۔ کہ وحدت نسل انسانی کا اصول کس مذہب نے دیا؟ تو ہر شخص کہدیگا میرے مذہب نے۔ لیکن اگر اس سوال کو ذرا بدل کر پوچھا جائے۔ کہ وہ کون سا مذہب ہے۔ جس نے اس نصب العین پر کاربند ہونے کے لئے اصول مقرر فرمائے۔ اور عملی طور پر کاربند ہو کر دکھا دیا۔ تو پھر اس کا صرف ایک ہی جواب ہوگا ہر مذہب جب مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ تو زریں الفاظ میں اپنے سامعین یا پیروؤں کو مسخر کر لیتا ہے۔

لیکن قول کو عمل سے مؤید کرنا یہ ہر مذہب کی بساط نہیں ہے۔ وہ مذہب جس نے مسئلہ نسلی کا دو ٹوک فیصلہ کر دیا ہے صرف ایک ہی ہے یعنے "اسلام" اس موقع پر یہ صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کہ اسلام وہ مذہب ہے۔ جو ہر فرد بشر کی مذہبی اور تمدنی دونوں زندگیوں پر اپنا اثر پورے غور سے ڈالتا ہے۔ اور اس معاملہ میں میرا ذاتی مسلک یہ ہے۔ کہ انسان کی زندگی میں تمدنی پہلو سب سے اہم اور اخص ہے۔ اور جو مذہب ہمارے تمدنی پہلو کی نگہداشت نہیں کر سکتا۔ اور روزمرہ کی زندگی میں ہماری رہنمائی نہیں کر سکتا۔ اور بین الاقوامی مسائل کو بہ آسانی سلجھا نہیں سکتا۔ وہ مذہب کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے جس مذہب میں ان اہم اصولوں کا تذکرہ نہ ہو وہ مذہب نہیں بلکہ ترانۂ جذبات ہے۔ پروفیسر سنوک ہرگرونج نے اسلامی تنظیم سیاسی پر تبصرہ کرتے یہ خیال پیش کیا ہے۔ کہ وہ مسلمان جو مختلف ممالک کے باشندے ہوں۔ اور ایک دوسرے سے قطعی ناواقف، بہ نسبت یورپی بین الاقوامی مجلس کے دو ارکان کے، زود تر کسی مسئلہ پر مفاہمت کر سکتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے نسلی اور قبایلی امتیازات کو یک قلم مٹا دیا ہے۔ اور اُن کو مٹانے کے ذرائع نمازیں عیدیں اور سالانہ حج ہیں۔ اور یہ تینوں امور توحید خداوندی کے اعتقاد کے نتائج صریحی کہے جا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کی روزمرہ عبادت میں، جس سے ہم ابھی فارغ ہوئے ہیں، تمام نسلی امتیازات کافور ہو جاتے ہیں۔ تمام مسلمان بلالحاظ ملک و قوم و نسل و زبان و وجاہت دنیوی اللہ تعالےٰ کے حضور میں دوش بدوش اس طرح ملکر کھڑے ہوتے ہیں۔ گویا ان میں کوئی امتیاز ہی نہیں ہے۔ اور سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ان کے اختلافات باہمی بالکل دور نہیں ہوتے تو بہت حد تک رفع ہو جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی نگاہ دوربین اور ملکۂ راسخۂ سیاست و تمدن نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ۔

آپ نے روزانہ نمازوں کے علاوہ ایک نماز جمعہ کا اہتمام فرمایا۔ اس موقع پر برادران ملی کی خاطر میں قرآن شریف کی ایک خاص آیت پیش کرنی چاہتا ہوں۔ جو نماز جمعہ سے متعلق ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون واذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون ۝ یعنے اے مسلمانو! جب جمعہ کے روز اذان سنو تو نماز اور خدا کا ذکر کرنے کیلئے جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ اگر تم سمجھو گے تو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو پھر دنیا میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو۔ اور خدا تعالیٰ کو بکثرت یاد کرو۔ تاکہ تمھیں فلاح دارین نصیب ہو (۶۲ و ۱۰۹) اس کے ہفتہ وار اجتماع کے بعد سالانہ عیدین کا اجتماع ہے۔ اور ان میں سے ایک مکہ معظمہ میں بین الاقوامی رنگ و بو کے ساتھ منعقد ہوتا ہے۔ اور مکہ دیہات اسلام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ جو شے مسلمانوں کو باہم مربوط کئے ہوئے ہے۔ وہ نہ اتحاد سیاسی ہے نہ احساس قومیت ہے۔ بلکہ فریضۂ حج ہے اس موقع پر تمام مسلمان باہم جمع ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اور اسلامی نصب العین کا۔ کہ تمام مسلمان بادشاہ اور کاشتکار سفید اور سیاہ آپس میں بھائی بھائی ہیں حقیقی طور پر احساس کرتے ہیں۔ یہاں آکر انھیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا اور شریعت دونوں کی نظروں میں سب یکساں ہیں۔ آج حج کا دن ہے۔ اور یہ اجتماع مسلمانوں کی تمدنی زندگی کی ترقی یافتہ تصویر ہے۔ آنحضرت صلعم کا مقصد عالمگیر اخوۃ قائم کرنے کا تھا۔ ایسی اخوت جس میں مختلف اقوام اور نسلیں مختلف زبانیں بولنے والے خدائے واحد پر ایمان رکھنے والے سب کے سب شامل ہو سکیں۔ حج کے ارکان اسلامی بارھویں ماہ کی دسویں تاریخ ادا کئے جاتے ہیں۔ ہر مسلم پر فرض ہے۔ کہ اگر ممکن ہو تو کم از کم ایک دفعہ مکہ معظمہ پہنچ کر اس اجتماع عمومی میں شریک ہو۔ یہ عظیم الشان اجتماع جسمیں

دور ونزدیک کے لوگ ایک مرکزی مقام پر بغیر سلا ہوا لباس پہنے ہوئے برہنہ پا برہنہ سر شاہ و گدا مختلف ممالک کے باشندے جمع ہوتے ہیں۔ اسلامی اخوت کا سالانہ نظارہ ہے۔ اور اخوت و مساوات کی عملی مثال ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس اجتماع میں شاہ و گدا حاکم و محکوم میں ذرہ بھر امتیاز روا نہیں رکھا جاتا۔ اور یہ خیال ہر کہ ومہ کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کہ تمام انسان درحقیقت ایک ہی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس لئے ان پر فرض ہے کہ باہمدگر کامل مساوات کا برتاؤ کریں۔ اس اجتماع میں شریک ہوتا۔ درحقیقت بہت کچھ نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے۔ مختلف ملکوں کے باشندے مختلف صورتوں کے مختلف زبانیں بولنے والے سب ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تا کہ سب ملکر اسی خدائے واحد کی پرستش کریں۔ جو سب لوگوں کا خالق اور رازق ہے +

سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے۔ کہ سارے حاجی ایک ہی طرح کا سفید لباس پہنے ہوتے ہیں۔ اور اس کا فلسفہ یہ ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات جم جائے۔ کہ خدا کے سامنے سب برابر ہیں۔ حالانکہ لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں لیکن ان میں کسی قسم کا امتیاز کرنا محال ہوتا ہے۔ بادشاہ اور کاشتکار اعلےٰ اور ادنےٰ سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ اور ان کے لباس میں کوئی امتیاز قومی یا نسلی یا دُنیوی نہیں پایا جاتا۔ علاوہ بریں اس اجتماع کا مقصد صرف یہی نہیں کہ مساوات اور یک رنگی، بنی نوع انسان کا نظارہ پیش کیا جائے۔ وحدت مقصد انسانی اور مومن کے دل میں خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور انسا[نی] اخوت کا نقشہ جمانا بھی ہے۔ یہ رسم آنحضرت صلعم نے اس لئے قا[ئم کی] تھی۔ کہ مختلف ملکوں کے باشندے ایک جگہ مجتمع ہو کر تبادلہ خیالات کر سکیں۔ اور یہ معلوم کرنا موجب طمانیت ہے۔ کہ مسلمانوں نے اس رسم [کے] مقصد اصلی کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ اور اس کو تبادلہ خیالات اور تعمیر مستقبل

کا ذریعہ بنایا ہے۔ ذرا اس عظیم الشان ارتقاء پر غور کیجئے! اس رسم کا مقصد کیا ہے؟
تمام بنی نوع انسان کو ایک عالمگیر اُخوت میں منسلک کر دینا۔ یہ آنحضرت صلعم
کی مآل اندیشی اور دُور بینی کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے! آپ سے پہلے کسی
مُلہم ربانی کے دماغ میں یہ عظیم الشان تجویز نہیں آئی۔ اور جو لوگ اسلام
کے مستقبل کا پتہ لگانا چاہتے ہیں۔ اس اسلام کے مستقبل کا جو سب
لوگوں کو بلا امتیاز نسل و قوم اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہے۔
انھیں اسلام کے اس خاص پہلو کا بامعانِ نظر مطالعہ کرنا ضرور ہے۔ اور
بہت ممکن ہے۔ کہ اس مطالعہ سے انھیں عظیم الشان مستقبل کی جھلک
دکھائی دیجائیگی۔ جو اسلام کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ افسوس یہ ہے۔ کہ
مغربی دنیا آج اپنے مادی تفوق اور اقتدار کے نشہ میں ایسی سرشار ہوئی
ہے۔ کہ اُسے ان زبردست نتائج پر غور کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی
جو یقیناً اسلامی تعلیم سے ایک دن دُنیا میں ظہور پذیر ہونگے۔ یورپ کی
مسیحیت آج تک انسانیت کو کسی مرکز پر مجتمع نہیں کر سکی۔ اور بنی نوع آدم
کے ساتھ مساویانہ طرزِ عمل کا نمونہ بھی پیش نہیں کر سکی۔ اور اس کا لازمی
نتیجہ یہ ہے۔ کہ کلیسائی مجموعہ عقاید کیلئے کسی مستقبل کی اُمید نہیں
کی جاسکتی۔ ان عقاید کے ماتحت جس ذہنیت کا نشو و نما ہوا ہے۔
اس کا مظاہرہ یورپ میں سراسر عام ہے۔ اُسقف لندن کو حق پہنچتا ہے
کہ وہ اہل دنیا کے نام یہ پیغام پیش کر کے اپنے دل کو خوش کر لیں۔ کہ انکے
سفر سے یہ امر متحقق ہوتا ہے۔ کہ مسیحیت ناکام نہیں رہی۔ ہمیں اس اعلان
کی وجہ سے کوئی خصومت نہیں رہی۔ ہاں یہ ضرورت ہے۔ کہ اس کا مفہوم
ہمارے حیطہ ادراک سے باہر ہے۔ کیا یہ کوئی پوشیدہ بات ہے۔ کہ یورپی اقوام
یعنی مسیحی لوگوں کے دماغوں میں نسلی تفوق کا احساس موجود ہے۔ حتّٰی کہ بعض
گورے رنگ کے عیسائیوں نے بعض گرجے اپنے لئے مخصوص کر لئے ہیں۔ اور کالے رنگ کا

عیسائی اُن میں بار نہیں پا سکتا۔ سر ٹامس آرنلڈ کہتے ہیں "حج ایک فریضہ مذہبی ہے۔ جس کی رُو سے تمام مسلمان صاحبان استطاعت دنیا کے مختلف حصص سے وقت مقررہ پر مکہ میں جمع ہو کر اس مقدس گھر میں عبادت کرتے ہیں جس کی طرف رُخ کر کے وہ لوگ دور دراز وطنوں میں ہر نماز کے وقت جو وہ اپنے اپنے گھروں میں ادا کرتے ہیں۔ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ موثر طریقہ میں کوئی مذہبی پیشوا اپنے پیروؤں کے دلوں میں حیات اجتماعیہ اور اشتراکیہ کا احساس پیدا نہیں کر سکتا۔ یہاں ہر مسلمان کے وقت مغربی افریقہ کا حبشی مشرقی چین کے مسلم سے ملاقات کرتا ہے۔ اور جنوبی افریقہ کا باشندہ ترکستان کے باشندے کے دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے۔ اور قسطنطنیہ کا مہذب اور خلیق ترک جزیرہ جاوا کے مسلمان سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور جب یہ لوگ مکہ میں ارکان حج ادا کرتے ہوتے ہیں تو باقیماندہ مسلمانان عالم کے قلوب اس خوش قسمت گروہ کے لئے دعاؤں سے لبریز ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ بصد ذوق وشوق عید الاضحیٰ کی رسم اپنے اپنے شہروں میں مناتے ہیں۔ اور مکہ کے زائرین کو محبت سے یاد کرتے ہیں۔ اور اپنے اپنے دلوں میں اس زبردست اجتماع ملی کا تصور کرتے ہیں۔ خواہ مسلمان کسی ملک کا کسی قوم کا غرضیکہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مسلمانوں کا بھائی ہے۔ اور ان کے ساتھ مساویانہ حقوق رکھتا ہے (ملاحظہ ہو دعوت اسلام صفحہ ۴۱۵)

اس میں کچھ شک نہیں کہ مسلمانوں میں بہت سی خرابیاں پھیل گئی ہیں۔ اور جو لوگ آج بہت سی غلط رسوم کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور ان کی سوسائٹی میں عیوب پیدا ہو گئے ہیں۔ درحقیقت مسلمان آج رو بہ تنزل ہیں۔ اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ اسلام کے زریں اصولوں کو چھوڑ بیٹھے۔ ان کے اندر اسلامی صداقت راستبازی اور رواداری کا فقدان ہوتا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اسلام سے دور ہوتے جاتے ہیں تاہم ان خرابیوں کے باوجود اُن میں اخوت کی رُوح موجود ہے۔ اور مسلمان آج بھی رنگ زبان ملک اور نسل کے امتیازات سے بالاتر ہیں۔ اور یہ احساس اس گئی گذری حالت میں

بھی جس حد تک اس میں موجود ہے دوسری قوم میں دوسرے مذہب میں اسکی نظیر ملنا محال ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ ہم بنی نوع آدم کی بہبودی کی امید صرف اسلام ہی سے وابستہ ہے اور بس۔ اگر اسلام اس کے سوائے اور کچھ نہ کرتا۔ کہ دنیا کی آبادی کے پانچویں حصہ کو اس بلندی پر پہنچا دیا جہاں نسلی اور قومی امتیازات نہیں جا سکتے تو بھی تہذیب کے اوپر اس کا ایسا زبردست احسان ہوتا جو قیامت تک نہیں اتر سکتا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے، بلکہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عیسائیت مسلسل دو ہزار سال کی جہد بلیغ کے باوجود اس حیثیت سے بالکل ناکام رہی ہے۔ اور اسی طرح دوسرے مذاہب کا حال ہے۔ سوائے اسلام کے کسی مذہب میں اخوت انسانی کا نصب العین قائم نہیں کیا گیا۔ اور ارتباط باہمی کا تخیل جس سے تمام رکاوٹیں دور ہو سکتیں ابھی تک قوت سے فعل میں نہیں آیا۔ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے، جس میں اس بلند نصب العین کو قائم بھی کیا گیا۔ اور حاصل کر کے بھی دکھا دیا گیا۔ امتیازات نسلی و قومی وقبائلی و لونی اُس وحدت اور توازن کو جو اسلام قائم کرتا ہے ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ موثر بھی نہیں ہو سکتے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ اگر دنیا کے لوگ درحقیقت طالبان فلاح و بہبود ہیں تو انھیں طوعاً و کرہاً اسلام کی تلقین کردہ اصولوں پر کاربند ہونا پڑیگا۔ اس کے علاوہ نجات کی کوئی صورت نہیں" (ملاحظہ ہو الجمہوریت فی الاسلام مولفہ سید حسن شیوادر نیٹ ۱۹۲۴ء نیو یارک)

بیشک اسلام ایک زبردست سیاسی قوت کا نام ہے۔ اور دُنیا میں جسقدر وسائل آمدورفت زیادہ ہونگے۔ اسیقدر اسلام کی قوت کا احساس غیر مسلم کو ہوتا جائیگا۔ کیونکہ مسلمانان عالم کو اسیقدر اپنی حیات اجتماعیہ کے ثبوت کا موقعہ بہم پہنچیگا۔ اسلام جس کی اطاعت کا جوا آج چالیس کروڑ نفوس کے کاندھوں پر رکھا ہوا ہے دنیا کے تمام عیوب کا واحد علاج ہے۔ اور یہ محض ڈھکوسلے ہی نہیں ہے واقعات عالم اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ ہر شخص جو افریقہ اور مغربی ایشیا کے واقعات کی رفتار کا مطالعہ کر رہا ہے میرا ہمنوا ہوگا۔ کیونکہ حقیقی مجلس بین الاقوامی کا تخیل صرف اسلام ہی میں مل سکتا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ اس جگہ ڈاکٹر ہر گرونج کے الفاظ جو انھوں نے مسلم ورلڈ اف ٹوڈے میں بیان کئے ہیں آپ کے سامنے رکھدوں۔

"اسلام سے زیادہ کوئی مذہب مجلس بین الاقوام کے تخیل سے قریب تر نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام میں آنحضرت صلعم نے جو مساوات نسل انسانی کا اصول زریں پیش کیا ہے۔ اس کی بناء پر جو

مجلس بین الاقوام قائم کی جائیگی۔ اس کے سامنے تمام مذاہب کی ترکی تمام ہو جائینگی۔ صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے حیٰوۃ انسانی کے اس پہلو پر غور کیا ہے۔ اور دستور العمل پیش کیا ہے۔ اور یہ پہلو ہے جس کی اہمیت روز افزوں ہے اور صرف اسلام ہی نے حقیقی عالمگیر اخوت کی تعلیم دی۔ اور عملاً قائم کرکے دکھائی اور یہ عظیم الشان کام صرف قرآن شریف کی چند ایک آیات سے ظہور پذیر ہوگیا جن میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو عظیم الشان کامیابی کا یقین دلایا۔ اور آج مسلمانوں کی جماعت بین الاقوامی کی تحسین سے ان کی عزت افزائی ہورہی ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:۔

اِنَّمَا المومنون اخوۃ الخ

مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے ساتھ صلح کرو اور اللہ سے ڈرو۔ تاکہ وہ تم پر رحم کرے +

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ایک کو دوسرے پر ہنسنا نہ چاہئے شاید وہ جماعت اس جماعت سے بہتر ہو اور نہ عورتوں کو دوسری عورتوں پر ہنسنا چاہئے شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور اپنے لوگوں کی عیب جوئی نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد بدنامی کرنا بُری بات ہے۔ اور جو لوگ راہ راست پر نہ آئیں۔ وہی ظالم ہیں +

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ بدگمانی سے بچو۔ کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہو جاتی ہیں دوسروں کی جاسوسی نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کی غیبت۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے نفرت کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو یقیناً اللہ بار بار رحم کرنیوالا ہے۔ اور رحیم ہے +

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت بنایا ہے۔ اور تم کو فرقے اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے۔ تاکہ تم ایکدوسرے کو جانو اور پہچانو۔ یقیناً خدا تعالیٰ کی نظر میں وہی شخص تم میں سے زیادہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اور یقیناً اللہ جاننے والا اور ہر بات سے خبردار ہے +

ان آیات کی آنحضرت صلعم کی اس حدیث سے بھی تقویت ہوتی ہے" عرب کو عجم پر اور اعرابی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں تاوقتیکہ ایک دوسرے سے زیادہ متقی نہ ہو" +

خطبۂ ثانیہ

اب اس مقدس رسم یعنی عید الاضحیٰ کی بناء اور لفظ "مسلم" کی تشریح بیان کرونگا۔ آنحضرت صلعم اور خود اسلام، ایک رنگ میں حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے مربوط ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم تو حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ اور اسلام وہی قدیمی مذہب ہے۔ جو حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کا تھا۔ اور جس کی انھوں نے تبلیغ کی تھی۔ اور قرآن شریف نے خود اسکی طرف سورۂ حج میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا "یہ تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے۔ اور اس نے تمہارا نام مسلم رکھا تھا" یہی تو وجہ ہے۔ کہ ہم لوگ اپنے آپکو مسلم کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے ہمارا نام مسلم رکھا۔ اسی لئے ہم اپنے آپ کو مسلم کہتے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم کو حکم خداوندی پہنچا کہ حضرت اسمٰعیل کو قربان کرو تو انھوں نے اپنے بیٹے کو اس حکم سے مطلع کیا۔ حضرت اسمٰعیل نے سر جھکا کر جواب دیا "میں طیار ہوں"۔ اللہ تعالیٰ نے لفظ اسلم کے ذریعہ ان دونوں حضرات کے طرزِ عمل کا بیان فرمایا۔ اور اسکے معنی ہیں" وہ راضی ہوا" یہ لفظ" اسلام" سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں" گردن نہادن" "راضی ہوجانا" یعنی رضائے الٰہی پر قائم ہونا یا اللہ کی مرضی کے تابع ہونا۔ حضرت ابراہیم کے مسلک کی شانِ خصوصی یہی تو تھی کہ انھوں نے خداتعالیٰ کی مرضی کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا۔ اور بیٹے کو قربان کرنے کیلئے طیار ہوگئے۔ جب باپ اور بیٹے دونوں کو یہ حکم ملا کہ عزیز ترین شے کی قربانی خداتعالیٰ کی راہ میں کیجائے تو دونوں طیار ہوگئے اللہ تعالیٰ کو یہ طرزِ عمل پسند آیا۔ اور اسی سبب سے حضرت ابراہیم نے اپنے پیروؤں کو "مسلم" کا لقب دیا

اور اس عید کو عید الاضحیٰ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ ہر حاجی مکہ میں جانور کی قربانی کرتا ہے یعنی عید قربانی۔ پہلے زمانہ میں انسانی قربانی کا رواج عام تھا۔ اور کالدیہ میں یہی دستور ہنسدوؤں میں بھی مدتوں اس کا چلن رہا ہے۔ حضرت ابراہیم نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں۔ اور اس خواب کو عملی طور پر سچا ثابت کرنے کے لئے انھوں نے ارادہ کیا۔ کہ حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرڈالیں۔ لیکن رحمتِ الٰہی جوش میں آگئی۔ اور حضرت اسمٰعیل کی جگہ دنبہ ذبح کرنے کا حکم آیا۔ اس دن سے انسانی قربانی کا انسدادی حکم نافذ ہوگیا۔ چنانچہ یہ رسم

جس کا آغاز شاید اسی قسم کی غلط فہمی سے ہوا ہو جو حضرت ابراہیمؑ کے لاحق حال ہو گئی۔ تا آنکہ بذریعہ وحی آپ کو اس غلطی سے خبردار کیا گیا۔ آہستہ دنیا سے مفقود ہو گئی۔ اور آج نصف دنیا حضرت ابراہیمؑ کی شکر گزار ہے۔ کہ اُن کی وجہ سے اس رسم قبیح کا انسداد ہو گیا +

حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو عرب میں لائے۔ تو مکّہ میں آکر آباد ہو گئے اور دونوں باپ بیٹوں نے ملکر خدا تعالیٰ کے مقدس گھر کی تعمیر کی۔ قرآن شریف ان الفاظ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے :۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل ۰ ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم۔ اور جب ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ اس گھر کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ تو انھوں نے یہ دعا مانگی۔ اے خدا اسے قبول فرما۔ کیونکہ تُو سننے والا اور جاننے والا ہے +

جب بیت اللہ شریف بن کر طیار ہو چکا۔ تو اب کسی مقدس انسان کی ضرورت پڑی جو اسکی نگہداشت کیخدمت کو اپنے ذمہ لے۔ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں یہ خدمت بھی ایک قربانی سمجھی جاتی تھی۔ حضرت ابراہیم متمول شخص تھے۔ ان کے پاس مویشی تھے غلام تھے لیکن بیٹا صرف ایک تھا۔ جو بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اور بڑھاپے میں یعنی جب ان کی عمر نوّے سال کی تھی پیدا ہوا تھا۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ با ایں ہمہ ایک متقی اور خدا ترس انسان تھے۔ یعنی کامل اور حقیقی مسلم تھے۔ اور چونکہ انھوں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ مکہ میں اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ لہٰذا انھوں نے فوراً اسمٰعیل سے کہا۔ کہ میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے +

اور جب حضرت ابراہیمؑ خواب کی متابعت کرتے ہوئے، حضرت اسمٰعیلؑ کے حلق پر چھری رکھ دی۔ اور قریب تھا۔ کہ اپنے عزیز اور لخت جگر بیٹے کو ذبح کر ڈالیں۔ تو فوراً ہی حکم خداوندی نازل ہوا۔ کہ "اے ابراہیم ہم کسی نیکو کار کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتے"

آج جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔ تین بڑی قومیں دنیا میں موجود ہیں۔ یہود نصاریٰ اور مسلمان اور آج ہر ایک قوم ابراہیمؑ کی عزت افزائی میں دوسری اقوام سے سبقت

لیجانے کی فکر میں ہے +

حضرت ابراہیم جو سراپا قربانی تھے، جانتے تھے کہ میری اصلی قیمت کیا ہے وہ جانتے تھے۔ کہ میں خدا کی راہ میں عزیز ترین چیز قربان کر سکتا ہوں۔ لیکن ابھی یہ بات تجربہ میں نہیں آئی تھی۔ کہ ان کا عزیز بیٹا بھی ان کی طرح اپنی پیاری جان خدا کی راہ میں نثار کر سکتا ہے یا نہیں +

لیکن اسمٰعیل کے اس جواب نے کہ "اے باپ! جس بات کا تمہیں حکم ملا ہے شوق سے اس پر عمل کرو۔ اور انشاء اللہ تم مجھے فرمانبردار احکام خداوندی پاؤ گے +

اب آپ ایک طرف اس نوے سالہ بوڑھے آدمی کا تصور کریں جس کو ننانوے دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں ایک پیارا بیٹا ملا ہے۔ اور دوسری طرف اس تبدیلی کا تصوّر کریں جو خدا کا حکم پا کر اس کے محبت آگین دل میں پیدا ہو گئی +

اس خدا ترس انسان نے حکم خدا پا کر فوراً اپنی آستینیں چڑھا لیں۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنے پیارے بیٹے کا گلا کاٹنے کیلئے طیار ہو گیا۔ اس جذبہ کے مقابلہ میں بیٹے کو سامنے لائیے جس نے ایک محبت کرنیوالے باپ کے آغوش میں پرورش پائی تھی۔ اور جس ہاتھ سے اس کا باپ اُسے گود میں بٹھاتا تھا۔ آج اُسی ہاتھ سے اس کا گلا کاٹنے والا ہے مشہور عالم مولوی شبلی نعمانی نے شاعرانہ رنگ میں کیا خوب لکھا ہے۔ کہ ملائک اس منظر کا تماشا تعجّب اور حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ جبکہ یکایک عالم بالا سے ایک آواز آئی۔ "اے ابراہیم! بیشک تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ اور یقیناً ہم نیکوکاروں کو انعام دیا کرتے ہیں" +

اس استقلال، جانبازی، صبر اور فرمانبرداری کا انعام یہی ہونا چاہئیے تھا۔ کہ قربانی کی رسم ان دونوں بزرگوں کی یادگار میں قائم کر دی جائے۔ جنہوں نے خدا کی راہ میں ایسی آمادگی اور رضامندی کا نمونہ پیش کیا +

اور اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ کہ مولا کریم سچے مسلمانوں کو اس طرح اپنی رحمت اور کرم سے نوازا کرتے ہیں +

اسلام زبردست محرکِ تہذیب و تمدن

بقلم مسٹر سی۔ اے۔ سورما

فہرست کتب جن سے اس مضمون کی تحریر میں مدد لی گئی۔

(۱) تاریخ ارتقا ذہنیتِ مغرب — مؤلفہ ڈاکٹر ڈریپر
(۲) علم کیمیا تا زمانِ ڈالٹن — مؤلفہ ای جے ہوم یارڈ
(۳) عہد اسلام نے الاُندلس — مؤلفہ لین پول
(۴) تاریخ اخلاق یورپ — مؤلفہ ڈاکٹر لیسکی
(۵) تاریخ اسپین — مؤلفہ برک
(۶) مختصر تاریخ فاتحین بیت المقدس — مؤلفہ سید امیر علی
(۷) سوانحعمری حضرت رسول کریمؐ — مؤلفہ سید امیر علی
(۸) فقہ اسلام — مؤلفہ سید امیر علی
(۹) اکبر اعظم — مؤلفہ ڈاکٹر اسمتھ
(۱۰) تمدن عرب — مؤلفہ ایس خدا بخش
(۱۱) ترجمۃ القرآن — مؤلفہ مولوی محمدؐ علی
(۱۲) امُور عامہ — مؤلفہ اوجرس
(۱۳) قوانین بین الاقوامی — مؤلفہ اوپن ہیم
(۱۴) قانون نظامِ حکومت — مؤلفہ ڈیسی

" لوگوں کو تعلیم" - کیونکہ جو تعلیم دیتا ہے - وہ تقوےٰ اختیار کرتا ہے - اور جو علم کے متعلق گفتگو کرتا ہے وہ گویا حمد خدا کرتا ہے - اور جو علمی مباحثہ کرتا ہے - وہ گویا جہاد کر رہا ہے - اور جو علم حاصل کرتا ہے - وہ خدا کی عبادت کرتا ہے - جو علم پھیلاتا ہے - وہ جُہلا کو خیرات تقسیم کرتا ہے - اور جو عالم ہے وہ ہر دلعزیز اور محترم بن جاتا ہے - علم کی بدولت انسان نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہے - علم بہشت کی راہ کو منور کرتا ہے اور صحرا میں ہمارا دوست ہے - تنہائی میں ہمارا مونس ہے - اور سفر میں جبکہ ہم وطن سے دُور ہوں ہمارا رفیق ہے مسرت کی جانب ہماری رہنمائی کرتا ہے مصیبت میں تسلی بخشتا ہے - ہمچشموں میں سرفراز کرتا ہے - دشمنوں کے مقابلہ میں زرہ کا کام دیتا ہے - علم کی بدولت انسان نیکی اور عزت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اس دُنیا میں بادشاہ ہونکا قرین اور دوسری دُنیا میں مسرور اور شادمان ہوتا ہے - علم کی تحصیل کا ثواب روزہ کے برابر ہے علمی گفتگو اور تعلیم کا ثواب نماز کے برابر ہے ؛

(اقوال پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وسلم)

تقریباً چودہ صدیاں قبل عرب کے عظیم الشان پیغمبر نے مذکورہ بالا الفاظ میں دنیا کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز فرمادیا۔ آپ کی ولادت کے زمانہ میں جیسا سب کو معلوم ہے عرب کا ملک جہالت اور وحشت کے تاریک قعر میں پڑا ہوا تھا۔ عرب کے لوگ عموماً بُت یا ستارہ پرست تھے۔ یہ مذہب اہل بابل اور اہل اسیریا کی باقیماندہ یادگار تھے۔ ہر شہر میں ہر قبیلہ کا جداگانہ معبود تھا۔ جداگانہ معابد اور دیوی دیوتا تھے۔ اور خارجی اثرات کو سختی کے ساتھ باز رکھا جاتا تھا۔ مکہ کو جسے روم یا بنارس سے تشبیہ دیجاسکتی ہے خاص اہمیت حاصل تھی۔ کیونکہ اسمیں کعبہ واقع تھا۔ جسے حضرت ابراہیمؑ نے خدائے واحد کی پرستش کیلئے مخصوص کیا تھا۔ لیکن مرورِ زمانہ سے یہ مقدس مقام ایک مندر کی شکل میں تبدیل ہوگیا تھا۔ جہاں ۳۶۰ بُت پوجے جاتے تھے۔ جو بُت پرست ہوئے قومی دیوتا تھے۔ یہود اور نصاریٰ جو بکثرت موجود تھے۔ اپنے مذہب سے اسقدر دور جا پڑے تھے کہ وہ خود بُت پرست بن گئے تھے۔ یہود نے تو سنہری بچھڑے کو خدا بنا لیا تھا۔ اور نصاریٰ نے مریمؑ اور مسیحؑ کو۔ خانہ جنگی، شغل زندگی تھا، سال میں زیادہ حصہ آپس کی لڑائیوں میں صرف ہوتا تھا۔ توہم پرستی نے ان کے قوائے عقلی پر اس درجہ قبضہ پالیا تھا۔ کہ تمام مظاہر قدرت مثلاً ابر و باد و باراں رعد و صاعقہ سب خیر و شر کے محرک سمجھے جاتے تھے۔ دیوتاؤں کے غصہ کو فرو کرنے کیلئے عموماً انسانی قربانیاں کی جاتی تھیں اور اُن کی خانگی زندگی سے انکی پستی اور ضلالت کا کافی اندازہ ہوسکتا ہے۔ کثرت ازدواج معمولی بات تھی۔ اور بعض قبائل میں ایک عورت کے کئی کئی خاوند بھی ہوتے تھے۔ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا مثل اور چیزوں کے اپنی ماؤں کو بھی ترکہ میں حاصل کرلیتا تھا۔ لڑکیوں کی عام بیقدری تھی۔ انھیں زندہ دفن کردینا قابل فخر بات تھی۔ تاکہ غیر مردوں کو دینے کی ذلت سے جان بچے۔ عورتوں کے ساتھ بہائم کا سا سلوک ہوتا تھا۔ غلامی کا سلسلہ لامتناہی تھا۔

یہ حالت تھی عرب کی جب پہلے پہل آنحضرت صلعم نے اسلام کا پیغام لوگوں کو سُنایا۔ کسقدر تکالیف آپ کو اُٹھانی پڑیں۔ اس کا ذکر پیشتر کرچکا ہوں۔ اس جگہ یہ کہنا کافی ہوگا۔ کہ فتح مکہ کے بعد جلد تمام عرب مسخر ہوگیا۔ اور تب آنحضرت صلعم نے مختلف صوبوں میں ولاۃ (گورنروں) کا تقرر فرمایا جن کا لقب امیر ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے نبی کریم صلعم کی روایات پر عمل کیا۔ حضرت عمرؓ نے الحقیقت اسلامی نظم سیاسی کے بانی ہیں۔ آپ نے ممالک مفتوحہ کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ تاکہ ہر گورنر اپنے صوبہ کی حالت کو بہتر بنا سکے۔ آپ نے محکمہ مالیات بھی قائم کیا۔ تاکہ مالگذاری

کی وصولیابی اور اخراجات کا انتظام ہو سکے۔ زکوٰۃ تحصیل کی جا سکے، کارکنانِ حکومت
کی تنخواہیں دی جا سکیں۔ ہر صوبہ کے مالیہ پر سب سے پہلے انتظامی عملہ کے اخراجات کا بار تھا۔
پھر افواج کا اور جو کچھ باقی بچتا وہ رفاہ عام کے کاموں پر صرف کیا جاتا۔ حضرت عمرؓ کی نگاہِ
نکتہ رس نے یہ بات معلوم کر لی تھی۔ کہ کسی ملک کی مرفہ الحالی کا دار و مدار کاشتکاروں کی
بہبودی اور تجارت کے فروغ پر منحصر ہے لہٰذا ان امور کی طرف آپ نے عمالانِ حکومت کی توجہ
خاص طور پر مبذول کی۔ اسی بنا پر مصر عراق، شام ایران اور عرب میں پیمائش کی گئی۔ اور مساوی
طریق پر لگان مقرر کیا گیا۔ پیمائش میں زمین کی اقسام پیداوار کی نوع اس کی عملی حیثیت
سب باتوں پر غور کیا گیا۔ اور فی الواقعہ یہ بات حضرت عمرؓ کی حکومت کا بڑا کارنامہ ہے جس سے
آپ کی انتظامی قابلیت ہویدا ہے۔ مقدمات فیصل کرنے کے لئے قضاۃ کا تقرر کیا گیا۔ ان کا
تقرر براہِ راست خلیفہ کرتا تھا۔ اور یہ لوگ گورنر کے ماتحت نہیں ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
اسلامی نظم و نسق میں ابتدا ہی سے اس حقیقت کو ملحوظ رکھا گیا تھا۔ کہ اختیارات دیوانی و فوجداری
اور منصبِ قضاء کو حکومت سے علیحدہ رکھا جائے۔ تاکہ عوام الناس کو یہ اطمینان ہو کہ
انصاف کا خون نہ ہوگا۔ آج برطانیہ کا طرزِ عمل بھی اسی رنگ میں ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے
صدیوں پیشتر اس زریں اصول کو استعمال کیا۔ ہر شخص قانون اسلامی کی نظر میں برابر تھا۔
حتّٰی کہ اسلامی جمہوریت کے زمانہ میں خلیفۂ وقت بھی قانون کا پابند تھا۔ حضرت علیؓ نے سب سے
پہلے باقاعدہ پولیس کا انتظام جاری کیا۔ جن کا کام شب کے وقت گشت کرنا اور اہالیِ شہر
کی حفاظت کرنا تھا۔

اسلامی جمہوریت کے زمانہ میں عورتیں بہ آزادی بسر اوقات کرتی تھیں۔ وہ آزادی کے ساتھ
خلفاء کے خطبے اور مواعظ سننے کیلئے آتی تھیں۔ خانگی زندگی ایک سرپرست اعلیٰ کے ماتحت تھی۔ اور تعدد ازدواج
پر قیود عائد ہونے کی وجہ سے اور اسلامی تعلیم کے اثر سے عورتوں کو یہ عزت اور اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ کہ لوگ اہم
معاملات میں اُن سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ غلاموں کی خرید و فروخت قطعاً ممنوع تھی۔ صرف جو لوگ
جنگ میں گرفتار ہوتے تھے۔ وہ اس وقت تک قید رہتے تھے۔ جب تک اُن کے دوست زرِ فدیہ ادا
کریں۔ اور ان کے ساتھ آزاد انسانوں کا سا سلوک ہوتا تھا۔ اس ضمن میں یہ بتانا بھی ضروری ہے۔ کہ

اُس زمانہ میں دُنیا کی ہر قوم کی نظر میں قیدیوں کو قتل کر دینا جائز تھا۔ عموماً دیوتاؤں کی نذر بھینٹ چڑھا دیئے جاتے تھے صرف ازمنۂ وسطیٰ کے آخر میں انکی جانوں پر رحم روا رکھا گیا۔ لیکن یورپ میں انکے ساتھ نہایت ظالمانہ برتاؤ ہوتا تھا۔ تا آنکہ اٹھارھویں صدی سے ان کے ساتھ حسن سلوک ہونے لگا۔ اور پھر باہم متخاصمین میں تبادلۂ اسیرانِ جنگ کا بھی رواج ہو گیا۔ اب ان باتوں کا قرآنی تعلیم سے مقابلہ کرو:۔

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتیٰ اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداءً حتیٰ تضع الحرب اوزارھا ہ

پس جب تم کفار دشمن سے مقابلہ کرو۔ تو خوب جنگ کرو، ان کی گردنیں مارو اور جب غالب آجاؤ تو اُنھیں قیدی بنالو اس کے بعد یا تو حسن سلوک سے رہا کر دو یا زرِ فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ لیکن اس وقت جبکہ لڑائی ختم ہو جائے۔

علاوہ بریں قرآن شریف غیر متخاصمین کے قتل و غارت کو بھی روا نہیں رکھتا۔ اور وہ بوڑھے بیمار اور بچوں کے قتل کو جائز سمجھتا ہے۔

اسلام کا علم شمالی افریقہ میں بحر ظلمات کے ساحل تک پہنچ گیا تھا۔ دوسری صدی ہجری میں طارق ابن زیاد اور موسیٰ ابن نصیر اسپین کے دروازہ پر پہنچ گئے تھے اگرچہ جبل الطارق نے مزاحمت کی۔ لیکن ان جانبازوں میں غیر معمولی جوش تھا۔ جس کے سامنے انسان اور پہاڑ دونوں بیکار تھے۔

طارق کو اطلاع ملی کہ اسپین کے باشندے گاتھ قوم کے ہاتھوں زندگی سے تنگ آگئے ہیں۔ تمام ملک میں قحط اور مفلسی کی حکومت ہے۔ رشل زمانۂ حکومت۔ امیروں اور خاص طبقہ کے لوگوں سے کوئی محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ اور درمیانی طبقہ کے لوگوں پر اس قدر سختی روا رکھی جاتی تھی کہ چیخ اٹھتے تھے۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ٹیکس ادا کرنے والے قلاش ہو گئے۔ ہر قسم کی صنعتی اور حرفتی تحریکات بھاری قیود کی وجہ سے بند تھیں۔ تجارت اور کاروبار بوجہ بدنظمی کے بالکل بند تھا۔ زمینوں پر اُمرا کا قبضہ تھا۔ جنہوں نے غلاموں کو کاشتکاری پر مامور کر دیا تھا۔ اور ان غلاموں کے ساتھ بہائم کا سا سلوک کیا جاتا تھا۔ جھلسنے والی دھوپ میں کوڑوں کے زور سے ہل جوتا کرتے تھے۔ اور کوئی شخص ان کا پرسان حال نہ تھا۔ یہود جو بکثرت آباد تھے۔ بادشاہوں کے ظلم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔ انکی دیکھا دیکھی عیسائی پادری اور اُمرا دربار بھی ان بیچاروں کو آئے دن مصائب کا شکار بنایا کرتے تھے مجبوراً انہوں نے بغاوت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں کو پھانسی ہوئی اور

ہزاروں خانمان برباد ہو گئے۔ انکی جائدادیں ضبط ہو گئیں۔ اور جو باقی بچے غلام بنا کر
فروخت کر دیئے گئے۔ ان مظلوموں کو زبردستی عیسائی بنایا جاتا تھا۔ اور یہودیہ کی شادی
لازمی طور پر عیسائی مرد سے کر دی جاتی تھی۔ تاکہ وہ مجبوراً نصرانیت اختیار کر لے۔ لیکن
سوال یہ ہے۔ کہ عربوں نے اسپین کو فتح کر کے باشندوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک
کیا؟ تمام ظالمانہ مراسم یک قلم دور کر دیئے گئے مخصوص طبقہ کی مراعات قطعاً اڑا دی گئیں سب
برابر کر دیئے گئے۔ عیسائی حکومت میں پادری اور درباری مخصوص طبقہ میں رکھے گئے تھے۔
لیکن اسلام نے شاہ و گدا سب کو برابر کر دیا۔ تجارت و صنعت پر جو قیود عائد کر دی گئی تھیں انھیں
اٹھا دیا گیا۔ متوسط طبقہ کو زندگی عطا کی گئی۔ بجائے جابرانہ محصول کے عربوں نے معتدل اور مساوی ٹیکس
مقرر کیا۔ جو سب پر یکساں طور سے عاید ہوتا تھا۔ پادری کو بھی اسی طرح ٹیکس دینا پڑتا تھا جس طرح ایک غریب کاشتکار کو۔
غیر مسلم طبقہ جزیہ دیتا تھا جو محض برائے نام ٹیکس تھا۔ جس کی مقدار بہت قلیل تھی۔
اور مسلم آبادی معمولی محصول ادا کرتی تھی۔ جزیہ میں ایک یہ آسانی بھی تھی۔ کہ اسکی مقدار
معین نہیں تھی۔ غریب سے تھوڑا۔ اور امیر سے بہت دونوں کی حیثیت کے موافق جو اُن پر کسی
طرح بار گراں نہ ہو سکے۔ اور سال میں بارہ دفعہ تھوڑا تھوڑا کر کے لیا جاتا تھا۔ کسی کی اراضی ضبط
نہیں کی گئی۔ ہاں باغیوں کے ساتھ یہ رعایت نہیں تھی۔ یہود کو مدتوں کے بعد آزادی نصیب
ہوئی۔ اور اُن کے مذہب کا تحفظ اور احترام کیا گیا۔ مزدور طبقہ کے ساتھ غیر معمولی طور پر رعایت
کی گئی۔ ان کو بڑے حقوق عطا کئے گئے۔ حتے کہ غلاموں کے لئے بھی آسانیاں بہم پہنچائی
گئیں۔ مسلمان حکمرانوں کی مہربانی سے بہت سے غلام اور مزدور کاشتکار بنا دیئے گئے اور
زمینوں کے مالک ہو گئے۔ اور مسلمانوں کی مہربانی اور حسن سلوک کی روشن دلیل ہیں۔ انگلستان
میں یہ حقوق و مراعات درمیانی طبقہ کے ساتھ سینکڑوں برس بعد انیسویں صدی میں کی گئیں
اور عورتوں کو تو حال ہی میں حقوق ملے ہیں۔ حالانکہ صدر اسلام میں اور اسپین کے مسلمانوں کی حکومت میں عورتوں کے
برابر حقوق عطا کئے گئے تھے۔ عربوں کی حکومت اسپین میں تقریباً نو سو سال تک رہی۔ الحمرا اور
قرطبہ و غرناطہ کی درسگاہیں۔ اور سویل کے محلات سب انھیں کے شرمندۂ احسان ہیں۔ انکی حکومت بہت
شاندار اور طویل تھی۔ دنیا کو مہذب اور متمدن بنانے میں جو حصہ انھوں نے لیا۔ اس کا ذکر بعد میں کرونگا

لیکن اس جگہ ایک مشہور مؤرخ کا قول دربارہ اخراجِ اہلِ عرب از اسپین نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں :-
(ملاحظہ ہو لین پول نمبر)

"گمراہ ہسپانی اپنے افعال کے نتائج سے قطعی ناواقف تھے - جنہیں عربوں کو ملک سے نکال دینا نہایت اچھا معلوم ہوتا تھا - مُدتوں سے کوئی شاندار و دلفریب نظارہ دیکھنے میں نہیں آتا تھا - انہیں اس کا علم نہ تھا - کہ وہ اپنے ہاتھوں "سونے کا انڈا" دینے والی مُرغی کو قتل کر رہے ہیں - صدیوں سے سپین تہذیب کا مرکز، علوم و فنون کا سرچشمہ اور تمدن کا منبع بنا ہوا تھا +

اور یورپ کا کوئی ملک، مسلمانوں کی مہذب سلطنت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا - فرڈیننڈ اور ازبیلا کا مختصر شاندار زمانۂ حکومت، اور چارلس پنجم کی سلطنت کو وہ مستقل شہرت نصیب نہ ہو سکی - بہرکیف مور سپین سے بدر کر دیئے گئے، اور برائے چندے مسیحی اسپین کی شان و شوکت کا دَور دورہ رہا - لیکن یہ شان و شوکت چاند کی روشنی کی طرح ذاتی نہ تھی - بلکہ مستعار تھی - اس کے بعد اُس چاند کو گرہن لگا - اور اسپین آج تک اسی تاریکی میں پڑا ہوا ہے - اگر کسی کو مسلمانوں کی گزشتہ عظمت کا نقشہ دیکھنا ہو تو وہ ان غیر آباد مقامات کو جا کر دیکھ لے جہاں کسی زمانہ میں چمن زار تھا - انگور کی بیلیں اور زیتون اور غلہ بکثرت پیدا ہوتا تھا - اس جاہل، توہم پرست اور احمق آبادی کو دیکھ لے جن کی بجائے علم و فضل کے وارث ہر طرف چلتے پھرتے تھے - اسی جمود و خمود اور پستی و جہالت کو دیکھ لے جس کی جگہ اس زمانہ میں عمل، جوش، تحریکات اور اخوت کا دور دورہ تھا - اُن عربوں کی جگہ آج وہ قوم آباد ہے جو تمام دُنیا کی نظروں میں اخلاقی نقطۂ خیال سے گر چکی ہے - اور اس ذلت کی مستحق ہے - جو اس پر طاری و بھاری ہے" +

میں آپ کو قدیم زمانہ میں لیجانا چاہتا ہوں - اور سند باد جہازی کی طرح فرض کر لیجیے کہ ہم لوگ دریائے دجلہ کے کنارے پر لنگر انداز ہوئے ہیں - خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں بغداد اسلام کا مرکز مشہور تھا - اور چشم عراق، پائے تختِ خلافت اور معدنِ علوم و فنون تھا - خلیفہ منصور جیسا اعلےٰ حکمران تھا - ویسا ہی علم و فن کا قدردان بھی تھا - اس خلیفہ کے متعلق یہ قصہ مشہور ہے - کہ ایک دفعہ چند لوگوں نے خلیفہ کے خلاف مدینہ کے قاضی کی عدالت میں نالش کی - خلیفہ کی طلبی ہوئی - اور اسلامی قوانین کا احترام کرتے ہوئے، منصور صرف ایک نوکر کو ساتھ لے کر معمولی لوگوں کی طرح مدینہ میں قاضی کی

عدالت میں حاضر ہوا۔ قاضی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اُس نے یہ بھی نہ دیکھا۔ کہ اُس کے سامنے کون کھڑا ہوا ہے۔ آزادانہ بلا رورعایت مُدعی کے حق میں فیصلہ کردیا۔ منصور کو قاضی کی اصابت رائے اور جرأت اخلاقی سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اور بغداد پہنچکر اس کو بہت انعام و اکرام روانہ کیا۔ الغرض منصور نے بغداد کو تہذیب و علوم کا مرکز بنایا تھا۔ اور فلسفہ و حکمت کی کتابوں کا ترجمہ کرنے کیلئے ایک باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ ہارون الرشید بھی جو مورخین کی نظر میں دُنیا کے بڑے حکمرانوں میں سے ہے۔ اپنے دادا کے نقش قدم پر چلا۔ اور ان لوگوں میں سے جو اس کے زمانہ حکومت میں بیحد مشہور و معروف تھے۔ اصمعی نحوی، ابراہیم مغنیؔ اور جبرئیل طبیب کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ہارون الرشید خود بھی شاعر تھا۔ اور شعراء پر بہت مہربان تھا۔ اس نے مغرب اقصےٰ اور مشرق بعیدہ دونوں سے رابطۂ اتحاد قائم کیا۔ اور وہ پہلا اسلامی خلیفہ تھا۔ جس کے دربار میں فغفور چین اور قیصر جرمنی کے سفیر حاضر ہوئے۔ اور جو گھڑی اُس نے شارلیمین شاہ جرمنی کو تحفۃً ارسال کی تھی، وہ آج بھی دُنیائے صنعت میں عجائب روزگار سمجھی جاتی ہے۔ اور بقول سید امیر علی مامون الرشید کا زمانہ حکومت عربوں کی تاریخ میں زرین اور بہترین دور ہے مسلمانوں میں سوائے حضرت عمرؓ اور حضرت عُمر ابن عبدالعزیز کے اور کوئی بادشاہ اس جامع حیثیات اور صاحب علم و فضل نہیں ہُوا۔ اور اسی لئے مورخین اُس کے زمانہ کو اسلام کا دور آگسطس کہتے ہیں (آگسطس روم کا مشہور قیصر گذرا ہے) اس کا بیست سالہ عہد حکومت اس لحاظ سے تاریخ اسلام میں عدیم النظیر ہے۔ کہ فلسفہ و حکمت کے ہر شعبہ میں حیرت انگیز ترقی کی یادگاریں نہ مٹنے والے انداز سے دنیا کو حیرت زدہ کرنے کے لئے اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کے زریں عہد میں مسلمانوں کی ترقیاں ہمہ گیریت کی شان رکھتی تھیں۔ سائنس یا ادب کے کسی خاص شعبہ تک محدود نہیں تھیں۔ بلکہ انسانی غور و فکر کی پرواز کے دوش بدوش۔ چنانچہ علوم طبعی کا اکتساب اسی جوش و خروش کے ساتھ جاری تھا۔ جس ذوق و شوق سے عُلماء فلسفہ و منطق میں مُوشگافیاں کر رہے تھے ریاضی ہیئت طب غرض کہ سارے علوم نے اس زمانہ میں حیرت انگیز ترقی کی۔ اور پھر علم و فضل کا یہ دریا دُنیا میں بہہ نکلا اور اُس کی دو شاخیں ہو گئیں۔ ایک اندلس میں پہنچی۔ دوسری نے قسطنطنیہ کو سیراب کیا اور یہاں سے وسطی یورپ کی خُشک زمین کو ازسرنو زندہ کیا۔ مامون کی غیر فانی شہرت کے ساتھ

اس کی مذہبی رواداری اور سیاسی دور اندیشی کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اس نے باقاعدہ طور پر ایک مجلس انتظامی قائم کی تھی، جسے پارلیمنٹ کہہ سکتے ہیں۔ اسمیں تمام مختلف مذاہب کے نمائندے شریک تھے مسلم نصاریٰ، یہود، صابی، مجوسی، ہندو، اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے قومی حقوق کی مساویانہ طور پر نگہداشت کرتے تھے۔ اگرچہ اسلامی حکومت تھی۔ لیکن مسلمانوں کو غیر مسلموں پر کوئی تفوق حاصل نہ تھا۔ جیسا کہ آج بھی مہذب قوموں میں موجود ہے۔ کہ وہ فاتح اور مفتوح میں امتیاز روا رکھتی ہیں۔ ضمیر کی آزادی اور عبادت کی اجازت، گویا مامون کا تکیہ کلام تھا۔ اس کے زمانہ میں گیارہ ہزار گرجوں سے زیادہ سلطنت میں موجود تھے۔ اور مجوس کے معابد بھی سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ اور انکی حفاظت سرکاری طور پر ہوتی تھی۔ جو اوقاف ان مذہبی عبادت گاہوں سے متعلق تھے۔ ان سے مطلق تعرض نہیں کیا جاتا تھا اور نہ پادریوں کے مذہبی اقتدار میں کوئی مداخلت کی جاتی تھی۔ یونانی سریانی اور کلدانی زبانوں سے عربی میں تراجم کا نگران اور منتظم اعلیٰ ایک عیسائی کوسٹا ابن لوقا تھا اور سنسکرت تراجم کا منتظم دوبان پنڈت تھا۔ زمین کی جسامت کی پیمائش اس وقت کی جا رہی تھی۔ جب یورپ اس کے چپٹے ہونے پر زور دے رہا تھا۔ ابو الحسن مشہور ہیئت دان نے دوربین ایجاد کی۔ دور اسلام میں پہلی رصد گاہ، مامون کے عہد میں بمقام شماسیہ قائم کی گئی۔ قطب نما بھی عربوں کی ایجاد ہے جس کی مدد سے وہ کھیتے جیسے دور دراز مقامات تک جہاز رانی کرتے تھے۔ اور مشرقی جزائر مثلاً جاوا وغیرہ تک جاتے تھے۔ جہاں انکی اولاد اب تک موجود ہے۔ جنوب میں مڈاغاسکر تک جاتے تھے۔ اور مشرقی افریقہ میں نو آبادیاں قائم کیں۔ جن کی گذشتہ عظمت کی یادگار زنجبار اور دار السلام کی اسلامی حکومت آج بھی موجود ہے۔ اندرونی ممالک میں ملتان واقع ہندوستان تک پہنچے۔ اور مغرب میں اندلس تک سسلی اور مالٹا دونوں جزائر کو فتح کیا۔ اور ان کی عمارات کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں۔ عباسیوں کی حکومت میں ہر قسم کی صنعت و حرفت کو ترقی ہوئی۔ بصرہ کی صابن اور شیشہ کی فیکٹریاں دنیا میں مشہور تھیں۔ سٹے کروتیں جو اس کا مد مقابل تھا، آخر کار ماند پڑ گیا

خلیفہ معتصم باللہ کے زمانہ میں بصرہ کے علاوہ بغداد اور سامرہ میں بھی کارخانے قائم کیئے گئے۔ موصل کی ململ اور تنزیب، ہندوستان ایران اور یورپ کے بازاروں میں ہاتھوں ہاتھ خریدی جاتی تھی۔ مصر سے اعلیٰ درجہ کے کاغذ ساز بغداد میں بلائے گئے۔ اور ملازم مقرر ہوئے۔ اور اصفہان اور تبریز میں شاہی کارخانے زربفت اور کمخواب کیلئے قائم تھے۔ اور سمرقند بخارا دمشق خراسان اور شیراز میں ریشم ساٹن اور قالین کے کارخانے قائم تھے۔ علاوہ بریں سلطنت میں پیداوار بکثرت ہوتی تھی، جو گیہوں چاول کھجور میوے پھل اور پھول ہر قسم کے پیدا ہوتے تھے۔ روئی کی کاشت حلب۔ بیروت۔ طائر اور خلات میں ہوتی تھی۔ اور اعلیٰ قسم کی شکر اہواز اور فارس میں پیدا ہوتی تھی۔ اور وہیں سے طیار ہوکر دنیا کے مختلف گوشوں میں جاتی تھی۔ مدارس اور شفاخانے تمام شہروں میں قائم تھے۔ جہاں تعلیم اور دوا علاج مفت ہوتا تھا۔ دارالعلوم نظامیہ بناکردہ نظام الملک طوسی اور مستنصریہ بناکردہ مستنصر باللہ کا نام تاریخ دان اصحاب سے پوشیدہ نہیں ہے اندلس میں بھی بنو امیہ کی حکومت میں یہی شان وشوکت نظر آتی تھی۔ اس آرٹیکل میں پوری تفصیل ان باتوں کی ناممکن ہے جو دنیا کو مہذب بنانے کے لئے مسلمانوں نے کیں۔ ہاں چند واقعات ایسے ضرور قلمبند کروں گا۔ جن سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ آج جس پر ہم نازاں ہیں، دراصل وہ تمام ان مسلمان حکمرانوں کی روشن خیالی کا نتیجہ ہے۔ حکیم رازی نے چیچک پر مستقل تصنیف لکھی۔ اور اس کتاب کا باب تہم سولھویں صدی تک یورپ کی درسگاہوں میں داخل درس رہا۔ عربی طب میں بڑا نام ابو علی سینا کا ہے۔ جو دنیا کے بڑے اطبا اور فلاسفہ میں سے ہے۔ بہت تصانیف چھوڑیں جن میں سے (۱) فوائد حکمت (۲) کتاب العلاج (۳) فن ہیئت پر (۴) ریاضی پر (۵) اقلیدس پر (۶) طبیعات اور مابعد الطبیعات پر (۷) بحر العلوم بیس جلدوں میں یہ کتابیں بہت مشہور ہیں۔ ابو القاسم رزاوی نے جراحی پر ایک کتاب لکھی جسمیں آلات جراحی اور عمل جراحی کے متعلق ایسی معلومات مفیدہ بہم پہنچائی ہیں۔ کہ وہ یقیناً اس فن کا امام تسلیم کیئے جانے کے قابل ہے +

جب مسیحی مذہب، علم کیمیا کے طلباء پر جادوگری کا الزام لگاکر انھیں موردِ آفات بنا رہا تھا، عرب لوگ اس فن میں دن رات ترقی کر رہے تھے۔ ابو موسیٰ جابر ابن حیان عربوں کا اس فن میں استاد گزرا ہے۔ سلفیورک ایسڈ اور ایکوا ریگیہ کی دریافت کا سہرا اسی کے سر زیب دیتا ہے۔ اس نے دھاتوں کے متعلق بھی مفید معلومات

ووکنگ مسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سولھواں سال ہے۔ فضلِ ربی اور مسلمانانِ عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ سرِ دست مولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے اور انوسٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو سکے۔ اگر مسلم بھائی اپنی امداد اپنے دوست احباب، خویش و اقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن ہمیشہ کے لیئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے۔

رسالہ اشاعت اسلام، اُردو

یہ رسالہ شہرہ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اُردو ترجمہ ہے۔ اسمیں تمام ادیان باطلہ کے زہر کا تریاق ہوتا ہے۔ تصوف وروحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نومسلمین کے مضامین کا اسمیں ترجمہ ہوتا ہے۔ حالات حاضرہ پر تنقیدی نظر کی جاتی ہے۔ محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ شدھی سنگٹھن کی تحریک کا علاج و انسداد ہر ماہ نومسلمین ووکنگ کے فوٹو شائع کئے جاتے ہیں۔ سالانہ چندہ ہندوستان کے لیئے عہ۔ جملہ امور کے متعلق خط و کتابت و ترسیل بنام خواجہ عبد الغنی سکریٹری مسلم مشن ووکنگ، عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہیئے۔

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توجیہ فی الاسلام	۱۴ر	مطالعہ اسلام	۹ر	ام الالسنہ	۱۰ر	یادرکھیا جہاں کے لئے حل طلب ہے	۱ر
رازِ حیات یا انجیل عمل	۱۲ر	مکالمات ثلیثہ	۱۰ر	براہین نیرہ	۱۰ر	اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراضات	۲ر
مسلک مرزائیہ	۱۲ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۳ر	اسلامی نماز اور اسکا فلسفہ	۴ر
خطبات عزیزیہ	۱۰ر	لمعات انوار محمدیہ	۴ر	یسوع کی الوہیت	۳ر	صلوٰۃ نصرت اہل بیت نظم فارسی	۶ر
مقصد مذہب	۲ر	مذہب محبت	۵ر	روحانیات فی الاسلام	۱۰ر	دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ	۸ر
ضرورت امام	۱ر	ذرات عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باری تعالیٰ	عہ	تفسیر سورۃ فاتحہ	۳ر
ینابیع المسیحیت	عہ	اسوۂ حسنہ	۶ر	پیغام اسلام	۲ر	سیرۃ نبویؐ	۴ر
						[illegible]	۱۰ر

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۰

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

اشتہار دینے کے متعلق مینیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۰ء

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ سولہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ (انگلستان) سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیش بہا ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے۔ +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم الاسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور عالمانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلم کے فوٹو شائع ہوتے ہیں جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہندوستان میں ہے۔ +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹی جناب لارڈ ہیڈلے الفاروق (نو مسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے۔ جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی شائع شدہ مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ . . . کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض دینی ہے۔ +

آج کل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر"

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ +

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

" We think that the teachings of the Christian Church are too dogmatic. . . . How noble a life you may lead, yet, if you 'don't' agree, you are doomed for ever. . . . The simple beauty of Islam has brought us peace and understanding, and we are quite happy."

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد ۱۴ — بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء مطابق ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۶ھ — نمبر ۴

اِس ماہ کے رسالہ کو جناب مسٹر و مسز جی پیٹ مین کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہی۔ ان کے نزدیک کلسیائی تعلیمات تحکمانہ ہیں۔ اُن کے خیال میں اگر کوئی شخص اس عقیدہ کا قائل نہیں۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے ملعون ہوگیا ہی۔ تو وہ ایک معززانہ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ یہ نومسلمین تحریراً اظہار کرتے ہیں۔ کہ اسلام کی سیدھی سادہ تسلیم نے ہمارے دلوں میں گھر کرلیا ہی۔ اس سے ہم کو طمانیت قلب نصیب ہوئی ہے اور ہم دونوں خوش و خرّم ہیں +

شہریار دکن کے پانچ لاکھ روپیہ کے گرانقدر عطیہ کا مژدہ جانفزا ناظرین کرام سُن چکے ہیں سرکار دکن نے یہ بیش بہا عطیہ لندن میں تعمیر مسجد کے لئے عطا فرمایا ہی۔ اس الطاف خسروانہ نے مسلمانانِ عالم کی دیرینہ آرزو کو پورا کردیا ہی۔ مقام تشکر و امتنان تو یہ ہی۔ کہ جس مقصد عظمیٰ کو لئے ہوئے عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے اس پیرانہ سالی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی استدعا پر ایک طویل سفر کی صعوبت گوارا فرمائی سرکار دکن نے ایک حد تک اسکی تکمیل فرمادی۔ اور سب سے زیادہ مسرت اس امر کی ہی۔ کہ اس سکیم کا آغاز نہایت ہی فالِ نیک سے ہوا ہے +

مجوزہ مسجد کے ساتھ لندن میں ایک لیکچر ہال، لائبریری، مسلم طلباء و مہمانان کیلئے ایک ہوسٹل کی بھی ضرورت ہے، اغراض بالا کم از کم ۱۵ لاکھ روپیہ کی رقم کے مقتضی ہیں +

لندن میں تعمیر مسجد اشاعت اسلام کے کام کو بہت فروغ دیگی اس سے تبلیغ دین کی تحریک کو بہت ہی تقویت ہو گی اور اسلام مغرب میں بہت جلد ہر دلعزیز و موجب دلچسپی ہو جائیگا۔ اس لئے ہمیں اس کے ساتھ ساتھ اپنی تبلیغی تگ و دو کے دائرہ عمل کو بھی بہت وسیع کرنا ہوگا +

مغرب میں مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کو گذشتہ ۱۹۳۶ سال میں جو نصرت و کامیابی تبلیغی کارزار میں نصیب ہوئی ہے۔ اسمیں مسلمانانِ عالم کی فیاضانہ مالی استعانت کا معتد بہ حصہ ہے۔ اور ان حالات سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ کہ مغرب میں اگر اشاعت اسلام کے معاملہ میں من حیث القوم مناسب قدم اُٹھایا جاوے تو اسلام یورپ میں ایک شاندار اور محیر العقول ترقی کر لیگا +

سرکار عالی کے خسروانہ عطیہ نے گو تعمیر مسجد لندن کی سکیم کو ایک حد تک پورا کر دیا ہے۔ لیکن جس صورت میں عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے اس پیرانہ سالی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی استدعا پر دینی اغراض کیلئے زحمت سفر گوارا فرمائی ہے۔ تو ہم مسلمانوں کا فرض اولین ہے۔ کہ اُن کی باقی سکیم کی تکمیل کیلئے جہانتک ہماری بساط و استطاعت اجازت دے۔ اُن کی استعانت میں دریغ نہ کریں +

ہم ایک امر جمیع مسلمین کے غور و تفکر کیلئے پیش کرتے ہیں۔ موجودہ صدی کے گذشتہ پچیس سالوں میں ہم مسلمانوں نے اپنی حالت کو بہتر کرنے اور اپنے سود و بہبود کیلئے مختلف قسم کی سکیمیں شروع کیں۔ وہ سب ہی نیک نیتی سے مفاد اسلام کی خاطر ہی شروع کی گئیں لیکن شومئے قسمت سے ہم اُن سبھی تحریکات میں ناکام رہے۔ اور اگر کسی تحریک میں ہم کو کامیابی نصیب ہوئی تو وہ تبلیغ الاسلام کی ہی سعید تحریک ہے۔ ان حالات و شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی ہمارے شامل حال ہے۔ جو آیندہ تبلیغ اسلام کی سبھی تحریکات میں ہماری خضر راہ ہوگی۔ اور اس سب کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم اشاعت اسلام کے کام کو بیش از بیش دلچسپی سے کریں۔ اور اس کام کو اگر زیادہ تندہی توجہ اور کوشش سے ہم انجام دینگے تو یقیناً یقیناً مغرب میں اسلام کے لئے شاندار مستقبل ہے۔ اور ہم کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہو سکتی ہے +

اہل مغرب کا اسلام کے جھنڈے تلے لے آنا ایک یقینی امر ہے۔ اگر ہم من حیث القوم مغرب میں اشاعت اسلام کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے وقت روپیہ اور قوت کا ایک کثیر حصہ اس کار خیر کی طرف صرف کرنے کا عزم بالجزم کر لیں +

مغرب میں اشاعت اسلام کی سکیم کو کما حقہٗ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ معیت حضرت خواجہ صاحب شبانہ روز کوشاں ہیں۔ اور یہ مشن ووکنگ ہی کی برکات ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لارڈ صاحب جیسی مقتدر ہستی کے اندر خدمت اسلام کی آگ لگا دی ہے۔ اور آج تحریک مسجد لندن بفضلہٖ تعالیٰ مسلم مشن ووکنگ کے ہی ثمرات میں سے ہے۔ اسلئے ہم مسلمانانِ ہندوستان سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ اس سکیم کی تکمیل میں فراخدلی سے اعانت فرمائیں +

عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ماہ رمضان حیدر آباد۔ دکن ہی میں بسر کیا۔ آپنے اس ماہ مکرم کا پورا پورا احترام فرمایا۔ اور سب کے سب روزے رکھے۔ اس ماہ مبارک میں ایک سچی مجاہدانہ زندگی بسر کی۔ ایک روز تو سنا ہے۔ کہ بغیر سحری کے ہی آپنے روزہ رکھا۔ العظمۃ للہ۔ ایک نو مسلم اور اس قدر روزہ کا احترام و احساس۔ آپ کی زندگی میں ہم مسلمانوں کے لئے سبق ہے +

عید الفطر صاحب موصوف نے لاہور میں پڑھی +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت میں ابھی کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ احباب کرام سے درخواست ہے۔ کہ اُن کی صحت عاجل کیلئے دُعا فرمائیں۔ تا کہ وہ جلد صحت پا کر خدمت دین میں مصروف ہوں +

ناظرین کرام توجہ فرمائیں

آپکا اخلاقی و مذہبی فرض ہے۔ کہ اس مفید رسالہ کی اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرمائیں۔ آپ کی عدم توجگی سے رسالہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ معزز خریداران میں سے ہر ایک بزرگ انفرادی طور پر ایک ایک جدید خریدار ضرور اس ماہ میں پیدا کر کے دفتر ہذا کو مطلع فرما کر ممنون فرمائے +

خادم۔ مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

انگلستان میں طلاقوں کی روز افزوں ترقی

ڈیلی اکسپرس مجریہ لندن مورخہ ۳ - اکتوبر ۱۹۲۶ء کے ایک آرٹیکل کی سرخی یہ ہے "طلاق کی طرف بھاگو"۔ یہ سرخی اس سبب سے دلچسپ ہے کہ اسکی وجہ سے اس خرابی پر کافی روشنی پڑتی ہے جو آج انگلستان کے تمدن و معاشرت کیلئے وبال جان ہو رہا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو ذمہ داریاں اخلاقی پہلو سے متاہل زندگی پر عائد ہوتی ہیں۔ ان کا احساس روز بروز کم ہوتا جاتا ہے +

"سال کے اختتام پر دو ہزار چار سو سے زیادہ طلاقیں صرف لندن کی عدالت میں دائر ہو چکینگی - اور ان مقدمات کو شامل کرکے جو خاص ججوں کے سامنے پیش ہونگے انکی تعداد تین ہزار پانچسو ہو جائیگی - اس کے معنی یہ ہیں یہ سب کو ملا کر دس ہزار پانچسو اشخاص ان مقدمات سے متعلق ہونگے - جب تک طلاق حاصل کرنے کے لئے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق نہیں دیئے گئے تھے اس وقت طلاق چاہنے والوں کی تعداد بحیثیت مرد و عورت برابر تھی لیکن اب عورتوں کی طرف سے طلاق کی درخواستوں میں زیادتی ہوتی جاتی ہے طلاق کے مقدمات میں چالیس فیصدی زوجین لاولد ہیں اور چھتیس فی صدی کے یہاں صرف ایک اولاد ہے" +

چار کروڑ باشندوں میں ساڑھے تین ہزار طلاقیں کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتیں لیکن جیسا کہ ڈیلی اکسپرس اپنے مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے "یہ اعداد و شمار اس معاملہ میں جسے اب معمولی سمجھا جاتا ہے - روز افزوں ترقی ظاہر کر رہے ہیں - انگلستان کے مشہور قانون دان اصحاب طلاقوں کی کثرت کے اسباب پر غور کر رہے ہیں - اور عموماً اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اخباروں میں ان واقعات کا مفصل بیان نہیں شائع ہوتا - لارڈ مورٹ چیف جج انگلینڈ کی بھی یہی رائے ہے - خیر اگرچہ اس امر پر کوئی رائے زنی کرنا - کہ آیندہ نسلوں کا طرز عمل کیا ہوگا کسی بڑے منچلے ہی کا کام ہو سکتا ہے، لیکن اس قدر تو ہم بھی وثوق کے ساتھ کہ سکتے ہیں - کہ اگر مسئلہ طلاق پر صحیح معنوں میں غور و خوض نہ کیا گیا - تو کچھ عرصہ کے بعد نہ صرف انگلستانی بلکہ یورپی معاشرت کی بنیادیں متزلزل ہو جائینگی - ہم یہ سوال کرتے ہیں آیا ان واقعات پر محض اس وجہ سے خاموشی اختیار کرنا - کہ زمانہ خود اصلاح کر دے گا قرین مصلحت ہو سکتا ہے؟ شادی کا مقصد یہ ہے - کہ جو ذمہ واری ہمارے اوپر عاید ہوتی ہے - اس کا واجبی احترام کریں - تاکہ آئے دن کے مناقشات ہماری خانگی زندگی کو مکدر اور ملوث نہ کرسکیں لیکن اگر زوجین میں باہم موافقت ممکن نہیں تو پھر سوائے طلاق کے اور چارہ کار کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا یہ مطلب نہیں - کہ ہم بات بات پر طلاق کے حامی ہیں - لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ صرف بدکاری ہی کی صورت میں طلاق کا جواز ناقابل عمل اصول ہے اور ضروری ہے اور اس رائے میں ہم منفرد نہیں ہیں - لارڈ چیف جج نے ایک آرٹیکل موسومہ انگلستان کا قانون طلاق میں لکھا ہے کہ علاوہ زناکاری کے طلاق کے جواز کی اور صورتیں بھی ہونا لازمی ہیں مثلاً ظلم و ستم، مفارقت و ہجران، امراض دماغی مالیخولیا وغیرہ اور حبس دوام" +

(منقول از اخبار ایوننگ سٹینڈرڈ مورخہ ۲۴ - اکتوبر ۱۹۲۶ء)

کیونکہ ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں عورتیں ایسی ہیں - جو مذکورہ بالا مصائب میں سے کسی ایک کا شکار ہوتی رہتی ہیں - اور ان کی زندگی بیکار ہے - لیکن افسوس کہ وہ طلاق حاصل نہیں کرسکتیں - جب تک خاوندوں پر زناکاری کا الزام برسر عدالت ثابت نہ کریں

اب سوال یہ ہے۔ کہ طلاقوں کی کثرت کیوں ہے۔ کیا اس سبب سے کہ عورت کو مساوی حقوق حاصل ہو گئے ہیں۔ یا قوانین میں کچھ آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔ مثلاً اب مختلف ضلعوں میں طلاق کے مقدمات دائر کئے جا سکتے ہیں اور اخباروں میں مفصل رپورٹ شائع نہیں ہو سکتی؟ ہمارا عقیدہ اس کے متعلق یہ ہے۔ کہ مسیحی ممالک میں شادی کی رسم کو اس قدر مقدس بنا دیا گیا کہ طبائع انسانی کا مطلق پاس و لحاظ باقی نہ رہا۔ حتٰی کہ زوجین کے تجارب کا بھی جبکہ ان کی نظر میں سوائے طلاق کے کوئی چارہ کار نہ ہو مطلق لحاظ نہیں کیا گیا۔ اب اس تفریط کا لازمی نتیجہ رد عمل کی بناء پر افراط کی شکل میں ظاہر ہونے لگا۔ لوگ معمولی باتوں پر طلاق حاصل کر رہے ہیں۔ جو اگرچہ قانون کی رُو سے جائز ہیں لیکن عموماً ان کی بناء پر طلاق غیر مناسب ہے۔ کیونکہ شادی بہرحال ایک مقدس رسم ہے بچوں کا کھیل تو نہیں۔ لیکن آج شادی کو کھیل کیوں سمجھا جا رہا ہے؟ محض اس سبب سے کہ اگرچہ کلیسیا کی تعلیمات میں طلاق کے خلاف تو بہت کچھ موجود ہے۔ اور اس کی سخت تاکید ہے۔ کہ آپس کی شکر رنجیوں کو صلح و آشتی کے ساتھ دُور کر دو لیکن طلاق کی اجازت نہیں ہے۔ کلیسیا کے پاس بدقسمت زوجین کی تسلی کے لئے کوئی نوشدارو نہیں ہے۔ اور اس لئے اب لوگ کلیسیا کی تعلیم سے منحرف ہوتے جاتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اُنھوں نے وہ اخلاقی قوت بھی اپنے ہاتھ سے کھو دی جو کلیسیا نے اُنھیں دی تھی۔ اُنھوں نے اس امر کی کوشش کی۔ کہ ناخوشگوار تعلقات کی حالت میں طلاق کی اجازت ہو۔ اور وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے لیکن قانونی طور پر نہ کہ مذہبی طور پر۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ صرف مذہب ہی ہم کو اعلےٰ اخلاقی اصولوں کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے ملکی قوانین کی رُو سے کوئی شخص مذہبی رنگ میں نیکوکار نہیں بن سکتا +

ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ لوگ طلاق کی آسانی کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں اور حاصل کر رہے ہیں لیکن وہ عنصر دستیاب نہیں ہوتا جس کی بناء پر ہم خفیف شکر رنجیوں پر غالب آ سکیں۔ اور اُن کو زوجین کی مساویانہ ذمہ داریوں کے دریا میں غرق کر سکیں۔ فطرت انسانی میں اگر آسمانی تعلیم کا پیوند نہ ہو تو وہ انجام کار بہیمیت کی طرف مائل ہو جائیگی اور پھر اُن واقعات کی کثرت ہوگی جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ مذہب کا فرض ہے کہ وہ یہ اعلان کر سکے "طلاق" اللہ تعالےٰ کی نظر میں بہت ہی بُری چیز ہے لیکن اگر تم دیکھو کہ موافقت ناممکن ہو گئی ہے تو مجبوراً اس پر عمل کر سکتے ہو"۔ لیکن یہ اعلان جو تمدن و معاشرت کی جان ہے کلیسیاء کی اس تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ کہ جن دو آدمیوں کو خدا نے باہم جوڑ دیا اُنھیں کوئی جُدا نہیں کر سکتا" اور صریحی طور پر تعلیم انسانی طبائع کے خلاف ہے یقیناً یہ امر نہایت مُشتبہ ہے کہ کلیسیا اپنی تعلیمات موجودہ کے ساتھ کسی طویل عرصہ تک ان حالات سے مطابقت کر سکتی ہے جو روز بروز خطرناک صورت اختیار کرتے جاتے ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ

دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

نمبر شمار	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان		
۱	آمد مشن ہندوستان	۶	۳	۲۰۰۷
۲	آمد اسلامک ریویو	۰	۹	۲۸۳۵
۳	آمد انگلستان مشن	۰	۱۲	۱۸۶۱
۴	" ریویو	۰	۳	۲۵۷
۰	میزان	۶	۱۱	۶۹۶۱

نمبر شمار	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
۵	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و لٹریچر فنڈ ہندوستان	۹	۱۱	۱۸۴۴
۶	آمد مشن و ریویو در انگلستان	۰	۱۴	۴۳۱۶
۰	میزان	۹	۹	۶۱۶۱

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
چندہ ماہوار عملہ ووکنگ مشن لاہور	۶	۱۴	۱۳
جناب خواجہ عبدالغنی صاحب	۰	۱۵	-
" ڈبلیو پین صاحب کریٹیہ	۰	۰	۲۰
" حکیم محمد جمیل خاں صاحب خلف الرشید جناب حکیم حاجی اجمل خاں صاحب مسیح الملک مرحوم دہلی	۰	۰	۱۰
" فضل کریم صاحب فیروزپور	-	-	۶
" عبداللہ خان صاحب کیمپ امراوتی برار	-	-	۱۲
" نوتد کار انور علی صاحب بنگالی	-	-	۳
" خلیفہ عبداللہ صاحب لاہور	۰	۱۰	۵
" محمد شفیع صاحب	-	-	۲
" عبدالحمید صاحب دھولڑی ضلع میرٹھ	۰	-	۵۰
" محبوب خان صاحب ہبلی	-	-	۲
" صبیح الدین صاحب رہتک	-	-	۲
" فضل الدین صاحب بھوپال	-	-	۱۰
" عبدالحمید خان صاحب بالاگھاٹ	-	-	۲
" شیخ احمد صاحب	-	-	۲
" محمد عثمانی شریف صاحب بلاری	-	-	۳
" مولا بخش صاحب بہاولپور	-	-	۳۰
" امیر حسن صاحب کاکوری ضلع لکھنؤ	-	-	۲
حضور نواب صاحب بہادر منگرول	۰	۰	۹۹

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد خان صاحب الہ عباسیہ بہاولپور	-	-	۴۰
" عملہ ووکنگ (انگلستان) چندہ ماہوار	۰	۱۵	۳۰
" فضل رزاق صاحب مردان	۰	۰	۱۰
" ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
" خان صاحب رجب علی خان صاحب بہاولپور	-	-	۵
" قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	-	-	۲
" بدرالحق صاحب مظفرپور	-	۰	۵
" مرزا غلام محمود صاحب بمبئی	-	۱۱	۲
" از ریاست بھوپال علیہ	-	۰	۱۵۰۰
" عبدالغنی صاحب فیروزپور	-	۰	۲
" قاضی محمد شوکت حسن صاحب مرادآباد	-	-	۲
" صاحبزادہ نورالحق صاحب ہزاری باغ	-	-	۲
" محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵
" عبدالکریم صاحب مظفرپور	-	-	۶۰
جناب منہاج الدین صاحب بہاولپور	-	۰	۲۰
" سید محمد صاحب میسور سٹیٹ	۰	۰	۲
" عبدالوہاب صاحب کلیانہ سٹیٹ	۰	۸	۲
" نواب الدین صاحب کشمیر	۰	-	۲۴
" نورالحق صاحب اجمیر	۰	۰	۶
میزان	۶	۳	۲۰۰۷

نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو در ہندوستان ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء

	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم جناب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۳۰
" تسلیم احمد صاحب و نسیم احمد صاحب	-	۰	۵
" عالیجناب نواب صاحب بہادر بھوپال	-	۸	۴۹
" جناب ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰

	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم خان صاحب رجب علی خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۵
" از ریاست بھوپال	۰	۰	۱۵۰۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۱	۱۲۳۶
میزان	۰	۹	۲۸۳۵

۱؎ تصرف کیلئے نقشہ ۲ آمد اسلامک ریویو ملاحظہ ہو +

اِسلام اور ترقّی

رشنلسٹ سالنامہ بابت ۱۹۲۸ء میں ایک مضمون مذہب اور ترقی کے عنوان سے شائع ہوا ہے جسمیں ایک افسوسناک غلط بیانی نظر سے گزری اور وہ یہ ہی اسلامی ممالک میں صورت حالات اس درجہ زبوں نہیں۔ اگرچہ مصر ترکی ایران اور افریقہ کے بعض حصّوں میں تمدّن و تہذیب ابھی تک ابتدائی درجہ سے آگے نہیں بڑھی ہی۔ اور اسبات کی ذمّہ واری زیادہ تر قرآن کی مفروضہ الہامی تعلیمات پر عائد ہوتی ہی۔" ہمارا خیال تھا کہ تاریخی واقعات کو غلط پیرایہ میں بیان کرنا خُود عیسائی پادریوں ہی کا شیوہ ہی۔ لیکن ہمارے افسوس کی کوئی انتہا نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ معقولیّت پسندوں کا طبقہ بھی اس عیب سے پاک نہیں ہی۔ حالانکہ ہمیں اس کے افراد سے یہ توقّع تھی۔ کہ وہ پادریوں سے بدرجہا زیادہ دانشمندی اور صداقت کا ثبوت دینگے عیسائیوں کی طرف سے جو اس قسم کے الزامات آئے دن اسلام کے سر تھوپے جاتے ہیں۔ ہمیں نہ اُن کی زیادہ پروا ہوتی ہی۔ اور نہ انھیں لائق توجہ سمجھتے ہیں۔ لیکن معقولیّت پسندوں کی طرف سے ایسے بیانات کا شائع ہونا اس امر پر دلیل ہی۔ کہ علاوہ پادریوں کے اور طبقوں میں بھی یہ مرض موجُود ہے۔ مضمون نگار نے مسلمانوں کی موجُودہ حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام اور قرآن کو انکی کمزوریوں کا سبب قرار دیا ہی لیکن تاریخی مطالعہ سے معاً یہ سوال پیدا ہوتا ہی۔ کہ اگر مسلمانوں کے تنزّل کا سبب قرآن ہی۔ تو پھر وہ قرون وسطیٰ میں علوم و فنون کی بلندیوں پر کیونکر پہنچ سکے۔ آخر اس وقت بھی تو قرآن ہی اُن کا رہنما تھا؟ اس قسم کی غلط فہمی کا سبب مسیحیّت کی تاریخ کا مطالعہ ہے جس نے پڑھنے والوں کے دل اور دماغ پر ایسا زبردست اثر کیا ہے۔ کہ وہ اسلام اور عیسائیّت کی تعلیمات میں امتیاز نہیں کرسکتے اور اس کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ جس طرح عیسائیّت عقل کی دشمن ہے۔ تمام دوسرے مذاہب بھی اسی طرح عقل کے دشمن ہونگے۔ حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام نے کبھی اسلامی ترقیات میں کوئی رُکاوٹ پیدا نہیں کی۔ بلکہ آسانیاں

بہم پہنچائی ہیں۔ اگر قرآن کی تعلیمات ذہنی ترقیات میں حائل ہوتیں تو مسلمان عیسائیوں سے زیادہ عرصہ تک جہالت تعصب اور توہمات کا شکار رہتے۔ علاوہ ازیں اس غلط فہمی کا سبب یہ بھی ہے۔ کہ لوگ ان امور کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ جن پر قوموں کا عروج و زوال مبنی ہے۔ زمانۂ وسطیٰ کے بعد سے مسلمانوں میں تدریجی طور پر تنزل شروع ہوا اور انیسویں صدی کے آغاز میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اس کا سبب قرآن نہیں بلکہ وہ توجہ اور محنت ہے۔ جو انھوں نے صدیوں تک لگاتار تحصیل علوم کے لئے صرف کی جس طرح افراد اسی طرح اقوام بھی قدرتاً اس امر کی محتاج ہیں۔ کہ مسلسل محنت کے بعد آرام کریں۔ تاکہ دوبارہ زندگی اور توانائی حاصل ہو سکے۔ اور صحیح ہدایت کی ضرورت اسی نازک وقت میں ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ محض تعلیمات کی بناء پر کوئی مُردہ قوم دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتی۔ قرآن کی تعلیمات پر سطحی نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا۔ کہ اسمیں مختلف امور مثلاً ہوا' بادل' زراعت' جہاز رانی وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور بار بار ہم کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ اپنی عقل سے کام لیں اور قوائے فطرت کی تسخیر میں دانش اور فہم استعمال کریں۔ اور ترقی کرنے کے لئے ہمیں بیحد ترغیبات دیگئی ہیں۔ اور جو لوگ سمجھدار ہیں ان کو اسکی تعلیمات سے معتد بہ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور مزید جد و جہد کے لئے کافی قوت حاصل ہو سکتی ہے۔

اسلام کا یورپ پر احسان

مندرجہ عنوان کے ماتحت اس نمبر سے ہم ایک سلسلہ مقالات شروع کرتے ہیں جسمیں یہ دکھایا جائیگا۔ کہ مغرب میں تہذیب و تمدن پر اسلام کا اثر کس درجہ پڑا ہے۔ یہ مضمون دراصل ایک جرمن فاضل گسٹیو ڈیرک کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ اور اس کے شائع کرنے سے ہمارے دو مقصد ہیں۔ ایک تو ہم مسلمانوں کے اندر ان کی گزشتہ عظمت کا احساس پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ بات ترقی کیلئے

ایک زبردست تحریک ہے۔ دوسرے یورپین دوستوں کو یہ دکھانا چاہتے ہیں۔ کہ گزشتہ زمانہ میں مسلمان علوم و فنون میں کیا درجہ رکھتے تھے۔ تاکہ مسلمانوں کے تمدن سے نفرت کرنے کی وجہ سے جو پردہ مغربی لوگوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے وہ دور ہو جائے مسٹر محمد عبدالمجید جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ کہ اس ترجمہ کی تحریک تین سال قبل مرحوم ڈاکٹر خالد بیگ نے کی تھی۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی مشہور کتاب رموز بیخودی اور مشہور تر اسرار خودی کے مطالعہ سے ترجمہ کی ضرورت اور بھی واضح ہو گئی۔ کیونکہ علامہ موصوف نے شروع سے آخر تک ان فلسفیانہ نظموں میں صرف ایک ہی بات پر زور دیا ہے یعنی "احیائے ملت" ہمارے اس مایۂ ناز فلسفی شاعر کو یقین واثق ہے۔ کہ مسلمانوں کی کامیابی صرف اس بات میں منحصر ہے۔ کہ وہ موجودہ قیود سے آزاد ہو کر اسلاف کا ورثہ عظمت پورے طور سے حاصل کر لیں۔ شاعر لکھتا ہے "اگر کوئی شخص ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کر لے۔ تو پھر اس کا شیرازۂ عقل بکھر جائیگا اے عقلمند انسان! تیرے لئے مفید نسخہ یہی ہے کہ تو "حال" کو "ماضی" سے وابستہ رکھ جس طرح ایک کتاب کے اوراق باہمدگر وابستہ ہوتے ہیں۔ خودی کا علم صرف تاریخ کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور تاریخ انسان کو اس کے فرائض کا احساس عطا کرتی ہے۔ اور جدوجہد کیلئے آمادہ کرتی ہے۔ روح کیلئے بمنزلہ لباس اور جسم کیلئے بمنزلہ اعصاب ہے۔ اگر حیات جاوید کی طلب ہے۔ تو ماضی اور حال کے رشتہ کو قائم و دائم رکھ" + اس مضمون کی پہلی قسط جو آیندہ اوراق میں ہدیہ ناظرین ہے۔ خصوصاً قابل توجہ ہے۔ کیونکہ اسمیں اس زمانہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے جبکہ مسیحیت کا شباب تھا۔ یقین ہے کہ ناظرین اسکے مطالعہ سے بیحد محظوظ ہونگے۔

قمار بازی

جب سے گورنمنٹ نے قمار بازی کے محصول کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ عوام الناس کی اس تفریح مزعومہ کو ایک خصوصیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور کلیسائے انگلستان مجبور ہو گئی ہے۔ کہ وہ اس تمدنی خطرہ کا مقابلہ کرنے کیلئے اپنی قوت کو ایک مرکز پر جمع کرے۔ اور اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن تعلیم لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جیسا کہ شروع سے ہوتا آیا ہے۔ اس معاملہ میں بھی کلیسیا نے ہتھیار ڈال دئیے۔ چنانچہ ذیل کا اقتباس اس دعوے پر روشن دلیل ہے ہمنے اس پہلو پر اکثر خامہ فرسائی کی ہے۔ کہ کلیسیا کی ناکامیوں کا راز اس امر میں مضمر ہے۔ کہ نہ اس خاص مسئلہ

پیدا ورنہ ہی دوسرے مسائل پر بائبل کی طرف سے کوئی روشنی ڈالی گئی۔ اور اسی خاموشی کی وجہ سے تو نہیں خیال راسخ ہوگیا۔ کہ کوئی شخص ہماری ان دلچسپیوں میں مخل نہیں ہوسکتا۔ اور یہی وجہ سے لوگوں پر کسی کی نصیحت کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ وہ اقتباس یہ ہے۔ قمار بازی کے متعلق کلیسیا کا بیان ماخوذ از منچسٹر گارڈین مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۲۷ء دو سال ہوئے مجلس کلیسیا نے ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی تھی۔ کہ قمار بازی کی کثرت کا سبب دریافت کیا جائے۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ شائع کی ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ قمار بازی روز بروز عام ہوتی جاتی ہے۔ ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس کا اثر ہماری اخلاقی اور تمدنی بہبودی پر نہایت خراب پڑ رہا ہے۔ سٹے کہ عورتیں اور بچے بھی اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں بعض محلوں میں ۷۵ فیصدی عورتیں قمار بازی کرتی ہیں۔ اور بچے سٹہ بازوں کی قاصد گیری کرتے ہیں۔ اس کا بڑا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ لوگ ہنگامہ آرائی اور بلند بانگ مقاصد حیات کے آرزومند پائے جاتے ہیں۔ اور قمار بازی میں روز افزوں ترقیوں کی بدولت یہ اغراض حاصل ہوتی ہیں۔ نہایت تعجب خیز امر یہ ہے کہ آمدنی بڑھانے کے ذرائع اور خواہشات کو بہت کم اہمیت دیجاتی ہے۔ اور نہ رہائش کی خراب و خستہ حالت کی طرف توجہ ہوتی ہے سٹہ بازی عموماً گھوڑ دوڑ کے سلسلہ میں ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد فٹ بال میں لیکن بہت کمی کے ساتھ اور کتوں کی دوڑ میں بھی اس کا چلن ہے۔ چنانچہ مانچسٹر کے لارڈ میئر نے بیان کیا کہ "در اصل کتوں کی دوڑ سٹہ بازی کیلئے ایک زبردست آلۂ تحریک ہے وگر ہیچ"۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ قمار بازی ایک زبردست تمدنی لعنت ہے۔ کلیسیا اس لعنت کو دور کرنے میں ناکام ثابت ہوچکی ہے۔ اور اس نے اس مسئلہ پر کوئی تعلیم واضح شکل میں لوگوں کے سامنے پیش نہیں کی۔ غالباً بہت سے پادریوں اور علما کو اس برائی کا علاج ہی ہاتھ نہیں لگ سکا۔ یا انھوں نے اسکی طرف توجہ ہی نہیں کی۔ بہرحال اس رپورٹ کو پڑھ کر انکی آنکھیں کھلجائینگی۔ ہم ناظرین سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں"۔ ہمیں تو صرف یہ دریافت کرنا ہے۔ کہ مسیحی پادری آخر کار کیا تدبیر سوچینگے؟ اور وہ بیچارے کر ہی کیا سکتے ہیں؟

یہود اسکریوطی اور اناجیل کی عدمیت صحت

اٹھارھویں صدی سے اب تک بائبل کے بیانات کی عدمیت صحت کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اور وہ کتاب ہے جسمیں اکثر مقدس انسانوں پر ناروا الزامات لگائے گئے ہیں۔ لیکن بائبل کے نقادوں کی کوششوں کی بدولت اب یہ الزامات پادر ہوا ہوتے جارہے ہیں۔ اور ان مقدس نفوس کی اصل تصویریں لوگوں کے سامنے آتی جاتی ہیں۔

اس میدان کا اولین مرد باہمت وہ رسُول عربی ہے جسے دُنیا حضرت محمد صلعم کے نام سے جانتی ہے۔ آپ نے
خدا کے بعض رسُولوں مثلاً حضرات ابراہیمؑ یوسفؑ موسےٰؑ کی زندگی کے بعض واقعات زندگی سے انکار
فرمایا جو بائیبل میں مرقوم ہیں۔ خصوصاً حضرت عیسیٰؑ اور مریم کے متعلق بدگوئی کرنیوالوں کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا
حضرت عیسیٰ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے صرف بارہ مخلص شاگردوں کی جماعت حاصل کی تھی جسمیں سے ایک یہودی
یہودا اسکریوطی تھا۔ اور بقول آبائے کلیسیاء اس غدار انسان نے حضرت مسیحؑ کو چاندی کے چند سکّوں کی خاطر
دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار کرا دیا تھا۔ جن لوگوں نے اسلامی تعلیم کے ماحول میں پرورش پائی ہے جس کی
بناء پر وہ مُقدّس انسانوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں۔ اور ان کے متعلق یہ عقیدہ
رکھتے ہیں۔ کہ ان بزرگوں میں غیر معمُولی طور پر قوت قدسی کام کرتی تھی۔ اور وہ اپنے متبعین میں
اعلےٰ اور پاکیزہ تبدیلی پیدا کر سکتے تھے۔ ان لوگوں کے لئے یہ سمجھنا تقریباً محال ہے
کہ کس طرح حضرت عیسیٰؑ کو اُن کے ایک مخلص حواری نے جس پر خُود اُنھیں بڑا اعتماد تھا۔ چند روپیوں
کی خاطر دشمنوں کے حوالہ کر دیا ہوگا؟ اس کے صرف یہ معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ میں اتنی
لیاقت بھی نہ تھی۔ کہ رُوحانی مُردوں کو زندہ کر سکیں۔ لیکن لوگ مجبوراً دیگر ذرائع نہ ہونے
کی بناء پر بائیبل کے بیانات کو سچّا تصوّر کرتے تھے۔ دُنیا کو ہمیشہ اس معاملہ میں صبر سے
کام لینا پڑا ہے۔ کہ پردہ غیب سے ایسے واقعات رُونما ہوں جن سے بائیبل کے بیانات کی تکذیب ہو چنانچہ
یہودا کے متعلق بھی یہی ہوا۔ اس نئی تحقیق کی بناء پر نہ صرف یہودا کی برأت ہوگئی۔ بلکہ حضرت مسیحؑ
کی شخصیت بھی نئی روشنی میں آگئی۔ اگر ایک طرف اس تحقیقات سے بائیبل کی تکذیب ہوتی
ہے۔ تو دوسری طرف یسُوع مسیح کی شخصیت ارفع دکھائی دیتی ہے۔
کیونکہ یہ بات کچھ دل کو نہیں لگتی۔ کہ یہودا نے مسیحؑ کو اس طرح دھوکا دیا ہو" سنڈے کرانیکل"
مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۲۷ء یوں رقمطراز ہے" کیا درحقیقت یہودا یسوع کو پکڑوا دینے کے الزام سے پاک تھا؟
یہ وہ سوال ہے جو آجکل بائیبل کے محققین کی دماغی تگ و دو کی جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ کیونکہ جوزیفس کی تصانیف
کے ایک جدید دستیاب شدہ باب نے عجیب انکشافات کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اسکی تصنیف موسومہ
جنگ یہود میں یہ غیر معمُولی بیان موجود ہے کہ دراصل یہود نے پیلاطوس کو رشوت دیکر اپنی دیرینہ مراد پوری کی تھی
اور یہودا اسکریوطی کا ذکر بھی اس کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ اور بائیبل کے بیانات متعلّقہ کی اس تکذیب سے

بحث و نظر کا دروازہ تمام مسیحی دنیا میں کھل گیا ہے جس کتاب کا ترجمہ اصل آرامی زبان سے پادری ڈاکٹر ایچ نے انگریزی زبان میں کیا ہے۔ یسوع کے معجزات کو اعجوبۂ روزگار تسلیم کرتے ہوئے جوزیفس رقمطراز ہے۔ کہ عموماً یہ خیال تھا کہ وہ خدا کا نبی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ علانیہ شریعت کا انکار کرتا تھا۔ اور اس کے متبعین نے اس سے درخواست کی تھی۔ کہ رومی حکومت کی بیخکنی کر کے خود یہود پر حکمرانی کرے لیکن اُس نے انکار کیا۔ اور بعد چندے جب یہود کو اسبات کا پتہ چلا تو اُنھوں نے مشورہ کیا۔ کہ ہم لوگ غیروں کے محکوم ہیں۔ اور لاچار ہیں مناسب ہے کہ پیلاطوس سے اس بات کا ذکر کردیں۔ تاکہ ہم پر کسی وقت کوئی ناگہانی آفت نازل نہ ہو۔ چنانچہ لوگ یسوع کو پیلاطوس کے پاس پکڑ لے گئے۔ لیکن تحقیق کے بعد پیلاطوس کو معلوم ہوا کہ وہ بیقصور ہے۔ لہذا اُسے چھوڑ دیا گیا یسوع بدستور وعظ و ہدایت میں مشغول ہوگیا۔ اور لوگوں نے پھر اس کی پیروی اختیار کرنی شروع کردی۔ جس کی بناء پر علماء یہود کو اس سے حسد پیدا ہوگیا۔ اور اُنھوں نے پیلاطوس کو تیس ٹیلنٹس رشوت دے کر اس کے قتل پر آمادہ کیا۔ اُس نے اسمعاملہ کو خود انھیں لوگوں کے سپرد کردیا کہ شریعت موسوی کے مطابق عملدرآمد کیا جائے۔ چنانچہ اُنھوں نے اُسے مصلوب کردیا۔ اب دُنیا کے بڑے بڑے مسیحی علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر بیان مندرجہ بالا صحیح ثابت ہو جائے تو یہودا اسکریوطی عظیم ترین جرم سے صاف بری ہو جائیگا۔ ان لوگوں نے اس بیان اور بائبل کے بیان میں غیر معمولی مماثلت کیطرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ بائبل میں لکھا ہے۔ کہ یہودا نے چاندی کے تیس سکے قبول کئے جن کے چار پونڈ بنتے ہیں۔ اور یہودی مورخ لکھتا ہے۔ کہ یہود نے پیلاطوس کو مبلغ تیس ٹیلنٹس دئے جسکے بارہ ہزار تین سو چھیالیس پونڈ ہوئے۔ اور یہ رقم تو صاف ظاہر ہے کہ رومی گورنر یقیناً اپنے مرتبہ کے موافق ہی رشوت قبول کرسکتا تھا۔"

مسئلہ نسلی کی اہمیت اور نزاکت

موجودہ مباحث میں مسئلہ نسلی آجکل جاذب توجہ بنا ہوا ہے۔ اور اس کے متعلق بہت کچھ لٹریچر آج یورپ میں دستیاب ہوسکتا ہے۔ اس تفوق کی بناء پر جو یورپ کو دوسری اقوام پر انیسویں صدی میں حاصل ہوا ہے یہ مسئلہ خود بخود پیدا ہوگیا۔ کہ اینگلو سیکسن قوم دوسروں سے برتر ہے۔ یہ نظریہ سیاست عالم میں تبدیلی پیدا ہو جانے کی وجہ سے اب محض ایک خوش کن خیال ہو کر رہ گیا ہے۔ اینگلو سیکسن قوم کی برتری اب

نہ صرف زائل ہوگئی ہے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں دوسری اقوام کا ستارہ بھی بلندی پر آرہا ہے۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اس تبدیلی کا ذکر اپنی بینظیر نظم "پیام مشرق" میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا ہے۔ اور بیداری ہند کا خاص طور پر تذکرہ کیا ہے۔ کہ یہاں کے لوگوں میں اب نئی زندگی کا خون جوش کے ساتھ گردش کرنے لگا ہے۔ فرماتے ہیں :۔

ایشیاء نے یورپ کی بوتل سے شراب کا ذائقہ حاصل کیا ہے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں۔ اگر اس نے پرانے رسوم کو خیرباد کہدیا۔ اس نئی ذہنیت نے اسے اس نسخہ کے استعمال پر راغب کیا جس کی بدولت اس کا منجمد خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ جو کبھی تقدیر پر شاکر تھا۔ اے ساقی! ہم متوالوں کی ہنگامہ خیزی سے پریشان مت ہو! تو ہی انصاف سے بتا وہ کون ہے جس نے یہ شور و شغب یہاں برپا کر رکھا ہے؟ جو چیز "بلبل" کو باغ میں لائی۔ وہ دراصل گلاب کی خوشبو ہے۔ ورنہ اس بیچاری کو کیا معلوم تھا۔ کہ باغ بھی کوئی چیز ہے"۔ کس قدر تعجب ہے کہ ماہران علم النفس نے بھی ایسے نظریئے پیش کئے ہیں جن میں کسی ایک قوم کا دوسری اقوام پر تفوق مدنظر رکھا گیا ہے اور اسباب کا مطلق خیال نہیں کیا گیا۔ کہ اس کی بناء پر اقوام عالم میں باہمدگر فتنہ آرائیوں کا دروازہ کھل جائیگا۔ جو لوگ مذہب زبان اور قومیت کے متعلقہ تنازعات میں کسی قول فیصل کے امکان پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس معاملہ میں اس قدر متاثر ہو چکے ہیں کہ ان کی نظر میں اس نسلی مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے۔ گویا یہ مرض لا علاج ہو چکا ہے۔ کیونکہ نسلی خصائص انسان کے دل و دماغ میں اس طرح جاگزین ہو گئے ہیں۔ کہ پیدائش سے لے کر مرتے دم تک وہ ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ موجودہ سیاسیات پر ایک سطحی نظر ڈالنے سے جو تاریکی اور ناامیدی کا منظر پیش ہو جاتا ہے۔ اسکی خاص وجہ یہی ہے۔ طاقتور اقوام بلا کھٹکے کمزور قوموں کی چھاتیوں پر مونگ دل رہی ہیں۔ اور ان کی حکمت عملی کی بنیاد عموماً نسلی امتیازات پر رکھی جاتی ہے۔ اور مختلف اقوام میں تصادم کا امکان جس قدر آج موجود ہے۔ اسکی مثال سابق میں ڈھونڈے نہ ملیگی۔ اور کرۂ ارض کی آبادی میں زیادتی اور فاصلہ اضافی طور پر کمی اس تصادم کی مؤید ہے۔ ہمارے بیان کی صداقت موجودہ اختراعات مثلاً ذرائع آمد و رفت میں آسانی۔ کرۂ ارض کا اضافی طور پر مختصر ہو جانا فاصلہ کا دور ہو جانا لاسلکی اور تار برقی کی بناء پر فصل مکانی کا معدوم ہو جانا وغیرہ سے بھی بخوبی ہوتی ہے۔

مسیحیت اور تناقص نسلی

آئیے اس مسئلہ کو ذہن میں لے کر مسیحیت کا مطالعہ کریں۔ ہم یہ بات مسیحیت میں عیب جوئی کے خیال سے نہیں کہتے۔ بلکہ اسلئے کہ عربی مثل کے موافق اکثر اوقات چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ اور اشیاء کی حقیقت مقابلہ سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اور دلیل کی خوبی بطرز احسن ہمارے دلنشین ہوسکتی ہے مسیحیت ہزار ال کی مسلسل جدوجہد کے بعد بھی امتیازات نسلی کو کم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ جو لوگ مشرق سے باخبر ہیں۔ بلکہ خود اہل مغرب بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ مساوات انسانی کا وہ تخیل جس کی بناء پر تمام جغرافیائی اور قومی اختلافات رفع ہوسکیں مسیحیت سے پیدا نہ ہوسکا پر نہ ہوسکا۔ اُن تمام ممالک میں جہاں سفید رنگ کے لوگ حکمران ہیں صرف ایک بات نمایاں ہے محکوموں کے ساتھ متکبرانہ طرز عمل خود ساختہ تفوق اور وحشیوں کو مہذب بنانے کا ادعائے باطل جو در اصل ان کی غلامی کو مستحکم کرنا ہے۔ یا انھیں اپنا آلہ مقصد برآری بنانا مسیحیت کی حکیمانہ تعلیمات کا تو اس قدر بھی اثر نہوا کہ وہ درشت طرز عمل ہی دور ہو جاتا جو ان سفید لوگوں کا شیوہ زندگی ہے مسئلہ کا حل تو خیر بڑی بات ہے! ہر شخص جانتا ہے۔ کہ دنیا کے وسیع خطوں کے دروازے محض اس لئے ایشیائی لوگوں کیلئے بند ہیں۔ کہ ان کا رنگ سفید نہیں۔ یا وہ دوسری نسل سے تعلق رکھتے ہیں +

کاؤنٹ کیسرلنگ اور مسائل النسل فے الاسلام

اسلام کی تعلیمات پیش کرنے سے پہلے ہم ناظرین سے درخواست کرینگے۔ کہ وہ کاؤنٹ کیسرلنگ کی تصنیف ایک فلاسفر کا سفری روزنامچہ ضرور پڑھیں۔ موصوف ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے یہاں کی اسلامی جماعت کی ساخت پر اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔ جہاں کہیں ہلال (اسلام) کی روشنی پہنچی قومی خصائص ماند پڑ گئے۔ اور یہ بات ہندوستان میں بدرجہ اتم مشہود ہے۔ جہاں مختلف جماعتوں میں واضح طور پر خطوط امتیازی کشیدہ ہیں لیکن اس کی جگہ ایک عمومی اور مستقل خصوصیت موجود ہے۔ یعنی خصائص اسلامی جس مسلمان سے میں نے سوال کیا۔ کہ تم کون ہو۔ اس نے یہی جواب دیا۔ میں ایک مسلمان ہوں"۔ کیا وجہ ہے۔ کہ صرف اسی مذہب نے احساس قومی کی جگہ ایک وسیع تر احساس اپنے پیرؤوں میں پیدا کر دیا اور یہ وسیع تر احساس مستحکم اور اہم بھی تو ہے۔ اس کا کیا سبب ہے۔ کہ اسلام نے اخوت انسانی کے نصب العین نے تعبیر کسی حکیمانہ عقیدہ کے منوائے حاصل کر لیا اور مسیحیت اس معاملہ میں ناکام محض رہی؟ یقیناً اسکی وجہ

یہی ہو سکتی ہے۔ کہ اس خاص مذہب کی بنیادی تعلیم اور اس کے پیرؤں کے بنیادی خصائل میں جن کے متعلق مجھے علم نہیں۔ کوئی خاص ہم آہنگی ضرور ہو گی"۔ اس اقتباس کے ساتھ ساتھ ذیل کی عبارت ملاکر پڑھنے سے مزید لطف حاصل ہو گا "عالم اسلامی کی وہ خصوصیت جس کا اعتراف اساس اکثر مبصرین نے کیا ہے۔ اور مؤرخین، سیاحوں اور مشنریوں نے بھی اسکی وحدت نوعی ہے۔ جو قومیت اور جغرافیائی پوزیشن دونوں سے بالاتر رہی ہے۔ اسلام نے تعصب نسلی کو اس درجہ مٹادیا ہے۔ کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کا جواب پیش نہیں کر سکتا۔ اور اگرچہ اخوت انسانی کے نصب العین کی دوسری صورتوں کی طرح اسلام اخوت مؤمنین کے حصول میں ناکام رہا۔ تاہم جس حد تک سے اسے کامیابی حاصل کی وہ ضرور لائق توجہ اور قابل اعتنا ہے" +

اگرچہ کاؤنٹ موصوف نے لکھا ہے کہ مجھے اُن خصائل کا علم نہیں"۔ تاہم یہ بات اُن سے منسوب کرنا کہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت کا انھیں علم نہیں غیر مناسب سی معلوم ہوتی ہے (۴۹/۱۳)

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۔ اے لوگو! تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں مقرر کیں۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے بیشک اللہ علیم اور باخبر ہے۔ یہ وجہ ہے کہ تضاد نسلی کا خیال مسلمانوں میں معدوم ہے۔ ایک مسلمان اپنے چینی یا ایرانی ہونے پر کبھی فخر نہیں کرتا۔ ہاں وہ اپنے تمدن مذہبی پر ضرور فخر کر سکتا ہے۔ اسلامی اقوام نے اپنے زمانۂ عروج میں بھی اپنی قومیت پر کبھی فخر نہیں کیا۔ انھوں نے صرف اسلام پر فخر کیا۔ وہ ایکدوسرے میں صرف مذہبی امتیاز روا رکھتے تھے۔ یعنی جو زیادہ دیندار وہی زیادہ معزز۔ وہ مسلمان تھے اور دوسرے غیر مسلمانوں نے نہ پہلے کسی شخص کی تحقیر محض رنگ کی بنا پر کی اور نہ وہ آج ایسا کرتے ہیں۔ چنانچہ عربوں نے اپنے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی کسی شخص کو محض اس سبب سے بنظر حقارت نہیں دیکھا کہ وہ حبشی ہے۔ اور ایک ہندی مسلم باوجود اختلاف رنگ جو ہمیں اور مغربی افریقہ کے حبشی میں پایا جاتا ہے۔ اپنے حبشی بھائی کی تحقیر نہیں کرتا۔ لیکن صرف اس ایک آیت کی بناء پر مسلمانوں میں یہ احساس پیدا نہیں ہوا۔ کیونکہ خوش آیند تعلیمات تو دوسرے مذاہب میں بھی موجود ہیں۔ اسلام کی طرح

دوسرے مذہب کا بھی یہی دعوئے ہے۔ کہ وہ مساوات انسانی کے علمبردار ہیں۔ ہر واعظ عالم، پیشوا رہنما اور ہادی نے اس خیال کو پیش کیا ہے۔ اور دُنیا کی نجات آخر کار اسی اصُول پر کاربند ہونے سے ہو گی یہ دوسری بات ہے کہ وہ کب کاربند ہو گی؟

اسلام میں نسلی منافرت دُور کرنے کے عملی اسباق

اس کا راز فلسفۂ نماز باجماعت میں مُضمر ہے۔ جس کا تخیل ہمارے ہادیٔ برحق صلعم کے دماغ نے دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور یہ فلسفہ رسم حج کعبہ میں اپنے منتہائے کمال کو پہنچا۔ لہٰذا ہم ان تاثرات پر ایک نظر ڈالینگے۔ جو ان امُور نے مسلمانوں کی مدنی زندگی میں پیدا کئے۔

واضح ہو کہ تمام اختلافات نسلی و قبائلی پنجگانہ نمازوں میں شامل ہونے سے یکسانی دُور ہو جاتے ہیں کیونکہ مسجد میں شاہ و گدا سب دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ اگرچہ روزانہ نمازیں باجماعت فرض نہیں لیکن آنحضرت صلعم نے اس روش کو بہت عُمدہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسکی بناء پر ایک محلّہ کے مسلمان باہمدگر باہم وراہ پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلعم کو اس امر کا احساس تھا۔ کہ ایک محلّہ کا باشندہ شہر کے دوسرے محلّہ میں جا کر نماز نہیں ادا کر سکتا۔ لہٰذا آپ صلعم نے نماز جمعہ باجماعت کو فرض قرار دیا تاکہ اس طرح ایک محلّہ کے رہنے والے کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنے بھائیوں سے روشناس ہو سکیں۔ اور اسلامی اخوت کے نصب العین کو حاصل کر سکیں۔ اس کے بعد آپ صلعم نے ایک قدم اور بڑھایا اور دو سالانہ اجتماع عیدین کے نام سے قرار دیئے۔ تاکہ کُل شہر کے باشندے ایک جگہ جمع ہو کر اسلامی برادری کا منظر پیش کر سکیں۔ لیکن آپ صلعم نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ کیونکہ روزانہ نمازیں اور جمعہ کا اجتماع اور عیدین پر سالانہ مجمع اگرچہ اخوت پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن ان امُور میں عالمگیریت کا رنگ نہیں ہے نہ شان عمومیت ہے۔ لہٰذا اخوت بین المسلمین کو اس کے منتہائے کمال پر پہنچانے کے لئے آپ صلعم نے مکّہ میں سالانہ اجتماع کی رسم قائم کی تاکہ اس بین الاقوامی مجمع کی بدولت عالمگیر اخوت اسلامی کا احساس پیدا ہو سکے۔ یہ رسم نہ صرف اسلام ہی میں بلکہ جمیع مذاہب عالم میں تمدنی ارتقاء کی آخری منزل ہے اور یہی اسلام کی شانِ امتیازی ہے۔

برِّ اعظم یورپ پر اسلام کے احسانات عمومی اور ازمنۂ وسطیٰ میں
تمدّن یورپ پر عربوں کا اثر

رقم زدہ ڈاکٹر گستیو ڈیرک پی۔ ایچ۔ ڈی؛ مترجمہ مولوی عبدالمجید ایم اے از جرمن زبان

(۱)

سلطنت روم کا زوال، مسیحیت اور اہل جرمنی، وسطیٰ اور موجودہ تمدّن کے بنیادی اصول اور اس کے ذہنی مبادیات، قبل ظہور اہل عرب مسیحی ممالک میں عقلی انحطاط ۱۲

اگر ہم زمانۂ وسطیٰ کا مطالعہ کرنا چاہیں، تو ضروری ہے کہ اس پست حالت کو ملحوظ خاطر رکھیں جو قدیم ازمنہ پر بوجہ انحطاط قوت طاری ہو چکی تھی۔ اور اس بدنظمی کی بناء پر نئے نظام کا رکی داغ بیل پڑ چکی تھی۔ لہٰذا اسلامی تمدّن کے مفید اثرات کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہمیں ان حالات پر کافی غور کر لینا چاہئے۔ یعنی ہمیں ان اسباب کی تلاش کرنی ضروری ہے جس کی بناء پر قدیم سلطنت رومۃ الکبریٰ کا زوال ہؤا۔ اور ان تمام امور کو ذہن نشین کر لینا چاہئے جن سے اس زمانہ کا عام رجحان مترشح ہوتا ہو یعنی مسیحی سن کی ابتدائی صدیوں کا مطالعہ کیونکہ بنی آدم کی تاریخ تمدن میں کسی جگہ خلاء نہیں ہے۔ ہر جگہ معمولی سی ابتدائی باتوں میں ایک تدریجی شانِ ارتقاء نمایاں ہے جس نے ان باتوں کو کامل نظام کی شکل عطا کر دی۔ اور انجام کار وہ امور فنا ہو گئے۔ ہر مقام پر علت و معلول میں ایک ربط موجود رہا ہے ہر نیا مظہر اور ہر نیا واقعہ گزشتہ اسباب کی بناء پر ظہور میں آیا۔ ہر پودا اپنی نشو و نماء کے لئے ان حالات کا محتاج ہے۔ جو اس فعل کے لئے لازمی اور ضروری ہیں، جس طرح مسیحیت کسی بنجر زمین سے برآمد نہیں ہوئی۔ بلکہ اس زمانہ کے حالات کا نتیجہ تھی۔ اور اسکی نشو و نما کے لئے اس زمانہ کے خیالات سے مطابقت ضروری تھی۔ اسی طرح اسلام کی نشو و نما پر اُن حالات کا اثر پڑا جو اس کی علت اولیہ تھے۔ اور اگر سب پر نہیں تو کثیر حصّہ پر اُن کا اثر ضرور باقی رہ گیا +

رومی سلطنت کی عمارت۔ زراعت اور مواشی کی بنیادوں پر قائم ہوئی اور تلوار سے اسکی حفاظت کی گئی جب تک یہ تلوار مضبوط ہاتھوں میں رہی یکے بعد دیگرے مختلف صوبے فتح ہوتے چلے گئے! اور ۲۴ق م میں سلطنت روم اسقدر طاقتور ہو گئی کہ دنیا کی کوئی حکومت اس کے نظام سیاسی کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتی تھی! اور اسکے بعد جو کچھ توسیع حاصل ہوئی۔ وہ اس قوت کا ایک لازمی نتیجہ تھی۔ اس جگہ یہ سوال ہوگا کہ سلطنت روم کا اقتدار کن اسباب پر مبنی تھا؟ اس کا جواب رومیوں کی سادہ معاشرت و رسوم، پاکیزگی، قناعت، اعتدال تعلیم، نظام جنگ، اور مفید باتوں کے حصول کی خواہش میں مضمر ہے۔ رومیوں کی قابلیت عمل کا مرکز اُن کی جسمانی قوت تھی، جس کی بقا مذکورہ بالا صفات پر مبنی تھی۔ اگر وہ صفات زائل ہو جائیں تو جسمانی قوت بھی غائب ہو جائے۔ اور اگر کوئی غیر مناسب

اثران کی قابلیت عمل پر وار د ہو تو پھر ان کے افعال کے نتائج بھی غیر یقینی ہو جائیں پس اگر ایک طرف رومی سلطنت نے وسعت حاصل کی۔ اور زرخیز ممالک پر قبضہ کیا۔ تو دوسری طرف یہی فتوحات اُن کے حق میں ابتلاؤں کا موجب ہوئیں۔ کیونکہ فتوحات کا لازمی نتیجہ دولتمندی اور تن آسانی ہوتا ہے۔ اور ان باتوں کا اثران لوگوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ سے محنت اور جفاکشی کے عادی ہوں۔ چنانچہ صوبوں کے گورنروں اور فوج کے ٹھیکہ داروں نے اپنی دولت کو املاک خریدنے میں صرف کرنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ کاشتکار تباہ ہونے لگے۔ اور رفتہ رفتہ زمینداروں کی جگہ مستاجر آ گئے۔ اور کاشتکار لوگ یا تو غلام بن گئے۔ یا زراعت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور اسی طرح آزاد پیشہ وروں کی جگہ ملازم کاریگر جلوہ گر ہو گئے۔ قصہ مختصر اوسط درجے کے لوگ تباہ ہو گئے۔ ان کی کوئی ہستی ہی باقی نہ رہی۔ اُن کے ساتھ ساتھ کاشتکاری اور صناعی بھی رخصت ہو گئی۔ اب لوگوں کا مشغلہ یا تو جنگ تھا یا بیکاری اور اپنی حفاظت، حکومت پر چھوڑ بیٹھے۔ تمام ضروریات زندگی تو مختلف صوبوں سے حاصل ہو جاتی تھیں۔ لہٰذا اٹلی کے کھیت باغات تفرج گاہوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ یعنی اٹلی کا ملک اپنی خورد و نوش کیلئے دوسرے صوبوں کا دست نگر ہو گیا، احتیاج موجود پیدا اور معدوم بعد چندے فوجی ملازمت بھی رومی لوگوں کو الکبار معلوم ہونے لگی۔ اور آئندہ یہ محکمہ بھی دوسرے ممالک کے باشندوں سے پُر ہونے لگا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس آرام طلبی کے خلاف صدائے احتجاج بلند بھی کی مگر وہ صدا صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اول اول جزیرہ صقلیہ میں رومیوں کو یونانی تمدن سے سابقہ پڑا۔ اور ۱۴۶ ق م میں جب اُنھوں نے یونان کو فتح کیا تو یونانی تمدن، تہذیب، ادب اور فنون لطیفہ رُوم کی مشاطہ کا کام دینے لگے۔ اگرچہ اصلی یونانی تہذیب تو دو صدی قبل رُخصت ہو چکی تھی۔ اور یونانی لوگ خود مشرق کے زہریلے اثرات کا شکار ہو چکے تھے۔ لیکن اُن کے مسموم تمدن نے بہت جلد رومیوں کی رہی سہی خوبیوں پر پانی پھیر دیا۔ اب رومیوں کو سکندریہ اور مشرق کی دلچسپیوں میں شغف خاص پیدا ہو گیا۔ اور پہلے وہ جسقدر بھلے چنگے لوگ تھے۔ اس قدر اب عیاشیوں میں مشغول ہو گئے۔ اگر ادبی لحاظ سے دیکھا جائے تو رُوم اور یونان کے تعلقات باہمی کا ایک اہم منظر سامنے آ جاتا ہے۔ چونکہ رومی عموماً عملی لوگ تھے۔ اور فلسفہ سے نا آشنا محض، اس لئے ان میں تخیل کی بلند پروازیاں نہ تھیں۔ اور نہ انھیں اسکی ضرورت تھی۔ اسلئے

ان کا ذاتی علم ادب وجود میں نہیں آیا تھا۔ لیکن اہل عرب یونان سے ربط وضبط کی بناء پر ان کے اندر ادبی احساسات پیدا ہو گئے، اور جس زمانہ میں محکوم یونانیوں کے ہاتھوں رُومی ادب کی بُنیادیں پڑ چکی تھیں، اس وقت بھی اور اس کے بعد بھی اس شعبۂ خاص میں یونانی ادب ہی کا اتباع کیا گیا۔ اگر رومیوں کی بہادری اور تلوار کی بدولت دُنیا کو ایک خاص ہیئت کذائی حاصل ہُوئی تو یقیناً ان کی تمام کامیابیوں کا سرچشمہ یونانیوں کی وہ تحریکات معنوی اور ادبی تھیں جن میں قومیت، حریت اور نصفت پسندی کے جذبات بڑی حد تک شامل تھے۔ لیکن جب تناسب سے رومیوں نے دُنیا کو اپنا مطیع بنایا۔ اُسی تناسب سے وہ خود عاداتِ قبیحہ کا شکار ہوتے چلے گئے۔ سمجھدار لوگ اور مخلص خادمانِ قوم قدیم رومی خصائلِ حمیدہ کو برقرار رکھنے کی حتّے الوسع کوشش کرتے تھے۔ اور اقتصادی معاشرتی اور ملکی اصُولوں کی طرف جماعت کی توجہ مبذُول کراتے تھے لیکن سب بے سُود تھا۔ کیونکہ زمانہ کی ہَوا اُن کے خلاف چل رہی تھی۔ اپنی کوششوں کے باوجود یہ لوگ اس بیماری کے جراثیم کا قلع قمع نہ کر سکے جس کی وجہ سے عظیم الشان سلطنت روما آخرکار ایک لاشۂ بیجان ہو کر رہ گئی +

ایرانیوں کی یُونان پر فوجکشی کرنے کے زمانہ کو ملحُوظ خاطر رکھتے ہُوئے اب صورت حال بالکل تبدیل ہو چکی تھی نسبتاً یونان کا زاویہ نگاہ اب وسیع تر ہو گیا تھا۔ قومی قیود دُور ہو گئی تھیں۔ اور نئے لوگوں سے میل جول کی بناء پر اب نئے نئے خیالات پیدا ہو چکے تھے۔ اُس زمانہ کے مقابلہ میں جبکہ سکندر اعظم نے مشرقی فتوحات کا دروازہ کھولکر ناوانستہ طور پر عالمگیریت کا تخیل دُنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور سکندریہ کو دارالخلافہ قرار دیکر اس شہر کو نہ صرف تجارتی مرکز بنادیا بلکہ علمیت کا منبع بھی، اب لوگوں کی ذہنیت اور ہی مقام پر پرواز کُناں تھی۔ اور بنی آدم کی وحدت کا تخیل اور عالمگیریت کا تصوّر دماغوں میں نشوونما پا رہا تھا۔ اور اس وجہ سے اہل دُنیا کے تعلّقات باہمی کی نوعیت دوسری ہو گئی تھی۔ تمدن عالم کی نئی نئی راہیں اُنکے سامنے کُھل رہی تھیں۔ اور نئے نئے مطامح نظر قائم ہو رہے تھے۔ اس نئی تحریک کا آغاز سکندریا اہل یونان اور خصوصاً سکندریہ سے سرزد ہُوا۔ اور رفتہ رفتہ تمام متمدّن لوگ اسکی طرف مائل ہو گئے، اور یہ تحریک آخرکار مختلف قوموں کے ارتقا کا ذریعہ بن گئی۔ رومی لوگ نہ صرف خود اس تحریک سے متاثر ہوئے بلکہ اپنے عروج کے زمانہ میں اُنھوں نے اسکی اشاعت میں کافی حصّہ لیا۔ اور تمدّن کے ہر شعبہ میں اس نئی تحریک کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اور وہ حالات مذہبی دُنیا کی تاریخ میں ایک خصُوصیت رکھتے ہیں۔ جو اس زمانہ میں بین الاقوامی تعلقات کی بناء پر پیدا ہوئے۔ اگر ایک طرف یونانی جنگوں کے زمانہ میں جملہ مذاہب مروجہ برسر اقتدار آ گئے تھے۔ تو اب ہر نئی فتح کے بعد تمدّنی اثرات کی بناء پر رومیوں کے دلوں سے اپنے ملکی دیوتاؤں کی عظمت کم ہوتی جاتی تھی۔

علاوہ بریں خود رُوم میں تمام مذاہب کے پیرو موجود تھے۔ اور عام لوگوں کے لئے اس امر کا فیصلہ دشوار ہو گیا تھا کہ فاتحین کے مذہب پر قائم رہیں یا مفتوحین کا مذہب اختیار کر لیں۔ غیر مذاہب کی اشاعت کا بڑا سبب یہ تھا کہ جب تک نظامِ ملکی سے کسی نئے مذہب کا تصادم نہ ہو اُس وقت تک اس سے سرکاری طور پر کوئی پرخاش روا نہ رکھی جاتی تھی۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایمان و عقاید کے لحاظ سے عام لوگوں میں عجیب عجیب توہمات قبیحہ اور رسومات مذمومہ پیدا ہونے لگیں اور اونچے طبقے کے لوگ یا تو لا ادری تھے۔ اور یا مذہب کی طرف سے بالکل لاپرواہ۔ اور جملہ مذاہب صرف چند لایعنی رسومات کا مجموعہ ہو کر رہ گئے تھے رُوحانیت غائب ہو چکی تھی اس وجہ سے باطنی تسلی ایک خیال سے زیادہ نہ تھی۔ اور صرف حسیات کی آسودگی مدِ نظر ہو گئی تھی۔

سُقراط اور اس کے شاگرد افلاطون نے فلسفہ کی تحریک کو نئے نئے طریقوں سے پیش کرنا شروع کر دیا تھا افلاطون کی باطنیت اور ارسطو کی خارجیت نے فلسفہ کیلئے آیندہ الگ الگ راہیں تجویز کر دی تھیں سُقراط سے پہلے فلسفہ کا کام یہ تھا۔ کہ مادّہ کا عقلی طور پر امتحان کیا جائے۔ کہ اسکی حقیقت کیا ہے۔ لیکن سُقراط نے لوگوں کو مادّیت سے ہٹا کر اخلاق کی طرف مائل کر دیا۔ اور اس طرح عقل کا اصلی کام شروع ہو گیا۔ چنانچہ سقراط کے بعد فلسفہ اسی شاہراہ پر گامزن ہو گیا۔ اور اس کا نتیجہ ایک طرف تو لا ادریت محض ہوا۔ دوسری طرف ایک اعلیٰ باطنیت۔ اور اس کے بعد تمام فلاسفہ کی توجہ اس جانب مبذول ہو گئی کہ کوئی ایک تسلی بخش نظریہ حاصل ہو سکے لیکن تمام کوششیں بیہودہ ثابت ہوئیں فلسفہ کی مختلف شاخوں میں ایک بات مشترک تھی۔ اور وہ یہ کہ ہر شخص ایسے عقلی اصولوں کی دریافت کا خواہشمند تھا۔ جن سے دماغی انتشار دُور ہو کر اطمینانِ قلبی حاصل ہو سکے۔ زندگی کی تلخکامیوں کا بدل لوگوں نے یہ قرار دے لیا۔ کہ تنہائی میں مابعد الطبیعات کے مسائل لاینحل میں محو ہو گئے + صورتِ حالات کی ابتری سے نہ صرف تعلیمیافتہ طبقہ گھبرا اُٹھا۔ بلکہ عوام الناس بھی متاثر ہو گئے۔ اور سب کے دلوں میں بہتری کی آرزو موجزن ہو گئی۔ اور حقیقتاً اسی طبقہ کے لوگوں میں اس قسم کی آرزوئیں نشو و نما پاتی بھی ہیں۔ کیونکہ غلاموں اور مفلسوں کے لئے بہبودی کا خیال نسبتاً زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ اس خیال سے انھیں بڑی تسلی ہوتی ہے۔ کہ شاید کل کوئی صُورت ہماری بہتری کی پیدا ہو جائے۔ اپنے تخیّلات اور فلسفہ عملی کے معلّموں اور انسانی اخلاقی قوتوں کی بنا پر ایسے لوگوں نے اپنی موجودہ تکالیف کو صبر اور استقلال سے برداشت کرنا شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں اگرچہ تمدّن اور فتوحات اور دوش بدوش چل رہے تھے۔ اور نمود و نمائش ظاہری کا شوق روز افزوں تھا۔ لیکن سلطنت کے نظام میں جسمانی

دماغی عوارض بھی سُرعت کے ساتھ ترقی کر رہے تھے۔ اور زوال کا منظر پیش نظر تھا۔ پس اس متناسب عمارت کو گرنے
سے بچانے کے واسطے نئے عناصر کی ضرورت تھی۔ اور مسیحیت نے ان عناصر کو سلطنت کے اندر داخل کر دیا۔ اگرچہ
وہ ابھی ابتدائی خامی کی حالت میں تھے۔ دوسری بیرونی مدد اُن جنگوں سے ملی۔ جو ٹیوٹن اقوام سے پیش آئیں۔ اور ان کی وجہ سے
صورت حال بدل گئی۔ اس مقام سے مسیحیت کا مناقشہ اُن مذاہب اور فلسفیانہ عقاید سے شروع ہوتا ہے جو ابتدا
میں متحرک تھے لیکن اب لاادریت کی چادر اوڑھے سو رہے تھے۔ اور اسی مقام سے رومیوں اور ٹیوٹن اقوام کا تنازع
بھی شروع ہوتا ہے۔ یہ اقوام شمال سے آئیں۔ اور وحشی لوگوں پر مشتمل تھیں۔ جو رومیوں کے مقابلہ میں تو درندے معلوم
ہوتے تھے لیکن اُن کی قوتِ عمل پاکیزگیٔ خصائل اور غیر ملوث رسوم اگر سلطنت کے حق میں زہر ثابت ہوئیں تو
باشندوں کے حق میں تریاق سے کم نہ تھیں۔ پس ان وحشیوں کے حملوں اور مسیحیت کی تبلیغ سے مل کر دنیا میں ایک
نئے نظام کی بنیاد پڑی۔ ہم نے تاریخ انسانی اس امر کا بارہا مشاہدہ ہے۔ کہ زمانہ کا رجحان خود بخود اسی طرف ہو جاتا
ہے جس کی دنیا کو ضرورت ہوتی ہے۔ مسیحیت اس زمانہ میں کل کا بچہ تھی۔ یسوع کی مزعومہ پیدائش کو تھوڑا ہی
زمانہ گزرا تھا۔ اس نئے مذہب کے ماخذ آج تاریکی میں روپوش ہیں۔ اور تاریخی طور پر کوئی قابل یقین بات اُن سے
متعلق نہیں ملتی۔ کیونکہ نہ تو یسوع مسیح کے زمانہ حیات کے اور نہ دوسری صدی مابعد کے لٹریچر میں انکی سوانح حیات
کا صحیح تذکرہ ملتا ہے نہ مسیحیت کے آغاز کا طور و طریق۔ اور اس شخص کی زندگی فسانوں میں مخفی ہو کر رہ گئی ہے جس نے
اپنے زمانہ کے ارتقاء ذہنی کے لحاظ سے فلسطین میں یہود کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ اور اس کی تعلیمات دراصل
بُدھ کی طرح اس قدر سیدھی سادی تھیں۔ کہ ایک گنوار بھی اُنھیں بخوبی سمجھ سکتا تھا۔ اور اس نے دوسروں کے ساتھ
محبت کی تلقین از سر نو شروع کی تھی جسے ہر زمانہ کے مصلحین نے پیش نظر رکھا ہے۔ اور اس نے حیات ارضی کا
مقصد یہ قرار دیا۔ کہ خدا کی بادشاہت میں داخلہ ہو سکے۔ مسیح ایک انسان تھے۔ اور سچ مچ بنی نوع آدم کے خیر خواہ
کُل سلطنت روما اس سادہ تعلیم کو قبول کرنے کے لئے پیشتر سے طیار ہو چکی تھی مظلوموں کی جماعت مسیح موعود
کے تخیل کی بناء پر جو دراصل زرتشتی لوگوں سے شروع ہوا تھا ایک نجات دہندہ کی منتظر تھی۔ وہ خیال کئے
ہوئے تھے۔ کہ موعود ہمیں جسمانی اور روحانی مصائب سے نجات بخشیگا۔ اور فلاسفہ نے اس تخیل میں خوب
خوب رنگ آمیزیاں کر دی تھیں۔ یہود کی تعلیمات اگرچہ اس زمانہ کے قومی حالات سے مطابقت رکھتی تھیں
لیکن لوگوں کی تسلی کیلئے کافی نہ تھیں۔ اور نہ اُن کی ضروریات کے لئے جو سلطنت روما کے طول و عرض
میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور بین الاقوامی اور عالمگیریت کے رنگ میں رنگین تھیں۔ ضرورت تھی کہ موجودہ حالات

سے موافقت کے لئے ان میں مناسب حال تبدیلی پیدا کی جاتی۔ اور اس موقع پر وہ زبردست فرق ہمیں پہلی دفعہ نظر آتا ہے۔ جو قدیم زمانہ میں اور اس کے بعد واقع ہوا۔ پہلے وقتوں میں ہر قوم ایک مستقل قومی وحدت رکھتی تھی۔ جو دوسری اقوام سے علیحدہ اور بے نیاز تھی اور اپنے اندر خصائص ذاتی رکھتی تھی۔ جو دوسری اقوام میں پائے جاتے تھے، اور اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز خیال کرتی تھی۔ سکندر کے قومی حدود توڑ دینے کے بعد لوگوں میں وحدت نوع انسانی کا ایسا خیال پیدا ہوا۔ جو آخر کار ہمیشہ کیلئے سب خیالات پر غالب آ گیا۔ اگر ہمارے ہن نے یہودی مصلح دین کے یہودی شاگردوں نے اسکی تعلیمات کو یہودیں پھیلایا۔ تو دوسری طرف پولوس نے جو یونانی خیالات کا تربیت یافتہ تھا، اسی تعلیم کو رواقی اور لذّاتی فلسفی جماعتوں میں رائج کرنے کی ترکیب کی، اور سکندریہ کے فلسفی مزاج لوگوں میں جو مصری تصوّف، ایرانی رُوحانیت، اور یہودی توحید اور اشراقی فلسفہ کے دلدادہ تھے، اس تعلیم کو ہر دلعزیز بنانا شروع کیا۔ چنانچہ اسکی یہ کوشش مکاشفت یوحنا میں پورے طور سے دکھائی دیتی ہے۔ نتیجہ خاطر خواہ نکلا۔ یہ پولوسی مسیحیت نسبتاً جلد پھیلنی شروع ہوئی کچھ تو اس وجہ سے کہ اس کا پیوند رواقی فلسفہ سے لگا دیا گیا تھا۔ اور کچھ اس لئے کہ رومی حکومت مذہب کے معاملہ میں روادار تھی۔ یہودی جماعتوں کی وجہ سے جو تمام بڑے شہروں میں موجود تھیں۔ اس نئے مذہب کی اشاعت میں بہت آسانی ہوئی، اگرچہ شروع شروع میں جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے۔ زیادہ تر نیچے طبقہ کے لوگ حلقہ بگوش ہوئے۔ مظلوم، بیکس، غلام، مضطرب اور مفلوک الحال، ایسے لوگ تھے جو ابتداءً ایمان لائے۔ تبلیغ عیسوی کا حال مفصل طور سے لکھنا باعث طوالت ہوگا۔ بلکہ یوں کہئے کہ غیر محل۔ لہٰذا ہم صرف اُن امور پر روشنی ڈالینگے۔ جو ہمارے موجودہ مضمون سے خاص کر متعلق ہیں۔ پہلی بات یہ ہے، کہ مسیح کی تعلیمات پر اسرار و رموز کا رنگ چڑھا دینے سے عام لوگوں میں اسکی اشاعت سہل ہو گئی۔ کیونکہ لوگ فطرتاً ایسی باتوں کو بہ آسانی قبول کر لیتے ہیں۔ جن سے ان کے عقاید میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہ ہو۔ اس کے علاوہ اُس زمانہ میں رہبانیت کا رواج عام ہو گیا تھا۔ اور اس ضمن میں حیات بعد الممات سے متعلق عجیب عجیب خیالات لوگوں میں ہو گئے تھے۔ اور اس وجہ سے لوگ اس دُنیا کی جاہ و حشمت کیطرف سے بے پرواہ ہو گئے تھے۔ کیونکہ وہ آئندہ زندگی کا خواب دیکھ رہے تھے۔ اس بنا پر ترکِ دنیا کا خیال پیدا ہوا۔ اور موجودہ صورت حال سے انحراف۔ اس رجحان سے نظام ملکی کے لئے خطرات کا باب وا ہو گیا۔ چنانچہ بہت سے جاہل مسیحی لوگوں میں شہادت کا شوق موجزن ہونے لگا۔

اور اس لئے وہ علانیہ طور پر حکومت کے قوانین سے بغاوت کرنے لگے۔ اگر کسی شہر میں ایک شخص نے یہ حرکت کی تھی۔ تو سارے شہر کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا۔ غیر مسیحی لوگ اگر مسیحیت کے متعلق بُرے خیالات رکھتے تھے تو اسکی ذمہ داری خود مسیحی مذہب پر عاید ہوتی تھی۔ کیونکہ مرد عورتوں کا باہم بوسہ لینا خواہ وہ برادرانہ اور خواہرانہ جذبات پر مبنی تھا۔ اور "عشاء ربانی" کے موقعوں میں شراب اور روٹی کو یسوع مسیح کا خون اور گوشت سمجھنا اور اس کے کھانے میں اظہار مسرت کرنا یہ سب باتیں عوام الناس کی سمجھ میں روحانیت سے معرا تھیں۔ اور اُن کی بناء پر غلط عقاید پیدا ہو گئے۔ جوں جوں مسیحیت کو عزت اقتدار اور قبولیت حاصل ہوتی گئی۔ اس کے پیروؤں میں غرور و تکبر بڑھتا گیا۔ اور اس بنا پر کہ یسوع مسیح نے نہ منضبط احکام شریعت دیئے نہ کوئی تحریر یا کتاب اپنے پیچھے چھوڑی، شروع ہی سے دو جماعتیں بن گئیں۔ ایک یہودی عیسائیوں کی دوسری بت پرست عیسائیوں کی۔ اور ان میں باہم خانہ جنگی رہتی تھی۔ اور رفتہ رفتہ فروعی اختلافات سے اصولی اختلافات پیدا ہو گئے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ عیسائیت کی شروع ہی سے یہ کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح اپنا پیوند یونانی عقاید اور فلسفہ اشراق سے ملالے۔ اس کا لازمی نتیجہ زبردست اختلافات عقاید کی شکل میں رونما ہوا۔ اور تیسری صدی کے اوائل میں ایک دو نہیں سیکڑوں فرقے مسیح کی سادہ تعلیم میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور بجائے ایکدوسرے کو پیار کرنے کے بلا تامل خون بہانے میں مصروف نظر آتے تھے۔ ہر جماعت اور ہر فرقہ کا دعویٰ تھا کہ اصلی اور سچی تعلیم صرف ہمارے یہاں مل سکتی ہے۔ اور بعض مصطلحات کی تشریح یا الفاظ کی تفسیر کی بناء پر ایسے شدید مناقشات پیدا ہونے لگے۔ جنہوں نے کل مسیحی دنیا کو ہلا دیا۔ اور خوفناک جنگوں کا باعث ہوئے۔ مخالفین نے جو سب و شتم آپس میں بذریعہ تحریر و تقریر روا رکھا اس کا ذکر علیحدہ ہے۔ بلکہ وہ تو ایک جداگانہ داستان ہے +

اِسلام یعنی ایک فلسفیانہ مذہب

(مسلسل لیکچر از مسٹر سی۔ اے سورما، ایم۔ ایل۔ ایم)

اے مولا کریم! صراطِ مستقیم کی طرف ہماری رہنمائی کر! اُس رستہ پر چلا جو تیرے حضور میں پہنچا دے! اپنی اُلفت سے معمور کر! کیونکہ تو سراپا اُلفت ہے! اور ہر اُس شے سے باز رکھ جو تیری محبت میں حائل ہو سکے ایسی رہنمائی کر کہ ترے سوا کسی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھیں نہ تیری آواز کے علاوہ کسی غیر کی آواز پر کان دھریں۔ اور تیرے سوا کسی کو رفتہ پیدا کریں + (القرآن سُورۃ الاولیٰ)

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایمان کیا چیز ہے؟ ایمان وہ قُوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان میں فطری طور پر

موجود ہے۔ اور اسکی بناء پر وہ نیکی اور بدی خیر اور شر میں تمیز کر سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس زبردست قوت کا انکار کر دے تو پھر عقاید مذہبی ایک لایعنی بات ہو کر رہ جائینگے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ مذہب کی بنیاد ہی اس امر پر قائم ہے کہ انسان میں یہ قوت موجود ہے۔ ایک مرتبہ ایک بدوی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ حضور صلعم نے فرمایا "ایمان وہ قوت ہے جس کی مدد سے تم نیکی کو پسند کرتے ہو۔ اور بدی سے نفرت"

اگر ہم اس قوت کی موجودگی کا اعتراف کر لیں۔ تو دوسرا سوال یہ ہوگا۔ کہ پھر اس قدر مذاہب کیوں ہیں؟ اور اختلاف عقاید کیوں ہے؟ اسلام نے اس کا نہایت لطیف جواب دیا ہے "شروع میں تو انسان کا صرف ایک ہی مذہب تھا لیکن جب انھوں نے اختلافات شروع کئے تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا جنہوں نے اسکی رحمت اور الفت کا پیغام مومنوں کو پہنچایا۔ اور کافروں کو اس کے عذاب اور قہر سے ڈرایا۔ اور انھیں خدا کی کتاب عطا کی۔ تاکہ اختلافات دور ہو جائیں۔ اور اتحاد قائم ہو جائے +

اور نیز بھی وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ "اور کوئی جماعت ایسی نہیں جس میں ڈرانیوالا نہیں گذرا ہے" ولکل قوم ھاد "اور ہر گروہ کیلئے ایک ہادی آچکا ہے۔ اور ہر ملک کیلئے ایک پیغمبر بھیجا گیا تاکہ وہاں کے لوگوں کو سچا رستہ دکھائے" وغیرہ وغیرہ

ان تصریحات کی روشنی میں ہم کو خصائص اسلام میں سے وہ خصوصیت نظر آتی ہے جس کی بناء پر اسلام ایک فلسفیانہ مذہب قرار دیا جا سکتا ہے۔ برخلاف دیگر مذاہب کے جو صرف اپنی ہی تعلیمات کو سچا بتاتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کو یکسر باطل قرار دیتے ہیں۔ اور برخلاف دیگر تعلیمات کے جو اختلافات انسانی کی تہ کو نہیں پہنچ سکیں۔ اسلام ایک معقول توجیہ پیش کرتا ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ اختلاف آب و ہوا، مزاج، ماحول، یا سیاسی، تمدنی اور اقتصادی اسباب کی وجہ سے عقاید میں رنگا رنگی پیدا ہو گئی لیکن فطرت کا مذہب صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ اسلام ہے اس کا دعویٰ ہے کہ ہر نبی کا اصلی مذہب اسلام ہی تھا۔ اور یہ مذہب آدم سے لیکر نبی عربی تک ایک ہی چلا آیا۔ ذرا غور تو کرو اس کا مطلب کیا ہوا؟ صرف یہ ہوا کہ اس مذہب کا دائرہ عمل اتنا ہی وسیع اور ہمہ گیر ہے جسقدر خود انسانیت اور اس کے بنیادی اصول ہمیشہ غیر متبدل رہے ہیں۔ ہاں فروعات میں ضرورتوں کے لحاظ سے تبدل و تغیر ہوتا چلا آیا ہے۔ لفظ "اسلام" خود بڑے مطالب اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ یہ لفظ آنحضرت صلعم نے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ قرآن فرماتا ہے "ان الدین عند اللہ الاسلام" "تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ مذہب اسلام ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" "تحقیق آج میں نے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا۔

اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ۔ اور اسلام تمہارے لئے پسند کیا ۔ اچھا تو اسلام کا حقیقی مطلب کیا ہے؟ اس کے دو معنی ہیں ۔ پہلے معنی از روئے قرآن یہ ہیں ۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے صلح کرے وہ مسلمان ہے ۔ صلح سے مراد کامل فرمانبرداری اس ذات کی جو پاکیزگی اور نیکی کا سرچشمہ ہے ۔ دوسرے معنی انسان سے صلح کرنا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع آدم سے بھلائی کرنا فرض قرار دیا ہے ۔ قرآن فرماتا ہے ۔ ”من امن باللہ والیوم الاخر وھو محسن فاجرہ عند ربہ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون“ ۔ جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لائے ۔ اور دوسروں کے ساتھ بھلائی کرے ۔ تو اللہ کے پاس اس کے لئے اجر ہے ۔ اور ایسے لوگوں کو نہ خوف ہوگا نہ ملال ۔ دوسرے لفظوں میں اسلام، امن و صلح کا مذہب ہے ۔ اب میں ایک اور عبارت قرآن شریف سے پیش کروں گا ۔ تاکہ یہ دکھا سکوں کہ اسلام کن وجوہ کی بناء پر عزت و احترام کا مستحق ہے؟ ذلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون (۲-۲ تا ۴) یہ کتاب جسمیں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے ۔ جو لوگ کہ خدا پر ایمان لاتے ہیں ۔ اور نمازیں قائم کرتے ہیں ۔ اور جو کچھ ہم نے دیا ہے ۔ اسمیں سے ہمارے لئے خرچ کرتے ہیں ۔ اور جو ایمان رکھتے ہیں صرف اس پر جو تجھ پر نازل ہوا بلکہ اس پر بھی جو تجھ سے پہلے نازل ہوا ۔ اور وہ آخرت کے بھی قائل ہیں (سورۂ بقرع ۱) اس عبارت کی روح اس امر میں مضمر ہے ۔ کہ محض زبان سے اقرار کر لینا اسلام میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا تاوقتیکہ اس پر عمل نہ کیا جائے یہی وجہ ہے ۔ کہ ایمان کے عملی پہلو پر زیادہ زور دیا گیا ۔ یعنی پرہیزگاری اختیار کرنا، نماز پڑھنا، خدا کی دی ہوئی دولت میں سے دوسروں کیلئے خرچ کرنا ۔ یہ عبارت کتاب الکتاب کا افتتاحیہ سمجھو اور اسی میں نہایت صاف طور سے ہدایات ماقبل کی صداقت، اور سخاوت و نیکوکاری کی ضرورت کو بیان کر دیا گیا ہے ۔ اس عبارت میں نہ تو لفظی دلفریبیاں ہیں نہ استعارات و تمثیلات سے کام لیا گیا ہے ۔ اور نہ کوئی بات خلاف عقل سلیم پائی جاتی ہے ۔ جیسا کہ بدقسمتی سے انجیل کا حال ہے ۔ بلکہ قرآن کا یہ پیغام روز روشن کی طرح ہمارے سامنے موجود ہے ۔ اور پڑھتے ہی عقل اُسے قبول کر لیتی ہے ۔ علاوہ بریں جو اصول کہ اسکے ذریعہ تلقین کئے گئے ہیں ۔ وہ ایسے ہیں ۔ کہ کسی نہ کسی شکل میں جملہ مذاہب نے انھیں کی تعلیم دی ہے مثلاً خدا پر ایمان لانا، عالم غیب پر ایمان لانا، آسمانی کتابوں پر اور آخرت پر اعتقاد رکھنا ۔ نماز پڑھنا اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا ۔ اگرچہ اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک حد تک مماثلت ہے،

لیکن اصولوں سے قطع نظر کر کے اسلام کی خاص چیز ہی وہ عقیدہ ہے جو خدا کے متعلق پیش کیا گیا ہے آئیے اس کا مطالعہ کریں۔ اسلام میں خدا کے بہت سے نام ہیں۔ لیکن معروف ترین اللہ ہے۔ اور سب سے زیادہ مفہوم لفظ "رب" سے ادا ہوتا ہے۔ اور اس لفظ کے معانی اس قدر کثیر ہیں۔ کہ اس مضمون میں احاطہ دشوار ہے بہر کیف اس قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ رب کے مشہور معانی، خالق رازق مدبر قیوم اور مالک کے آتے ہیں اور یہ وہ صفات ہیں۔ جو "فطرت" میں عام طور سے پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ وہ قوانین ہیں جن کی بدولت نظام عالم برقرار ہے۔ علاوہ بریں اسلام توحید باری پر بیحد زور دیتا ہے۔ اور اس کا خدا کسی خاص قوم یا فرقہ کا خدا نہیں ہے وہ صرف ایک خاص مقام کی ربوبیت نہیں کرتا بلکہ وہ "رب العالمین" یعنی کل کائنات کا خدا ہے۔ اور اس تخیل کی بدولت اخوت انسانی کا دائرہ بیحد وسیع ہو جاتا ہے اس قدر کہ کل دنیا کے لوگ اسمیں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور انسانی ہمدردی کا زاویہ نگاہ کل عالم کو محیط ہو جاتا ہے۔ توحید باری اسلامی عقیدہ الوہیت کی روح رواں ہے اور قرآن میں بار بار اس پر زور دیا گیا ہے۔ "اے مسلمانو! تمہارا خدا صرف ایک ہی ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور وہ مہربان ہے، زمین و آسمان کی پیدائش میں اور دن رات کی مسلسل تبدیلی میں، اور ان جہازوں میں جو انسان کی ضروریات سے لدے ہوئے سمندر میں چلتے ہیں، اور ان بارشوں میں جو خدا آسمان سے نازل کرتا ہے جس کی بدولت مردہ زمین اور تمام جانور جو اس پر بستے ہیں زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان ہواؤں اور بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان معلق ہیں، عقلمند لوگوں کے واسطے بڑی نشانیاں ہیں لیکن تو بھی بعض لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بناتے ہیں، اور وہ عزت کرتے ہیں جو خدا کے لئے مخصوص ہے (سورہ ۲)۔" کسی قسم کا شرک اسلام میں جائز نہیں۔ اور قرآن میں اُن لوگوں کے حالات بکثرت ملتے ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی پاک تعلیمات کو غیر اللہ کی عبادات سے ملوث کر دیا مثلاً بابلی، کلدانی، اسیری، ایرانی، یہودی اور عیسائی ان سب کا حال بیان کیا ہے۔ کہ یہ لوگ حق سے کس قدر دور ہو گئے ہیں، سید امیر علی اپنی تصنیف "سپرٹ آف اسلام" میں لکھتے ہیں۔ کہ "موجودہ مسیحیت، قطع نظر اس امر سے کہ اس میں فلسفہ اشراق کی آمیزش ابتدائی پانچ صدیوں میں بڑی حد تک ہو چکی تھی، سرتاپا ایک مادی مذہب ہے۔ انسانی تصور سے علیحدہ ہو کر اس میں خدا کا وجود بھی نہیں ملتا، اس کا معبود سرتاپا انسانی اور شخصی ہے۔ اب اس تصور کا مقابلہ اس تصور سے کرو جو ابن رشد کے فلسفہ نے خدا کے متعلق پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر لیکی تاریخ عقلیت میں لکھتا ہے "ابن رشد کی متصوفانہ تصنیفات کی بدولت پرانے روانی مسائل متعلقہ روح فطرت، دوبارہ زندہ ہو گئے۔ اور ان کتابوں نے دنیائے مادی اور عالم روحانی کے اتحاد کی بحث کی طرف لوگوں کی توجہات مبذول کر دیں۔ محیط کل روح کا تصور جو حجر میں خوابیدہ ہے۔ اور حیوان میں خواب دیکھتی ہے

اور انسان میں آکر بیدار ہوتی ہے۔ اور اس معنی میں "عقل" کا عقیدہ جو مظاہر مختلفہ کو ظہور میں لاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں "ذات الٰہی" کی مختلف شانیں ہیں۔ جو ہر شے میں جلوہ گر ہے۔ یہ عقیدہ تصوف کی بنیاد ہے۔ اور اسلام کے اندر جاری و ساری ہے اور غیر مذاہب اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ قرآن کا ہر آغاز سورۃ رحمن اور رحیم کے پسندیدہ القاب سے ہوتا ہے اور ان لفظوں کے انگریزی تراجم سے خدا کی رحمت کا بہت ہی ناقص طریق پر اظہار ہوتا ہے۔ اسلام میں ہر وقت صحیفۂ فطرت سے درس دیا جاتا ہے۔ توحید ذات باری ثابت کی جاتی ہے۔ اور اسکی رحمت بھی مختلف قوانین فطرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا چلانیوالا ایک زبردست مُدبّر ہے۔ اور فطرت کی وحدت سے خدا کی وحدت خود بخود عیاں ہو جاتی ہے۔ اسلام میں تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے سے پیچیدہ عقائد نہیں ہیں۔ جو عقل اور نقل دونوں سے بھی کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے اسلام خدا کی ہستی کا ثبوت زندگی کے مظاہر اور فطرت کے شواہد سے مہیا کرتا ہے۔ اور اسکی صفات کا علم بھی۔ اور خدا کی جو تصویر اسلام نے کھینچی ہے وہ صاف معقول اور مکمل ہے متناسب ہے۔ اور ہم آہنگ تم اس تصویر کو جس طرح اور جس طرف سے دل چاہے دیکھو عقلی طور پر اسمیں کوئی نقص نہیں نکال سکتے۔ کیونکہ وہ تو سراسر تسلی بخش ہے۔ اچھا انسان کے بارہ میں قرآن کیا کہتا ہے؟ ان آیات کو غور سے پڑھو +

(۱) "یقیناً ہم نے انسان کو بہترین طرز پر پیدا کیا ہے"۔

(۲) "یقیناً ہم نے انسان کو بیحد عزت بخشی ہے۔ خشکی پر اس کے لئے چوپائے اور تری میں جہاز عطا کئے۔ اور بہتر غذا کھانے کو مرحمت کی۔ اور اپنی مخلوقات میں اُسے اشرف اور اعلیٰ مرتبہ عنایت کیا +

ان دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان پاک و صاف پیدا کیا گیا ہے عیسائیت کی تعلیم کے موافق گنہگار نہیں ہے! اور نیز یہ بھی کہ اسے بہت زبردست فطری قوتیں عنایت کی گئی ہیں۔ تا کہ وہ ترقی بدرجۂ کمال حاصل کر سکے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ ہر بچہ اس دُنیا میں بےگناہ پیدا ہوتا ہے۔ اور مسلم کے بچہ کو غیر مسلم کے بچہ پر کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے۔ مرنے کے بعد دونوں اپنے خالق کے پاس لوٹ جائینگے اُسی پاکی اور معصومیت کی حالت میں۔ علاوہ بریں اسلام میں بچہ کو دائرہ انسانیت میں شامل کرنے کے لئے کسی اصطباغ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر بچہ خلقت کے لحاظ سے پاک و صاف پیدا ہوتا ہے۔ نوزائیدہ جو گوشت اور خون سے مرکب ہوتا ہے درحقیقت قدرت خُداوندی کا ایک معجزہ ہے! اور قرآن نے اس امر پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ اسمیں یوں مرقوم ہے "مومنوں میں عالم کی نشانیوں کے سمجھنے کی لیاقت عطا کی گئی ہے اور یقیناً اے لوگو! تمہارے اندر ہماری قدرت کی نشانیاں موجود ہیں! اگرچہ تم اُن پر غور و خوض نہیں کرتے" پھر لکھا ہے "زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے۔ خدا کی مہربانی سے عالم وجود میں آیا ہے۔ اور ان سب کو تمہاری خدمت کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے

تاکہ تم ان سے فائدہ اُٹھاؤ لیکن صرف ان کے لئے یہ باتیں موثر ہو سکتی ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں"۔ بس ان آیات سے
فائدہ اُٹھاؤ لیکن صرف ان کیلئے یہ باتیں مؤثر ہو سکتی ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ پس ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام
میں نہ تو موروثی گناہ کی تعلیم ہے اور نہ خدا کے "بیٹے" کے کفارہ کی کوئی ضرورت انسان کی نجات خود اُس کے
بس کی بات ہے۔ وہ بے گناہ پیدا ہوا۔ اسے بہت سی جسمانی عقلی اخلاقی اور رُوحانی قوتیں ودیعت کی گئیں۔ اب
اس کی قسمت خود اپنے ہاتھ میں ہے اُسے اس معنی میں کسی شفیع کی ضرورت نہیں کہ گناہوں کا کفارہ اس کے لئے مُہیا
کرے۔ قرآن کہتا ہے۔ "جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں۔ تو خدا کے پاس اُن کیلئے بہت کچھ معاوضہ ہے"
زبردست مُحقق سید امیر علی کہتے ہیں۔ "سطحی نظر سے دیکھنے والوں کو قرآن کی بڑی امتیازی خصوصیت
یہ معلوم ہوگی کہ وہ ایک عجیب اور غیر مستحکم طریق پر مشیت ایزدی کو (جو نہ صرف تمام چیزوں کو وجود میں لاتی ہے بلکہ انسان
پر بلا واسطہ عمل کرتی ہے۔ اور اس کے خیالات کے سرچشموں کو مخاطب کرتی ہے) انسان کی مزعومہ خود مختاری
سے وابستہ کرتا ہے یا دی النظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ انسان کے افعال پر ایک زبردست ارادہ خداوندی حکومت کر رہا ہے
تو پھر یہ قطعاً غیر مناسب ہوگا۔ اگر وہ اپنے افعال کا ذمہ دار ٹھیرایا جائے اور واضح ہو کہ یہ عقیدہ اسلامی
اخلاقیات کا بنیادی اصول ہے۔ اور اس پیچیدہ مسئلہ کا حل آنحضرتؐ کی اس تعلیم میں مُضمر ہے کہ دو چیزیں متحقق ہیں
ایک تو حی و قیوم مُدبر عالم اور دوسرے دائمی ترقی انسانی۔ آپ کی رائے میں صداقت اور فطرت کے بنیادی اُصول
خود انسانیت کے شعور خلاقی میں قدرتی طور پر موجود ہیں۔ اور یہ شعور دوسرے لفظوں میں وہی مشیت ایزدی ہے اور اس لحاظ
سے کہ وہ اُن قوانین سے مشابہ ہیں جو اجرام فلکی پر حکومت کرتے ہیں۔ ہم اُنھیں قوانین الٰہیہ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن
واضح ہو کہ مشیت ایزدی ظالمانہ یا جابرانہ شئے نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک محسن اور معلم اور مربی کی صفت الٰہی ہے
جس کی اطاعت فلسفی پر بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح ایک زاہد گوشہ نشین پر۔ خالق کے
کاموں میں گھنٹہ بھر غور و خوض کرنا اور ان مضبوط اصولوں کا مطالعہ کرنا جو دنیا میں جاری ہیں خُدا تعالےٰ کے
نزدیک ستر سال تک عبادت کرنے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کیلئے ہم ذیل میں
چند قرآنی آیتوں کا ترجمہ لکھتے ہیں:۔

(۱) ہم نے ہر شخص کے اعمال کو اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے۔ اور قیامت کے دن ہم اس کے سامنے
ایک کھلی ہوئی کتاب (نامۂ اعمال) رکھ دینگے"۔ اس آیت سے صاف طور پر انسان کا خود مختار
ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے اختیار کرنے کی قوت عطا ہوئی ہے۔ اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ اگر قوانین قدرت

کی خلاف ورزی کی تو پھر ساری ذمہ داری اسی پر پڑیگی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "تمہارے اعمال کی بناء پر جزا و سزا کا انحصار ہے"۔ اور کوئی شخص اس بنیادی اصول کی صداقت کا انکار نہیں کرسکتا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ قرآن حیات بعد الممات کے متعلق کیا کہتا ہے۔ چند آیات قرآنی کا ترجمہ ذیل میں لکھتا ہوں:۔

(۱) فلا تعلم نفسٌ ما اُخفی لهم من قرۃ اعین۔ کوئی شخص نہیں جانتا کہ کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک پردۂ غیب میں موجود ہے"

(۲) اُس دن تم مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کی روشنیٔ اعمال اُن کے سامنے اور جانب راست اُن سے آگے آگے چل رہی ہوگی +

(۳) اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش آ میرے بندوں میں داخل ہوجا آ میری جنت میں داخل ہوجا" +

بہشت کے لذائذ و نعماء کا نقشہ اور دوزخ کے عذاب کی دردناک تصویر بیشک معمولی سمجھ کے لوگوں کے لئے ازبس ضروری تھی۔ کیونکہ ان میں فلسفیانہ خیالات کی اہلیت ہی نہ تھی۔ لہٰذا مجبوراً آنحضرت صلعم کو اپنے زمانہ کے لوگوں کے سامنے محض حسیات پر اکتفا کرنا پڑا۔ اسی لئے قرآن شریف میں جنت اور دوزخ کا بیان بہت واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ہاں آپ نے ان الفاظ کی حقیقی تعبیر بھی ہمیں دی ہے۔ چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے:۔

"خدا کا محبوب بندہ وہ ہوگا۔ جو خدا کا دیدار دن رات کیا کرے گا۔ اور یہ روحانی لذت ان جسمانی لذائذ سے اسی قدر زیادہ ہے جس قدر سمندر کا پانی ایک قطرہ سے" نیز یہ بھی" خدا نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی ایسی نعماء طیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ اور کسی ذہن میں اُن کا خیال گذرا"۔

اب ان تصریحات کی موجودگی میں آیات قرآنی کی روحانی تعبیر سے کون شخص انکار کرسکتا ہے؟ اسلام کا تعلق انسان کی روح اور اسکی روحانیت سے ہے۔ جیسا کہ اُن تصریحات سے ظاہر ہے۔ جو قرآن نے بار بار انسان کی اعلیٰ اخلاقی قوتوں سے اپیل کرتے ہوئے پیش کی ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ان تصریحات کی موجودگی میں آیات متعلقہ نار و جنت کے معنی مادی طور پر کرتا ہے تو وہ منطوق قرآنی کے خلاف ہوگی۔ میں نے اس مختصر مضمون میں ان اصولوں سے تمام و کمال بحث کردی ہے۔ جو تقریباً تمام مذاہب کی اصل اور بنیاد ہیں۔ اور میں نے

اُن کا اسلامی تصور عقلی طور پر آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کی تعلیم میں کوئی بات ایسی نہیں جو میں بحیثیت ایک ریشنلسٹ قبول نہ کر سکوں۔ کوئی بات ایسی نہیں جس کی توجیہہ عقلی طور پر ممکن نہ ہو خدا، فطرت، انسان، ارادہ اور قیامت ان تمام امور سے میں نے اختصار کے ساتھ بحث کی ہے۔ اور اُن کا ثبوت خود اسلام کے سرچشمہ یعنی قرآن سے پیش کیا ہے۔ آنحضرت ایک نہایت ہی پست اور زبوں قوم میں مبعوث ہوئے تھے جو اپنی جہالت، وحشت، بربریت کے لحاظ سے تاریخ عدیم المثال قوم کہی جا سکتی ہے۔ اس قوم میں آپ نے مذہب فطرت یعنی اسلام کو قائم کر کے، ہمیں انسان اور اس کے مقاصد تخلیق کا بہترین تصور عنایت کیا ہے۔ کہ انسان کیا ہے۔ اس کے مقاصد کیا ہیں۔ اور کائنات میں اس کا درجہ کیا ہے؟ آپ نے ہمیں اُن مقاصد ارفع کی تعلیم دی ہے۔ جو عملی ہستی پر مبنی ہیں۔ اور ہر ملک اور ہر زمانہ میں قابل حصول ہیں علاوہ بریں آپ نے فطرت کی قوتوں کے سمجھنے کے لئے انسان کے اندر مزید ذوق و شوق اور زبردست تحریک پیدا کر دی۔ آج سے چودہ صدی پیشتر عرب کے اس مقدس بادیہ نشین نے دنیا کو انسانی ترقی اور تمدن کے اصول سکھائے، اور تہذیب کے کمال تک پہنچنے کے اصول بتائے۔ جس کے ہم سب آرزومند ہیں۔ اور آج ان باتوں کا دھندلا سا خاکہ ہمارے سامنے آنے لگا ہے۔ بیشک میں آنحضرت صلعم کی بیحد عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ بنی نوع آدم کے سب سے بڑے دوست اور خود سب سے بڑے ریشنلسٹ تھے + صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم +

سِلکِ مروارید

یہ ان دس معرکتہ الآرا لیکچروں کا اُردو مجموعہ ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے لے کر ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دُنیا میں انگریزی زبان میں دیئے۔ ان میں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے مختلف عنوانوں کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے۔ بلا جلد عہ مجلد عہ

منیجر مُسلم بُک سوسائٹی عزیز منزل لاہور (پنجاب)

استحکام کی شرعی رسم

از آرلسان

ترتیب کے لحاظ سے بپتسمہ کے بعد استحکام کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ جبکہ اصطباغ یافتہ شخص سن بلوغ کو پہنچ جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مسیحی گھرانے میں پیدا ہوا ہو۔ اور بپتسمہ کے وقت اس کے دینی والدین نے اِس رسم کی ادائیگی کا وعدہ کیا ہو۔ اور اگر کوئی شخص نومسیحی ہو تو جس وقت موقعہ یا مصلحت اس امر کی متقاضی ہو۔ یہ رسم اس مسیحی شخص کو اس فضل کا حقدار بنانے کیلئے ادا کی جاتی ہے۔ جسکی ضرورت ہر مسیح کے پیرو کو اس لئے لاحق حال ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی بشری کمزوریوں پر غالب آکر علانیہ طور پر اپنے عقاید کا اظہار کر سکے۔ اور دُنیاوی مشکلات کا مقابلہ کر سکے۔ اس رسم کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ کہ اس کا مقصد استقلال اور استحکام مذہبی بخشنا ہے۔ اور عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ خود مسیح نے اس رسم کو قائم کیا تھا۔ جو ہر مسیحی کو اپنی رُوحانی فوج میں بطور سپاہی داخل کرنا چاہتا ہے۔ اور مخصوص فضل عطا کر کے اسے اس قابل بنا دیتا ہے۔ کہ وہ جرأت کے ساتھ اپنے عقائد کا اظہار کر سکے۔ وہ واقعہ جو بائبل میں اس طور پر مرقوم ہے۔ کہ رُوح حق یا فارقلیط آتشیں زبانوں کے رنگ میں نازل ہوا مسیح کے شاگردوں کی رسم استحکام قرار دیگئی ہے۔ چوتھی صدی کے وسط میں سینٹ سرل نے اس رسم کی اصل و قیام کا ذکر کیا ہے اور امیدوار مذہب کو مشورہ دیا ہے۔ کہ اپنی روح پر مُہر ثبت کرلے۔ کیونکہ رُوح القدس اُسے وہ مہر عطا کر سکتی ہے جو ارواح خبیثہ کو بھگا دیگی۔ الحق یہ رسم بھی بپتسمہ کی طرح اپنے اندر ایک طلسماتی رنگ رکھتی ہے۔ سینٹ سرل نومسیحی سے کہتا ہے رُوح القدس یسُوع پر بشکل فاختہ نازل ہوئی تھی۔ اِسی طرح تم پر بھی نازل ہوگی۔ مقدس چشمہ میں غوطہ لگا کر باہر نکلو تو مُقدس روغن سے تمہارے جسم کو مسح کیا جائے جس طرح یسُوع کو رُوح قدس سے ممسُوح کیا گیا تھا۔ اور واضح ہو کہ یہ روغن محض ایک رسمی شے نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح عشاء ربانی میں جب معمولی روٹی پر رُوح قدس کا نام لیا جاتا ہے۔ تو وہ دراصل یسُوع کے جسم میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسیطرح یہ مُقدس روغن بھی جبکہ اُس پر یسُوع کا نام لیا جاتا ہے۔ دراصل یسُوع کا فضل بن جاتا ہے۔ اور اسکی الوہی طاقت کی وجہ سے ہمارے اندر رُوح قدس پیدا کر دیتا ہے۔ رسمی طور پر یہ روغن تمہاری پیشانی اور دیگر حواس ظاہری سے مَس کیا جائیگا۔ اور جس طرح تُمہارا جسم اس ظاہری روغن سے ممسُوح ہوگا۔ اسی طرح تمہاری مُقدس رُوح قدس سے معمور ہو جائیگی۔ اور جب ایکدفعہ یہ روغن تمہارے اعضاء کو مس کرلے تو تم پر فرض ہے کہ آیندہ

اُس کی طہارت من وعن قائم رکھو۔ اسکی بدولت تمھیں ساری باتوں کا علم حاصل ہو جائیگا۔ اور وہ تمھارے جسم و جان دونوں کا محافظ ہوگا"۔ آگے چلکر کہتا ہی یسوع کے نام پر بپتسمہ پاکر اور اس کے غلام ہو کر تم اب اس قابل ہو گئے ہو۔ کہ خدا کے بیٹے سے علاقہ پیدا کر سکو...... اور چونکہ تم اس کی شخصیت میں داخل ہو گئے ہو۔ لہذا تم بھی مسیح کہلائے جا سکتے ہو۔ اور تمھارے ہی متعلق خدا نے یوں کہا ہی "میرے مسیح شدہ لوگوں کو خبردار نہ چھوتا" روح قدس کا نشان ظاہری حاصل کر کے تم مسیح بن گئے! اور ایک تمثیلی رنگ میں ساری اشیاء تمھارے وجود میں جلوہ گر ہو گئیں کیونکہ تم مسیح کا نمونہ ہو۔ اسی طرح جب تم مقدس چشمہ سے نہا کر باہر نکلے تو تمھارے جسم پر روغن ملا گیا جس طرح مسیح کے جسم پر ملا گیا تھا۔ اور یہی رُوح القدس کا نزول ہی جس کے متعلق حضرت یسعیاہ نے فرمایا"۔ "خُدا کی رُوح مجھ پر نازل ہوئی ہی کیونکہ اُس نے مجھے لوگوں کو خوشخبری سنانے کے لئے اپنے ہاتھ سے مسوح کیا ہی"۔ علاوہ بریں اس روغن کا ذکر تمثیلی طور پر عہد عتیق میں بھی موجود ہی جس وقت حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی کو اپنا نائب قرار دیا۔ تو پانی میں غوطہ دیکر اس کے جسم کو ممسوح کیا۔ اور اس مُقدّس روغن کی وجہ سے ہارون کا لقب بھی مسیح ہو گیا۔ اسیطرح جب خادم الدین اعلےٰ نے سلیمان کو بادشاہ قرار دیا تو اُسے گشان میں غسل دے کر مُقدّس تیل سے مسُوح کیا تھا"

اِن تمام تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہی۔ کہ رسم استحکام مسیح نے قائم نہیں کی۔ بلکہ یہود کے زمانہ سے یُوں ہی چلی آ رہی تھی۔ اور اب ہم یہ دکھائینگے۔ کہ اس کا ماخذ دوسرے مشرکانہ مذاہب ہیں، کیونکہ ان میں قدیم الایام سے یہ رسم مُروّج رہی ہی۔ مسح کرتے وقت صرف زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہی! اور اُنہیں تھوڑی سی خُوشبو ملا دی جاتی ہی قاعدہ یہ ہے۔ کہ پیشانی، کان ناک کے نتھنے، اور سینہ پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے تیل لگایا جائے۔ اور اس کام میں کوئی خارجی آلہ استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ رسم مذکور کا شرعی تقاضا یہ ہی۔ کہ پادری کا ہاتھ ممسُوح کے جسم کو مس کرے۔ رسم استحکام کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہی کہ اصطباغ یافتہ شخص کو مزید دینی تقویت پہنچائی جائے۔ تاکہ وہ بلا خوف وخطر اپنے عقائد کا اظہار ہر شخص کے سامنے کر سکے۔ لیکن مثل دیگر رسُوم کے اس رسم میں بھی کچھ سحر آمیزی ہو گئی ہی۔ کیونکہ سینٹ سرل رُوح قدس کے روغن کے اثر کو اُس مُہر کے نام سے پکارتا ہی جو ارواحِ خبیثہ کو بھگا سکتی ہے اور مُہر کا استعمال ابتدائی اور درمیانی زمانہ کے ساحروں میں عموماً موجود تھا جبکہ وہ شرعی سحر کاریاں کرتے تھے۔

بپتسمہ میں ایک مسیحی خدا کا فرزند بن جاتا ہی۔ استحکام میں وہ ہی خدا کا سپاہی قرار پاتا ہی! اور جسمانی طور پر طاقت حاصل کرتا ہی۔ اس رسم کا ظاہری نشان یعنی ہاتھوں سے مسح کرنا مختلف طور پر مستعمل ہوتا ہی۔ مشرقی ممالک میں بچہ کو بپتسمہ کے بعد فوراً ہی ممسُوح کر دیتے ہیں۔ لیکن کلیسیائے رُوم وانگلستان میں طرز عمل جُداگانہ ہی۔ جیسکہ یہاں بھی مقدس تیل

اور انسانی ہاتھ دونوں استعمال کئے جاتے ہیں لیکن رسمی الفاظ ذرا مختلف ہیں۔ ہاں اس معاملہ میں سب متفق ہیں۔ کہ استحکام کا مقصد باطنی اور روحانی فضل ہے۔ جو درحقیقت روح قدس کا نزول سمجھنا چاہئے جس کی بدولت مستحکم کو عقل و عرفان پاکیزگی حاصل ہوتی ہے +

استحکام کی رسم صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو بپتسمہ پاچکے ہیں۔ اور سن بلوغ کو پہنچ چکے ہیں۔ اور بپتسمہ کے وقت دینی والدین کو یہ بات سمجھا دی جاتی ہے۔ کہ جب تمہارا دینی بیٹا یا بیٹی بالغ ہو جائے تو اُسے استحکام پانے کیلئے حاضر کریں کلیسیائے قدیم میں یہ رسم تھی کہ ہر متنفس بچہ ہو یا جوان بپتسمہ کے بعد فوراً استحکام حاصل کرے۔ کیونکہ استحکام کو بپتسمہ کا تکملہ قرار دیا جاتا تھا۔ اور کلیسیائے مشرق میں اب بھی اسی پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ لیکن سولھویں صدی میں استحکام کو بپتسمہ سے علیحدہ قرار دیا گیا۔ اور روم اور انگلینڈ دونوں کلیسیاؤں میں یہ قرار پایا۔ کہ استحکام سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد حاصل کرنا چاہئے۔ اس زمانہ میں سات برس کی عمر سے لیکر دس برس کی عُمر تک اور اب چودہ سے لیکر سولہ سال کی عمر تک اس کا زمانہ قرار دیا جاتا ہے۔ استحکام کا مقصد گویا مُہر کرنا سمجھو۔ چنانچہ کلیسیائے قدیم میں اس کا مفہوم یہی لیا جاتا تھا۔ اور اس کا بھی امکان ہے۔ کہ بعض مقامات میں بپتسمہ سے پہلے یہ رسم ادا کی جاتی تھی۔ مشرقی رسوم مثلاً میرنایٹ ارمنی مصری وغیرہ میں مفہوم اور طرز عمل کے لحاظ سے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان تمام اجزائے رسوم کی تعیین چوتھی صدی عیسوی میں ہوچکی تھی۔ کلیسیائے روم میں رسم استحکام کو رسوم ہفت گانہ میں سے دوسری رسم ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اور سینٹ آٹو بشپ بیمبرگ نے سنہ ۱۱۳۹ء میں مقام پامپی رینیا نومسیحیوں کو مخاطب کرتے ہوئے یوں کہا تھا۔ دوسری مقدس رسم "استحکام" ہے یعنی مقدس روغن سے پیشانی پر مسح کرنا" اور یہ رسم ان لوگوں کیلئے لازمی ہے جو فاتحانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہوں۔ اور روح قدس سے مؤید و منصور ہونا چاہتے ہوں۔ کیونکہ مسیحی ہونے کے بعد اُنھیں دُنیاوی خواہشات اور ترغیبات سے جنگ کرنی پڑیگی۔ یہ رسم بڑھاپے میں ادا نہیں کیجا سکتی بلکہ ایام جوانی ہی اس کام کے لئے مناسب زمانہ ہے۔ کیونکہ اسی زمانہ میں ترغیبات اور آزمائشیں زندگی میں زیادہ تر پیش آتی ہیں"۔ تاہم اس رسم کے متعلق عموماً کوئی منضبط قانون جاری نہ تھا۔ اسی لئے سنہ ۱۲۰۴ء میں پوپ انوسینٹ ثالث نے خاص خاص امور کی طرف علماء دین کی توجہ مبذول کرائی۔ اور سنہ ۱۴۳۸ء تا سنہ ۱۴۴۵ء دوران مجلس فلارنس میں پوپ یوجینئس ثانی نے ایک فتوے صادر کیا۔ جس کی رُو سے ہر جگہ اس رسم کے ارکان میں وحدت پیدا ہوگئی۔ اور اشیائے مستعملہ کی تصریح کردیگئی۔ اور مقدس روغن اور رسمی الفاظ دُعائیہ

مقرر کر دیئے گئے۔ کاونسل آف ٹرنیٹ میں جب اس رسم پر بغرض نظر ثانی کی گئی تو یہ اعلان کیا گیا۔ کہ "استحکام واقعی ایک رسم مذہبی ہے۔ اور ان سات شرعی رسوم میں سے ہے جنہیں ہمارے خداوند یسوع مسیح نے خود قائم کیا" دعوے کے لحاظ سے تو بات بالکل صاف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس امر کی صراحت نہیں کی گئی کہ کب اور کس طریقہ پر یسوع مسیح نے اس رسم کا اجراء فرمایا تھا؟ لیکن کیا ہمیں کوئی اشارہ بائبل میں اس قسم کا ملتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ یسوع مسیح نے اس رسم کو اختیار کیا تھا؟ واضح ہو کہ عالمانہ تحریف اور تقدس مآبانہ فریب اور چیز ہے۔ اور مذہبی حقائق اور چیز ہیں۔ چنانچہ یہ فرق اُن لوگوں کے علم میں آ چکا ہے۔ جو موجودہ تنقید بائبل کے نتائج سے باخبر اور آشنا ہو چکے ہیں۔ اُن شواہد سے بحث کرنے میں جو شبہات سے بالاتر ہیں ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ رسم استحکام نہ تو مسیح نے جاری کی۔ اور نہ کلیسیائے قدیم نے قائم کی۔ بلکہ قدیم الایام سے موجود تھی۔ اور اس کے متعلق ہم بہت سی شہادات پیش کر سکتے ہیں۔ اندرونی بھی اور بیرونی بھی۔ "استحکام" کی تحقیق میں رسم بپتسمہ کی طرف لازمی طور پر ہمارا ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ابتدائی زمانہ کلیسیاء میں ان دونوں رسوم کے درمیان کوئی امتیاز موجود نہ تھا۔ اور اگر تھا بھی تو برائے نام۔ لیکن یہ دونوں رسمیں ایک دوسری سے جدا نہ تھیں۔ دونوں کو ایک ہی سمجھا جاتا تھا +

اس جگہ ہم اس رسم کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو متھرائی عقائد سے ملتی جلتی ہے۔ واضح ہو۔ کہ متھرا کا مذہب مسیحیت کا پیشرو گزرا ہے۔ رموز متھرائی میں دو رسمیں ایسی ہیں۔ جو رومن کلیسیاء کی رسوم سے شدید مطابقت رکھتی ہیں۔ رسمی طہارت کے بعد جو گناہوں کا کفارہ سمجھی جاتی تھی سیاہی کے ماتھے پر صلیب کا نشان بنایا جاتا تھا۔ عموماً گرم لوہے سے داغ دیتے تھے۔ اب خواہ اس رسم کو بپتسمہ کے موقعہ پر صلیب کا نشان بنانے سے مشابہ قرار دے لو یا استحکام کے موقعہ پر ماتھے پر روغن سے مسح کرنے سے۔ دونوں صورتوں میں مشابہت موجود ہے۔ بپتسمہ کا دوسرا جزو اس کا خاص طریقہ تھا۔ جو اسی قدیم نوشتوں اور کتبوں کی بناء پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ نو مرید کو برہنہ کر کے تین دفعہ پانی میں غوطہ دیا جاتا تھا۔ ابتدائی زمانہ میں کلیسیاء رسوم کو بہت اہم سمجھتی تھی۔ اور نو مرید ان رسوم میں شریک ہونے سے پہلے خاص طور پر طیار کئے جاتے تھے۔ بارنیٹ مینٹل کرسچیانٹی کا مصنف نہایت افسوس کے ساتھ لکھتا ہے۔ کہ آجکل ان رسوم کی طرف سے بیحد لاپرواہی برتی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات پورا سال بغیر کسی بپتسمہ کے گزر جاتا ہے۔ یا کفر و الحاد کی رُو سے یہ طرز عمل کسی صورت میں کچھ کم خیال کیا جا سکتا ہے اور اسی وجہ سے نیو انگلینڈ پیوریٹن مذہب آج لاادریت اور دہریت کی طرف مائل ہو رہا ہے +

طرطولین کی تصانیف سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مشائخ انگلیسیاء کی نظر میں رسم بپتسمہ ایک قدیم رسم تھی جو مسیحیت سے پہلے بھی لوگوں میں مروج تھی۔ وہ لکھتا ہے۔ جب لوگوں نے سمندر کو پار کر کے مصری بادشاہ

کے ظلم وستم سے نجات حاصل کی"۔ تو یاد رہے کہ جس چیز نے اس ظالم کا مع اسکی فوج کے خاتمہ کیا وہ پانی تھی۔ اور رسم بپتسمہ میں یہ بات تمثیلی طور پر عیاں ہے۔ پانی کی بدولت قوموں نے شیطان کے پنجہ سے رہائی پائی۔ جو خود پانی میں ڈوب مرا"۔ تنخس نے بھی اسی طور پر لکھا ہے۔ اور مشہور مفسر بیڈ نے کتاب خروج باب چہاردہم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ بحر قلزم" بپتسمہ کا نشان ہے جو یسوع کے خون سے پاک کیا گیا۔ اور وہ عصا جو اس سے مس ہوا یسوع کی صلیب ہے جو بپتسمہ میں حاصل ہوتی ہے موسیٰ نے سب سے پہلے بادلوں اور سمندروں میں بپتسمہ دیا جو تمثیلی حیثیت رکھتا ہے' +

ابتدائی کلیسیا میں مُردوں کو بپتسمہ دینے کی ایک عجیب و غریب رسم جاری تھی جس کی ذمہ داری نزع کے وقت اشخاص قبول کر لیتے تھے۔ پولوس نے اکرنتھی ۱۵: ۲۹ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن نہ تو اس نے اس رسم کو بُرا سمجھا نہ بھلا۔ یہ رسم محض جسمانی طور پر مر کر جی اُٹھنے کے خیال سے ادا کی جاتی ہے۔ اور مشرکانہ طہارت مذہبی کا بدل ہے۔ بُت پرستوں میں بھی یہ قاعدہ تھا کہ مُردہ کیلئے دُعائے مغفرت کیجاتی تھی۔ بہر حال اس بات سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ بپتسمہ ایک غیر مسیحی رسم ہے۔ جو بعد ازاں داخل مذہب ہو گئی۔ مسٹر لنڈی اصطباغی تصاویر کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔ "مریدِ مقدس چشمہ میں غوطہ لگا کر اُسے پار کرتے تھے۔ اور اپنے جسموں کو پورے طور پر دھوتے تھے۔ اور کلیسیائے یونان میں شیر خوار بچوں کو برہنہ کر کے تین دفعہ پانی میں غوطہ دیا جاتا ہے۔ اور ہر مرتبہ باپ بیٹے اور رُوح قدس کا نام پکارا جاتا ہے۔ آج بھی زائرین دریائے یردن میں اُسی طرح نہاتے ہیں جس طرح یوحنّا کے زمانہ میں شرعی طور پر نہایا کرتے تھے۔ اور یہی رسم ہندوستان کے ہندوؤں میں بھی موجود ہے۔ یقیناً یہ رسم مسیحیت سے بہت پہلے کی ہے اور قریب قریب ہر قوم میں پائی جاتی ہے۔ یوحنّا اصطباغی نے اس رسم کو بعض مصالح کی بنا پر دوسرے مذاہب سے مستعار لیا اور یسوع نے بھی اپنے طرز عمل سے اس کی منظوری دے دی۔ اور اس طرح کلیسیا نے اُسے اختیار کر لیا۔ طرطولین کہتا ہے" جو قومیں رُوحانیت سے عاری ہیں۔ وہ اپنے دیوتاؤں کی طرف ہی طاقت پانی کو موثر کرنے کی منسوب کرتی ہیں جو مسیحی بپتسمہ میں پائی جاتی ہے۔ ہاں وہ ایسا کرتی ہیں لیکن در اصل اس پانی میں کوئی قوت پیدا نہیں ہوتی۔ اور اس لئے وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتی ہیں"۔ کوئی طرطولین سے پوچھے کہ بپتسمہ کے پانی میں تاثیر پیدا ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ سچ ہے ع

"کس نگوید کہ دوغِ من تُرش ست"

طرطولین کی دوسری عبارت سے یہ معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ کہ بپتسمہ اور استحکام میں ایک شدید ربط موجود ہے وہ لکھتا ہے۔ "ایک شخص جب پانی میں غوطہ لگا کر باہر نکلتا ہے تو وہ اس ازلی شقاوت کے مقابلہ میں کچھ زیادہ طاہر نہیں ہو جاتا۔ ہاں جب پادری کا ہاتھ ہمارے جسم کو مس کرتا ہے۔ اور رُوح قدس اس کے ہاتھ کے وسیلہ سے ہم پر نازل ہوتی ہے۔ تو

مقصد پورا ہوتا ہے۔ کیا انسان کیلئے ممکن ہے کہ پانی میں رُوح کو طلب کر سکے۔ اور محض کسی کے جسم پر اپنا ہاتھ لگا نے سے اُس رُوح کو اُس جسم سے وابستہ کر سکے؟ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ اسمیں "رُوح" پیدا ہو جائے۔ اور کیا خدا کے لئے ممکن نہیں ہے، کہ وہ انسان کے ہاتھوں میں رُوحانی قوت عطا کر دے؟ آگے چلکر مسح کرنے کے متعلق لکھا ہے "اس برکت کے عطا کرنے کا اختیار پہلے قسیس (بشپ) کو ہی پھر اس کے ماتحتوں مثلاً پریسبیٹر اور ڈیکن وغیرہ کو لیکن یہ لوگ کلیسیا اور بشپ کی اجازت کے بغیر کسی کو فضل عطا کرنے کے لائق نہیں ہیں"۔ اُس نے ہاتھوں سے جسم مَس کرنے اور روغن سے مسح کرنے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور یہ امور ضرور استحکام سے متعلق ہونگے۔ اور بپتسمہ کا تکملہ سمجھے جاتے ہونگے۔ اور اسی لئے کلیسیائے یُونان میں اس کا بدل مسح روغن قرار دیا گیا۔ اور لُوتھری عقاید میں بشپ کے علاوہ دوسرے کلیسیائی عہدہ داروں کو بھی ہاتھ سے چھُو کر رسم ادا کرنے کا اختیار دیا گیا لیکن کلیسیائے رُوم و انگلستان میں صرف پادری ہی اس رسم کو انجام دے سکتا ہے۔ بہرحال ان اُمور کی روشنی میں یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا لیکن ہم بخیال وضاحت اور شواہد بھی پیش کرینگے۔ جن سے معلوم ہو گا۔ کہ رسم استحکام "مسیحیت سے بہت پہلے دُنیا میں موجود تھی۔ اور علے الخصوص ان لوگوں میں جن سے مسیحیوں اور پادریوں کی کبھی شناسائی بھی نہ ہوئی تھی۔ مسٹر ہیسارا لکھتے ہیں "صوبہ یوکیٹن واقع میکسیکو (امریکہ) میں بپتسمہ کی رسم کو ولادت ثانیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جب بچّوں کی عمر تین سال کی ہو جاتی ہے۔ تو یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ اور اُن کے والدین ان کو تنہائی میں روزہ رکھا کر اس کیلئے طیار کرتے ہیں۔ بوقت رسم اقرار لیا جاتا ہے۔ اور بچّوں کے ماتھے پر تیل کی مالش ہوتی ہے۔ یا رسم استحکام عمل میں آتی ہے" +

مسٹر ڈوان اپنی تصنیف "بائبل متھز" (افسانہائے بائبل) میں ملک یوکیٹن کے لوگوں میں بپتسمہ کا ذکر کرتے ہُوئے لکھتے ہیں "بچّوں کا نام رکھنا اور اس کے ماتھے پر صلیب کا نشان بناتا تا کہ وہ یسُوع مسیح کے سپاہی بنجائیں اور پندرہ سال کی عمر میں استحکام کی رسم ادا کرنا یہ دونوں باتیں بتاتی ہیں۔ کہ دونوں رسمیں دراصل ایک ہی ہیں۔ لیکن تمام رسوم کا طغرائے امتیاز ولادت ثانی ہے جس کی بدولت گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور از سرِ نو زندگی نصیب ہوتی ہے"۔ مزید براں اس امر کے متعلق کافی شہادات موجود ہیں۔ کہ یہ دونوں رسمیں "اصطباغ و استحکام" مسیحی مذہب کا اصلی جزو نہیں ہیں۔ بلکہ مسیحیت کے مولد و منشاء سے دُور دراز کے ملکوں میں بھی قدیم زمانوں سے کافی شدومد کے ساتھ ان کا رواج پایا جاتا ہے +

گوشوارۂ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ فروری ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	۱	۰	۰	۲۲۹۵
آمد اسلامک ریویو در ہند	۲	۶	۸	۱۶۶۹
آمد ریویو در انگلستان	۳	۰	۱۴	۱۰۲
میزان	۰	۶	۶	۴۰۶۷

تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو لٹریچر فنڈ	۵	۹	۱۰	۹۲۰
آمد مشن و ریویو در انگلستان ...	۶	۶	۲	۵۵۶۳
میزان	۰	۳	۱۳	۶۴۸۳

فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ فروری ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
از بل عمل ووکنگ مشن انگلستان	۰	۱	۳۱
	۰	۵	۳۸
جناب سید وقار احمد صاحب کراچی	۰	۰	۳
” محمد ایم اے قلعدار صاحب قلعدار اسٹیٹ	۰	۰	۱۰
” ملازمین دفتر ووکنگ مشن لاہور	۶	۱۴	۱۳
” بدر الحسن صاحب مظفرپور	۰	۰	۵
جناب قاضی منہاج الدین صاحب ناگپور	۰	۰	۲
” محمد شفیع صاحب لاہور	۰	۰	۱
” محمد عبد اللہ صاحب ”	۰	۱۳	۲
” علی اختر صاحب ”	۶	۳	۰
” عبد العزیز صاحب ”	۰	۷	۰
” میاں محمد خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۲۰
” شریف حسین صاحب لاہور	۶	۲	۰
عالیجناب نواب صاحب منگرول	۰	۰	۹۹
از طلباء انجمن تعلیم المسلمین بمبئی	۰	۰	۱۶
عالیجناب نواب صاحب بہادر رامپور * ..	۰	۰	۶۰۰
جناب قاضی محمد شوکت صاحب مرادآباد	۰	۰	۲
” حاجی احمد صاحب رنگون	۰	۰	۶
” غلام کبریا صاحب مرشدآباد ..	۰	۰	۵
” صاحبزادہ نور الحق صاحب ہزاری باغ	۰	۰	۲
” کے انور علی صاحب مالابار	۰	۰	۲

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
عالیجناب حضرت قبلہ ابوطاہر سیف الدین صاحب بمبئی	۰	۰	۶۵۰
جناب رجب علی خان صاحب بہاولپور ..	۰	۰	۵
عالیجناب نواب مولا بخش خان صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
جناب عبد الغنی صاحب فیروزپور ..	۰	۰	۲
” ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
” محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۱۰	۵
” صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱
” شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ ..	۰	۰	۱
” محبوب احمد خان صاحب وجاواڑ ..	۰	۰	۱
” سید محمد محسن خان صاحب کوہاٹ	۰	۰	۵
” ڈبلیو بی اسکواڑ بنگال	۰	۰	۱۰
” عبد الحمید صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱
” امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
” فضل الدین احمد صاحب بھوپال	۰	۰	۵
” بدر الحسن صاحب مظفرپور ..	۰	۰	۵
” واپسی پیشگی منجملہ ایکسو پچاس ..	۰	۱۲	۲
بل عمل جنوری ۱۹۲۸ء انگلستان ..	۰	۷	۸
جناب سید محبوب علی صاحب گوالیار	۰	۰	۲۴
” سید محمود صاحب میسور اسٹیٹ ..	۰	۰	۱
واپسی پیشگی منجملہ ایکسو پچاس پونڈ ووکنگ روانہ شدہ	۰	۰	۶۹۶
کل میزان	۹	۰	۲۲۹۵

* نصف رقم درد اسلامک ریویو۔

نقشہ نمبر ۳ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
عالیجناب ہز ہائنس نواب حمید اللہ خان صاحب بہادر والئے ریاست بھوپال	۰	۸	۴۹
" ہز ہائنس نواب صاحب بہادر والئے ریاست رامپور	۰	۰	۶۰۰
جناب خان صاحب رجب علی خان بہاولپور	۰	۰	۵
عالیجناب نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	۰	۰	۱۵
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۰	۹۹۰
میزان	۰	۸	۱۶۶۹

نقشہ نمبر ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو در انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء

	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان	۰	۱۴	۱۰۲
میزان	۰	۱۴	۱۰۲

نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء

نمبر		پائی	آنہ	روپیہ
۶۳	بل تنخواہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء عملہ لاہور		۱۳	۷۲۱
۶۴	بل سائر دفتر لاہور۔ لیمپ ۱ر۔ جلد بندوائی رجسٹر خریداری ریویو ۱۳ء۔ رسیدی کاغذ ۶ر۔ جلد بندوائی ٹکٹ ہیبل مشن تعدادی ہزار ۱۲ر۔ جلد بندوائی رسالہ انگریزی دارد و برائے ریکارڈ بیسے ریویو کا ٹیڈ ۱ر۔ ٹکٹ مشن محصول۔ تاریں ۱۳ء۔ کرایہ ۶ر۔ مستری بابت ماہ جنوری ۸ر۔ بٹہ چک عبد الکریم صاحب ۱ر۔ کرایہ دفتر ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء ۱۳۰ر۔ بل چھپوائی ریویو ۱۲ر۔ چھپوائی کارڈ مشن ۱ر۔ چٹیں چھپائی اسلامک ریویو ۱ر۔ اجرت کتابت اشتہار اسلامک ریویو ۱ر۔ کاغذ پیپر اسلامک ریویو ۶ء۔ کاغذ و چھپوائی رجسٹر خریداری اسلامک ریویو ۱۵ء۔ لسٹین ۹ء۔ بل چھپائی اپیل ۱ر۔ فیس منی آرڈر دولت بی بی صاحبہ ۲ر	۹	۱۳	۱۹۹
	میزان	۹	۱۰	۹۲۰

نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء

نمبر		پائی	آنہ	روپیہ
۶۰	تنخواہ عملہ ووکنگ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء ووکنگ انگلستان	۰	۶	۷۱۸
۶۱	" " جنوری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۱	[illegible]۶۴
۶۲	بل سائر اخراجات ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۰	۲۵۲
۶۵	" "	۰	۱۴	۸۹۳
۶۶	بل چھپائی اسلامک ریویو ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۰	۵۱۲
۶۷	" " نومبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۱	۵۰۸
۶۸	" " دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۳	۵۰۲
۶۹	کاغذ اسلامک ریویو	۰	۲	۸۸
۷۰	چھپائی اسلامک ریویو فروری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۴	۴۸۷
۷۱	بل تنخواہ عملہ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۲۷ء	۰	۰	۳۶۰
۷۲	بل سائر اخراجات	۰	۰	۲۱۳
۷۳	" "	۶	۲	۱۸۳
۷۴	تنخواہ عملہ لندن جنوری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۳	۱۷۹
	میزان	۶	۲	۵۵۶۳

نوٹ: نصف رقم در دو مشن ووکنگ۔

کلیسائے انگلستان کی اندرونی بدنظمیاں اور ابتری

موجودہ زمانہ میں یہ بات بہت اہم ہے۔ کہ خود کلیسیا کے ارباب بست و کشاد میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اپنے عقاید کو یہ بات ظاہر کرنے میں بیباک واقع ہوئے ہیں۔ اور اظہار عقاید کی بناء پر خواہ کیسی ہی دشواریوں کا سامنا کیوں نہ ہو۔ اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ رسالہ نائینٹینتھ سنچری بابت ماہ جولائی سنہ رواں میں ڈاکٹر ہینین اسقفِ ڈرہم یوں رقمطراز ہیں:۔

آج کلیسیائے انگلستان کو مثل دوسری تمام کلیسیاؤں کے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ عنقریب اس کا شیرازۂ مذہبی بکھر نیوالا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر موصوف نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ آج عموماً لوگوں کے دل میں کلیسیا کی وقعت باقی نہیں ہے۔ اور وہ عملی رنگ میں عیسائی نہیں ہیں۔ ان حقائق کی مزید تائید بشپ میننگ آف نیو یارک کے اس قول سے ہوتی ہے:۔

"آج مسیحی کلیسیا دنیا کی نظروں میں روحانی مقام سے گر چکی ہے" ملاحظہ ہو ڈیلی ایکسپریس مورخہ ۵ جولائی ۱۹۲۷ء لیکن ہمارے لئے اس قسم کی تصریحات نئی یا انوکھی باتیں نہیں۔ ہاں اگر کوئی بات ہماری نظر میں تعجب خیز ہے۔ تو وہ یہ کہ آخر یہ حضرات بشپ کب تک ان عہدوں پر قائم رہینگے۔ لندن کا ہر دلعزیز روزنامہ "ڈیلی ایکسپریس" مورخہ ۵ جولائی اپنے مقالۂ افتتاحیہ میں ہر دو بشپ صاحبان کے اقوال پر اس طرح تبصرہ کرتا ہے جس سے یہ مترشح ہے۔ کہ وہ ہر دو بیانات کی وقعت اور ان کے وزن کو کچھ کم کرنا چاہتا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں" ہم کو اسبات کی صداقت سے انکار ہے۔ بیشک یہ بات سچ ہے کہ بہت تھوڑے آدمی گرجا جاتے ہیں۔ لیکن عیسائی اُن کی نسبت ضرور زیادہ ہیں"۔ لیکن ناظرین غور کریں۔ کہ اس عذر گناہ سے مسئلہ زیر بحث کا کوئی معقول حل دستیاب نہیں ہو سکتا۔ آگے چل کر یہی پرچہ یوں لکھتا ہے۔ "اگر عیسائی لوگ گرجا نہیں جاتے تو اسمیں کس کا قصور ہے؟" چہ اس قصور کی ساری ذمہ داری بشپ میننگ ہی کے الفاظ میں کلیسیا کے سر تھوپ دی ہے "آجکل کلیسیا کی زندگی کمزور ہے۔ اسکی شہادت کم وقعت ہے۔ اور اس کا پیغام خود اس کے باطنی اور اندرونی مناقشات اور اختلافات کی وجہ سے قبولیت کے لائق نہیں رہا۔ کلیسیا اس پوزیشن میں نہیں کہ کوئی آواز یک جہتی اور اتفاق سے بلند کر سکے یا

منقفقہ شہادت دے سکے۔ اور اس لئے دنیا کی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتی اور مسیح کی نیابت سے قطعاً قاصر ہے"
کلیسیا کی یہ حالت زار وزبوں کیوں ہو گئی؟ اس کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔ بیشک یہ باتیں بہت اہم ہیں اور شاید
چند ہی غیر کلیسیائی ذمہ دار لوگ انھیں زبان پر لا سکیں۔ کیا بایں ہمہ کیا وہ صداقت پر مبنی نہیں ہیں؟ آج ہماری کلیسیا
کیا کر رہی ہے؟ نماز کی کتاب کے متعلق بحث کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اور عقاید پر گرما گرمی سے گفت و شنید ہو رہی ہے۔
پادری کیا کر رہے ہیں؟ بڑی جانبازی کے ساتھ لوگوں کی نجات اور حقیر تنخواہ پر بسر کرنے کا انتظام کر رہے
ہیں۔ ایک طرف یہ فکر ہے کہ لوگ دیندار بن کر نجات کے وارث ہوں دوسری طرف یہ فکر ہے کہ اس حقیر تنخواہ میں گزر
کیسے ہوگی؟ یہی نہیں بلکہ پرانے پیدائشی عقاید کی روک تھام بھی کر رہے ہیں۔ کہیں لغزش کہیں افتادگی یہاں
ٹھوکر کھائی وہاں دھڑام سے گر پڑے۔ یہ بھی کوشش ہے کہ اپنی زندگیوں کو سنبھالیں اور صراط مستقیم پر قائم رہیں
اور یہ بھی خیال ہے کہ جو کچھ بشپ مینگ نے کہا ہے وہ سچ ہے یعنی کلیسیا "انسان کی روحانی ضرورتوں کو مکتفی نہیں"
ایسی حالت میں ایک معقول سوال یہ ہو سکتا ہے۔ کہ پھر یہ پادری اور کیا کریں؟ نماز کی کتاب بہ کیفیت
مذہب کے لیے لازمی ہے۔ اور اس کے مسائل پر بحث کرنا بھی ان کے لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ نماز کی کتاب کے
مضامین نہ ہوں۔ اور مختلف عقائد پر پیچیدہ دلائل نہ ہوں تو پھر عام لوگوں کو ان کی ضرورت کہاں باقی رہیگی؟ پھر تو وہ
براہ راست خدا سے تعلق قائم کر بیٹھیں گے! بس جس طرح کی ہم فکر میں ہیں۔ وہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیے
کہ سب سے زیادہ نازک صورت حال یہی ہے۔ لہذا ہم سب سے پہلے اس پر غور کر لیجئے۔ کہ آخر اس کلیسیائی بدنظمی اور ابتری کی
حقیقی علت کیا ہے؟ بس غور کیجئے کہ آیا یہ کلیسیا کا باہمی اختلاف یا کلیسیا کی اندرونی پیچیدگیاں در اصل اُس
بے تعلقی کا سبب نہیں ہیں جو عام طور سے لوگوں میں کلیسیا کی جانب پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور جیسا کہ خود ہمارے معاصر ڈیلی اکسپریس
کا خیال ہے اس مرض مزمنہ کی علامات کے اسباب اور ہی کچھ ہیں۔ اور ہماری رائے میں وہ اسباب حسب ذیل یوں بیان ہو سکتے
ہیں:—

اولاً عیسائیت بیک وقت دین اور دنیا کو باہم ملانے میں ناکام رہی مذہب اور اہل مذہب میں ربط و اتحاد پیدا
نہ کر سکی۔ اسلام کے علاوہ تمام مذاہب نے اس اہم مسئلہ کی اہمیت کو فراموش کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو ان مذاہب کی
وقعت غائب ہو گئی یا دنیا سے مٹ گئے۔ کیونکہ انسان کو ان کی ضرورت ہی نہ تھی وہ مذہب جو ایک انسان
کی دنیاوی زندگی اور مذہبی زندگی کو باہم مربوط نہیں کر سکتا مثل ایک نوزائیدہ کے ہے جو کچھ بھی
نہیں کر سکتا۔ فقط چارپائی پر پڑا ہو غوں غاں کرتا رہتا ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید

عیسائیوں اور ہندوؤں کے شادی بیاہ کے اصولوں پر نظر غائر کرنے سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ دونوں مذاہب میں نکاح روحانی ترقیات میں حارج سمجھا جاتا ہے۔ عیسائیت کے ساتھ ساتھ، ترکِ دنیا اور رہبانیت کا وجود خود اس امر کی دلیل ہے کہ عیسائی مذہب نے کسی زمانہ میں بھی دین و دنیا دونوں میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اسباب سے اُسے کوئی سروکار بھی نہ ہوا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ عیسائیت کے دائرہ عمل سے یہ امور خارج رہے ہیں۔

ثانیاً اناجیل اربعہ جن پر کلیسائی اقتدار تمامتر مبنی ہے، غیر معتبر اور غیر مستند ہونا بھی خاص طور سے لائق غور و فکر ہے۔ اور جتنا زور بھی اس معاملہ میں دیا جائے اتنا ہی کم ہے۔ کہ کلیسیا اس کمزوری اور نقص کی ذمہ وار نہیں ہے۔ ہر شخص جو کچھ بھی مذہبی معلومات رکھتا ہے جانتا ہے کہ مسیح کے شاگرد ان کی دوبارہ آمد کے منتظر تھے۔ اور اسلئے جو کچھ ناصرت کے معلّم نے تعلیم دی تھی اُسے سپردِ قلم نہیں کیا گیا۔ دوسری صدی کے آخر میں یہودی اور غیر یہودی لوگوں میں اختلافات رونما ہوئے اور فرقہ بندی کا آغاز ہوا، ہر فرقہ نے اپنی اپنی انجیل خود مرتب کرنا شروع کر دی، جو کچھ مواد مل سکا اُسے ہر فرقہ نے اپنی ضرورتوں کے سانچہ میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ یونانی زبان میں جو یقیناً مسیح کی زبان نہ تھی قریب قریب چالیس مختلف انجیلیں مروج تھیں۔ اور عہد جدید کی موجودہ شکل اور ہیئت پوپ گلاسیس کی رہینِ منت ہے جس نے سنہ ۴۹۲ء میں اس مجموعہ کو شرف اعتبار عطا کیا۔ ان باتوں سے ایک صداقت مستنبط ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ ہے تو بہت تلخ۔ کہ کلیسیا کسی معقول اور مضبوط بنیاد پر قائم نہیں۔ جو کچھ آج ہم سنتے ہیں۔ وہ سب قیاس اور بدعت ہے +

ثالثاً رسومات مذہبی اس قدر پیچ در پیچ ہیں۔ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اُن موشگافیوں سے جو کلیسیا کی نظر میں نجات کا ذریعہ ہیں، تنگ آگئے ہیں۔ ان لاطائل رسوم سے بنی نوع انسان کو نہ کبھی فائدہ ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر ایک دنیادار انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان تمام رسوم کو ترک کرنے پر بھی وہ پاکیزہ زندگی بسر کرسکتا ہے۔ اور بغیر کسی کلیسیا کی رکنیت کے بھی نجات ہوسکتی ہے تو پھر آپ ہی سوچیں کہ اندریں حالات، کلیسیائے انگلستان، کیوں نہ اپنے آسمانی مرتبہ سے گر جائے؟ احکام شرعیہ خواہ وہ ہوں یا سنات اس سلسلہ میں قابل غور ہیں +

پادریوں نے، خواہ وہ تمام دنیا کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہوں، ہمیشہ ایسے مسائل اور رسوم

کو قائم رکھا ہے۔ جن کی بناء پر عام لوگوں کو ان کی احتیاج پیدا ہو۔ اور مستقل طور پر ہو۔ اچھا یہ مقدس احکام شرعی کیا ہیں؟ اور کیا ان پر کوئی شخص جب تک وہ یہ نہ سمجھے کہ خدا کی طرف سے میرا تقرر ان احکام پر عملدرآمد کرنے کے لئے ہوا ہے عملدرآمد نہیں کر سکتا؟ یہ خیال درحقیقت روحانی شکست کا مترادف ہے۔ اب لوگ اس قدر سمجھدار ہو گئے ہیں۔ کہ وہ ان تمام باتوں خود غور کر سکتے ہیں۔ اور وہ قدرتی طور پر اس تعلیم سے بغاوت کرنے پر آمادہ ہیں۔ جو انھیں ذہنی طور پر غلام بنانا چاہتی ہے یا روحانی طور پر یا جسمانی طور پر بہرحال غلام بنانا چاہتی ہے۔ واضح ہو کہ اسلام میں جس طرح رہبانیت نہیں ہے اسی طرح پادریوں کی قائمقام بھی جماعت نہیں ہے اور رسوم مذہبی پر بغیر کسی خادم الدین کے عملدرآمد ہو سکتا ہے۔

اسلام میں زندگی اور مذہب کا ارتباط باہمی

اسلام ہی صرف ایسا مذہب ہے جسمیں دین و دنیا دونوں ہم آہنگی کے ساتھ مربوط ہیں۔ اور یہ بات منجملہ ان چند خصوصیات کے ہے جو سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔ اور آپ اس اتحاد کا نظارہ ہر مسلم کی روزانہ زندگی میں کر سکتے ہیں۔ اور ایک مسلم کی زندگی میں جو واقعات پیش آتے رہتے ہیں ان میں اس کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ جب دو مسلمان باہم ملاقی ہوتے ہیں۔ تو ایک دوسرے سے کہتا ہے "السلام علیکم" یا تم پر سلامتی ہو۔ دوسرا اس کے جواب میں کہتا ہے۔ "وعلیکم السلام یعنی اور تم پر بھی سلامتی ہو۔ لیکن قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔ کہ جب کوئی تمہیں سلام کرے تو اگر ممکن ہو تو اسکے سلام سے بہتر سلام میں جواب ملاحظہ ہو۔ واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا "جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو اس سے بہتر الفاظ میں جواب دو یا انھیں کو لوٹا دو اب جو لوگ رسوم ظاہری کے خلاف ہیں انھیں یہ بات بالکل معمولی معلوم ہو گی۔ اور جو لوگ تمدنی معاملات کو مذہبی زندگی سے بالکل الگ تھلگ خیال کرتے ہیں۔ وہ یہ تعجب کریں گے۔ کہ ان باتوں اور مذہب میں کیا تعلق ہے +

ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا۔ کہ مذہب انسان کی زندگی پر کتنا گہرا اثر ڈال سکتا ہے، مذہب چند عقاید یا سبحہ شماری کا نام نہیں، اور اس عقیدے پر تو کبھی ہرگز اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا

کہ انسان کی نسل ساری کی ساری آدم اور حوّا کی غلطیوں کی وجہ سے ابدی عذاب کی مستحق ہو چکی تھی۔ لیکن چند ہزار سال کے بعد بنی نوع آدم کی نجات کا بندوبست اس صورت میں کیا گیا کہ وہ ایک کنواری کے بیٹے کے مصلوب ہو کر جی اُٹھنے پر یقین لائے۔ ہرگز نہیں، بلکہ مذہب نام ہے ایک نظام زندگی کا، ایک دستور العمل حیات کا جس کی بدولت انسان نفس امّارہ پہ غالب آ کر اشرف المخلوقات کا مصداق بن جائے۔ ہاں مذہب نام ہے اُس خلاقی قوت کا جس کے وسیلہ سے انسان خواہشات رذیلہ مثلاً خود غرضی، تنگ نظری، تعصب، خود بینی سے پاک ہو کر وہ جذبات اپنے اندر پیدا کر سکے۔ جن کا مقصد دوسروں کی بھلائی ہو۔ تا کہ ہر فرد بشر دوسروں کی راحت کا موجب ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کا ہر فعل دنیاوی، دراصل عبادت کا جزو ہے۔ اور اس میں عبادت کا رنگ و بُو موجود ہوتا ہے۔ کوئی ہے جو اس نکتہ پر غور کرے گا؟

مسیحی مذہب اور سائنس میں تصادم

ممکن ہے کہ ہمارا یہ مسلسل اور پیہم اعلان کہ مسیحیت اور عقل ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے ناظرین کے لئے باعث انتشار ہو۔ لیکن باوجود اس احساس کے جو ہمارے دلوں میں موجود ہے ہم دوبارہ اسی قصہ کو دہراتے ہیں۔ اور اعتراف کرتے ہیں کہ ہم آپ کے انتشار کا باعث ہیں۔ لیکن اس تلخ حقیقت کے اعادہ کیلئے جو بات ہمیں مجبور کرتی رہتی ہے۔ وہ یہ کہ کوتاہ بین دشمنان حق آئے دن یہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ اسلام عقل کا مخالف ہے اور انسان کی ذہنی ترقی کا دشمن ہے۔ حالانکہ یہ لوگ اپنے اس دعوےٰ کی دلیل میں نہ تو قرآن کی آیت پیش کر سکتے ہیں۔ اور نہ آنحضرت صلعم کی کوئی حدیث! ہمارے معاندین اور یہ مسیحی پادریوں کا طبقہ ہے۔ اگر کوئی بات کہہ سکتے ہیں تو یہ دیکھو مسلمانوں کی حالت کیسی زبوں ہو رہی ہے! اور ان کی نظر میں اسلامی تمدن کا یہ وہ کمزور پہلو ہے جس پر وہ حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ لوگ **بغداد** اور **قرطبہ** میں مسلمانوں کا زرّیں عہد بالکل فراموش کر چکے ؟ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ دیدہ و دانستہ اس اصول سے چشم پوشی کرتے ہیں کہ ہر قوم کا عروج و زوال چند قوانین کے ماتحت ہے۔ اور کوئی قوم دنیا کے پردے پر ایسی نہیں گزری۔ جو شروع سے آج تک تہذیب و تمدن کے بلند مقام پر قائم ہو۔ قرآن مجید اس قانون کی طرف ان آیات میں اشارہ کرتا ہے: ملاحظہ ہو (۳۶ : ۶۸) ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق، افلا یعقلون ؟ اور جس کسی

کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں۔ تو اُسے نظام جسمانی کے اعتبار سے کمزور کر دیتے ہیں پس کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے؟
اسلام نام ہے چند اصولوں کا، جو قوموں کے عروج وزوال سے وابستہ نہیں ہیں؟ اور یُوں تو ہر شے جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ انجام کار ناقص ہو جائیگی۔ لیکن اسلام کے اصول اس قانون سے بالاتر ہیں وہ آج بھی اتنے ہی موثر ہیں جتنے ایک ہزار سال پہلے تھے اور آئیندہ بھی رہینگے۔ اس کے مقابلہ میں اُن باتوں کا اعادہ تحصیل حاصل ہے جو مسیحیت اور عقل کی باہمی جنگ کے سلسلہ میں تاریخ عالم کے اوراق میں ثبت ہیں۔ صدیوں یہ دونوں دست وگریبان رہ چکے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں بہت سے بیگناہ اور قابل سائنس داں مذہب مسیحی کی متعصب قربانگاہ پر چڑھا دیئے گئے لیکن انھیں لوگوں کی اَن تھک اور ایثارانہ زندگی اور کوششوں کی بدولت بنی نوع آدم کی ذہنیت، کلیسیا کی غلامی سے نجات پا سکی۔ اگرچہ رقابت باہمی اب اس قدر تیز نہیں ہے لیکن گاہے گاہے اس بیسویں صدی میں بھی اس مسلسل رقابت کا نظارہ دکھائی دے جاتا ہے۔ جب مسیحیت کے تحکمانہ عقائد کے شعلوں کی روشنی بلند ہوتی ہے۔ اور جب ہم یہ مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو یہ فکر لاحق ہوتی ہے۔ کہ اگر کلیسیا کو موقعہ ملجائے تو وہ اس بیسویں صدی میں بھی تیسری صدی عیسوی کی زندگی کا سبق دُہرا سکتی ہے اور بڑے شوق سے۔ ہم اس موقعہ پر بائیبل کے وہ ورسیز (فقرات) جو سچ مچ حکمت وسائنس کے خلاف ہیں پیش کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن ہم ایک واقعہ کا مختصر طور پر بیان کرینگے۔ جس کی وجہ سے اتنی ہی سنسنی لوگوں میں پھیل گئی۔ جس قدر اس ٹامینسی ایولوشن کیس میں پھیلی تھی جسکو تقریباً دو سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہوگا۔ لیکن اس واقعہ کا چرچا تمام دنیا میں ہو گیا تھا۔ اور اس واقعہ کا ذکر ابھی امریکہ سے باہر نہیں گیا۔ اس واقعہ سے یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ مسئلہ ارتقاء کے خلاف، ایک منظم جدوجہد کا اثر ملکی قانون پر کس قدر پڑ سکتا ہے۔ اور ان لوگوں کے راستہ میں کس قدر دشواریاں حائل ہیں۔ جو علانیہ طور پر اپنے معتقدات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو اس فضا، اور ماحول میں کام کرنا کس قدر دشوار ہے۔ جہاں اس زمانہ میں بائبل کے طفلانہ علم الآفاق کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بیسیوں کوششیں کی جاتی ہیں۔ کیا اچھا ہو۔ اگر مسیحیت کے اصولیین اس بات کو تسلیم کرلیں کہ پیدائش کی کتاب کوئی

علمی مضمون نہیں ہے۔ بلکہ موحدین گزشتہ کا ایک ترانہ ہے +

ماڈرن ریویو مجریہ اپریل ۱۹۲۷ء **نیویارک** میں ڈاکٹر (مس) میبل مارٹن لیڈی پروفیسر علم الحیوۃ نفسیات کا ذکر ایک مستقل آرٹیکل میں کیا گیا ہے جو پرسبیٹیرین دارالعلوم میکنزی ریاستہائے متحدہ امریکہ میں معلّمہ ہیں۔ مس موصوفہ کو محض اس بناء پر ترک ملازمت کے لئے مجبور کیا گیا۔ کہ انہوں نے اس اقرارنامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا جس کی رُو سے اس کالج میں مسئلہ ارتقاٗ کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔ بہرکیف مس موصوفہ کئی ماہ تک حیثیت پروفیسر کام کرتی رہیں۔ اور دوران تعلیم میں آزادانہ ان کتابوں کو استعمال کرتی رہیں جو ارتقائی زاویۂ نگاہ سے لکھی گئی ہیں۔ ہاں اتنا کیا کہ مسائل مبحوث فیہمّن سے احتراز کیا لیکن بہت جلد اُنھیں اس امر کا احساس ہو گیا۔ کہ طلبا۶ کالج ان سے ہر وقت سوالات کرنے لگے۔ اور مختلف فلسفیانہ مسائل پر ان کی رائے طلب کرنے لگے کیونکہ وہ طلبا مس موصوفہ کی آزادانہ تعلیم کو مقررہ اصُولوں سے مطابق نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ سوال کیا گیا۔ کیا آپنے کالج کے پرنسپل کو یہ بات نہیں لکھی کہ بائبل میں کوئی مغائرت نہیں ہے"؟ اور آپنے اس اقرارنامہ پر کس طرح دستخط کر دیئے؟ انھوں نے طلبا کو خاموش کرنے کیلئے یہ کہدیا کہ مجھے کسی اقرارنامہ کا علم نہیں۔ لیکن بہت جلد اُنھیں اپنی غلطی معلوم ہو گئی جبکہ ایک پروفیسر نے ان سے کہا کہ انتظامیہ مجلس کا ایک رکن آپ سے ملاقات کرنی چاہتا ہے۔ چنانچہ اس رکن مجلس نے مس صاحبہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ کالج کے قوانین کی رُو سے آپ کو فوراً اُس اقرارنامہ پر دستخط کرنا ہونگے۔ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اُس سے مستثنے رہیں۔ مجبُور ہو کر مس موصُوفہ کو نرمانہ تعلیم سالیانہ کے اختتام پر کالج کو خیرباد کہہ دینا پڑا۔ کیونکہ وہ اپنے ضمیر کا دیدۂ و دانستہ خون کرنا پسند نہیں کرتی تھیں +

مختصر یہ ہے کہ جہاں کلیسیاء کی حکومت ہے وہاں کے ارباب علم کو اس قسم کی مشکلات سے آئے دن دوچار ہونا پڑتا ہے!!!

گوشوارۂ آمد و خرچ

ریزرو فنڈ

از ۲۱ فروری سنہ ۱۹۲۸ء لغایت ۱۵ ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ پائی	آنہ	روپیہ
آمد ...	عا	.	.	۷۸	خرچ ...	عا	×	×	×

نقشہ عا ریزرو فنڈ

از ۲۱ فروری سنہ ۱۹۲۸ء لغایت ۱۵ ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب الف)	.	.	۵				
خان صاحب رجب علیخان صاحب	.	.	۸				
جناب وصی احمد صاحب ڈسری بیتہ	.	.	۲۰				
عالیجناب نواب امو لا بخش صاحب بہادر رئیس بہاولپور	.	.	۲۰		×	×	×
جناب عبد الوہاب صاحب نو کھا شاہ آباد	.	.	۲۵				
کرم الٰہی صاحب سوہا ہوشیارپور	.	.	۱				
میزان			۷۸				

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون
رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸
اشاعت اسلام
اردو ترجمہ
اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)
زیر ادارت
خواجہ کمال الدین
قیمت للعہ سالانہ
قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے
[illegible] بنام منیجر اشاعت اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)
سنہ ۱۹۲۸ء
محمد شفیع عالم پریس میں چھپوا کر [illegible] منیجر اشاعت اسلام [illegible] لاہور سے شائع کیا

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

یہ مشن گزشتہ سولہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ (انگلستان) سے یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی اسلامی ادبیات کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے۔ +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہے جس میں تعلیم الاسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ سالانہ چندہ ۔۔۔ ہندوستان میں ہے +

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ (نومسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق ممبر انڈیا کونسل، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے۔ جو از حد مقبول ہوئی ہیں۔ اس ٹرسٹ کی تسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یوروپین توجہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آج کل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے۔ اس کے علاوہ شہرۂ آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت" اور "اس کا چارٹر"

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے +

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

"I bought a copy of the *Holy Qur-án* (advertised by the *Islamic Review*), began to study it . . . talked . . . with Arab friends . . . and it was thus that I realized the wonderful strength of Islam, and embraced it."

Your brother in Islam,

H. P. FLISHER (AHMED).

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم لٹریری ٹرسٹ بہ تسلسل حساب مندرجہ جلد ۱۴ نمبر ۵ صفحہ ۱۱۳ الغایت اخیر ماہ جون ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد مسلم لٹریری ٹرسٹ ..	۱	۶	۵	۷۱۴	خرچ مسلم لٹریری ٹرسٹ				
میزان		۶	۵	۷۱۴	میزان		-	-	-

تفصیل آمد نقشہ نمبر (۱)

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
معرفت جناب محمد نسیم صاحب کوج گاؤں ..	-	-	۵	جناب ماسٹر نور الحق صاحب ہزاری باغ ۳	-	-	۱
جناب این ایم کاجیاں ماسٹر صاحب ..	-	-	۱۰	" اے۔ آر۔ خوندی دہلی (بلک)	-	۸	۱۲
" غلام جیلانی صاحب میرٹھ ..	-	-	۳	جناب مسز سمیع صدیقی صاحبہ دکن	-	-	۱۵
" عبدالمجید صاحب ناگپور ..	-	-	۱۵	عالیجناب نواب رفعت یار جنگ بہادر	-	-	۲۰۰
" یوسف خان صاحب عدن ..	-	-	۵۰	جناب ایس۔ ابرار حسین صاحب گورکھپور	-	۸	۹
" بشیر الحق صاحب بلاسپور ۲ ..	-	۸	۱۲	قیمت فروخت خطبہ صدارت دہلی اخیر جون ۱۹۲۸ء تک	-	۱۳	۱۳۵
" محی الدین یار جنگ بہادر دکن ..	-	-	۲۵۰				
" رحمت اللہ صاحب سانڈوے ..	-	-	۲۵	میزان ..	۶	۵	۷۱۴

۱ باقی ... دی لندن نظامیہ مسجد فنڈ میں جمع ہوئے + ... آپنے ... ارسال فرمائے ... تفصیل ذیل جمع ہوئے۔ ... تبلیغ در ... مسلم مشن ووکنگ۔ ... لندن ماہنامہ ... لٹریری ٹرسٹ + ... آپنے طور ارسال فرمائے ... مشن ... تبلیغ ... ہیں ... بنصف مسجد نصف لٹریری ٹرسٹ + ... آپ کی ... ساتھ صدر کی امانت میں یا تعمیر مشن و ریویو کو باقی ... صدر لٹریری ٹرسٹ ... نواب صاحب بہادر

گوشوارہ آمد و خرچ ریزرو فنڈ بہ تسلسل حساب جلد ۱۴ نمبر ۴ صفحہ ۱۹۴ الغایت اخیر جون ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
آمد	۱	-	۱۱	۸۴	خرچ				
میزان					میزان		-	-	-

تفصیل آمد

	پائی	آنہ	روپیہ
علوی برادرس لکھنؤ	-	-	۶
جناب شبیر محمد خان صاحب لکھنؤ	-	-	۴
" یو حاجی احمد صاحب رنگون	-	-	۲۰
" سید وقار احمد صاحب سفاہ بندر کراچی ..	-	۳	۱
" نواب الدین صاحب ٹھیکیدار لاہور	-	۸	۷
" نواب مولا بخش صاحب بہاولپور	-	-	۲۰
" شیخ خالد یوسف صاحب سکندر آباد دکن ..	-	-	۱۰
" رجب علی خان صاحب بہاولپور	-	-	۱۶
میزان	-	۱۱	۸۴

۱ آپ کی ماہانہ اعانت میں سے ... روپیہ ریزرو فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔
... آپ کی " " " " یہ دو ماہ کی امداد ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

جلد (۱۴) — نمبر (۷)

شذرات

(از قلم خواجہ عبد الغنی سیکرٹری ووکنگ مشن)

اس ماہ کے رسالہ کو جناب ایچ۔ پی۔ فلشتر نو مسلم انگریز کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے۔ جن کا اسلامی نام "احمد" تجویز ہوا ہے۔ آپ نے زندگی کا بیشتر حصہ عربوں میں بسر کیا ہے۔ قبول اسلام کے ضمن میں آپ تحریر فرماتے ہیں :-

"انگریزی ترجمۃ القرآن (جسکی تشہیر دفتر اسلامک ریویو کر رہا ہے) کی ایک کاپی میں نے خرید کی۔ اور اسے ابتدا ہی سے مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ دوران مطالعہ میں میں نے بسا اوقات مختلف مسائل پر اپنے مقامی عرب دوستوں سے تبادلہ خیالات کیا۔ اس پاک کتاب کے مسلسل مطالعہ نے مجھ پر مبرہن کر دیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو صراط مستقیم کی جانب داعی ہے۔ اسکی محیر العقول طاقت و قوت کو میں محسوس کر کے اسلام کا دلدادہ و شیدا ہو گیا" +

رسالہ ہذا میں کسی دوسری جگہ دو اہم مضامین ہدیۂ ناظرین کرام کئے جاتے ہیں۔ جو مسلم مشن ووکنگ کے متعلق ہیں۔ مضامین مجولہ بالا حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے قلم سے ہیں۔ ان میں چند مستفسرہ امور کے جوابات ہیں۔ جو ووکنگ مشن کے متعلق اخبار مدینہ و دیگر صحائف کے نامہ نگاروں نے کئے ہیں۔ ان ہر دو مضامین کے درج کرنے میں ہمیں مسرت بھی ہے اور دلی ملال بھی + مسرت اسلئے کہ قومی روپیہ کے تحفظ اور اس کے صحیح و جائز استعمال مصرف کے تفحص کی روح مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ ان میں یہ احساس رونما ہو گیا ہے۔ کہ قومی روپیہ کہیں خورد برد نہ ہو۔ یہی روح و احساس اگر آج سے چند سال بیشتر مسلمانوں میں پیدا ہو جاتی۔ تو مسلم قوم کا لاکھوں روپیہ بچ کر کئی ایک قومی ضروریات کو پورا

نوٹ: چونکہ رسالہ ہذا ایک کثیر تعداد میں شائع کیا گیا ہے اس لئے فوٹو انہیں احباب کے رسالوں کے ساتھ لگایا گیا ہے جو اس کے مستقل خریدار [illegible]

کر دیتا۔ جو غفلت قومی سرمایہ کی وجہ سے آج کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہے۔ +

رنج و ملال اس لئے کہ حضرت خواجہ صاحب موصوف کو علالت طبع کے اس مرحلہ پر جبکہ طبی مشورہ انھیں یہ تھا کہ وہ ہر قسم کے علمی یا ادبی و مذہبی انہماک سے احتراز کریں۔ اور کہ جب اُن کی صحت تدریجاً رو بہ ترقی تھی میں اس وقت اُنھیں ایک ناگوار و تکلیف دہ موضوع پر خامہ فرسائی کرنی پڑی جس سے اُن کی صحت پر بہت برا اثر پڑا ہے۔

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) حضرت خواجہ صاحب موصوف کے ذاتی ایثار و قربانی کا ثمر ہے۔ اس ثمر درخت کو انہوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر تیار کیا ہے۔ مشن کی خاطر آپ نے ہر قسم کی قربانی کی ہے المختصر یہ کہ مشن سے بڑھ کر خواجہ صاحب موصوف کو کوئی بھی چیز دنیا میں محبوب نہیں۔ آپ کو اس کام سے شدید اُنس و محبت ہے۔ اور اس کے مذبح پر آپ ہر محبوب ترین شے ہر وقت قربان کر دینے کو تیار ہیں۔ آج اسی انہماک مشن نے آپ کو مدقوق تک کر دیا۔ ذیابیطس تو مدت مدید سے تھی ہی۔ آج آپ سل و دق کے بھی شکار ہو گئے ہیں۔

ایک جاننے مشن کو جس کا اس قدر شدید تعلق مشن سے ہو۔ اُسے کب گوارا ہو سکتا ہے کہ ایک مشن جیسا پاک و مقدس دامن ہر ایک قسم کی طعن و تشنیع تہمت و افترا الزام و اتہام سے اپنے ایام قیام سے آج تک آلودہ ہوا ہو محض عدم واقفیت و لاعلمی کے باعث چند بدنما دھبوں سے ملوّث ہو جائے۔ ایسے حالات میں جب کا تعلق معاملات مشن سے زیر چندہ اور ان کی ذات کے متعلق ہو حضرت خواجہ صاحب کا خاموش رہنا محالات میں سے تھا۔ ان تلخ و ناخوشگوار حالات کے اندر اس مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے چین و قرار سے بیٹھنا امر محال اور اپنی قیمتی صحت کو ان بدنما داغوں کے دُور کرنے میں نذر کرنا ایک یقینی امر تھا +

ان اعتراضات کی جوابدہی میں حضرت خواجہ صاحب کو اپنی ذات کا تو چنداں خیال نہیں۔ خیال صرف یہ ہے کہ ایک غلط فہمی سے اور پھر جبکہ اسکی بنیاد لاعلمی۔ عدم واقفیت اور کلیتہً باطل ہو۔ ایک ایسے نیک کام کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو سکتا ہے جو اس وقت محض فضل ایزدی سے کفرستان کے عین مرکز میں مستقل صورت اختیار کر چکا ہے اور ابھی سے سامنے ایک [illegible] ہے +

چونکہ عدم واقفیت کی وجہ سے یہ امور اخباری دُنیا میں حسب واقعہ آچکے ہیں اس لئے ان شکوک کا ازالہ از بس ضروری تھا +

ہمارے نزدیک نامہ نگار صاحب کا مضمون بُری نیت اور بُرے خیال سے نہیں بلکہ محض لاعلمی کی وجہ سے ہے اور بعض واقعات

سو تو انھوں نے قیاس و فرض کر لیا ہے جس سے بنیے پہ غلط فہمی کا احتمال ہو جاتا ہے +

بہر حال حضرت خواجہ صاحب نے بہ تر علالت ہی مستفسر کے مجملہ استفسارات کے بالتفصیل جوابات مضامین متذکرہ بالا میں لکھ دیئے ہیں۔ یوں تو ان اعتراضات کا جواب تین یا چار صفحات میں ختم ہو سکتا تھا لیکن چونکہ حضرت خواجہ صاحب ایک طویل مدت کے لئے طبی مشورہ کے ماتحت کوئی کام کرنا نہیں چاہتے اور جو معاملات روپیہ وغیرہ کے تھے ان پر انھوں نے بالتفصیل روشنی ڈالنی ہی ہمیشہ کے لئے ان امور کا پبلک کے علم میں لانا از بس ضروری تھا۔ اس لئے انھوں نے جوابات میں طوالت اختیار کی ہے۔

مشن کے مالی حالات و معاملات پر حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے سیر کن بحث کی ہے۔ گو اس سے پیشتر کئی دفعہ انہی صفحات میں ان کا ذکر بھی آچکا ہے۔ اس مشن تک اصل امداد کنندگان کو اس پندرہ سال کے عرصہ میں کوئی موقع شکایت نہیں ملا۔ جو اس قسم کی شکایت کرتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو ہمارے مشن سے دلچسپی نہیں۔ یا اگر ہے تو بہت کم۔ ہم تو سالہا سال سے مکمل حساب آمد و خرچ ماہواری شائع کر رہے ہیں۔ اس پر بھی ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے تو کیا بات ہے کیوں نہیں چھپتے جو نامہ نگار صاحب کی عدم واقفیت پر دال ہے۔ پھر حضرت خواجہ صاحب کی ذات کو روپیہ سے تو قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ روپیہ اور اس کا خرچ آجکل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھوں میں ہے +

ان حالات و واقعات نے حضرت خواجہ صاحب کو مجبور کیا۔ کہ وہ اس ذاتی قربانی و ایثار کی بھی تشہیر کریں۔ جو مالی امانت کے رنگ میں مشن و وکنگ کو ان کی ذات سے مل رہی ہے۔ آج ہمارے سالانہ اخراجات کے نصف حصہ کی متکفل و متحمل وہ آمد ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب کے ذاتی رسالہ اسلامک ریویو اور ان کی تصنیفات سے ہوتی ہے +

اس قحط الرجال زمانہ میں خواجہ صاحب ممدوح کا وجود خدمت اسلام کے لئے مسلمانوں میں غنیمت ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ حضرت خواجہ صاحب صحت کے نازک ترین مراحل طے کر رہے تھے مصلحت وقت یہی تھی۔ کہ ایسی ناگوار و تکلیف دہ بحث کو ایسے نامعلوم اشخاص کے مفاد صحت کی خاطر نہ چھیڑا جاتا۔ بلکہ کسی اور وقت پر اسے ملتوی کیا جاتا۔ لیکن مقام تاسف ہے کہ ہم میں ایسے احساس کا فقدان ہے بہر حال سفنے ما مضنے۔ ہم اسے بھی نامہ نگار صاحب کی لاعلمی پر ہی محمول کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب نے جس متانت سنجیدگی شرافت تحمل و بردباری اور ٹھنڈے دل سے مستفسرہ امور پر بالتفصیل روشنی ڈال کر حقیقت واقعات

متعلقہ مشن ووکنگ کو مسلم پبلک کے سامنے بے نقاب کیا ہے وہ آپ کے خلوص مقصد۔ امانت و دیانت کے مظہر اور قابل صد تحسین ہیں
قومی و مذہبی پیشواؤں کو ملی و دینی امور میں ایسے نازک معاملات میں ایسی ہی صفائی جرأت و جسارت سے کام لینا چاہیئے +
ہم محترز نامہ نگار صاحب موصوف کی خلاف جرأت کی تحسین کئے بغیر اشاعت حاضرہ کو ختم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انہوں نے معاملات متعلقہ مشن کو اصل شکل و صورت میں پیش کرنے کا ہمیں موقعہ دیا۔ نامہ نگار کی نوع تفحص و جرأت استفسار کی بھی ہم دل سے قدر کرتے ہیں ضرورت ہے کہ جملہ مسلمانوں میں ایسی ہی از حد بیداری پیدا ہو جاوے۔ کہ ادنےٰ سے ادنےٰ مسلمان بھی کسی بڑی سے بڑی مسلم شخصیت سے قومی معاملات میں تفحص و استفسار کرنے میں ذرا بھر بھی تہنہ جھجکے۔ تاکہ پھر ایک دفعہ قرون اولےٰ کا منظر حریت ہماری آنکھوں کے سامنے پھر جاوے۔
آخر میں ہماری قلبی دعا ہے کہ جملہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ خدمت اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔ اور سب مسلمان بھائیوں کو مکروہات و حوادث زمانہ سے مصئون و محفوظ رکھے۔ اور اسلام کا تمام دنیا میں بول بالا ہو۔ اور تمام مخالف عالم حیدر اسلام سے منور ہو جاوے۔ آمین ثم آمین
چونکہ رسالہ ہذا اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ اسلئے منتظمین مشن ووکنگ نے اسے کثیر تعداد میں چھپوایا ہے۔ ناظرین کرام کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ رسالہ ہذا کو خود مطالعہ فرما کر دوسرے احباب تک پہنچا دیں۔ اور جن احباب کو متعدد کاپیوں کی ضرورت ہو۔ وہ بلا قیمت سکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور سے طلب فرمائیں
یہ مژدہ جانفزا باعث طمانیت ہے کہ قیام کشمیر سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت میں نمایاں ترقی ہو گئی ہے اگر خواجہ صاحب ممدوح کو مضامین محولہ بالا کے لکھوانے کی زحمت اٹھانی نہ پڑتی۔ تو آپ ترقی صحت کے کئی ایک مراحل اس وقت تک طے کر گئے ہوتے۔ اور غالباً مکمل صحت کے آثار نمایاں ہو گئے ہوتے۔ بہر حال مصلحت ربی یہی تھی +
حضرت خواجہ صاحب کی ذات سے محبت و دلچسپی رکھنے والے جمیع احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ مضامین متذکرہ بالا کے متعلق اگر کسی قسم کی مزید خط و کتابت یا معلومات کی ضرورت ہو۔ تو خواجہ صاحب کو کشمیر میں تکلیف نہ دیں۔ اس قسم کے جملہ خطوط بنام سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور کو ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +

کھلی چٹھی بنام مسٹر آرتھر فیلڈ

اخبار خلافت کے کسی جون نمبر میں آرتھر فیلڈ کا ایک مضمون نکلا ہے جس میں اُس دہریہ مذہب نامہ نگار نے لارڈ ہیڈلے بالقابہٗ خواجہ صاحب پر جھوٹے اتہامات لگائے ہیں ان کے جواب میں راقم کی طرف سے ایک کھلی چٹھی آرتھر فیلڈ کے نام لکھی گئی ہے جس میں چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ اپنے کذب مندرجہ چٹھی کو پایہ ثبوت تک پہنچائے ۔ ذیل میں اس تار کا بھی ترجمہ دیا جاتا ہے جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے کشمیر سے اخبار خلافت کو بھیجی ہے۔
متذکرہ بالا چٹھی آئندہ ماہ کے رسالہ میں نذر ناظرین کرام ہو گی ؀

خادم خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

مضمون تار بنام مدیر صاحب خلافت بمبئی

مدیر صاحب خلافت بمبئی۔ پنجاب میں میں نے آرتھر فیلڈ کا خط پڑھا ہے جو اس سے پیشتر خلافت میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں لارڈ ہیڈلے۔ اور مجھ پر جھوٹے اتہامات لگائے گئے ہیں مصر میں تعمیر مسجد لندن کے لیئے کبھی بھی ہم نے چندہ وصول نہیں کیا۔ اور نہ ہی کبھی اپیل کی۔ دیگر اتہامات بھی محض باطل ہیں۔ مفصل چٹھی بھیج رہا ہوں۔ براہ عنایت مرسلہ برقی پیام خلافت میں درج فرمائیں ؀

خواجہ کمال الدین۔ سرینگر کشمیر
۲۹- جون سنہ ۲۴ء

از دفتر دی لندن نظامیہ ماسک ٹرسٹ

عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

مکرمی جناب مدیر صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ حال ہی میں بعض اسلامی جرائد میں مجوزہ نظامیہ مسجد لندن کے متعلق انگلستان کے ایک ہفتہ وار کی ہرزہ سرائی پڑھی ہے جس میں اُس نے غلط بیانیوں سے کام لیا ہے بعض مسلم بھائیوں کو یہ مغالطہ ہوگا ۔ کہ کوئی نو مسلم ہیں لیکن ہرگز نہیں ۔ یہ ایک ہفتہ وار پرچہ ہے جس کا نام نامی مسٹر آرتھر فیلڈ ہے ۔ مجھے ہفتہ وار پرچہ مذکور کے رویہ کا گذشتہ بارہ سال سے ذاتی طور سے علم ہے انھوں نے ہمیشہ سے ہی تبلیغ اسلام اور ہر اسلامی تحریک میں روڑا اٹکایا ہے اور لندن میں کسی اسلامی تحریک کی سرسبزی ۔ شادابی و دوام چونکہ ان کی تحریک دہریت کی معدومیت کا پیش خیمہ ہے اس لئے انھیں پسند نہیں کہ کوئی بھی اسلامی تحریک لندن میں مستقل صورت اختیار کرے ۔ دہریہ مذکور کی پس پشت دو ایک نو مسلم انگریز بھی ہیں ۔ جو محض عبد الاغراض ہیں ۔ اغراض ذاتی کی وجہ سے انھوں نے ڈیڑھ اینٹ کی اپنی الگ مسجد بنائی ہوئی ہے ۔ اخلاق اسلامی مجھے اجازت نہیں دیتے ۔ کہ میں نو مسلمین کی کسی قسم کے واقعات کی روشنی میں دل آزاری یا دلآزاری کروں ۔ اس لئے ان کے متعلق انہی سطور پر اکتفا کرتا ہوں ۔

حال ہی کے دورہ ہندوستان میں جس جوش و خلوص محبت و سرگرمی سے ہندوستان کی مسلم پبلک نے دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا خیر مقدم کیا ہے ۔ اس سے لارڈ موصوف بہت ہی متاثر ہوئے ہیں ۔ ان پر اسلام کی عالمگیر اخوت و مودت عملی رنگ میں واضح ہو گئی ہے ۔ لارڈ موصوف کے اُن پُرجوش و پُرشکوہ خیر مقدم اور مقاصد عالی میں مہتم بالشان کامیابی محولہ بالا احباب کی آتش حسد و رقابت کو بھڑکا دیا ہے ۔ انھوں نے لندن میں تعمیر مسجد کی نیک تحریک کے دامن کو مختلف قسم کی خلاف بیانی و دروغگوئی سے ملوث کرنے اور اسے ضرر پہنچانے کی ٹھان لی ہے ۔ بہر حال مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں میں چاہتا ہوں کہ اخبارات کے ذریعہ برادران اسلام کو مسجد نظامیہ لندن کے متعلق صحیح واقعات سے بہرہ ور کروں ۔ تاکہ مسلم پبلک ان غلط فہمیوں سے بچ جائے +

دی رائٹ آنریبل عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی مدت مدید سے یہ دلی خواہش تھی ۔ کہ لندن میں ایک عظیم الشان مسجد اسلام کے شایان شان تعمیر ہو ۔ لارڈ موصوف کو آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی نے کانفرنس کی صدارت کے لئے مدعو کیا انھوں نے اس دعوت کو شرف قبولیت بخشا ۔ چنانچہ خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب صدر استقبالیہ کمیٹی نے خیر مقدم کے سپاسنامہ میں لارڈ

موصوف سے استدعا کی۔ کہ وہ لندن میں تعمیر مسجد کے کام کو جو برسوں سے معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ اپنے ہاتھ میں لیکر اسکی تکمیل کریں۔ چنانچہ لارڈ صاحب موصوف نے کانفرنس مذکورہ کی استدعا کو قبول فرمایا۔ اور مسلم لٹریری ٹرسٹ کے ماتحت اس کام کو جنوری ۱۹۲۸ء میں شروع کردیا۔ سرحد و راولپنڈی سے تعمیر مسجد کے لئے کچھ چندہ فراہم کیا۔ اسی دوران میں اعلیحضرت حضور نظام شہریار دکن نے آپ کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی۔ جس پر آپ حیدرآباد دکن تشریف لے گئے۔ اعلیحضرت حضور نظام کا امور ملی و دینی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اظہر من الشمس ہے۔ ذات خسروانہ نے اس مقصد عظمیٰ کے لئے پانچ لاکھ روپیہ کی گرانقدر رقم کا عطیہ مرحمت فرماکر تعمیر مسجد لندن کے ساتھ اپنی خصوصی توجہ کا ثبوت دیا۔ اس وقت تک بفضلہٖ تعالیٰ سرکار عالی کے التفات خسروانہ سے آٹھ لاکھ روپیہ کے لگ بھگ کا سرمایہ اس کار خیر کے لئے جمع ہو چکا ہے۔ اس تحریک کو منظم صورت دینے کے لئے دی لندن نظامیہ ماسک ٹرسٹ قائم ہو چکا ہے۔ ٹرسٹ مذکورہ کی دستاویز (Trust Deed) رجسٹری ہو چکی ہے۔ ذیل کے اصحاب اس ٹرسٹ کے ٹرسٹیز مقرر ہو چکے ہیں +

۱۔ دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر ٹرسٹ

۲۔ ہز ہائنس سر آغا خان۔

۳۔ دی آنریبل نواب نظامت جنگ بہادر۔

۴۔ سر عباس علی بیگ۔

۵۔ خواجہ کمال الدین۔

ٹرسٹیز بالا کے علاوہ دی رائٹ آنریبل سید امیر علی۔ لارڈ لیمنگٹن۔ لارڈ امپٹیل کو بھی مدعو کیا گیا ہے کہ وہ بھی اس ٹرسٹ میں بطور ٹرسٹیز شامل ہوں +

اس امر کا میں خصوصیت سے اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ مجوزہ مسجد کو کسی فرقہ اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بورڈ آف ٹرسٹیز کی ہیئت ترکیبی ہی ایسی ہے کہ ٹرسٹیز کو مسجد کے چلانے میں غیر فرقہ وارانہ اصول کی بڑی سختی سے پابندی کرنی ہوگی + مجوزہ مسجد کے ساتھ ایک ہوسٹل۔ ایک لائبریری اور ایک لیکچر ہال ہوگا۔ اور یہ بھی سبھی غیر فرقہ وارانہ اصول پر چلائے جائینگے +

دی لندن نظامیہ ماسک ٹرسٹ ایک جداگانہ با اختیار (Independent) ٹرسٹ ہے دستاویز ٹرسٹ میں ٹرسٹیز کے اختیارات و فرائض کو واضح کر دیا گیا ہے ٹرسٹ مذکورہ کے حسابات چارٹرڈ اکونٹینٹ کی جانچ پڑتال کے بعد سالانہ شائع ہوا کرینگے

ٹرسٹ کا کل روپیہ امپیریل بنک میں جمع ہوتا ہے +

مجھے امید کامل ہے کہ میری اس تحریر سے ان تمام غلط فہمیوں غلط بیانیوں کا ازالہ ہو جائیگا جو اس تعمیر مسجد لندن کی نیک تحریک کو صدمہ پہنچانے کیلئے بعض عبدالاغراض احباب اسلامی جرائد میں پھیلا رہے ہیں۔ میں ٹرسٹ مذکورہ کے متعلق ہر قسم کی معلومات مسلم بھائی کو پہنچانے کے لئے حاضر ہوں +

خادم۔ نذیر احمد (بیرسٹر ایٹ لا) ایم
سیکرٹری دی نظامیہ لندن ماسک ٹرسٹ

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو متعلقہ دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

نمبر	تفصیل آمد	پائی	آنہ	روپیہ	نمبر نقشہ	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
۱	آمد مشن ہندوستان	۶	۱۳	۲۷۸۶	۵	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان	۰	۱۳	۷۲۰
۲	آمد اسلامک ریویو	۰	۱	۳۱۳۲					
۳	آمد مشن انگلستان	-	-	-	۶	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو انگلستان	۴	۷	۷۱۷۱
۴	آمد اسلامک ریویو انگلستان								
	میزان	۶	۱۴	۵۹۱۸			۴	۴	۷۸۹۲

آنریری فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ۔ لاہور

نقشہ عـ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	-	-	۲
چندہ ماہوار ملازمین دفتر لاہور	۶	۸	۲۸
" " " انگلستان	-	۲	۳۰
جناب بدر الحسن صاحب مظفر پور	-	۰	۵
" پی - کے مرزا غلام محمود صاحب میسور	-	-	۵
" منہاج الدین بہاولپور	-	-	۱۰
" عبدالحلیم صاحب بنگال	-	-	۲
" ایم - اے خان صاحب بہاولپور	-	-	۲۰
" نواب صاحب منگرول	-	۰	۹۹
" صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
" عبدالرحیم خان صاحب مردان	-	-	۸
جناب ایم - اے جعفری الہ آباد	۰	۰	۱۰۰
از طلباء و مدرسین - بمبئی	۰	-	۸
جناب عبدالحفیظ صاحب کاٹھیاواڑ	-	۰	۱۰
" ڈبلیو بین - بنگال	۰	۰	۱۰
" عبدالغنی صاحب	۰	-	۲
عـ۱ وصولی آمد بابت بل ۹۳ - ۹۶ سال ۱۹۲۷ء	-	۱۵	۲۴۲۵
جناب محبوب خان صاحب بیلی	-	-	۱
" شیخ احمد حسین صاحب بالاگھاٹ	-	-	۱
" عبدالصمد صاحب بالاگھاٹ	-	-	۱
" محمد نور غنی صاحب کوٹلی امیر خاں	-	۱۰	۵
" ایم - اے خالد صاحب بمبئی	-	-	۲
میزان	۶	۱۳	۲۷۸۶

نقشہ عـ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
حضور ہزہائینس نواب حمید اللہ خاں صاحب والئے ریاست بھوپال	-	۸	۴۹
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
عـ۲ وصولات آمد بل ۹۳ تا ۹۶ سال ۱۹۲۷ء (ب)	-	۱۵	۲۴۲۵
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	-	۱۰	۶۴۶
میزان	-	۱	۳۱۳۲

نقشہ ۵ تفصیل خرچ ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء بابت عملہ	۰	۱۳	۷۲۰
میزان	۰	۱۳	۷۲۰

نقشہ ۶ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
بل نمبر ۸۸ بل عملہ اسلامک ریویو ووکنگ انگلستان ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۱	۶۶۱
" ۸۹ " سائر	۰	۱۳	۱۳۸
" ۹۱ " عملہ دفتر ووکنگ انگلستان ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۲	۱۶۹
" ۹۰-۹۲ " چھپائی رسالہ اسلامک ریویو ماہ فروری و مارچ سنہ ۱۹۲۸ء	۴	۳	۸۸۵
" ۹۳ " تنخواہ عملہ اعلیٰ انگلستان جنوری سنہ ۱۹۲۷ء تا نہایت جولائی سنہ ۱۹۲۷ء عـ۳	۰	-	۴۴۵۰
" ۹۴ " اجرت مضامین ماہ فروری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۹۱
" ۹۵ " تنخواہ ادنیٰ ملازمین ووکنگ انگلستان بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء	۰	-	۱۷۰
" ۹۶ " اجرت مصحح دسمبر سنہ ۱۹۲۷ء و نومبر فروری سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۲۰۶
" ۹۷ " ترقی مولوی عبدالمجید صاحب قائم مقام امام ووکنگ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء تا نہایت اگست سنہ ۱۹۲۷ء عـ۴	۰	۱۳	۴۰۱
میزان	۴	۷	۷۱۷۱

عـ۱ اس عملے میں ۲۷۵۰ روپیہ الاونس ایڈیٹر ریویو (خواجہ کمال الدین صاحب) شامل ہے۔

عـ۲ - عـ۳ کی رقم خرچ ۔۔ ۱۴ - ۱۵ - ۵۸۴ روپیہ آمد مشن میں آیٹم الف اور آمد اسلامک ریویو میں آیٹم ب میں واپس جمع ہو گئی ہے

(مرتب)

ووکنگ مشن کے حالات

مکرم بندہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ نے اپنے نامہ نگار مکرم محمد علیخاں صاحب مقیم لندن کے مضمون بعنوان بالا کو چھاپنے سے پہلے میری طرف بغرض جواب بھیجکر نہ صرف حقیقی قومی ہمدردی ہی کو سامنے رکھا۔ بلکہ شرافت نفس کے ساتھ صحافت کے اس اعلےٰ اصول کو برتا ہے۔ جو قومی معاملات کو بے وجہ نقصانات سے بچا لیتا ہے۔ انگلستان میں علے العموم جب کسی قومی انسٹیٹیوشن کے متعلق کوئی تحریر کسی اخبار میں آتی ہے۔ تو اڈیٹر اس تحریر کو انسٹیٹیوشن کے متعلقین کے پاس بھیجدیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح بہت سی غلط فہمیوں کا پیش از یں کہ وہ کسی نقصان کا باعث ہوں ازالہ ہو جاتا ہے۔ خاں صاحب محمد علی خاں اس ساری تکلیف سے بچ جاتے جس کا ذکر انھوں نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔ اور مشن کی اعانت میں میرے ہی دست و بازو بن جاتے۔ اگر وہ ۱۹۲۵ء میں جب میں وہاں تھا۔ مجھ سے معاملات متبیہ مضمون خود کا مجھ سے ذکر کر دیتے۔ اُن کی تحریر میں مجھے کوئی بدنیتی یا بد ارادہ نظر نہیں آتا۔ اُن میں ایک سرگرم جوش ہے۔ جو صحیح واقعات کے علم پر بجائے کسی احتمالی تخریب کے یقیناً اعانت مشن میں تعمیراً استعمال ہو سکتا تھا۔ مجھے جو واقعات سُن کر وہ اپنی رائے کو قطعاً بدل دیتے۔ وہ میں یہاں ذکر کر دیتا ہوں :۔

۱۔ اپنے توقعات جنکی بنیاد عدم واقفیت ہو یا ایسا تخیل جس کے ساتھ واقعات کا صحیح علم نہ ہو خلوص اور صحیح جوش ان کے شامل کیوں نہ ہو۔ وہ علے العموم بلا ارادہ کردہ تکلیف یا غلط فہمی اور تکلیف کا موجب ہو جاتے ہیں۔ میرے نزدیک محمد علی خاں صاحب کی ساری سرگرمی اور پھر اُن کی مایوسی کی تشریح میرے اس مذکورہ بالا نظریہ سے ہو جاتی ہے۔

خدا کا احسان ہے۔ کہ مشن کی شہرت ایسی ہی ہے جیسی کہ انھوں نے بیان کی ہے لیکن اس شہرت کا باعث کوئی پروپاگنڈا نہیں ہے۔ ہماری تحریریں دنیا میں موجود ہیں۔ اور ان میں جو کچھ میں نے مشن کے کاروبار کے متعلق لکھا ہے۔ ہمیں کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ البتہ خان صاحب نے اور ممکن ہے کہ اور بھی ہزاروں ایسے ہی ہوں مشن کی اس شہرت کے معیار پر اس کی آمد کو تصوّر کر لیا ہے۔ اور وہ اُن کے نزدیک لکھو کھا کی

---

۱ جس تحریر کے جواب میں مذکورہ بالا خط لکھا گیا ہے وہ ایک اخبار کے اوڈیٹر کے نام محمد علی خانصاحب نے لندن سے بھیجی تھی۔ اوڈیٹر صاحب نے اس معاملہ میں اخلاق صحافت کا اعلیٰ نمونہ دکھلایا۔ انہوں نے اس چٹھی کو بجنسہ خواجہ صاحب کی خدمت میں بھیجدیا جسکے جواب بالا کو دیکھکر انھیں نے پسند نہیں کیا کہ اس سلسلہ کو اصلی شکل میں اپنے صحیفہ میں چھپائیں جبکہ خواجہ صاحب نے اپنے خط میں بہت سی ایسی باتیں لکھدی ہیں جنکا علم مسلم پبلک کو ہونا چاہئیے اسلئے ہم نے ان صفحات میں درج کر دیا۔ خواجہ عبد الغنی

سالانہ آمد تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اس کا تو عشر عشیر بھی مشن کی آمد نہیں۔ جیسا کہ مطبوعہ حساب سے ظاہر ہے
یہی خیال ہے کہ مسلمانان عالم ہماری کامیابیوں کو دیکھ یا سُن کر لکھو کہا روپیہ ہمیں بھیجتے رہتے ہونگے
خاں صاحب المورزویل کی توقعات ہم سے کرتے ہیں۔

ہمیں دو چار دس خاندان ہفتہ وار مسلمان کر دینے چاہئیں۔ ہمیں مسلمانوں کے گور و کفن کا انتظام کرنا چاہئے۔ ہمیں ہر محلہ میں اسلام کو پیش کرنے کے لئے جلسے کرنے چاہئیں۔ غریب مسلمانوں کیلئے عارضی قیام کا انتظام ہونا چاہئے۔ شہر کے مختلف حصوں میں چھوٹے چھوٹے وقتی مدرسے قائم کرنے چاہئیں۔ امام مسجد کو اسلامی گھروں میں رُوحانی تعلیم کے لئے جانا چاہئے۔ غربا کے لئے باورچیخانے کم قیمت پر کھول دینے چاہئیں۔ جہاں اسلامی لیکچروں کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ اور اسلامی جمہوریت کو مدنظر رکھ کر کُل مسلمانان انگلستان کو ایک مرکز پر جمع کر دینا چاہئے وغیرہ وغیرہ +

خاں صاحب کے مجوزہ توقعات میں خواہ ایسی باتیں بھی ہیں۔ جن سے ایک تبلیغی مشن کو الگ رہنا چاہئے تاہم ان توقعات کو انگلستان جیسے مُلک میں پورا کرنے کے لئے جسقدر وسیع عملے کی ضرورت ہے اور اس کے متعلق جو کثیر اخراجات مستقلہ ہونے چاہئیں۔ اس کے پورا کرنے کے لئے لکھو کہا روپیہ سالیانہ بھی اس مُلک میں کافی نہیں ہو سکتے۔ جہاں ایک ادنےٰ گھر کے خادم کی تنخواہ کم از کم چار پاؤنڈ اور دو وقت کی روٹی ہوتی ہے۔ اب اگر خاں صاحب کو یہ علم ہو جاتا کہ ووکنگ مشن کی آمد شروع سے لے کر آج تک سترہ یا اٹھارہ ہزار روپیہ سالانہ سے چل کر آج دو ایک سال سے پچاس ہزار روپیہ سالانہ تک مشکل پہنچی ہے۔ اور اس آمد میں بھی نصف کے قریب کسی کے ذاتی ایثار کا نتیجہ ہے۔ اور یہ باتیں چھپ چکی ہیں۔ اور ان کا ذکر خلاصۃً میں آگے چل کر دونگا۔ اور ساتھ ہی خاں صاحب کو یہ علم بھی ہوتا۔ کہ افریقہ کے دورے کے روپیہ سے یا اس روپیہ سے جو مجوزہ لندن مسجد کے متعلق وصول ہوا ہے۔ ووکنگ مشن یا میری ذات یا لارڈ ہیڈلے یا برٹش مسلم سوسائٹی کو قطعاً قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اور اس روپیہ میں سے قانوناً اور شرعاً ایک پائی بھی ہم اُن کاموں میں خرچ نہیں کر سکتے۔ جو خانصاحب تجویز کرتے ہیں۔ اور اگر ایسا کریں۔ تو عدالت میں ہم مجرم ٹھیرتے ہیں۔ جیسے کہ میں آگے چلکر دکھاؤں گا۔ تو مجھے یقین ہے کہ محمد علیخاں صاحب اس تھوڑے بہت کام کو جو مشن نے اپنی

بے بضاعتی میں کیا ہے وہم وگمان سے بھی بالاتر سمجھتے۔ ان کو اپنی قوم کی عدم توجہ پر رنج آتا کیونکہ وہ تو توقع کرتے ہیں۔ کہ لاکھوں روپیہ مشن کو آتے ہونگے۔ اور آنے بھی چاہئیں لیکن چونکہ ایسی صورت نہیں ہے۔ اسلئے وہ ہمہ تن مشن کی مالی طاقت کو بڑھانے میں کوشاں ہوتے اور انکی توقعات ایک حد تک پوری ہو جاتیں +

خان صاحب کی تحریر کا زیادہ حصہ کچھ تو برٹش مسلم سوسائٹی کے فرائض کے متعلق ہے۔ اور کچھ کسی ہنگامی معاملے سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کو اس مضمون سے تعلق نہیں ہے۔ اس معاملے میں بھی خان صاحب نے پوری واقفیت حاصل نہیں کی۔ بلکہ نومسلموں میں سے ہی تین یا چار عبدالاغراض اصحاب نے انھیں دھوکا دیا ہے جو مجھے ان کی تحریر سے نظر آرہے ہیں۔ اسلئے اولاً میں برٹش مسلم سوسائٹی کے حالات یہاں عرض کر دیتا ہوں۔ جن کے پڑھنے کے بعد خود خان صاحب کی رائے میں تبدیلی عظیم پیدا ہو جاویگی +

انگلستان میں اور ایسا ہی یورپ کے مختلف حصص میں مختلف سوسائٹیاں ہیں۔ مذہبی یا غیر مذہبی امور کے متعلق بنی ہوئی ہیں۔ جن کے ممبر عموماً ہفتے میں ایک دن جمع ہو کر کسی ایسے مضمون پر لیکچر سن لیتے ہیں۔ جن سے ان کو دلچسپی ہوتی ہے۔ ان سوسائٹیوں کے اخراجات صرف جائے قیام جلسہ کا کرایہ جو وہ وقت کے لئے کرایہ پر لے لیتے ہیں۔ اور جسمیں مکان کی صفائی اور روشنی بھی شامل ہوتی ہے۔ یا لیکچرار کے اخراجات ہوا کرتے ہیں۔ ان دو اخراجات کو یہ لوگ سالانہ چندہ کے ذریعے جمع کر لیتے ہیں۔ اور یہ چندہ بمشکل دس شلنگ سالانہ فی ممبر ہوا کرتا ہے۔ یہی سوسائٹیاں آہستہ آہستہ مالی طاقت پاکر مستقل مکان لیلیا کرتی ہیں جسمیں ایک لائبریری رکھ لیتے ہیں۔ اور جسے اگر وہ چاہیں تو کلب کی صورت میں استعمال کر لیتے ہیں۔ چنانچہ سپرچولسٹ سوسائٹیاں تھیوسافیکل سوسائٹیاں کرسچین سائنس سوسائٹیاں وغیرہ وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں ایک شہر لندن میں موجود ہیں۔ جو اسی طریق اور خرچ پر چلتی ہیں۔ جب وقت نومسلموں کی تعداد ۱۹۱۴ء میں چالیس کے لگ بھگ ہوگئی۔ تو ان نومسلموں کی اسلام میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ہمیں بھی کسی ایسی ہی سوسائٹی بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ لہذا انگلستان سے

پہلی دفعہ رخصت ہونے پر میں نے برٹش مسلم سوسائٹی کی بنیاد رکھ دی۔ اور اس کا سرمایہ قائم کرنے کیلئے دس پاونڈ مشن کی طرف سے دیئے۔ اور چندہ ممبری چھ شلنگ سالانہ رکھا۔ اس کے پریزیڈنٹ لارڈ ہیڈلے مقرر ہوئے۔ میں ہندوستان چلا آیا۔ اور مشن اور اسلامک ریویو کا کاروبار مولانا مولوی صدرالدین صاحب کے حوالے کیا۔ اس نومسلم گروہ میں بدقسمتی سے بعض عنصر ایسے بھی آنکلے جن کے سامنے کوئی ذاتی اغراض تھیں۔ چونکہ ان ہی میں سے سوسائٹی کے بعض عہدہ دار بھی مقرر ہو گئے انھوں نے اس عہدے سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اپنی اغراض کو پورا کرنا چاہا۔ جن کو مولانا صدرالدین صاحب کی تیز نگاہ نے تاڑ لیا۔ چند خطوط بھی پکڑے گئے جو اُن ناروا کارروائیوں کا قطعی ثبوت اپنے اندر رکھتے تھے۔ چونکہ مشن کا ایک ضمنی تعلق اس سوسائٹی سے تھا۔ اس لئے ووکنگ میں بصدارت لارڈ صاحب موصوف ایک جلسہ کیا گیا۔ ان تمام حالات کو مولانا موصوف نے جلسہ میں پیش کیا۔ اور باتفاق رائے ان دو چار نومسلموں کو عہدوں سے الگ کیا گیا۔ اور اُن سے تحریر لے لی گئی۔ کہ ایک عرصہ تک جو خطوط ان کے نام بحیثیت عہدہ آئیں۔ وہ انھیں نہ ملیں۔ بلکہ وہ مولوی صدرالدین اور لارڈ صاحب موصوف کے پاس جائیں۔ ان خطوط نے ظاہر کیا۔ کہ ان کے لکھنے والے مشن کی کُل کارروائی کو اپنی طرف منسوب کر کے بعض اغراض کے لئے مسلم دنیا میں خط و کتابت کرنے لگ گئے ہیں۔

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ کہ شروع ہی میں جو مصیبت ہم پر پڑنے والی تھی۔ اس کا سدباب ہو گیا اور یہ وہ فتنہ تھا۔ جس کی مثالیں آغاز اسلام میں ہمیں کثرت سے نظر آتی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اسی وقت سے آج تک مشن اور سوسائٹی کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں اور چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے روپیہ کو جو ان کے وہم میں کثرت سے ہمیں آرہا ہے اُن کے قبضہ میں آجائے۔ وہ طرح طرح کی تحریریں ہندوستانی اخبارات میں بھی نکالتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں۔ کہ امریکہ ان کی کوشش سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ کہیں وہ فرانس کا ذکر کرتے ہیں۔ کبھی مسجد کے بنانے کا راگ چھیڑ دیتے ہیں۔ یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں۔ گو میں نے کبھی اس کا نوٹس نہیں لیا۔ چونکہ نومسلموں کے ساتھ جن مراعات کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ وہ ہمیں چشم پوشی کی تعلیم دیتے ہیں چنانچہ انھیں میں سے دو ایک نومسلم ایسے ہیں۔ جو غالباً محمد علیخاں صاحب کو برٹش مسلم سوسائٹی

کے متعلق غلط واقعات بتلا رہے ہیں۔ یہ میرا قیاس ہی ممکن ہے ایسا نہ ہو۔ اس سارے واقعہ کا نتیجہ جو
۱۹۱۴ء میں ہوا۔ یہ ہوا کہ برٹش مسلم سوسائٹی اپنے آغاز ہی میں عملاً بیٹھ گئی۔ ۱۹۱۶ء کے اخیر میں میں
انگلستان کو پھر واپس ہوا۔ میری غیر حاضری میں ایک خاصہ اضافہ نومسلموں کی تعداد میں ہو گیا تھا۔
اگرچہ یہ نومسلم گو زیادہ تر ملک کے مختلف حصص میں تھے۔ لیکن خود لندن ووکنگ اور اس کے
مضافات میں انکی ایک اچھی تعداد تھی۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں میں نے پھر اس سوسائٹی کی تجدید کی۔ اور اسکے
سکرٹری مسٹر حبیب اللہ لوگرو بنائے گئے۔ اس وقت موجودہ مکان (لندن) جا نماز لیا جا چکا تھا۔
اسی مکان میں اتوار کے دن اس سوسائٹی کے جلسے ہونے شروع ہوئے۔ اور اس سوسائٹی کا اتنا ہی کام
کہ اس کے ممبر ہفتہ وار جمع ہو جائیں۔ اور ان کی اسلامی واقفیت کے لئے لیکچروں کا سلسلہ جاری
ہو۔ اگرچہ اس سوسائٹی کے بعض ممبر ذی حیثیت بھی تھے۔ لیکن میں نے اسلامی تعلیم و روایات متعلقہ
مؤلفۃ القلوب کو مد نظر رکھ کر یہی پسند کیا۔ کہ اس سوسائٹی کے ممبروں کو مکان کے کرایہ مکان کی
صفائی یا روشنی کے اخراجات سے سبکدوش کر دیا جائے۔ ساتھ ہی لیکچر بھی اپنے ذمہ ڈال دیئے
اور مجھے یاد نہیں کہ آج تک اور سوسائٹیوں کی طرح اس سوسائٹی نے کسی لیکچرار کو لیکچر کا معاوضہ
دیا ہو۔ اس سوسائٹی کے ذمہ ہفتہ وار لیکچروں کا اشتہار کسی اخبار میں دینا یا سلیبس چھاپنا رکھا گیا
جسے وہ اپنے سالانہ چندے میں سے دے دیتے ہیں۔ اس سوسائٹی میں ایٹ ہوم بھی ہوا کرتے ہیں
جن کی تعداد میری موجودگی میں بڑھ جاتی ہے۔ اور مولود شریف بھی سال میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ میرے علم
میں اس سوسائٹی کے اسقدر اغراض ہیں۔ اور ان اغراض میں سوسائٹی کامیاب ہے۔ اس کا ضمنی فائدہ
یہ ضرور ہوا ہے۔ کہ مسلم ممبروں کے سوا ہفتہ وار جلسوں میں غیر مسلم اصحاب کی بھی ایک کافی تعداد ہو جاتی ہے
اس کے جلسوں میں بعض وقت سو سے بھی زیادہ کی حاضری ہوتی ہے۔ اور ہمارا مکان تو اس حاضری سے زیادہ
کی گنجائش بھی نہیں رکھتا۔ ان غیر مسلموں میں سے ہی بعض لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ سوسائٹی
کے ذمہ کوئی تبلیغی فرائض نہیں۔ نہ کسی وجہ سے وہ اس فرض کی ذمہ دار ہے۔ ہاں میں یہ جانتا ہوں۔ کہ
اس سوسائٹی کے افراد اپنے اپنے طور پر اسلام کی اشاعت میں کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ بعض
کے اسلام کا باعث بھی ہوئے ہیں۔ فروری ۱۹۲۶ء میں میں انگلستان سے افریقہ کو چلا گیا۔ اور
ابھی تک انگلستان کو واپس نہیں ہوا۔ اس وقت تو سوسائٹی کی یہی حالت تھی۔ اس کے فنڈ میں بہت مختصر

تھے۔ اور جو بھی تھی۔ وہ مذکورہ بالا ضروریات کے لئے کافی سے زیادہ تھی۔ ایٹ ہوموں کے اخراجات باری باری ایک دو شخصوں کے ذمہ پڑ جاتے تھے۔ جو وہ خوشی سے قبول کرتے تھے۔ ہاں مولود شریف کے لئے وقت پر خاص چندہ ہو جاتا ہے جس میں ووکنگ مشن ایک معتدبہ حصہ لیتا ہے۔ اگر تو میری موجودہ غیر حاضری میں بھی سوسائٹی کی مالی حالت یا اس کے اغراض وہی ہیں۔ جن کا میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ تو پھر آپ کے نامہ نگار خود ہی غور فرمائیں کہ انھوں نے جو سوالات سکرٹری کے پاس بھیجے یا جو توقعات وہ سوسائٹی سے کرتے ہیں۔ ان کی ذمہ دار کہاں تک سوسائٹی ہو سکتی ہے۔ اور سکرٹری سوسائٹی نے کیا جواب دیگا انگریزی ذہنیت کو سامنے رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ سکرٹری سوسائٹی نے جو باتیں خانصاحب کی تحریر پر لکھیں۔ وہ اُن کے نقطۂ خیال سے صحیح تھیں۔ اگر چہ میں ہوتا تو میں ایسا نہ ہونے دیتا میں واقعات اصلی سے خان صاحب کو اطلاع دیتا۔ اور عرض کرتا کہ سوسائٹی کے اس وقت تک یہ فرائض نہیں نہ سوسائٹی نے خان صاحب کے تجویز کردہ کاموں کے لئے کبھی کسی سے چندہ مانگا۔ یا ان کاموں کیلئے کسی چندے کی اپیل کی۔ جہاں تک میرا علم ہے سوسائٹی نے کسی مسلم ملک میں نہ اپنے نام پر اپیل کی۔ نہ اُن کے کسی نمایندے نے سوسائٹی کے نام پر روپیہ وصول کیا۔ نہ سوسائٹی نے کسی کو نامزد کر کے ایسے روپیہ کے جمع کرنے کے لئے کسی کو باہر بھیجا۔ میرے علم میں تو بیرونی دُنیا سے اگر کوئی روپیہ سوسائٹی کے نام آیا۔ تو وہ بمشکل چند پاؤنڈ سے زیادہ نہ ہو گا۔ اور وہ بھی اُن احباب کی طرف سے تھا جنھوں نے سوسائٹی کا ممبر بننے کیلئے اپنا چندہ بھیجا۔ ہمارے افریقی دورے یا ہندوستان کے موجودہ دورے کو قطعاً قطعاً سوسائٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ضمن میں میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں۔ کہ کبھی اس پندرہ سال میں میں نے یا لارڈ ہیڈ لے نے یا مشن نے یا عملۂ ریویو نے یہاں یا کہیں یا کسی اور جگہ سوسائٹی کے نام پر سوسائٹی کے اغراض کے لئے یا سوسائٹی کے کسی تعلق میں روپیہ کی اپیل کی یا روپیہ وصول کیا۔ اس سوسائٹی کے تو نام سے بھی دُنیا واقف نہیں ضمناً کبھی کبھی اس کا ذکر میری تحریروں میں بہ سبیل تذکرہ آجاتا ہے۔ مکرم اڈیٹر صاحب! آپ دنیائے صحافت سے واقف ہیں۔ آپ ہی بتلائیں۔ کہ آپ نے کبھی اس سوسائٹی کی طرف سے یا اس کے نام پر اپیل امداد پڑھی یا سُنی یا دیکھی۔ علاوہ ازیں اس سوسائٹی کا کوئی آفیشل تعلق نہ مشن سے ہے نہ ریویو سے۔ ریویو تو میری ذاتی ملکیت ہے۔ اور مشن ایک پبلک سے تو ایک پرائیویٹ کوشش کا ثمر ہے۔

ہاں جہاں تک اس کے مالی معاملات ہیں، اس مشن کو میں نے ایک پبلک حیثیت دے رکھی ہے۔ اس ضمن میں
خان صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے یہاں سوسائٹی کے متعلق لکھا ہے اس کا ذکر
وہ علی الخصوص پروفیسر مسٹر خالد شیلڈرک اور عبداللہ ڈسے وغیرہ سے کریں۔ اس تحریر کا لفظی ترجمہ انکو
سنا دیں۔ اور ان سے مطالبہ کریں۔ کہ اس تحریر کے خلاف انھیں اگر کوئی علم ہے۔ تو اس سے انھیں اطلاع
دیں۔ یہ باتیں میں نے کسی بات کو سامنے رکھ کر لکھی ہیں۔ خان صاحب نے اس ضمن میں کسی راز سربستہ
کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس کی تشریح کی اجازت تہذیب انھیں نہیں دیتی۔ میری طرف سے تو اجازت ہے
کہ وہ اس راز سربستہ کا اعلان کر دیں۔ لیکن اس سے پہلے وہ اس راز سربستہ کے متعلق اس شخص کی تحریر
لے لیں جو اس کا خبر دہندہ ہے۔ اور اگر اس بات کا بتلانے والا سوسائٹی کا کوئی عہدہ دار ہے
تو اس سے دریافت کریں۔ کہ اس نے بحیثیت عہدہ دار اس امر کی کیوں اجازت دی۔ اور وہ کیوں
خاموش رہا۔ میرے علم و یقین میں سوسائٹی کے اندر یا ووکنگ یا مشن کے تعلق میں کوئی ایسا
امر نہیں۔ اور ہرگز ایسا نہیں جس کے لئے ہم شرمندہ ہو سکیں۔ اب میری مختصر سی غیر حاضری میں کوئی
اگر ایسا امر ہوا ہو تو اس کا مجھے علم نہیں +

ووکنگ مسلم لٹریری ٹرسٹ

ہمارے افریقی دورے کے متعلق نہ صرف خان صاحب نے دلچسپی لی ہے۔ بلکہ بعض اور حلقوں میں بھی
اس کا چرچا ہے۔ دراصل اس دورے کی کامیابی ہی نے انگلستان میں بعض عبدالاغراض
نومسلموں کے ذہن آز میں پانی بھر دیا۔ اور انھوں نے یہ لکھنا شروع کیا ہے۔ کہ یہ روپیہ تو
ہمارے یا ہماری سوسائٹی کے نام پر لیا گیا ہے۔ اور اسلامی جمہوریت کے ماتحت اس کا ہم سے تعلق ہونا چاہیے
لارڈ ہیڈلے یا اسکے رفیقوں نے اسے کیوں ہاتھ میں لیا۔ لیکن واقعات اصلی کچھ اور ہیں جن کو میں یہاں
ذکر کر دیتا ہوں۔ آغاز مشن سے ہی میرا یہ خیال رہا ہے۔ اور آج وہ خیال تجربہ کی بناء پر یقین تک
پہنچ گیا ہے کہ ہم اپنی موجودہ مالی حالت کے ماتحت تبلیغی کارروائیوں کو خطبات یا لیکچروں کے
ذریعہ کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ اور تو اور ایک لندن کا شہر کم از کم درجن بھر مسلم مشنری
چاہتا ہے۔ جن کے اخراجات کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ ان معاملات میں اگر زبان کا قائم مقام قلم کو کیا جاوے۔ اور
اعلیٰ مسلم لٹریچر پیدا کر کے اسے کثرت سے شائع کر دیا جائے۔ تو ایک مبلغ کئی ایک مبلغوں کا کام

کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں خطبات یا لیکچروں کا اثر وقتی ہوتا ہے۔ پھر مغربی کاروبار لوگوں کو ان لیکچروں میں آنے سے بھی روک دیتا ہے۔ مغرب میں اگر کسی جلسہ میں سو کے قریب بھی آدمی جمع ہو جائیں تو عموماً وہ سے کامیاب ہے کامیاب جلسہ کہا جاتا ہے۔ اور جن لوگوں کو ہزار ہا کی تعداد میں لیکچر دینا ہوتا ہے اور ایسے لیکچروں میں داخلہ ٹکٹوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ تو ایسے لیکچروں کا انتظام اور ان کے اشتہارات ایجنٹوں کے ذریعہ چھ چھ ماہ پہلے شروع ہو جاتے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں اشتہارات کُل ملک میں تقسیم ہوتے ہیں۔ پھر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں +

بہر حال ہمارے اقتصادی حالات ان اخراجات کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لٹریچر سے بہتر مغربی دنیا میں کوئی ذریعہ اشاعت مجھے نظر نہیں آتا۔ اور جو کچھ تھوڑی بہت کامیابی اس وقت تک مسلم مشن کو ہوئی ہے۔ اس کا باعث بھی اسلامک ریویو اور مشن کی دیگر تصانیف ہیں۔ بہرحال میں اس ایک نتیجہ پر آچکا ہوں۔ اور اس کی طرف میری توجہ بالخصوص ۱۹۲۵ء میں ہوئی۔ جب میں نے اپنی کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی۔ اس کی اشاعت اور اس کے اثر نے مجھے اس معاملہ میں کسی مستقل کارروائی کی طرف متوجہ کیا۔ اس کتاب کے چھپنے پر میں لارڈ ہیڈ کے مشورے کے بعد کلکتہ گیا جو سر عباس علی بیگ صاحب کی جائے رہائش ہے۔ میری گفتگو پر انھوں نے مجھ سے اتفاق کیا۔ اور ہمنے مسلم لٹریری ٹرسٹ کے نام پر ایک ٹرسٹ کی بنیاد ڈالی جس کی رجسٹری وہیں ہوگئی۔ اس کے صدر لارڈ صاحب موصوف ہوئے۔ اور میں اور سر عباس علی بیگ خواجہ نذیر احمد انچارج مشن بطور ایکس آفیشیو اس کے ممبر ہوئے۔ تصنیف و تالیف اور انتخاب مضامین انکی طباعت کا انصرام میرے ذمہ ڈالا گیا۔ اس ٹرسٹ کو ووکنگ مسلم مشن یا اسلامک ریویو یا برٹش مسلم سوسائٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ اس ٹرسٹ کا اعلان اسلامک ریویو میں کر دیا گیا۔ ایسا ہی کتاب آئیڈیل پرافٹ کی کُل آمد و خرچ اس ٹرسٹ کے سپرد کر دی گئی۔ عین اس وقت جب یہ ٹرسٹ بنا جنوبی افریقہ میں پادری ذویمر نے اسلام کے خلاف ایک پروپاگنڈا قائم کر کے مختلف مقامات پر لیکچر دینے شروع کئے۔ اور یہ کہنا شروع کیا کہ اسلام اب انحطاط کو پہنچ چکا ہے۔ خود مسلم اسلام سے بیزار ہو کر عیسائی ہونا چاہتے ہیں۔ دراصل یہ ایک پولیٹیکل پروپاگنڈا تھا جس کی غرض افریقہ کی وحشی آبادی کو اسلام کی طرف آنے سے روکنا تھا۔ وہاں کی

انڈین مسلم آبادی نے اس طعن و تشنیع سے تنگ آکر مجھے بلوایا۔ اور استدعا کی کہ میں اپنے
ہمراہ لارڈ ہیڈلے کو بھی لاؤں۔ لارڈ صاحب موصوف کا مدت سے یہ خیال ہے کہ انگریزی
ترجمۂ قرآن کی ایک سستی سے سستی ایڈیشن ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر شائع کر دی جائے
اور دوسری طرف میرا مدت سے یہ ارادہ تھا۔ کہ ترجمہ قرآن شریف کے علاوہ ایک ایسا
مقدمۃ القرآن لکھا جاوے جس میں یوروپین نقطۂ خیال کو سامنے رکھ کر تمدن معاشرت۔
تہذیب۔ عملی زندگی وغیرہ وغیرہ کے مسائل پر قرآن کی روشنی ڈالی جائے۔ اور یہ اس قسم کا مقدمہ
ہو جسے پڑھ کر قرآن کریم کا سمجھنا ایک مبتدی کے لئے آسان ہو جائے۔ ہم نے یہ
ارادہ کیا۔ کہ افریقی دورے میں ان دو تصانیف کے سامان بھی مہیا کئے جائیں۔ کیونکہ
یہ کتابیں مفت یا برائے نام قیمت پر ہزاروں کی تعداد میں تو ہی اشاعت پا سکتی ہیں جب
ان کے اخراجات کی ذمہ وار قومی امداد ہو۔ چنانچہ یہ دورہ ہم نے مسلم لٹریری ٹرسٹ کی
نمائندگی میں کیا۔ یہ دورہ ہماری توقع سے بڑھ کر کامیاب ہوا۔ خدا تعالےٰ نے اسلام
کی عظمت اور رفعت اور اس کی اعلےٰ تعلیم کا سکہ ایک حد تک اس ملک اور اس مغربی
قوم کے سامنے قائم کر دیا۔ جن میں سے اکثر اسلام کے نام سے بھی ناواقف تھے لارڈ صاحب
موصوف تو دو ماہ کے بعد اپریل میں ہی واپس آ گئے۔ لیکن وہاں کی ضرورت اور دوستوں کے مطالبہ
نے مجھے اگست تک وہیں رکھا۔ کوئی چالیس سے اوپر شہروں میں میں گیا۔ ہزاروں میل کا سفر
موٹر میں کیا۔ ہر جگہ لیکچروں اور وعظوں کا سلسلہ رہا۔ چنانچہ وہ لیکچر جو عموماً ہر جگہ
دیا گیا۔ وہ اس وقت چھپ بھی گیا ہے۔ اس کا نام پیام اسلام ہے۔ اور اس کی ایک کاپی
اور ایسا ہی آئیڈیل پرافٹ اور دیگر اشاعت کردہ کتب لٹریری ٹرسٹ کی ایک ایک کاپی
آپ کی خدمت میں بھی بھیجتا ہوں۔ ان اغراض کے لئے جو آمد و خرچ چندہ ہوا۔ اس کا حساب
جولائی ۱۹۳۶ء تک نو ماہ اکتوبر اسلامک ریویو میں چھپ چکا ہے۔ اور اس کی ایک ایک کاپی
ہر ایک چندہ دہندہ کے نام چلی گئی۔ لیکن شیوع حساب کے بعد کچھ اور خرچ اور آمد ہوئی تھی
وہ سب کی سب ٹرسٹ کی کتب حساب میں آ چکی ہے۔ اخراجات کو کاٹ کر اس آمد بتیس ہزار روپیہ
نہیں۔ جیسا کہ آپ کے نامہ نگار نے لکھا ہے۔ بلکہ تخمیناً سینتیس ہزار روپیہ ہے۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ

ہندوستان پہنچتے ہی اس کام کو شروع کر دوں جس کے لئے یہ چندہ ہوا۔ بلکہ وہ کام شروع بھی کر دیا گیا لیکن ایک مہینے کے کام نے مجھے بستر بیماری پر لٹا دیا جس نے خطرناک شکلیں اختیار کر لیں۔ ان کا باعث زیادہ اصل میری گذشتہ پندرہ سالہ محنت شاقہ تھی۔ جو مجھے مشن کے متعلق کرنی پڑی۔ لیکن اس کا وقتی محرک افریقہ کا دورہ تھا۔ جہاں چھ ماہ تک شبانہ روز کام کرنا پڑا۔ اس وقت بھی میں بستر پر لیٹا ہوں۔ اور اپنے طبی مشیروں کی رائے کے خلاف مجبوراً یہ مضمون لکھا رہا ہوں۔ اس عرصہ میں مرض ذیابیطس نے جو سنہ ۱۹۲۱ء میں ظاہر ہوئی خطرناک صورت اختیار کر لی۔ اور یہی موجودہ دق اور سل کا موجب ہوئی۔ ہاں اس وقت طبی معائنہ کہتا ہے۔ کہ مجھے ان دونوں مہلک بیماریوں سے اب نجات ہی ہے۔ شکر نہیں آتی۔ اور دق کے جراثیم بھی نابود ہو چکے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ کرشمہ ربی ہے لیکن میں از حد کمزور ہوں۔ اور ڈاکٹروں کا یہ مشورہ ہے۔ اور میرے محسن دوستوں کا یہ تقاضا ہے کہ میں ایک سال تک کوئی کام نہ کروں۔ ان حالات کو دیکھ کر میں نے پسند نہ کیا کہ افریقی روپیہ میری تحویل میں رہ کر بے سود پڑا رہے۔ اس لئے تیس ہزار کے قریب روپیہ تو امپیریل بنک لاہور میں بصورت فکسڈ ڈیپازٹ جمع کرا دیا۔ اور باقی پانچ ہزار سے کچھ اوپر روپیہ اس وقت مشن کے خزانہ میں بہ تحویل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور پڑا ہے۔ یہ روپیہ اس لئے کھلا رکھا گیا تھا۔ کہ جب بھی مجھے صحت ہو۔ میں کام کو شروع کر دوں۔ مہینوں میں تو صحت ہی ہوئی۔ اور اب تو ایک سال تک کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اب یہی پسند کیا گیا ہے۔ کہ انجمن مذکورہ سے روپیہ واپس لے کر اس کا ایک حصہ فکسڈ ڈیپازٹ میں داخل کرا دیا جاوے۔ اور باقی لٹریری ٹرسٹ کے اغراض میں خرچ ہو۔ اخبار مدینہ کے نامہ نگار کی ایک تحریر پر مجھے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ جب میری حالت یہ ہے تو کیوں مسلم اہل قلموں سے اس کام میں مدد لی جائے۔ اور ایک حد تک معاوضہ دے کر تصنیف کا کام شروع کر دیا جاوے۔ چنانچہ اس کے متعلق ایک تجویز کر کے میں نے اخبار مدینہ میں چھپنے کیلئے بھیجدی ہے۔ طوالت کا خیال کر کے میں اسے یہاں نہیں لکھتا۔ ان واقعات کے پڑھنے کے بعد آپ کے نامہ نگار پر اور ایسے ہی دیگر مستفسرین پر افریقی روپیہ کا اصل معاملہ ظاہر ہو جاویگا۔ اس روپیہ کو قانون ٹرسٹ

کے ماتحت ہم کسی جگہ خرچ نہیں کر سکتے۔ روپیہ موجود ہے۔ اور خدا کرے کہ جلد سے جلد اپنی غرض پر خرچ ہو جائے۔ خواہ اس غرض کا پورا کرنیوالا خواجہ کمال الدین۔ مولوی محمد علی ہو یا کوئی اور بزرگ۔ اور خواہ وہ کسی مسلم فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔ ہمیں اسلامی لٹریچر اور اسکی اشاعت کی سخت ضرورت ہے، سردست کافی روپیہ موجود ہے۔ خدا کرے اور مسلم بھائی اس کام میں میرا ہاتھ بٹائیں +

ووکنگ مسلم مشن کی اصلی حقیقت

(نمبر ۲)

لندن نظامیہ ماسک ٹرسٹ

اوقیقی روپیہ کے علاوہ بالخصوص جس روپیہ کی آمد نے طرح طرح کے خیالات پیدا کر دیئے وہ اسی مجوزہ مسجد کے متعلق ہے۔ اسمیں بھی لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ کہ اس روپیہ کا تعلق تو برٹش مسلم سوسائٹی سے ہے۔ وہ لارڈ ہیڈلے اور اس کے رفقا کے قبضہ میں کیوں چلا گیا افسوس تو یہ ہے۔ کہ انگلستان چھوڑ خود ہندوستان میں اس کے متعلق غلط فہمی ہو رہی ہے۔ گذشتہ دسمبر میں لارڈ صاحب موصوف تبلیغی کانفرنس دہلی کی صدارت کے لئے ہندوستان آئے۔ یہاں منتظمین کانفرنس نے اپنے چیئرمین کی ترجمانی سے لندن مسجد کی سر انجام دہی کیلئے استدعا کی۔ تجویز تو یہ آج سے پچیس سال پہلے کی تھی۔ ہاں اس وقت تک سرسبز نہ ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے یہ سرسبزی لارڈ صاحب موصوف کے ہاتھ پر رکھی ہوئی تھی۔ چیئرمین کانفرنس کی استدعا پر لارڈ صاحب موصوف نے اس سوال پر غور کیا۔ وہ ہندوستان تو آہی چکے تھے۔ اور تعمیر مسجد کی خواہش ان کے دل میں اعلان اسلام کے وقت سے تھی۔ چنانچہ انھوں نے لاہور میں آکر اس تجویز کو لبر پرستی ووکنگ مسلم لٹریری ٹرسٹ روبراہ کرنا چاہا۔ حسن اتفاق سے اسی ٹرسٹ کے سارے ممبر ہندوستان میں موجود تھے۔ اُن سب نے اس سے اتفاق کیا۔ اور یہ کام شروع ہوا۔ اسی اثنا میں اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے لارڈ صاحب موصوف کو دعوت دی۔ جو انھوں نے قبول فرمائی۔ لارڈ موصوف کے حیدرآباد

جانے تک چند ہزار روپیہ پشاور اور راولپنڈی کے دوروں میں جمع ہو چکا تھا حیدرآباد جاتے ہی معاملے نے ایک کامیاب شکل اختیار کر لی۔ حضور نظام نے کل معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس کے انجام دینے کیلئے ایک سب کمیٹی بنا دی۔ اس کے ممبر نواب سر امین جنگ نواب نظامت جنگ بہادر اور نواب صدر نواز جنگ بہادر مقرر ہوئے جن کی رپورٹ پر فرمان شاہی کے ذریعہ اس سب کمیٹی کی تجویز کو منظور فرمایا گیا اور مسجد کا نام نظامیہ مسجد تجویز ہوا۔ ایک ٹرسٹ رجسٹر کرایا گیا۔ اس ٹرسٹ کے معتمدین بھی خود ہی تجویز فرما کر اس امر کا بھی اعلان فرمایا۔ کہ اس مسجد کو کسی خاص فرقے سے تعلق نہ ہوگا۔ اعلیحضرت نے اپنی جیب خاص سے پانچ لاکھ روپیہ دیا۔ اور اپنی رعایا سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کمی کو پورا کرے۔ اس تجویز کے ماتحت مسلم لٹریری ٹرسٹ کا وہ کام جو مسجد کے متعلق تھا۔ اس جدید اشدہ ٹرسٹ کی طرف منتقل ہو گیا۔ لارڈ ہیڈلے نے اس ٹرسٹ کے ماتحت پندرہ لاکھ روپیہ جمع کرنا چاہا ہے جس سے مسجد کے علاوہ ایک اسلامی کتب خانہ۔ ایک قیامگاہ (ہوسٹل) اور ایک لیکچر ہال ہوگا۔ اس قیامگاہ میں کم خرچ پر خاص تعداد مسلمانوں کو کچھ وقت کے لئے خوراک بہم پہنچائی جائیگی مسلم طلباء کے لئے یہ ہوسٹل بورڈنگ کا بھی کام دیگا۔ اور ان کے حالات کی غور و پرداخت بھی کی جائیگی۔ اگر خدا کو منظور ہوا۔ تو آپکے نامہ نگار کی بعض خواہشیں یہ ٹرسٹ پوری کر دیگا۔ روپیہ اگر آئے تو کس کو ایسی ضروریات قومی کی طرف توجہ نہیں ہوتی جس وقت ہمیں روپیہ کی امید لگی ہم نے مسجد کے ساتھ ہوسٹل وغیرہ کی تجویز بھی کر دی۔ آج سے پہلے کس کو اس قدر روپیہ ملا جسقدر ووکنگ مشن کو پبلک سے ملا۔ اگر اس میں کارندگان مشن کا جذبۂ ایثار کام نہ کرتا۔ تو مشن کبھی نہ چل سکتا۔ اس کے ضمن میں یہاں میں ایک اور خیال کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں۔ جو بعض تحریروں سے ترشح ہو رہا ہے۔ اس مد میں جو بھی روپیہ ہوگا وہ قانون ٹرسٹ نافذۂ انگلستان و ہندوستان کے ماتحت خرچ ہوگا۔ ٹرسٹ کی دستاویز تیار ہو چکی ہے۔ جسے حضور نظام نے منظور کر لیا ہے۔ وہ دستاویز بمبئی میں رجسٹر ہو چکی ہے اس دستاویز میں معتمدین کی ذمہ داریاں ان کے فرائض اور ان کے اختیارات لکھے جا چکے ہیں جس کے ماتحت وہ عمل کرینگے۔ وہ اس روپیہ کو کسی ایسے کام پر خرچ نہیں کر سکتے۔ گو وہ کام بذاتہٖ کیسا مفید کیوں نہ ہو

اگر اس کا ذکر دستاویز ٹرسٹ میں نہیں آیا۔ اس کے موجودہ ٹرسٹیز مفصلہ ذیل ہیں :۔
دی رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے صدر۔ سر آغا خاں۔ دی آنریبل نواب نظامت جنگ بہادر
سر عباس علی بیگ۔ خواجہ کمال الدین +

مسجد لندن کی ضرورت

آپکے نامہ نگار کے نزدیک اس مسجد مجوزہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جمعہ کے دن پچیس تیس سے زیادہ نفر مسلم نماز گاہ لندن میں نظر نہیں آتے۔ اُن کے خیال میں اس قلیل تعداد کے لئے لاکھوں روپیہ صرف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں خصوصاً جب وہاں پہلے ہی تین مسجدیں موجود ہیں۔ آج تو لندن میں نماز پڑھنے والوں کی تعداد اگر ان میں ہندوستانی طلبا شامل ہو جائیں۔ تو سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ جن میں نومسلموں کی تعداد بھی معقول ہے۔ لیکن تجویز مسجد تو سید امیر علی صاحب بالقابہ نے آج سے پچیس سال پہلے شائع کی تھی۔ اس وقت تو مسلموں کا نام ونشان تک بھی نہ تھا۔ اور اس وقت لندن میں اسلام کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ ان کے سامنے مسلم طلبا، یا چند مسلم ساکنان لندن تھے! اور میرے نزدیک سید صاحب نے بالکل صحیح کیا۔ اُنھیں کی تجویز نے آج موجودہ شکل اختیار کی۔ سید صاحب بالقابہ کی اس تجویز مسجد سے ستائیس سال پہلے ایک مسجد والیہ مرحومہ بھوپال کی فیاضی سے ووکنگ میں بنی۔ جو برسوں مقفل رہی۔ لیکن وہی مسجد آج مغرب میں مرکز اسلام ہوگئی۔ اس کے علاوہ ابھی پچھلے تین چار سالوں میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ کر کے برلن میں مسجد بنوائی۔ حالانکہ وہاں تبلیغ اسلام کی ابتدا ہی ہے۔ فرانس میں تو پچھلے دنوں ایسی آبادی میں مسجد بنی ہے۔ جہاں مسلم نظر ہی نہیں آتے۔ آپکے نامہ نگار کی رائے شاید صحیح ہوگی۔ لیکن ان مسجدوں کا وجود کہتا ہے کہ مسلم اہل الرائے۔ نمازیوں کی تعداد پر مسجدیں نہیں بنایا کرتے۔ بلکہ اسلام کی ابتدا ہی سے مسجدیں اشاعت اسلام کا ایک بہترین مرکز سمجھی گئی ہیں۔ جہاں کسی نے اسلام کی اشاعت کرنی چاہی سب سے پہلے اس نے مسجد کے بنانے کا فکر کیا۔ نمازیوں کی تعداد تعمیر مسجد کا باعث نہیں ہوا کرتی بلکہ مسجد کی تعمیر ایک عرصہ میں خود بخود نمازی پیدا کر لیتی ہے۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ یہ کوئی وہمی نظریہ نہیں۔ بلکہ روایات اسلامی اسی خیال کی معاون ہیں۔ اور اس پر سب سے اوّل عمل کرنے والے خود بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ رہا یہ کہ اتنا روپیہ کیوں مسجد پر خرچ ہو۔ یہ اپنے اپنے حوصلے کی بات ہے۔

سید امیر علی صاحب کے پاس ابتدا ہی سے لندن میں ایک مختصر سی مسجد بنانے کے لئے سرمایہ موجود تھا لیکن اُنکی تجویز یہ تھی کہ ۷ لاکھ پونڈ کے جمع ہوتے سے پہلے وہ تعمیر مسجد شروع نہ کریں۔ اور یہ ان کا خیال بالکل صحیح تھا۔ کہ ہم لندن جیسے مقام میں اسلامی روایات کے مطابق مسجد بنائینگے۔ اور اس وقت مسجد بنائیں گے جب مسجد اور اسکے عملہ کے قیام کے لئے ایک معقول رقم بھی جمع کرلیں۔ جو مستقل طور پر اخراجات آیندہ کی کفیل ہو۔ علاوہ ازیں میرا تو ایمان ہی نہیں بلکہ تجربہ ہے۔ کہ یہ مسجد اور اس کے ملحقات اشاعت اسلام کا ایک بہترین ذریعہ ہونگے۔ اور وہ لکھو کھا انگریز جو آپ کے نامہ نگار کی تحریر کے مطابق اسلام کے قریب آچکے ہیں۔ اس مسجد کے وجود سے حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ یا اسلام کے قریب ہو جائیں گے۔ رہا یہ کہ انگلستان میں پہلے تین مسجدیں موجود ہیں۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مسجد ووکنگ تو لندن سے ۲۵ میل دور ہے۔ دوسری مسجد جو قادیان والوں نے بنوائی ہے۔ وہ خاص لندن سے دس میل پر ہے۔ اور بدقسمتی سے فرقی انجمنوں کا مرکز ہو گئی ہے تیسری کوئی مسجد ڈوبوج میں نہیں جس کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ مسٹر خالد شیلڈرک کا ایک کرایہ کا مختصر سا مکان ہے جس کا گول کمرہ ۱۰ × ۱۲ ساخت کا ہے وہاں اگر کوئی نماز پڑھے تو وہ مسجد نہیں کہلا سکتی۔

مسلم نماز گاہ لندن

مذکورہ بالا باتیں ہی مسلم نماز گاہ لندن کی ضرورت پر روشنی ڈال دیتی ہیں۔ یہ نماز گاہ سید امیر علی صاحب بالقابہ کی توجہ اور عنایت سے وجود میں آئی۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں میری عرضداشت پر سید صاحب نے ایسی نماز گاہ کی ضرورت کو محسوس کیا۔ جس کا ہونا مسجد لندن کی تعمیر سے پہلے ضروری تھا۔ انھوں نے لندن فنڈ کے سرمایہ میں سے مکان کے کرایہ کا تکفل کیا۔ اور ایک مدت تک کرایہ تو اُن کی طرف سے آتا رہا باقی مکان کے اخراجات اور فرنیچر ووکنگ مسلم مشن نے اپنے ذمے ڈال لئے۔ اب کچھ عرصہ سے سید صاحب کے ارشاد کے ماتحت اس مکان کے کرایہ کا ایک معقول حصہ مشن کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ اس مکان کی ضرورت کی طرف جس بات نے متوجہ کیا۔ وہ مسلم طلبا مقیم لندن کی وہ تعداد تھی جو لارڈ صاحب موصوف کے اعلان اسلام کے بعد نماز جمعہ کے لئے لندن میں جمع ہونے لگی۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی مکان نہ تھا کرم مولوی ظفر علی صاحب القادری کی تحریک پر جمعہ کے مستقل انتظام کرنے کا فکر ہوا۔ پہلے تو ٹیکسٹن ہال میں اور پھر لنڈزی ہال میں جمعہ ہونے لگا۔ اس وقت نمازیوں کی تعداد چھبیں تقریباً کل کے کل ہمارے اپنے مسلم طلباء تھے

ڈیڑھ سو کے قریب ہو جاتی تھی۔ کچھ عرصہ بعد لنڈزی ہال والوں نے ہال کے دینے سے انکار کر دیا۔ اُسوقت
یہی مناسب سمجھا گیا۔ کہ نماز کے لئے اپنا مکان ہو جائے۔ چنانچہ سید صاحب بالقابہ کی اجازت سے
پہلے بیڈ فورڈ سکوئیر میں مکان لیا گیا۔ اور اس کے بعد غالباً ۱۹۱۷ء میں موجودہ مکان کرایہ
پر لیا۔ انگلستان کے لوگ جسقدر کاروبار میں منہمک ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے۔ علاوہ اس کے نومسلموں
کی تعداد کا زیادہ حصہ ایسی قوموں سے تعلق رکھتا ہے جو عیسائی ہیں۔ تو پھر یہ توقع کرنا کہ جمعہ کے دن
نومسلم اپنی پوری تعداد میں نماز جمعہ کے لئے آجائیں گے محالات سے ہے۔ خود ہندوستان
ہی میں آپ دیکھ لیں۔ کہ آج سے چند سال پہلے سرکاری ملازمین مسلمان کہاں جمعہ کی نماز کی
اجازت پاتے تھے۔ یہ نماز گاہ نومسلم طلبا کے لئے بالخصوص پیدا کی گئی جن کی تعداد
آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ اس کا باعث سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں۔ جو باتیں آج خود ملک ہندوستان
میں مسجدوں کو علی العموم مسلم طلبا سے خالی کرا دیتی ہیں۔ وہی باعث وہاں بھی کام کرتے ہیں لیکن
میں یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ طلباء نہ بھی ہوتے۔ تو بھی ہمیں ایک ایسے مکان کی ضرورت
تھی۔ جہاں نماز بھی ہو۔ اور اور تبلیغی کام بھی ہو۔ میں نے تو ۱۹۱۲ء میں انگلستان جاتے
ہی اسی غرض سے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ جو اصحاب انگریزی ذہنیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اور اس امر سے
بھی واقف ہیں۔ کہ انگریزی طبائع پر عمدہ پتہ مکان (جس سے مُراد یہ ہے کہ وہ کس محلہ میں ہے)
اور حیثیت مکان کا کہاں تک اثر ہوتا ہے۔ وہ اس حقیقت کو سمجھ جائینگے۔ کہ یہ مکان ویسٹ
اینڈ کے ایک حصہ میں کیوں لیا گیا۔ علاوہ ازیں مکان ایسی جگہ ہونا چاہئے جو مرکزی
حیثیت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور وہی مکان مسلم طلباء کو بھی جمعہ میں زیادہ جمع کر دیتا ہے۔ کیونکہ کل تعلیمگاہیں
ایسے مکان کے اقرب ہوتی ہیں لیکن ایسے مکان کا کرایہ اتنا بڑا ہے جو ہماری طاقت سے زیادہ ہے۔
جمعہ کی نماز کے علاوہ اتوار کو یہ مکان برٹش مسلم سوسائٹی کے کام آتا ہے
آج سے کچھ عرصہ پہلے اس مکان میں ایک قسم کی تعلیمی کلب کے نام پر جمعرات کے دن مسلم طلبا جمع ہوا کرتے تھے
اس کلب کے پریذیڈنٹ مکرم یوسف علی صاحب اور اس کے سکرٹری ملک فیروز خاں صاحب نون وزیر تعلیم
پنجاب گورنمنٹ تھے۔ ان دونوں کے اس طرف آجانے پر یہ کلب آہستہ آہستہ بیٹھ گئی۔ اس کے
علاوہ ہفتہ میں تین دن میں لندن میں اشاعت اسلام کی خاطر رہا کرتا تھا۔ جہاں عموماً اسلام کے

متعلق معلومات بڑھانے کیلئے غیر مسلم اصحاب میرے پاس آیا کرتے تھے۔ اور نومسلمین وہیں آتے تھے۔ ان اغراض کے لئے بھی یہ مکان لیا گیا۔ ان میں سے بعض امور میرے اس طرف آجانے پر گذشتہ دو تین سال سے غالباً بند ہو گئے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا موجودہ عملہ اس کام کی فرصت اپنے کاروبار میں نہیں پاتا اور میں اس وقت بیماری کا شکار ہو رہا ہوں +

مسلم ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو

اس عنوان کے نیچے بھی مجھے بعض باتیں لکھنی ہیں۔ جن کی تحریک بھی آپکے نامہ نگار کی تحریر سے ہوتی ہے۔ میں اس عنوان پر بہ رعایت اختصار صحیح واقعات لکھ دیتا ہوں +

یہ مشن کسی جماعت یا انجمن یا منظم انسٹیٹیوشن نے قائم نہیں کیا۔ اس کی بناء اور اسکے قیام کی ذمہ داری کا خیال میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ حتٰے کہ میرے اپنے اقرباء اور عزیز سے عزیز دوستوں کو بھی اس تحریک کا علم اس وقت ہوا۔ جب میں نے بمبئی جا کر جہاز کا ٹکٹ خرید کیا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں میں ولایت گیا۔ اس مشن کا ایک دھندلا سا تخیل میرے سر میں تھا۔ لندن جا کر قیام مشن سے پہلے میں نے رسالہ اسلامک ریویو صرف اس غرض سے جاری کیا۔ کہ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے۔ یہ رسالہ بھی کسی مشورہ کے بغیر میں نے اپنے سرمایہ اور اپنی ہی ذمہ واری پر فروری سنہ ۱۹۱۳ء میں جاری کیا۔ اس کی فوری کامیابی نے میری مدت قیام انگلستان کو بڑھا دیا۔ میں تو چھ ماہ کے لئے وہاں گیا تھا۔ لیکن مجھے پورے دو سال وہاں ٹھیرنا پڑا۔ نومبر سنہ ۱۹۱۳ء میں میرے ہاتھ پر لارڈ ہیڈلے نے اعلان اسلام کیا۔ اور یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ایسا اعلان کیا۔ ان کے ایک اعلان اسلام نے ہی صرف مشن کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں مشہور کر دیا بلکہ اسلام کی طرف دوسروں کی بھی توجہ پھیر دی۔ اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک نومسلمین کی تعداد ۴۰ کے قریب ہو گئی۔ جس پر ہندوستان سے میرے دوستوں نے مجھے لکھنا شروع کیا۔ کہ اس تحریک کو ایک مستقل مشن کی صورت میں منتقل کر دیا جاوے۔ میں اس بات کو خوب سمجھتا تھا۔ اور اب بھی سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے مشن خصوصاً جن کا مقام کار ہندوستان سے کئی ہزار میل کے فاصلہ پر ہو۔ اور جس کی کامیابی بھی کوئی قطعی امر نہ ہو۔ اور جس کے

اخراجات بعض وقت ایسی صورتیں پیدا کریں۔ کہ جن کا سمجھنا دور بیٹھے ہوئے اصحاب کے لئے کسی قدر مشکل ہو۔ اور جو طرح طرح کی بدظنیوں کے محرک ہوں۔ یہ امور اور ایسا ہی اور وجوہ بھی ہیں جن سے میں نے خیال کر لیا۔ کہ یہ مشن جہاں تک ممکن ہو۔ ذاتی ذمہ داری پر چلایا جائے۔ تاکہ ناکامی پر کسی کو کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہو۔ اور نہ کوئی الزام دے سکے۔ دوسری طرف اسلامک ریویو کی کامیابی نے بھی میرا حوصلہ بڑھایا اور میں نے فیصلہ کر لیا۔ کہ اسلامک ریویو کی طرف کامل توجہ دی جائے۔ اور ساتھ ہی تصنیف کا سلسلہ قائم کیا جاوے۔ اور ان دو چیزوں کی آمد سے جہاں تک ممکن ہو مشن کو چلایا جاوے۔ گو بعد میں بیلو ران اسلام نے بھی مشن کی امداد کی۔ گو معاونین مشن کے حلقہ میں ایک حد تک وہ اصحاب ہیں جن کا تعلق میری ذات سے ہے۔ ان میں بعض ریاستیں بھی شامل ہیں۔ تاہم میں اب تک بھی اپنے اصلی خیال پر قائم ہوں۔ اور میرا تجربہ بھی اس خیال کو مضبوط کر رہا ہے۔ چنانچہ یہاں میں گذشتہ چار سال کی آمد کے اعداد بحیثیت مجموعی دیدیتا ہوں۔ جو میں نے آپ کی چٹھی آنے پر سکرٹری مشن سے منگوائے۔ اور آپ کے محاکمہ پر چھوڑتا ہوں۔ کہ میرا خیال کہاں تک صحت کے قریب ہے۔ گو مشن کو آج تک میری ذات واحد سے تعلق رہا ہے۔ لیکن ۱۹۱۵ء سے میں نے یہ التزام کیا ہے۔ کہ مشن اور ریویو کی آمد و خرچ کا تعلق جہاں تک ممکن ہو دوسرے ہاتھوں میں رہے اور وہ چھپتا رہے۔ پہلے تو آمد و خرچ کا حساب سالانہ چھپ جاتا تھا۔ اور اب کئی سال سے یہ حساب ہوا ر چھپتا ہے۔ یہ کل آمد و خرچ باضابطہ کتب حساب میں درج ہوتا ہے۔ اور اس وقت اس کا تعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہے۔ گذشتہ چار سال کی آمد کی اوسط سالانہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) آمد مشن از معاونین مختلفہ .. .. ۱۱۳۲۷ روپیہ ۷ آنہ ۱۱ پائی

(۲) آمد از بعض مسلم ریاستہائے[1] .. .. ۱۴۲۱۲-۱۴-۱۰ ”

[1] اسمیں تین ہزار ۴ سو روپیہ اسلامک ریویو کی امداد کا بھی شامل ہے جو منفت تقسیم ریویو میں خرچ ہوتا ہے۔

(۳) آمد از ریویو و تصانیف و تالیف متعلقہ ریویو .. .. .. ۲۳۴۷۲ - - - ”

میزان اوسط سالانہ .. .. ۴۹۰۱۳-۴-۹ ”

اس آمد سالانہ میں نصف کے قریب وہ آمد ہے جس کو میری ذات سے تعلق ہے۔ میں رسالہ کی ایڈیٹری اور اپنی کل تصنیف و تالیف کے عوض میں جن کی تعداد اس وقت بیس کتب کے قریب ہو گئی ہے ۱۹۱۵ء سے

آخر سنہ ۱۹۲۶ء تک میں تین سو روپیہ ماہوار لیتا رہا۔ اور اب پونے چار سو روپیہ لیتا ہوں یعنی ۲۳۴۷۲ روپیہ میں سے ۴۵۰۰ روپیہ تو اپنے احتیاج کے لئے میں لیتا ہوں۔ اور باقی کُل کی کُل آمد میری طرف سے مشن کو چلی جاتی ہے۔ اگر ریویو وغیرہ کا کاروبار مشن سے الگ کر لیا جاوے۔ تو پھر اخراجات ریویو کا شروع سے لے کر آج تک ڈیڑھ سو سے لے کر چار سو روپیہ تک ماہوار منافع ریویو اور اس کی متعلقہ تصنیفات کا ہوا ہے۔ لیکن اس مالی امداد کے علاوہ دوسری مدد جو اس سلسلے میں مشن کو ہوتی ہے۔ وہ عملۂ ریویو سے ہوتی ہے۔ یعنی ریویو کا عملہ ہی مشن کا کام بہت حد تک کرتا ہے۔ اگر شروع سے میرے سر میں ریویو اور تصانیف کا خیال نہ آتا تو یہ مشن اپنی آمد کے غیر مکتفی ہونے پر کبھی کا بند ہو جاتا۔ اس مذکورہ بالا ۱۲۰۹۴ روپیہ سالانہ آمد کے مقابل ہمیں ذیل کی مدات پوری کرنی ہوتی ہیں:۔

(۱) عملہ انگلستان — انچارج مشن و مُبلّغ، معاون مبلّغ و کلرک۔ معاون دینیات۔ مؤذن۔ مصحح تصنیفات۔ باغبان یا باورچی۔ ایک دو خادم
پائی ـ آنہ ـ ۱۱۶۷۳ روپیہ = ۸۸۱ پونڈ

(۲) تنخواہ ایڈیٹر اسلامک ریویو — ۴۵۰۰ روپیہ

(۳) اخراجات اسلامک ریویو در انگلستان — کاغذات طباعت۔ بلاک فوٹو محصول ڈاک وغیرہ وغیرہ
۱۱۹۲۵ روپیہ = ۹۰۰ پونڈ

(۴) اخراجات مشن در انگلستان — محصول ڈاک کرایہ لندن مسلم ہوس سفر خرچ جیسے بیبی سیزن ٹکٹ ہوتے ہیں۔ مؤلفۃ القلوب۔ مرمت مکان و مسجد۔ اخراجات عیدین متفرق اخراجات لندن ہوس۔ اسٹیشنری تار ٹیلیفون۔ فرنیچر۔ روشنی پانی۔ کوئلہ متفرقات۔
۰ ـ ۴ ـ ۷۳۶۶ روپیہ = ۵۵۶ پونڈ

(۵) عملہ ہندوستان — سکرٹری۔ محرر۔ ایجنٹ پیغمبر۔ وظیفہ خوار۔ چپڑاسی۔ نوٹ:۔ شیخ نور احمد صاحب بلال جو پہلی دفعہ انگلستان میں تبلیغ مشن گئے اور جن کی زندگی محنت شاقہ کے باعث مشن کی نذر ہوئی وہ ایک بیوہ اور یتیم لڑکی اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جنہیں مشن کی طرف سے ۔ا روپیہ ماہوار ملتا ہے۔
۴۷۴۰ روپیہ

(۶) اخراجات متفرقہ مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان

سٹیشنری طباعت اشتہارات ہمہ متعلق مشن کمیشن ایجنٹ سفر خرچ ایجنٹ۔
کرایہ دفتر .... فرنیچر مؤلفۃ القلوب۔ خرید کتب محصول ڈاک مشن محصول ڈاک اسلامک ریویو
محصول ڈاک کے پی پائنڈا اور متعلق ریویو۔ اشتہارات۔ تار۔ خرید کتب بغرض مشن اور اخراجات متفرق
رسالہ اشاعت اسلام جس میں مشن کی کارروائی معہ حساب کتاب شائع ہوتا ہے۔

۴۹۰۱ روپیہ

کل میزان ۰-۱۲-۵-۴۵۱ روپیہ

اس کے علاوہ وہ بحری سفر خرچ ہے جو تبادلہ عملہ پر یا دیگر ممالک میں سفر کرنے کیلئے پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اعداد محرر مضمون ہذا نے سال ۲۷-۱۹۲۶ء کے بجٹ سے نقل کئے ہیں۔ اگر آپ اپنی واقفیت کیلئے بجٹ کو بھی دیکھنا چاہیں تو میں سکرٹری مشن کو لکھدوں گا۔ کہ وہ آپ کو بجٹ دکھا دے۔ جس سے نظر آجائیگا۔ کہ کس کاوش اور محنت سے بجٹ تیار ہوتا ہے اور ممکن سے ممکن کفایت شعاری کیجاتی ہے۔ یہ باتیں میں نے اس لئے لکھدی ہیں کہ ان سے آپ کے نامہ نگار کے دل سے وہ غلط بیانی دُور ہو جائے۔ جو عبد الاغراض لوگوں نے اُن کے دل میں ڈال دی۔ وہ خود دیکھ لیں۔ کہ ان اخراجات کے بعد سالانہ آمدنی میں سے کس قدر روپیہ کوئی شخص تجارت ذاتی میں خرچ کر سکتا ہے۔ یہ بات کو آپ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اگر میں اپنے پیشہ میں ہوتا تو آج میری آمد بحیثیت وکیل اس آمد سے کم نہ ہوتی جو مشن اور اس کے کُل مدات کو اس وقت ہوتی ہے۔ اگر اس کاروبار کی غرض روپیہ سے ہو۔ تو پھر وکالت میں کچھ کم روپیہ آتا ہے۔ کہ ایک انسان اس لعنت کو خرید لے۔ بہر حال اب میں مشن سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔ اور کسی قدر صحت پا کر اس مضمون پر بھی لکھوں گا۔ کہ آیندہ یہ مشن کن ہاتھوں میں جانا چاہئے میری صحت اس وقت بھی خدشہ سے باہر نہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی۔ تو میں اپنا وقت آیندہ بذریعہ تصنیف خدمت قرآن میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ مشن کے متعلق جو مجھ سے ہو سکا میں نے کر لیا۔ کسی کی رائے بھی غلطی سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور اس غلطی سے میں بھی خالی نہیں ہوں۔ لیکن میں نے اس روپیہ کو اپنی سمجھ میں ہمیشہ بہترین طریق پر خرچ کیا۔ اور خیانت کی راہوں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچایا۔ اب ایک بات اور لکھ کر میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ انگلستان کے عملہ کی تفصیل میں نے اُوپر لکھ دی۔ وہاں میرے علاوہ اس وقت دو مشنری ہیں۔ جن کے سامنے

ششم - مجھے ووکنگ مشن سے الگ ہو کر یہ کام کسی اور کو دے دینا چاہئے ۔

اپنی تحریر میں جیسا کہ میں سُنتا ہوں ۔ صاحب مضمون نے جو لب و لہجہ اختیار کیا ہے اس کے جواب میں میں بالکل خاموش رہنا چاہتا ہوں ۔ ان کے بعض استفسارات تو صحیح ہیں لیکن بعض امور میں وہ حدود جائز سے متجاوز ہو گئے ہیں ۔ اور لائبل کے کنارے تک پہنچ گئے ہیں ۔ جس صورت میں میں نے سابقہ چٹھی میں کھلے طریق پر لکھ دیا ۔ کہ ووکنگ کا مالی انتظام اسکی آمد و خرچ ۔ اور اس کے روپیہ سے میری ذات کو کوئی تعلق نہیں ۔ نہ روپیہ میرے ہاتھ میں آتا ہے اور نہ میرے ہاتھ سے خرچ ہوتا ہے ۔ یہ سب معاملات ۱۸۵ حمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہاتھ میں ہیں جس کے فنانشل سکرٹری ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ڈپٹی کیمیکل ایگزامنیر پنجاب گورنمنٹ ہیں تو جو چاہے ووکنگ کے مالی معاملات کے متعلق اُن سے دریافت کر لے تو مجھے کیوں مخاطب کیا جاتا ہے ۔ سُنتا ہوں ۔ کہ آپ کے نامہ نگار صاحب لاہور کے رہنے والے ہیں ۔ اور انکی ہائش کا مقام دفتر انجمن سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ہے ۔ وہ تو چند منٹوں میں یہ امور طے کر سکتے ہیں +

علاوہ ازیں پبلک روپیہ کے معاملے میں ایک شخص کو اسیقدر استفسار کرنے کا حق ہے کہ پبلک روپیہ کس قدر آیا ۔ اور کہاں خرچ ہوا ۔ اس سے بڑھ کر قانوناً و شرعاً کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ خازن روپیہ یا اس کے متعلقین کی حیثیت اور ان کی مالی حالت کو زیر بحث لائے ۔ اگر آمد ووکنگ کی پائی پائی حساب میں آچکی ہو ۔ اور اسی کے کام میں خرچ ہو چکی ہو ۔ اور جو بچی ہو وہ موجود ہو ۔ اور اس سارے معاملے کا مجھ سے تعلق بھی نہ ہو ۔ تو پھر کسی کا کیا حق ہے ۔ کہ مجھ سے اور سوالات کرے لیکن اس حقیقت کے باوجود مجھے ہر ایک جائز اور ناجائز سوال کے جواب دینے میں کوئی تامل نہیں ۔ میں پسند نہیں کرتا ۔ کہ کوئی نیک کام کسی وجہ سے بھی نقصان اُٹھائے لہٰذا میں مستفسر کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہوں +

اوّل - بیگم صاحب کے فرمان کے ماتحت ایک سکرٹری میری امداد کیلئے دیا گیا میں نے سکرٹری بھی رکھا چند ہفتے اس سے کام بھی لیا ۔ لیکن میں بیمار ہو گیا ۔ اور اس وقت تک بستر علالت پر ہوں نہ میں کام کرنے کے قابل ہوا ۔ نہ سکرٹری کی ضرورت رہی ۔ لہٰذا میں نے سکرٹری کو چند ہفتوں کے بعد

سبکدوش کر دیا۔ ہاں سرکار عالیہ کی عنایت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ مجھے تو حکم تھا۔ کہ فلاں تاریخ کو سکرٹری کی سالانہ تنخواہ وصول کروں۔ لیکن میں نے ان چند ہفتوں کی تنخواہ بھی وصول کر لی مناسب نہیں سمجھی +

۲۔ ووکنگ مشن کے حسابات

دوم۔ ووکنگ مشن جیسا کہ میں آیندہ لکھونگا ایک ذاتی مشن ہے۔ اس کے اخراجات کا ذمہ وار سب سے زیادہ اس وقت بھی وہ آمد ہے۔ جو کہ میری ذاتی ملکیت ہے اور جو دیگر امدادی ہے اس کا نصف سے زیادہ حصہ ان کرمفرماؤں کی عنایت سے ہے۔ جن سے مجھے ذاتی تعلق ہے۔ ان میں چند مسلم ریاستیں بھی شامل ہیں۔ یہ روپیہ گو انھوں نے خدا کے راستے میں دیا ہے۔ لیکن مجھ پر عنایت فرمائی ہے۔ میں نے جب کبھی امداد کی اپیل کی۔ تو اس میں صاف لکھ دیا۔ اور کئی دفعہ لکھا۔ کہ میں اس مشن کو ذاتی ذمہ داری پر چلاتا ہوں۔ جس کو مجھ پر بھروسہ نہیں۔ اس پر حرام ہے۔ کہ مجھے ایک کوڑی بھی دے۔ اس کے وجوہ بہت سے ہیں۔ جن کو ذرا صحت پاکر میں مفصل لکھوں گا۔ بہ رعایت اختصار ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایسا کام جو ابتدائی حالت میں ہو۔ اور بالکل نیا ہو۔ اور جس کا خیال بھی ایک تن واحد کی قلبی کیفیت ہو۔ اور جس کا مقام کار آٹھ نو ہزار میل کے فاصلے پر ہو۔ اور جہاں کے لوگ اپنے تمدن۔ معاشرت اخلاق اور آداب میں دوسروں سے بالکل مختلف ہوں۔ اور جن کے حالات بعض وقت ایسی ضرورتوں کو پیدا کر دیں۔ جن کا ادراک و فہم دوسروں کے لئے جو دُور بھی ہوں کسی قدر مشکل ہو۔ چنانچہ ہماری انجمن کو ووکنگ اور برلن کے معاملے میں اس وقت بھی ایسی دقتیں پیش آجاتی ہیں ایسے کام میری رائے میں شخصی ذمہ داری پر ہی موقوف ہونے چاہئیں۔ یا ایسی جماعت کی طرف سے ہونے چاہئیں۔ جس کے ممبر "من و تو نیست میان من و تو" کے مصداق ہوں۔ آخر الذکر امر اس وقت ہم میں مفقود ہے اس لئے میں نے امر اول کو پسند کیا۔ آغاز مشن پر کون کہہ سکتا تھا۔ کہ اس مشن کو کامیابی ہو گی۔ یہاں کے اخباروں نے تو میرے خیال کو سنہ ۱۹۱۲ و ۱۳ء میں جنون سمجھا۔ اور ہمارے اہل الرائے مثلاً شیخ عبدالقادر صاحب وغیرہ نے جو اس وقت مشن کی خدمات کے دل سے معترف ہیں۔ اس وقت مجھے ہمدردی سے نصیحت کی کہ میں کیوں اپنے وقت کو ضائع کر کے اپنی چلتی وکالت کو تباہ کرنے لگا ہوں۔ ان وجوہ پر میں نے اس وقت پسند کیا۔ اور اب بھی میری رائے یہی ہے کہ ایسی نوعیت کے کام شخصی ذمہ داری پر ہونے چاہئیں۔ تاکہ ناکامی پر کسی کے لئے گلہ کا موقعہ نہ رہے۔ اور ایسے ہی لوگ معاون ہونے چاہئیں۔ جو کہ "نیکی کر دریا میں ڈال" کے

مطابق مدد دیں - چنانچہ ووکنگ مشن کو اسی اصول پر میں نے چلایا - اور آئندہ بھی اسی اصول پر چلانے کا ارادہ رکھتا ہوں +

ان امور کے باوجود میں نے اس روپیہ کی عزّت و حرمت اس طریق پر کی جس طرح کسی کو کسی ملک قنہ کی عزت کرنی چاہئے ہیں اس کے آمد و خرچ کو رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں چھپوا دیا کرتا ہوں - اور یہ رسالہ بالخصوص اُن لوگوں تک پہنچ جاتا ہے - جو اس کے معاون ہیں - جہاں ان کی امداد کا بھی ذکر ہوتا ہے - اور خرچ کا بھی ذکر ہوتا ہے - اس پر اگر کسی کو کوئی شُبہ ہو تو میں اجازت دیتا ہوں - کہ وہ مجھ سے یا انجمن مذکورہ سے اپنی تشفی کرالے - اس کے علاوہ اپنی تحقیق کر کے کسی ایسی رقم کا پتہ لگائے جو منتظمین ووکنگ نے یا میں نے وصول کی ہے - اور اُسے حساب میں مجرا نہیں دیا - میں نے تو بعض وقت بعض ریاستوں کی وہ رقمیں بھی مشن کی نذر کر دیں - جو انھوں نے ذاتی طور پر مجھے دیں اور وہ چھپ چکی ہیں +

۳ - لالہ اینڈ کمپنی

سوم - امور مبینہ پر کسی صورت میں کسی کو کہاں حق پہنچتا ہے - کہ لالہ اینڈ کمپنی کے یا میرے کسی کام کے متعلق سوال کرے - یہ نہیں دیکھتے کہ میں نے یہ کام تلاش روزگار میں نہیں کیا - میں نے تو اپنی چلتی وکالت کو چھوڑا جو میرے لئے جائداد پیدا کر چکی تھی مگر میں نے اپنے روپیہ سے چلایا - لیکن پھر بھی مجھے جواب دینے میں کوئی تامل نہیں +

لالہ اینڈ کمپنی کو ایک کمپنی سے تعلق ہے - اُس کے شرکا میں ایک شریک میرا لڑکا خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لا بھی ہے - اس وقت تک یہ کمپنی نہایت کامیاب رہی ہے - اس کمپنی نے گذشتہ دو سال میں کئی لاکھ کا کام کیا ہے - اگر مضمون نگار صاحب سیر کرتے ہوئے لالہ اینڈ کمپنی کے بورڈ ہی کو پڑھ لیتے - تو اُن تمام تلمیحات کی تکلیف سے بچ جاتے جو سُننا ہوں کہ اُن کی تحریر میں موجود ہیں - کیونکہ انھیں نظر آ جاتا کہ یہ کمپنی اپنے سرمایہ پر تجارت نہیں کرتی بلکہ وہ کئی ایک کمپنیوں کی ایجنٹ ہے - جن کا مال جو لاکھوں روپیہ کا ہوتا ہے لالہ اینڈ کمپنی کے ہاتھوں بطور کمیشن ایجنٹ کے فروخت ہوتا ہے + سرمایہ کا سوال چھوڑ کر یہ کمپنی تو دیگر اخراجات بھی اصل مالکوں سے لیلیا کرتی ہے -

۴ - بشیر بادشاہ ریڈنگ روم

چہارم - بشیر بادشاہ ریڈنگ روم میرا اپنا بنا کردہ ہے - میں اس کا مالک ہوں میں نے ہی اسے وقف کیا ہے - میں ہی اس کا متولی ہوں - اور میرے بعد اس کا متولی خواجہ نذیر احمد یا میرا کوئی مقرر کردہ ہو گا - لیکن ریڈنگ روم سے مراد چار دیواری یا کمرہ نہیں ہوا کرتا - اسمیں اور بھی باتیں ہونی چاہئیں - کتابیں - اخبارات وغیرہ وغیرہ جن کا انتظام ابھی تک میں آج تک نہیں کر سکا - میرا دل گوارہ نہیں کرتا - کہ میں اس غرض کیلئے چندہ کروں - گرچہ تھتہ ایام

یں میرے مکان کا یہ وقف شدہ حصہ ایک عرصہ تک انجمن مذکورہ کے استعمال میں بطور لائبریری بھی آیا۔ اب میری گذشتہ غیر حاضری میں یہ کمرہ میرے متعلقین نے ذاتی طور پر بلا میری اجازت کے بھی استعمال کیا۔ لیکن ایام استعمال کا کرایہ بھی انھوں نے ع۵ روپے ماہوار دے دیا۔ اور وہ کرایہ انھوں نے احمدیہ مشن میں جمع کرا دیا۔ بہر حال از بقیہ سہ و اپسی پر میں نے اس طریق کو بھی پسند نہ کیا۔ کمرہ مذکور اس وقت خالی پڑا ہے۔ کشمیر سے واپسی پر اگر میرے حالات نے اجازت دی۔ تو میں اپنے حسب منشاء ریڈنگ روم کے متعلق ضروری کتب وغیرہ خود مہیا نہ کر سکا۔ تو کمرہ وقف شدہ کو انجمن مذکور یا کسی اور جماعت کو دیدونگا۔ جو اغراض وقف کو پورا کرے۔ اس کے ضمن میں یہ بھی عرض کرتا ہوں۔ کہ میرا تعلق مدتوں پیشہ وکالت سے رہا ہے میں قانون وقف سے واقف ہوں متولی کے خصوصاً جبکہ وہ خود ہی مالک ہو۔ حقوق و فرائض کو جانتا ہوں۔ لہٰذا جو ہو رہا ہے وہ صحیح ہو رہا ہے اسکے متعلق بحث کرنے کی ضرورت نہیں میں جانتا ہوں۔ کہ وقف شدہ چیز کس استعمال میں آنی چاہئے اغراض وقف مخصوصہ وقف شدہ چیز کو کسی قومی کام میں لانے سے پورے نہیں ہوتے +

اب دو سوال باقی رہجاتے ہیں۔ ایک میری آمد کے متعلق۔ اور ایک ووکنگ سے میرے الگ ہو جانے کے متعلق۔ اب میں تھک گیا ہوں۔ ان دونوں باتوں کا جواب کل کی مجلس میں لکھا دوں گا +

سرینگر کشمیر } خواجہ کمال الدین
۳ جون ۱۹۲۸ء }

ووکنگ مسلم مشن کے متعلق چند مستفسرہ امور کا جواب جو میری ذاتی آمد کے متعلق ہے

نمبر ۲

پنجم۔ مستفسر کے بعض سوالات سے جن میں یہ سوال بھی شامل ہے۔ اور جو میری ذاتی آمدنی کے متعلق ہے مجھے کہ مسلمانوں میں یہ احساس تو پیدا ہوا کہ قومی روپیہ کے صحیح استعمال اور اس کے خورد برد ہونے سے بچانے کے متعلق جستجو کریں۔ افسوس اس لئے ہوا کہ بعض سوال بجائے حوصلہ افزائی کرنے کے کام کرنے والوں کو کام سے بیزار کرنیوالے ہیں۔ تم قومی روپیہ کو پورا کرلو۔ اور دیکھو کہ جو قوم نے روپیہ دیا۔ وہ جائز طور سے خرچ ہوتا ہے یا نہیں۔ تمھیں کسی کی سیاہی سفیدی سے کیا غرض۔ کون جانتا ہے کہ اس سفید پوش کے اندرونہ حالات کیا ہیں اور کس قدر نازک ہیں۔ اور ان کا پبلک میں لانا بعض وقت ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ ان باتوں سے تو یہی سمجھ آتی ہے۔ کہ

ایک خود غرضی کا مالک کبھی کسی قومی کام میں ہاتھ نہ ڈالے۔ لیکن میں آپ کے نامہ نگار صاحب کو قابل معافی سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ ان کا تجربہ ہی ایسا ہو۔ ممکن ہے کہ آجکل کے خدام دین یا مبلغ قومی روپیہ خورد برد کر لیا کرتے ہوں۔ اور اس وجہ سے اس ظن کا محل ہر ایک پر ہو سکتا ہے +

لیکن میں یہ کہونگا۔ کہ اس مذہب کی اب صف لپیٹ دینی چاہیئے ہے جس کے خدام اور مبلغ اپنے حالات سے ایسے منظنے پیدا کر دیں۔ جن کی طرف آپ کے نامہ نگار صاحب کی تحریر اشارہ کر رہی ہے۔ بہرحال مجھے ان کے اس سوال کے جواب دینے میں بھی تامل نہیں۔ رسالہ اسلامک ریویو کی اشاعت اور اس کے فی الفور کامیاب ہونے پر میں نے بطور تنخواہ بحیثیت ایڈیٹر اپنے لئے ۲۰ پونڈ تجویز کئے۔ گو خدا کے فضل سے اس کے کل اخراجات کاٹ کر جن میں میری تنخواہ بھی شامل ہے۔ اس کا ماہوار منافع دو صد سے چل کر اس وقت چار صد روپیہ تک پہنچ گیا ہے لیکن میں نے ہمیشہ اس منافع کو اپنی طرف سے مشن کو بطور چندہ دیدیا ہے۔ اور خود نہ لیا۔ اس کا علم اس سال سے پہلے سوائے میرے یا میرے بعض احباب کے کسی کو نہ تھا۔ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ اسلامک ریویو اور میری تصنیفات کا مالک مشن ہے +

اس کے علاوہ سرکار بھوپال نے اور اعلیحضرت نظام نے بلا میری تحریک و درخواست کے ۱۹۱۵ء سے علی الترتیب ایک ماہوار وظیفہ جدید کے منصب مجھے عطا فرمائے۔ ان دونوں آمدنیوں کو مشن سے کوئی تعلق نہیں۔ اس چھ سو روپیہ کے علاوہ ایسے روپیہ کو جو مشن یا ریویو کے لئے یا اس کے نام پر آیا میں نے اپنے آپ پر حرام کر دیا۔ اور امکانی لغزش سے بچنے کیلئے اس آمد اور اس کے خرچ کو علی العموم دوسروں کے ہاتھ میں رکھا حساب آمد و خرچ کو ساتھ ساتھ شائع کرا دیا۔ حساب آمد و خرچ میں سوائے تنخواہ ایڈیٹر کے ایک پیسہ بھی ایسا نظر نہیں آئیگا۔ جو میری جیب میں گیا ہو +

میرا ایک وسیع کنبہ بھی ہے۔ بچوں کی پرورش و تربیت اور تعلیم بھی تھی۔ جن کے جوان ہونے پر ایک متوسط الحال شریف انسان کے گذارے کے لئے یہ آمد کافی نہ تھی۔ خصوصاً جبکہ ایک کنبہ نے ایک کامیاب وکیل کے گھر کی آسائش دیکھی ہو۔ ہنگامی ضرورتوں نے مجھے مشکلات میں ڈال دیا۔ لیکن میرے اعزا اور میرے دوست جن میں شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مالک انگلش ویر ہوس لاہور قابل ذکر ہیں میرے کام آئے انھوں نے بطور قرض امداد دی۔ جس قرضہ کو میں نے بفضلہ آہستہ آہستہ ادا کیا۔ اس تکلیف اور تنگدستی کی میں نے کبھی شکایت نہیں کی۔ ہاں اس کی طفیل مجھ میں قناعت اور میانہ روی پیدا ہو گئی جو بعض ... رہی کی حد سے

بھی متجاوز ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کہ میرے یہ الفاظ صحیح ہیں۔ ایک مدت تک مجھے اس آزمائش
میں ڈال کر مجھ میں صبر و شکر کا مادہ پیدا کر دیا لیکن آخر کار مجھ جیسے کمزور انسان کا کاسۂ صبر بھی لبریز ہوگیا۔ اور
مجھے چاروں طرف ابتلا نظر آنے لگے۔ اس امر کو دیکھ کر ابتداء سنہ ۱۹۲۷ء میں انجمن مذکورہ نے جس کے
ہاتھ میں ریویو کا انتظام تھا میرے مواجب میں [illegible] روپے ماہوار کی ایزادی کر دی۔ دوسری طرف
خدا تعالیٰ نے مجھے زیادہ دیر تک آزمائش میں رکھنا پسند نہ کیا۔ میری سکنی جائیداد سے معقول کرایہ آنے لگا۔ اور
زیادہ تر میرے بچوں کے کاروبار نے جو میرے ساتھ رہتے ہیں میری آمد میں معقول اضافہ کر دیا۔ آج میری
آمد بحیثیت مجموعی ڈیڑھ ہزار روپیہ کے قریب ہے +

ششم۔ مجھے ارشاد ہوتا ہے کہ اب میں ووکنگ مسلم مشن کے کام سے استعفیٰ دیدوں۔ کیونکہ دنیا میں مجھ سے بدرجہا بہتر قابل
آدمی موجود ہیں۔ اور وہ مشن کو مجھ سے بطرز احسن چلا سکتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں ایک سے ایک
بہتر موجود ہے۔ ایک دو نہیں بلکہ میرا تو ایمان و یقین ہے کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ایک نہیں بلکہ
صدہا مسلمان ہونگے جن کے سامنے میری استعداد ہیچ ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہی نہیں بلکہ صحیح ہے کہ اشاعت
اسلام کا کام اگر ایسے بزرگوں کے ہاتھ میں ہو تو بہتر ہوگا۔ اور خدا کرے۔ کہ وہ دن آئے۔ کہ ایسے بزرگ
میدان عمل میں اتریں۔ میں نے تو ہندوستان کئی دفعہ ایسے اصحاب کو جن کے نام سے قوم بہت کم واقف ہوں بلایا ہے
رہا یہ کہ میں اس کام سے استعفیٰ دیدوں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں عنقریب ان امور پر مفصل اور بالاستیعاب
روشنی ڈالونگا۔ کیونکہ آئندہ کے لئے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے
کہ میں ووکنگ مشن کے کاروبار سے الگ ہو کر اسے کسی جماعت کے سپرد کر کے اپنی آئندہ زندگی خدمت قرآن
میں بذریعہ تصنیف و تالیف صرف کروں۔ لیکن میں یہ عایت اختصار چند باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں +
مسلم مشن ووکنگ میری بنا [illegible] اپنے وجود۔ اپنے قیام کے لئے میری ذات کے سوا کسی اور شخصیت یا
جماعت یا انجمن کی [illegible] احسان نہیں رہی۔ ابتدائی سرمایہ جو کالج کے ذریعہ سے مجھے حاصل ہوا۔ اس مشن کو
قائم کیا۔ [illegible] کے متعلق میں نے کسی سے مشورہ لیا۔ نہ کسی نے مجھے مشورہ دیا۔ بلکہ میں جب گھر سے نکلا تو
میرے ارادے سے کوئی واقف بھی نہ تھا۔ خود میرے عزیز اور مخلص دوستوں کو میرے انگلستان میں جانے کا
[illegible] اپنی ذمہ داری اور اپنے اخراجات پر [illegible]
[illegible] سنہ ۱۹۱۵ء [illegible]

بعض نے امداد دینی پسند کی جسے شکریہ کے ساتھ قبول کیا گیا۔ اگرچہ یہ کُل کاروبار ایک ذاتی کاروبار ہے۔ اور جس نے امداد دی اُسے کہ دیا گیا۔ اور اس کے متعلق مطبوعہ اعلان موجود ہے۔ کہ جو مجھ پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ ہرگز مدد نہ دے۔ میں عنقریب یہ بتلاؤنگا۔ کہ اس پُرآشوب زمانہ میں جسمیں ہم مسلمانوں کے ہی اعمال نے بدقسمتی سے ایک طرف تو اعتماد باہمی کو مفقود کردیا ہے۔ اور دوسری طرف ہر ایک کام کرنے والے کو طرح طرح کے طعنوں کا ہدف بنا کر اس کے کام کو کامیابی نصیب ہوتے نہیں دی۔ میرا یہ طریق عمل میری رائے میں وہ رائے صحیح ہو یا غلط صحت اوضیات کے قریب تھا لیکن اس پر بھی جس وقت ۱۹۱۵ء میں پبلک امداد شروع ہوئی۔ اُسی وقت سے میں نے حساب کتاب کو شائع کرنا شروع کردیا۔ اور گذشتہ تیرہ سال کئے زیادہ حصہ میں روپیہ کے ساتھ ماسوا حالات مجبوری کے کبھی تعلق نہیں رکھا۔

مذکورہ بالا مجبوریوں کے ماتحت تو اس مشن کو میں نے پرائیویٹ حیثیت دی لیکن اس روپیہ کے متعلق جسمیں میری اپنی امداد بھی شامل تھی میں وہی طریق برتنا جو کسی پبلک ٹرسٹ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ یہاں میں تفصیلات میں نہیں پڑتا۔ جو کسی آیندہ وقت کے لئے میں محفوظ رکھتا ہوں لیکن یہاں اسقدر لکھ دینا چاہتا ہوں۔ کہ مشن کی آمد کی ۳ مدات ہیں +

اوّل - اسلامک ریویو اور میری تصنیف و تالیف کی آمد۔

دوم - ریاستوں کی امداد۔

سوم - دیگر معاونین۔

ان تینوں آمدنیوں میں سے زیادہ آمد مد اول کی ہے۔ ریاستوں کی مدد اور دوسرے معاونین کی اعانت بھی نصف سے زیادہ میرے ذاتی تعلقات کی بنا پر ہے۔ بلکہ دو تین ریاستوں نے تو یہ حکم دیا ہے۔ کہ یہ امداد اس وقت تک جاری رہے۔ جب تک کمال الدین کا اس مشن سے تعلق باقی ہے۔ یہ تو سچ ہے۔ کہ جو کوئی ووکنگ مسلم مشن کو مدد دیتا ہے۔ وہ اپنی عاقبت کے لئے دیتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے حالات کو سامنے رکھکر خدا کی راہ میں دینے والے بھی کسی اعتبار کو چاہتے ہیں۔ اور ووکنگ مشن کے معاملہ میں بھی بعض معاونین نے اسلئے امداد دی ہے۔ کہ ان کا روپیہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ اس لئے نہیں کہ میں کسی خاص قسم کا صاحب اعتبار ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ اعانت کنندگان مجھ سے ذاتی طور پر واقف ہیں۔ اب اس مشن کا ایک اور پہلو ہے۔ اور اس سے گو اد خدا تعالیٰ اور اس کے بعد میرے خاندان کے ممبر یا

میرے چند دوست ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس مشن سے زیادہ عزیز مجھے کوئی چیز نہیں۔ اسکی غور و پرداخت مجھے ایسی ہے جیسے کہ کسی کو اپنی اولاد میں سے بھی کسی خاص بچے کے ساتھ ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر میں مشن کے مفاد پر اپنی اولاد کے مفاد کو قربان کر سکتا ہوں۔ اور اس امر سے میرا ہر ایک بچہ واقف ہے۔ اب اس مشن کا ایک تیسرا پہلو ہے۔ کہ اس مشن کو میں اس لئے چلا رہا ہوں۔ کہ میرا دل اس سے خوش ہوتا ہے۔ میں نہ کسی پر احسان کرتا ہوں۔ نہ اس کی جزا کا متمنی ہوں۔ اسکی جزا صرف یہی ہے۔ کہ اس کے ذریعہ وہ بات ہو رہی ہے جو میری بہترین خوشی ہے +

چوتھا امر یہ ہے کہ میرے مشن میں رہنے یا مشن سے الگ ہو جانے پر بھی مشن کو کوئی مالی نقصان نہیں۔ میری آمد کو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے مشن سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ میرے وجود سے مشن کو ایک مفت کا بندہ ملا ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالٰے نے مجھے صحت دی۔ تو میں نے تو مشن کی خدمت ہی کرنی ہے جس خدمت کے عوض مشن کو کچھ نہیں دینا پڑتا۔ اور میری جگہ جو کوئی کام کریگا۔ اس کا محتاج مشن کے ذمہ ہوگا +

ان حالات میں مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ میں کس کی خاطر میں اس کاروبار سے مستعفی ہوں جب تک مجھ میں طاقت ہے۔ میں اس فعل کو بھی گناہ سمجھتا ہوں۔ ہاں اگر کسی کے علم یا گمان و وہم میں اس مشن کی غرض میرا کوئی ذاتی فائدہ ہو۔ تو میں ایک منٹ میں اس مشن سے الگ ہو جاؤں گا۔ مجھے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک ذیعقل اس کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ اگر اپنے محتاج کے علاوہ اس مشن کو مجھے ذریعہ آمد بنانا ہو تو سب سے پہلے اگر مد اول یعنی ریویو اور اپنی تصانیف کی آمد کو میں اپنی جیب میں ڈال دوں۔ تو وہ ہر پہلو سے صحیح ہے۔ دوسرا امر یہ کہ میں نے ۱۹۱۲ء میں اس مشن کی خاطر ایک چلتی وکالت کو چھوڑا۔ اسوقت میری وکالت کا پندرھواں سال تھا۔ اس وقت کے میرے جونیئر یا میرے ہم جماعت جنہوں نے میرے ساتھ ہی وکالت شروع کی میاں فضل حسین۔ چوہدری شہاب الدین۔ شیخ عبد القادر مولوی سعد الدین اور دیگر احباب جن میں سے آج کوئی ہائیکورٹ کا جج۔ کوئی منسٹر۔ کوئی جوڈیشل کمشنر ہے۔ یا اگر وکالت میں ہے تو اسکی سالانہ آمد اس آمد سے اس وقت بھی زیادہ ہے۔ جو مشن اور ریویو کی کل آمد ہے۔ ان حالات میں مجھ سے بڑھ کر کون بدبخت ہوگا۔ کہ جو وکالت کو چھوڑ کر اپنی ضروریات کو اس روپیہ سے پورا کرنے کے لئے مشن قائم کرے۔ جو میرے نزدیک ہر معنی میں حرام ہے۔ اگر مشن اور ریویو کی کل کی کل آمد اس وقت بھی ایک کامیاب وکیل کی آمد سے کم ہے۔ جیسے کہ مطبوعہ حساب سے ظاہر ہے۔ اور یہ کوئی ایسی بات

نہیں جیسے موجودہ قومی حالت کو دیکھ کر آغاز مشن ہی میں کوئی سمجھ نہ سکے ۔ تو پھر مجھے مشن کو چلانے
ہی کی کیا ضرورت تھی ۔ اگر اس کی غرض روپیہ تھی ۔ یہ تو جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے ۔ ایک دل کے شوق کا تقاضا ہے
خدا کے فضل سے میں نے مشن کو ایک ایسے طریق پر چلایا ہے ۔ کہ اگر یہ دو سال میری بیماری میں نہ گذرتے تو
آج یا آج سے ایک دو سال بعد مشن اپنے موجودہ کاروبار کے لئے کسی بیرونی امداد کا محتاج نہ رہتا ۔ بلکہ اسکے
چلانے کیلئے اسلامک ریویو اور ہماری تالیف و تصنیف کا سلسلہ ہی کافی ہو جاتا ۔ اور میں مشن کے منتظمین
کو بھی یہی مشورہ دونگا ۔ کہ اس امر پر زور دیں +

میں نے اپنی طرف سے آپ کے نامہ نگار کے سب سوالوں کا جواب دیدیا ہے لیکن ایک بات رکھی ہے
جس کی تشریح پر آپ کے نامہ نگار کی خواہش پوری ہو جائیگی ۔ گو اس کا طریق وہ نہ ہوگا ۔ جو انھوں نے
تجویز کیا ہے ۔ اس پر میں آئندہ لکھوں گا +

سرینگر ۔ کشمیر
۴ ۔ جون ۱۹۲۸ء

خواجہ کمال الدین

ووکنگ مسلم مشن کے متعلق چند مستفسرہ امور کا جواب

نمبر ۳

ووکنگ مسلم مشن کا کام سمندر میں ایک قطرہ ہے ۔ بالمقابل دنیا چھوڑ خود انگلستان میں کئی مسلم مشنوں کی ضرورت ہے ،
وہاں ہزاروں نہیں لاکھوں اپنے مذہب سے علی الاعلان بیزار ہو کر ایسے مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں
جس کا نام میرے علم و یقین میں اسلام ہے ۔ ووکنگ مسلم مشن نے اگر اور کچھ نہیں کیا ۔ تو اسلام کے متعلق
غلط فہمیوں کو مٹا کر اسلام کے لئے مغربی قلوب میں ایک شوق پیدا کر دیا اور اس ذوق کی [illegible] پیمانہ پر
بجھانے کے لئے ووکنگ کا مشکیزہ کافی نہیں ۔ اور اس کا مجھے اعتراف ہے ۔ کیا اچھا ہوتا کہ
وہ بزرگ جو آپ کے نامہ نگار کے علم میں مجھ سے بہتر مشن چلا سکتے ہیں [illegible] رکھتے ہیں ۔ اور مجھے
اس کا اعتراف ہے ۔ وہ ووکنگ مشن ہی کو نیا رستہ [illegible] ۔ ووکنگ مشن کی تو [illegible] نہیں
جو آج پندرہ سال کے بعد شاید پچاس ہزار سالانہ کو پہنچی ۔ جس میں نصف سے [illegible]
اور ریویو کی آمد ہے ۔ باقی میں بھی نصف سے زیادہ آمد [illegible]

میں خود طبعاً یہ چاہتا ہوں۔ کہ اس مشن کو اگر میں اپنے ہاتھ میں نہ رکھوں تو ایسے ہاتھوں میں دوں جن کی حصانت و تولیت میں میں اپنا کوئی بچہ دے سکوں۔ اور خدا جانتا ہے کہ مشن کے متعلق میری یہی قلبی کیفیت ہے۔ ایسے ولی کی تلاش کے لئے میری نگاہ طبعاً کسی ایسی شخصیت یا جماعت کی طرف جائیگی۔ جس کے حالات کو میں مدّت العمر سے جانتا ہوں علاوہ ازیں مجھے مشن کی سپردگی میں کسی پبلک رائے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ ایسا کرنے میں میں چند معاونین مشن سے بھی مشورہ کروں میدان وسیع ہے۔ کئی ایک مشنوں کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا احساس بھی ملک میں ہا جاتا ہے۔ ووکنگ مشن نے جیسا کہ میں نے اُوپر دکھلایا ہے کُل مسلم روپیہ کو سنبھال نہیں لیا۔ اس کے حصے تو کچھ آتا ہی نہیں۔ خدا کا احسان ہے کہ آپکے نامہ نگار کے کہنے کے مطابق ایک مشن کے چلانے کی اہلیت رکھنے والے موجود ہیں میدان میں آئیں کام شروع کریں۔ اگر ان کے دل میں خلوص ہے تو اللہ تعالےٰ لوگوں کی طبائع اُن کی طرف پھیر دیگا۔ ایک نہیں بیسیوں میدان موجود ہیں۔ دو سال ہوئے جب میں جنوبی افریقہ سے واپس آیا۔ تو راستے میں ڈینگو بے دارالسلام زنجبار اور مشرقی افریقہ کے بعض شہروں میں گیا۔ ہر جگہ ایک ایک دو دو دن رہا۔ ہر جگہ مجھ سے ایک مشن بنانے کا مطالبہ کیا گیا۔ ہر جگہ لوگوں نے ایسے مشنوں کے متکفل ہونے کا وعدہ کیا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ یا میں خود آؤں یا کسی کو بھیجوں۔ جنوبی افریقہ میں بھی ایسے ہی مشنریوں کا مطالبہ مجھ سے کیا گیا۔ خدارا مسلمان نکلیں اور ان ممالک میں تبلیغ کیلئے چلے جائیں۔ روپیہ کا فکر نہ کریں۔ روپیہ مہیا ہو سکتا ہے۔ کام کرنیوالے پیدا ہوں۔ ہاں ان علاقوں کے لئے اعلےٰ درجہ کی انگریزی دانی کی ضرورت ہے۔ پھر اگر لندن ہی میں جاکر کام کرنے کا شوق ہے۔ اسمیں بھی میں امداد دینے کے لئے حاضر ہوں لیکن ہاں لندن جیسے مقام میں مشنری کام روپیہ کو چاہتا ہے۔ یا تو میری طرح سے اپنے سرمایہ سے مشن کھولیں پھر اللہ خلاص کا عوض دیدیگا۔ یا جانے سے پہلے اس جگہ روپیہ کا سامان کرلیں۔ آخر ایک وقت ڈاکٹر محمد اسحاق خاں مرحوم وغیرہ نے ووکنگ کے ساتھ ایک مشن بنانے کا ارادہ کیا تھا میں نے جو امداد کا وعدہ کیا ہے۔ وہ دل سے کیا ہے۔ اس کے گواہ میرے مکرم سید غلام بھیک صاحب نیرنگ ہیں۔ ایک وقت حکیم اجملخاں صاحب مرحوم کی تحریک سے یہ ارادہ کیا گیا تھا۔ کہ میں ہندوستان کے تبلیغی معاملات میں حصہ لوں لیکن میں اس وقت کامل صحت میں تھا۔ آخر باصرار میں نے قبول کرلیا۔ کاروبار کے چلانے کے لئے میں نے جس طریق پر مالی امداد کا وعدہ کیا۔ وہ خیالی بات نہ تھی بلکہ یقینی امر تھا۔ جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں

لیکن وہ تحریک بعض وجوہ پر روبراہ نہ ہو سکی۔ افسوس تو یہ ہے۔ کہ مسلمان خود کوئی نئی تجویز سوچ کر میدان عمل میں آنا نہیں چاہتے۔ تجارت میں بھی یہی کام کرینگے۔ جو اوروں نے برسوں سے کیا ہوا ہے۔ اور اپنی دکان کی کامیابی پرانی دکانوں پر تہمت تراشنے میں دیکھتے ہیں کیوں مسلمان اپنے بازوؤں پر میدان عمل میں آنا پسند نہیں کرتے۔

اب اگر نیا مشن کھولنے کے متعلق میری تجویز آپکے نامہ نگار کے علم میں جو بزرگ ہیں۔ ان کے لئے مشکل افزا ہے۔ تو میں ایک اور عرض کرتا ہوں میرے پندرہ سالہ تجربہ نے آخرکار مجھے معاملات تبلیغ میں اسی ایک بات پر قائم کر دیا ہے۔ جو پہلے دن میرے سر میں تھی۔ اور جو آج تک ووکنگ مسلم مشن کی کامیابی کی فی مدار ہے۔ ہم تبلیغ کے معاملات میں وعظ خطبات۔ یا سرمنتوں سے وہ کام نہیں لے سکتے۔ جو قلم اور کاغذات سے لے سکتے ہیں۔ ایک شہر لندن میں درجن بھر مبلغین بھی کم ہیں۔ اور ہمارے پاس تو اپنے موجودہ سٹاف پر ایک مشنری زائد کرنے کی ہمت نہیں۔ اور نہ قوم میں اتنی طاقت ہے۔ کہ ہر جگہ مشنری بھیجے۔ ان حالات میں بہترین طریق یہی ہے کہ کثرت سے مسلم لٹریچر پیدا کیا جاوے۔ اور اسکو پھیلایا جاوے۔ آج بھی ووکنگ میں ایک محدود پیمانہ پر مشن کا کام اسی طرح چل رہا ہے۔ وعظ و خطبہ کا اثر وقتی ہوتا ہے۔ پھر مغربی لوگ عام جلسوں میں آنا پسند بھی نہیں کرتے۔ کتاب ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہر جگہ پہنچ کر مقصد سے مفید نتائج پیدا کر سکتی ہے میری رائے غلط ہو یا صحیح لیکن اس پندرہ سالہ تجربہ نے مجھے اس بات پر قائم کر دیا ہے۔ دو ایک آدمی تو مشن میں ایسے ہونے چاہئیں جو ملاقات کے وقت یا حسب ضرورت لیکچر دینے پر اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے قابل ہوں باقی سٹاف اس کام کا ہونا چاہئے۔ جو لوگوں کے نام سے واقف ہو کر اس لٹریچر کو ان تک پہنچائے۔ اس وقت یہ کام میرے سامنے ہے۔ اور اس کے متعلق میں نے مسلم لٹریری ٹرسٹ سنہ ۱۹۲۵ء کے آخر میں قائم کیا ہے اس کے صدر نو لارڈ ہیڈلے ہیں۔ اور باقی ٹرسٹیز۔ مسٹر عباس علی بیگ اور خواجہ نذیر احمد ہیں۔ اس ٹرسٹ کی طرف سے میرا جنوبی افریقہ کا دورہ تھا۔ یہ ٹرسٹ ووکنگ مسلم مشن سے الگ ہے۔ گو مقصد دونو کا ایک ہی ہے۔ اس ٹرسٹ کے پاس ایک معقول رقم اس وقت موجود ہے۔ جو میری تحویل میں ہے اور جو ایک خاص قسم کا اسلامی لٹریچر پیدا کرنے کے لئے جمع کی گئی ہے۔ لیکن جب میری بیماری نے مجھے تصنیف سے روک دیا۔ تو اس رقم کا زیادہ حصہ تو فوراً فکسڈ ڈیپازٹ کی شکل میں امپیریل بینک لاہور کے حوالے کر دیا گیا۔ اور باقی پانچہزار سے اوپر روپیہ مشن کے خزانہ میں بہ تحویل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور موجود ہے۔ میری یہ ہمیشہ سے عادت ہے۔ کہ اول تو

مشن یا از قسم روپیہ کو اپنی تحویل میں نہ رکھوں۔ اور اگر بعض
حالات میں اس روپیہ کی تحویل میرے پاس آجاوے۔ تو میں ہمیشہ ایسے
روپیہ کو فکسڈ ڈیپازٹ کی شکل میں کسی بینک کے حوالے کر دیتا ہوں تاکہ یہ روپیہ خواہ چند دن کے
لئے کیوں نہ ہو کسی فوائی ضرورت پر عاریتاً خرچ نہ ہو۔ اسی اصول پر لٹریری ٹرسٹ کا تقریباً کل کا کل روپیہ
فکسڈ ڈیپازٹ کی شکل میں ہے۔ اور جو روپیہ انجمن کے پاس ہے۔ وہ اس لئے کھلا پڑا ہے کہ ممکن ہے
کل ہی اللہ تعالیٰ مجھے صحت دے۔ اور کام شروع ہو جائے۔ مجھ میں گو صحت کے آثار پیدا ہو گئے
ہیں۔ لیکن طبی مشورہ یہی ہے اور بعض مسلم فرمانروایان ریاست اور بعض معاونین اسی بات پر زور دے رہے
ہیں۔ کہ میں ایک سال تک کوئی کام نہ کروں۔ ان حالات میں میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔
اور وہ یہ ہے۔ کہ میں جس لٹریچر کے لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس کا عنوان بتلا
دیتا ہوں۔ اس پر مسلم اہل قلم کچھ لکھیں۔ اگر وہ میرے معیار میں پورا نکلا۔ تو
تو اس کا مناسب حق تصنیف پیش کرنے کو میں تیار ہوں۔ ایسی تصنیف کے چھپوانے کا بھی میں ہی
ذمہ لیتا ہوں۔ اس کام کے لئے سب سے پہلے ان بزرگان احباب کی طرف میں متوقعانہ نگاہ سے دیکھتا ہوں
جو آپ کے نامہ نگار کے علم میں مشن چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اگر خود مشن نہیں بنا سکتے تو خدارا
میرے دست و بازو ہو جائیں۔ اور میرے تجویز کردہ مضامین پر کچھ ارقام فرمائیں۔ میں خود تو ابھی سال
تک ایسی تحریروں کو دیکھنے سے بھی روکا گیا ہوں۔ وہ اپنی تصنیفات کو حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب
پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمت میں بھیجدیں۔ ان کی پسند ہو گی پر ... اس
حق الخدمت بطور آنریریم پیش کرونگا۔ یہ مضامین سردست اسلامک ریویو میں چھپینگے
بعد میں اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی۔ تو میں ان مضامین کو اپنی پیش نظر تصانیف میں لے آؤنگا
اور دیباچہ میں ایسے معاونین کی امداد کا اعتراف کرونگا۔ اور ان بزرگوں کی خدمت میں جو رقم پیش
کی جاوے گی۔ وہ اسلامک ریویو کے فی صفحہ دو روپیہ سے کم نہ ہوگی +

مسلم لٹریری فنڈ کی طرف سے بہت سی کتابیں شائع ہونیوالی ہیں۔ لیکن جس کتاب کے لئے بالخصوص
جنوبی افریقہ میں چندہ ہوا۔ اور جس کے آمد و خرچ کا حساب اسلامک ریویو اکتوبر ۱۹۲۶ء میں قریب قریب
شائع ہو چکا ہے۔ وہ ایک خاص کتاب ہے۔ جس کی ضرورت میں مدت سے محسوس کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ

ایک مقدمۃ القرآن لکھا جاوے ۔ جو پانچ چھ سو صفحہ کا ہو ۔ اور جسمیں ایسی باتیں لکھ دی جائیں کہ جن کے پڑھنے پر قرآن کریم کی عام تعلیم اسکی اعلےٰ صداقتوں اور حقائق سے ایک اجنبی تک بھی واقف ہو جائے جس سے قرآن کا سمجھ لینا اس پر آسان ہو ۔ اس کتاب کی ضرورت پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ میں نے پہلے بھی لکھا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسی کتاب کے بعض مضامین پر مسلم احباب کچھ لکھیں ۔ اگر خدا نے مجھے توفیق دی ۔ تو بحیثیت ایڈیٹر میں مضامین کو ایک جگہ جمع کر دوں گا والّا جس شخص کو خدا توفیق دے گا وہ کریگا ۔ بہرحال روپیہ موجود ہے ۔ اگر کوئی صاحب اس کام کیلئے آمادہ ہوں ۔ تو اسے شروع کرایا جاوے لیکن ایسے صاحب کو انگریزی زبان پر پوری حکومت ہونی چاہئے ۔ میں چند ہفتوں تک تو انتظار کرونگا ۔ کہ آپکے نامہ نگار صاحب یا کوئی اور بزرگ کسی قابل مسلمان کو تجویز کریں ۔ اگر ایسا نہ ہُوا تو میرا خیال ہے ۔ کہ مضامین مجوزہ پر لکھنے کے لئے صلائے عام دی جائے ۔ اور ایسے لکھے ہوئے مضامین میں سے جو بہتر مضمون ہو ۔ اسے معقول معاوضہ دیا جاوے انا اس انتخاب کیلئے میں حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کو سردست تجویز کرتا ہوں ۔ اور بعد میں ان کے ساتھ کسی اور بزرگ کو شامل کر دونگا میرے سر میں تو پندرہ بیس مضمون ہیں ۔ جن پر میں مسلم لٹریچر چاہتا ہوں ۔ لیکن میں یہاں ایک مضمون کا ذکر کر دیتا ہوں ۔ جو در اصل میری مجوزہ کتاب مقدمۃ القرآن کا رُوح رواں ہوگا ۔ اور اس کے مختلف عنوان بھی بتا دیتا ہوں +

۱ ۔ ضرورت الہام ۔

اس میں بر مصو نقطۂ خیال کو سامنے رکھ لیا جاوے ۔ جو وحی متلو کے قائل نہیں ۔ اور اُن کی ہمخیال یورپ میں ایک بڑی جماعت ہے ۔

۲ ۔ ضرورت الہام قرآن ۔

جبکہ قرآن کریم سے پہلے مختلف قوموں میں الہامی کتابیں نازل ہو چکی تھیں ۔ تو الہام قرآن کی کیا ضرورت تھی اس کے ضمن میں مغرب میں اُبھر بڑھتے ہوئے نقطۂ خیال کا بھی لحاظ رکھ لیا جاوے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ جس صورت میں قرآن کریم سے پہلے مختلف قسم کے الہامی اقوال اور حکیمانہ باتیں موجود تھیں ۔ تو کیوں نہ کوئی انسان یا کوئی جماعت مختلف الہامی یا غیر الہامی نصائح میں سے ایک معقول انتخاب اپنے لئے پیدا کرے ۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک نئی کتاب خدا کی طرف سے

اگر مختلف قسم کے اختلافات کا موجب ہو۔ اور بالفرض اگر کوئی سابقہ کتاب محرف بھی ہو چکی ہے تو اس میں سے اچھی باتیں لے لی جائیں ÷

۳۔ غرض الہام۔

قرآن کریم نے ابتداء ہی میں غرض الہام فلاح ٹھیرائی ہے۔ اور میرے علم میں جو لاتعداد مقامات پر الہام قرآن کی مختلف ضرورتیں بیان کی ہیں۔ وہ دراصل فلاح ہی کی تشریح و توضیح ہیں۔

اس کے علاوہ علماء مغرب نے فلاح انسان اور اس کے اقسام اور ان کے حصول پر ایک وسیع لٹریچر لکھا ہے ان سب پر تبصرہ کیا جائے۔ اور مغربی علماء کے مجوزہ امور پر قرآن کریم کی روشنی ڈالی جاوے۔ اور یہ دکھلایا جاوے۔ کہ قرآن کریم نے جو ضروریات فلاح پیش کی ہیں۔ وہی تہذیب اور اعلے تمدن کے پیدا کرنے کیلئے کافی ہیں۔ جہاں یورپین نقطۂ خیال سے اختلاف کیا جائے۔ انھیں دلائل مثبتہ سے مبرہن کیا جائے۔ لیکن جو کچھ بھی لکھا جاوے۔ اس کا استدلال قرآن کریم کی آیات سے ہو۔ اس مضمون میں روحانیات ایک لازمی حصہ ہے۔ جس پہ لکھنے کیلئے بھی یورپین نقطہ خیال کو ہاتھ سے نہ دیا جاوے۔ کیونکہ دراصل اہل مغرب ہی کے لئے میں یہ کتاب چاہتا ہوں۔ طرز تحریر بہت سلیس اور عام فہم ہو۔ دلائل بھی جو ہوں۔ خواہ وہ باریک سے باریک مضامین اپنے اندر لئے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ ان کی تشریح و توضیح بھی عام فہم ہو۔ اخیر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ خدارا مسلمان علماء اس کام میں میری مدد کریں۔ اور میں اس بات کا قائل ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ [illegible] ہے تو ان مضامین پر وہ شخص بھی روشنی ڈال سکتا ہے۔ جو بظاہر علم ظاہری سے کم حصہ رکھتا ہے۔ قدم ہمت کوئی اٹھائے اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہوگا۔ یہ مضمون پچاس سے کم اور سو صفحہ سے زائد نہ ہونا چاہیئے +

اب میں اس مضمون کو آپ کے نامہ نگار صاحب کے شکریہ کے بغیر ختم نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے کہ ان کی تحریر نے مجھے مذکورہ امور کے لکھنے کی تحریک کر دی۔ گو میرے طبی مشیر اس تحریر کو دیکھ کر مجھ پر سخت ناراض ہونگے۔ میں آپ کے نامہ نگار اور ایسا ہی دوسرے اصحاب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنی تحریر کو ہمیشہ امور ذیل سے الگ رکھیں۔ یعنی کسی کی نیت پر حملہ کرنا یا کسی کی طرف خاص نیت منسوب کرنا یا بغیر حقیقی واقفیت کے بعض امور کا فرض کر لینا یا غیر صحیح واقعات پر محاکمہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ کوئی خیال دل میں آئے یا اعتراض پیدا ہو۔ تو امور بالا کے بغیر اسی خیال یا اعتراض کو لکھ دیا جاوے۔ اللہ ہم سب کو نیک ارادہ کی توفیق دے۔ آمین

سرینگر۔ کشمیر
۶۔ جون ۱۹۲۸ء

خواجہ کمال الدین

نوٹ: ملا میں نے کسی ادنیٰ غرض کیلئے گذشتہ چار سال کی آمد منقولہ وغیرہ کے اعداد لاہور سے منگوائے تھے۔ ان کی سالانہ اوسط نکلوائی جو

پچاس ہزار روپیہ سال کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ اور اس آمد میں جو اسلامک ریویو اور میری دیگر تصانیف تالیف کی مد ہوئی۔ وہ تئیس ہزار (۲۳۰۰۰) روپیہ سے کچھ اوپر ہے۔ اور ریاستوں کے سوا پبلک چندہ سات ہزار سے زیادہ نہیں +

۱۲ لکھاتے کو تو یہ مضمون میں نے لکھوا دیا۔ لیکن آج میں اس کا خمیازہ اُٹھا رہا ہوں۔ جو کچھ بھی صحت و طاقت مجھے کشمیر میں آکر ہوئی وہ سب ضائع ہو گئی۔ دقت یہ ہے کہ اس مصروفیت کے وقت میں کسی کمزوری کو محسوس نہیں کرتا۔ جو مصیبت پڑتی ہے۔ وہ بعد میں آکر پڑتی ہے۔ آپ کے نامہ نگار کے سوالات کا جواب تو دو صفحہ کے اندر اندر آجاتا لیکن چونکہ ایک لمبے عرصہ کیلئے میں ہر ایک کام کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں نے تفصیل سے کام لیا۔ میری ان لوگوں کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ جو میری صحت کے متمنی ہیں۔ وہ چھ سات ماہ تک مجھے مخاطب نہ کریں۔ یہ سب سے زیادہ بات روپیہ کی ہے اس کے متعلق جو کچھ میں نے لکھنا تھا وہ لکھ دیا + والسلام

خواجہ کمال الدین

مُسلم لٹریری ٹرسٹ

ٹرسٹ کی ضرورت اور مقاصد

از قلم سیکرٹری مسلم لٹریری ٹرسٹ

تمام یورپ میں اسلام کی نشر و اشاعت کو محسوس کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا بھی احساس پیدا ہوا۔ کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے۔ جس میں ناقابل برداشت اخراجات کے علاوہ جگہ بہ جگہ مبلغین بھیجنے کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔ کیونکہ لندن ہی ایک ایسا شہر ہے۔ جہاں سینکڑوں مبلغین کی ضرورت ہے۔ تو پھر یورپ جیسے برّاعظم میں تو ہزاروں مشن چاہئیں۔ جو کہ ناممکنات سے ہے۔ اور اخراجات کثیر کا مقتضی ہے۔

مندرجہ بالا سکیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے الحاج خواجہ کمال الدین و عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ و سر عباس علی بیگ نے ۱۹۲۵ء میں مسلم لٹریری ٹرسٹ کی بنیاد ڈالی۔ کیونکہ یہی ایک طریقہ

ہے۔جس سے جملہ ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔اور یہی طریق کار اشاعت اسلام میں کلید کامیابی ثابت ہوسکتا ہے۔

ٹرسٹ کے اہم ترین مقاصد او ر اسکی علّت غائی تعلیم اسلام کو ان لوگوں اور ان مقامات تک پہنچانا ہے۔جو صدیاں اسلام سے محروم اور مغاک جہالت میں پڑے ہوئے ہیں۔جن کی قلبی شقاوت۔کفر و الحاد اور بہیمیت اس درجہ منتجاوز ہو چکی ہے۔کہ وہ نام اسلام تو در کنار اس کے تصور کو بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔اور دوسرے اُن لوگوں تک جنہیں اسلام کی عالمگیر اور صلحکل تعلیم سے انکار نہیں۔مگر بعض مجبوریوں کے اقتضاء سے وہ اسلامی لیکچروں میں شامل نہیں ہو سکتے۔حالانکہ ان کے دلوں میں اسلام کی قدر و قیمت۔عزت و حرمت۔وقعت و منزلت باطنی طور پر موجود ہے۔آج علم و ادب کا زمانہ ہے۔اور اس قسم کے ٹرسٹ کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔اور اسیات میں ہم مسلمانوں کو عالیجناب لارڈ ہیڈلے سر عباس علی بیگ اور الحاج خواجہ کمال الدین کی خدمات جلیلہ کا دل سے شکریہ ادا کرنا چاہئے۔جنہوں نے عین وقت پر اس ٹرسٹ کو قائم کرکے ایک ضرورت حقہ کو پورا کر دیا ہے +

ٹرسٹ کی ابتدائی کارروائی

یہ ٹرسٹ اس وقت وجود میں آیا جبکہ عدوئے اسلام پادری فریمر افریقہ میں اسلام کے خلاف جگہ جگہ تقاریر کر رہا تھا۔اور اس نے اپنے زعم باطل میں اسلام کو درجہ انحطاط تک پہنچا کر لوگوں کو قائل کر دیا تھا۔کہ قومی اسلام اسقدر محتاج ہو گیا ہے۔کہ عنقریب اُسے تثلیث کا لوہا ماننا پڑیگا۔مگر ایک موہوم اور منصورانہ تسکل کب تک پائدار رہ سکتی ہے۔وہاں کے خادمان اسلام نے الحاج لارڈ ہیڈلے اور خواجہ کمال الدین کو افریقہ میں مدعو کیا کہ وہ جلد از جلد افریقہ میں پہنچ کر محاسن اسلامی سے لوگوں کو آگاہ کریں۔اور اس دریدہ دہن کے دلائل کو لاطائل ثابت کریں۔حضرت خواجہ کمال الدین و عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے اس دعوت کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے افریقہ کا عزم کیا۔اور یہ وہ پہلا دور دراز کا بحری سفر ہے جو ٹرسٹ مذکور کی طرف سے عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے کیا۔وہاں پہنچ کر جو ادا و ہمارے مسلم برادران نے اس ٹرسٹ کی کی۔وہ

بہت ہی حوصلہ افزا ہیں۔ وہاں کے عقیدتمندانِ اسلام نے اس ٹرسٹ کو جلد از جلد کامیاب بنانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اُن کی یہ استدعا تھی۔ کہ جہاں تک ممکن ہو ٹرسٹ کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

ٹرسٹ مذکور کی طرف سے بہت سی اسلامی کتب شائع ہو چکی ہیں جو یورپ کی لائبریریوں اور غیر مسلم طبقہ میں کثرت سے تقسیم کی گئیں ہیں۔ ٹرسٹ نے ایک سال کے قلیل عرصہ میں وہ نمایاں ترقی کی ہے جسے شن کر [illegible] اسے بنظر استحسان دیکھے اور اسکی قدر کئے بغیر نہ رہینگے۔ جن مقاصد عالیہ کی تمنا کو لئے ہوئے ٹرسٹ مذکور کا اجرا ہوا۔ ان میں ٹرسٹ مذکور ہمارے توقعات سے بڑھ کر کامیاب ہوا ہے۔ حال ہی میں ایک اطلاع سیکرٹری ٹرسٹ مذکور (ووکنگ) سے منظر ہوئی ہے۔ کہ "ہمیں ٹرسٹ مذکور کی قدر دانی کے خطوط چار دانگ عالم سے موصول ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ جن تک ٹرسٹ مذکور کا پیدا کردہ اسلامی لٹریچر پہنچا ہے۔ وہ اسکی دل سے قدر کرتے ہیں" +

اکثر مسلم برادران نے اس ٹرسٹ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اسکی مالی اعانت بھی کی ہے۔ سال کے اُمید افزا حالات اسبات کا بین ثبوت ہیں۔ کہ سال آئندہ میں اور اہم ذمہ واری کے بارگراں کا متحمل ہونا پڑیگا۔ ہماری دعا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اسکی بنیاد ڈالی۔ اور جو اسکی امداد کے لئے کھڑے ہوگئے ہیں دونوں سالِ آئندہ میں زیادہ تندہی و محبت و گرمجوشی سے اس اسلامی فریضہ کو سرانجام دینگے۔

ہمارا فرض

یورپ میں عامۂ خلائق عیسائیت کے لاینحل مسائل کے بارگراں کا جوا اُتار پھینکنے کو تیار ہے وہ باوجود فلسفیانہ دماغ اور سائنسدان ہونے کے مسئلہ تثلیث کے پیچیدہ مسائل کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ جس مذہب کے متلاشی ہیں اسکے تمام خط و خال اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان تشنگانِ اسلام کی روحانی پیاس کو بجھائیں کہاں ہیں وہ سقّانِ اسلام جو اُٹھکر ان روحانی پیاسوں کی تشنگی کو تعلیم اسلام سے تسکین دیں؟

یہ تمام کام ٹرسٹ مذکور کی اسلامی ادبیات کے ذریعہ باحسن وجوہ سرانجام پا سکتا ہے +

ٹرسٹ مذکور کی امداد بذات خود تبلیغ کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے ہر مسلم کو ٹرسٹ کی مالی امداد کرنی چاہیے اور ٹرسٹ کو اس قابل بنانا چاہیئے کہ وہ کچھ انگریزی کتب غیر مسلم اصحاب یا غیر لائبریریوں کو بھیج سکے۔ یہ خیرات صدقۂ جاری کا رنگ رکھتی ہے۔ اور معطی کا نام ابدالآباد تک ان ممالک میں زندہ و سرسبز رہیگا +

تمام ترسیل زربنام سیکرٹری مسلم لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

اشاعت اسلام پر ایک افریقی بزرگ کے خیالات

ذیل کا مراسلہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو ان کے ایک دوست نے افریقہ سے لکھا ہے۔ جس میں انھوں نے اشاعت اسلام کی سکیم پر چند خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ چونکہ مراسلہ مذکورہ عام مسلم پبلک کی دلچسپی سے تعلق رکھتا ہے اور وہ انگریزی زبان میں ہے۔ اسلئے اس کا اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے۔ خادم خواجہ عبدالغنی

مکرم و معظم جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جب سے میں نے ہندوستانی جرائد میں عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے شاندار خیر مقدم کی روئداد پڑھی ہے۔ اس وقت سے وہ مایوسانہ خیالات جو مسلمانوں کی آیندہ بہبود کے متعلق میرے دل میں جاگزین تھے۔ ایک حد تک زائل ہوگئے ہیں۔ مسلمان اگرچہ عرصہ بعید اور مدت مدید کے بعد بیدار ہوئے ہیں۔ تاہم اس گرمجوشی اور حمیت سے یہ امر مترشح ہو رہا ہے۔ کہ ان میں اسلامی کاموں میں دلچسپی لینے کی روح پیدا ہوگئی ہے اور یہ ایک نیک فال ہے۔ کہ مسلم زندگی میں نئی روح کام کرنے لگ گئی ہے +

ہندوستان میں آل انڈیا تبلیغ کانفرنس کا انعقاد۔ درحقیقت ایک عدیم النظیر اجتماع تھا۔ جو اس امر پر دال ہے۔ کہ اگر مسلمان باعزت و باتوقیر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے لئے ضروری اور لابدی ہے۔ کہ وہ تمام دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت کریں۔ اسلام کے اقصلترین محاسن و دلربائیاں۔ ذات باریتعالیٰ کے متعلق مہتم بالشان پاک۔ سادہ اور موا حدانہ نکتہ خیال۔ اسلام کی تمدنی و سیاسی بناوٹ۔ اس کا بلندترین اخلاق وضابطہ زندگی۔ اسلام کی روحانی شان و شکوہ و تمکنت۔ اس کی روح رواداری۔ اس کی اخوت و مساوات۔ اسلامی مہر و شفقت۔ حسنات و خیرات اور دوسروں کے لئے ذاتی ایثار و قربانی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کے بلندترین نصب العین سے تمام دنیا کو آگاہ کریں +

اسلام کے چشمہ فیض و منبع اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت ایک انسان کامل مجسمہ حسنات و برکات اور بنی نوع انسان کے لئے ہر رنگ میں کامل نمونہ یعنی سیاست و جہانبانی۔ آئین سازی۔ معاشرتی بدیوں کا استیصال۔ اور ان تمام حدود و حصار کو جو انسان کو انسان سے علیحدہ کرتی ہیں منہدم کرنے۔ عورتوں کی حیثیت کو بلند کرنے۔ حفظان صحت کے اصول بتلانے اور

تمام بنی نوع انسان کے لئے دلوں میں رشتہ اتحاد اور محبت کے جذبات بھرنے اور ایک جمہوریت
کو قائم کرنے کے لئے جس پر آج تک کوئی بھی گوئے سبقت نہیں لے سکا حضرت رسول اکرمؐ کو
بمع جملہ صفات کے پیش کرنا چاہئے +

اغراض بالا کے لئے ضروری ہے - کہ ایک سستی سے سستی ایڈیشن قرآن مجید کی شائع کیجائے -
اور مقدمۃ القرآن میں آپ کی تصنیف کردہ (The Ideal Prophet) اسوۂ انبیاء بھی شامل کیجائے
اس کے علاوہ اور بھی بہت سے امور قابل توجہ اور تشریح طلب ہیں - اور اس تعمیری سکیم کے ساتھ آپ
کی انگریزی تصنیف The Sources of Christianity ینابیع المسیحیت کو بھی ملا دیا جائے
جو تمام کشتی عیسائیت کے انہدام میں بطور ایک کاری حربہ کے کام دیگی - نشر و اشاعت کا یہ سبھی لٹریچر
بہت ہی سستا ہونا چاہئے - تاکہ غریب سے غریب لوگ بھی خرید کرسکیں - اور اس کی مقدار
اشاعت نہایت ہی وسیع پیمانہ پر ہونی چاہئے -

لندن میں تعمیر مسجد کی تجویز سے فی الحقیقت ایک عظیم الشان سکیم ہے - اور اس کو
عملی جامہ پہنانے کے لئے تیز گامی کی ضرورت ہے - خصوصاً جبکہ برلن
اور پیرس والوں کو مسلم مؤذنوں کی اذانیں سننے کا فخر حاصل ہے - مجھے یہ سن کر
اور بھی مسرت ہوئی - کہ سرکار دکن نے اس کار عظمے کی تکمیل کے لئے پانچ لاکھ روپیہ
کا عطیہ خسروانہ عطا فرمایا ہے - امید کامل ہے - کہ یہ فنڈ بہت جلد ایک لاکھ پاؤنڈ
تک پہنچ جائیگا +

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ اور سعی حسنہ کو بار آور فرمائے - میں جو انبساط و مسرت
ان روح افزا خبروں سے محسوس کر رہا ہوں وہ حیطہ تحریر سے باہر ہے - ایسے
مواقع پر یہ نہایت ہی ضروری ہے - کہ آپ کی صحت بہت ہی اچھی ہو - اللہ تعالیٰ
آپ کو صحت کامل عطا فرمائے - یہ ایک مہتم بالشان کام ہے - اور ساتھ ہی بڑی بھاری فداکاری
محنت اور کاوش کا بھی ہے - اس کے لئے بڑے بھاری صبر و استقلال ہمت و جرأت
اور عزم بالجزم کی ضرورت ہے +

ووکنگ مسلم ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سولھواں سال ہے۔ فضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس مولو بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور سیجا ہی سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آوے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر بھینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کیلئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

رسالہ اشاعتِ اسلام اُردو

یہ رسالہ شہرہ آفاق رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس میں تمام ادیان باطلہ کے زہر کا تریاق ہوتا ہے تصوف و روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نومسلمین کے مضامین کا اس میں ترجمہ ہوتا ہے حالات حاضرہ پر تنقیدی نظر کی جاتی ہے۔ مسئلہ اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے قرآن کریم کی تفسیر بھی ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ شدھی سنگھٹن کی تحریک کا علاج و انسداد ہر ماہ نومسلمین مع رنگ کے فوٹو شائع کئے جاتے ہیں۔ رسالہ چندہ ہندوستان کیلئے للعہ۔ جملہ امور کے متعلق خط و کتابت و ترسیل زر بنام خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے +

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید سے الاسلام - -	عہ/	معالجۂ اسلام - - -	۹/	اُم الالسنہ - - - -	۱۲/	پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمے	۱/
رازِ حیات یا انجیل عمل - -	۵ہ/	مکالمات الٰہیہ - - -	۱۰/	براہین نیرہ - - - -	۱۲/	اسلامی نماز دعاؤں پر مسیحی اعتراضات	۱/
سلک مروارید - - -	۴ہ/	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - -	۱۲/	اسلام اور علوم جدیدہ	۴/	اسلام اور مسیح کا فلسفہ - -	۲/
خطبات غربیہ - - -	۱۲/	لمعات انوار محمدیہ - -	۴/	یسوع کی الوہیت - -	۴/	صلوات حضرت ابن مریم	۲/
مقصودِ مذہب - - -	۳/	مذہب محبت	۵/	روحانیت فی الاسلام - -	۱۲/	دنیا کے مشہور مذاہب ثلاثہ - -	۵/
ضرورت الہام - - -	۱۲/	تبرات عالم کا مذہب - -	۵/	ہستی باری تعالیٰ - -	۶/	تفسیر سورۂ فاتحہ - -	۲/
ینابیع المسیحیت - - -	۲ہ/	اسوۂ حسنہ - - -	۶/	پیام اسلام - - -	۸/	حجرۂ نبوی - -	۲/
						تصاویر مسیح ...	۱۰/

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت عہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

التماس درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

سنہ ۱۹۲۸ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام منشی عزیز الدین پرنٹر چھپ کر شائع ہوا

مسلم مشن ووکنگ انگلستان

مشن گزشتہ سولہ سال سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کی زیر نگرانی مسجد ووکنگ (انگلستان) سے
یورپ میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ یورپین احباب و خواتین حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں
ہزاروں کی تعداد میں اسلامی انگریزی کتب و رسائل کی اس مشن کے ذریعہ مفت نشر و اشاعت ہو چکی ہے۔ اس مشن نے انگریزی ادبیات
کا بیشمار ذخیرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس مشن کی ماہواری یا یکمشت امداد بہترین اسلامی خدمت ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے
شائع ہوتا ہے۔ اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ میں اور لائبریریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اس میں تعلیم الاسلام کو
نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نومسلم احباب کے بھی اس میں مضامین درج
ہوتے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے۔ اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نومسلمین کے
گروپ کا فوٹو شائع ہوتے ہیں۔ جو مشن ووکنگ کے ذریعہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں۔ رسالہ کا چندہ ۷ھ ہندوستان میں ہے +

مسلم لٹریری ٹرسٹ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق لقابہ (نومسلم) جناب عباس علی بیگ صاحب سابق
ممبر انڈیا کونسل، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں۔ اس ٹرسٹ کی غرض و غایت
انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا۔ اس کی طباعت اور پھر اس کی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت
کرنی ہے۔ اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے
ذریعہ پہنچانا ہے۔ اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے۔ جو از حد مقبول ہوئی
ہیں۔ اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے۔ اس ٹرسٹ کی کتب
خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

آج کل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طبع ہے۔ اس کے علاوہ شہرہ آفاق کتاب

آسمانی بادشاہت اور اس کا چارٹر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے۔ اور اس کا برانچ آفس عزیز منزل
برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے +

THE IMÁM READING HIS 'ÍDU 'L-AZHA (1346 A.H.) ADDRESS

(*NOTE: The upper part of the illustration represents the congregation on the right of the Imám and the lower one that on the left.*)

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۴) بابت ماہ اگست ۱۹۲۸ء مطابق ماہ صفر ۱۳۴۷ھ نمبر (۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ۔ اگست سنہ ۱۹۲۸ء

شذرات

ووکنگ میں عید الاضحیٰ اس رسالہ کے ساتھ ووکنگ کی عید الاضحیٰ کی تصویر شائع کیجاتی ہے جو امسال ۳۰ مئی سنہ ۱۹۲۸ء کو بروز بدھ منائی گئی۔ اس تصویر میں امام مسجد ووکنگ مولوی عبد المجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی عید کا خطبہ دے رہے ہیں تصویر کے اوپر کا حصہ نمازیوں اور سامعین کا وہ حصہ ہے۔ جو امام کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔ اور نچلا حصہ وہ ہے جو بائیں ہاتھ بیٹھا ہے۔

ووکنگ کا یہ مجمع ہر سال دنیا کے اسلام کے آگے اس حقیقت کا ایک زندہ ثبوت پیش کر دیتا ہے کہ اسلام آج اس غربت کے زمانہ میں بھی دنیا کی مہذب ترین اقوام کو اپنا حلقہ بگوش بنا سکتا اور دیگر ادیان اور عقاید باطلہ پر نمایاں فتوحات حاصل کر سکتا ہے۔ وہ لوگ جن کو اب تک اس بات کا یقین نہیں کہ خواجہ کمال الدین ایدہ اللہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں نے انگلستان کے اندر انگریز نو مسلمین کی ایک خاصی جماعت پیدا کر دی ہے جو اسلام کے ساتھ دلی عقیدت اور اس کے لئے غیرت رکھتے ہیں۔ وہ لوگ عمداً یہ ووٹ اس حقیقت کے چہرہ پر نقاب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ اس پاک نفس انسان نے اپنے ذاتی مفاد کو اسلام کے لئے ہر طرح سے قربان کیا۔ یہاں تک کہ اپنی صحت کو بھی گنوا لیا جو دنیا میں یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں۔ کہ ووکنگ میں کوئی اسلام کی تبلیغ نہیں ہوتی۔ اور مسلمانوں کا جسقدر روپیہ وہاں جاتا ہے وہ ضائع ہو رہا ہے۔ وہ اس مجمع کو جو سال میں دو دفعہ ووکنگ میں نظر آتا ہے غور کی نگاہوں سے دیکھیں ا

بتائیں کہ اس قدر کثیر التعداد انگریز مسلمانوں میں کس طرح آکر شامل ہو گئے۔ کیا یہ کوئی فرضی تصویر ہے جو حضرت خواجہ صاحب اور ان کے حامیوں نے بنالی ہے؟ ان تصاویر میں کئی ایک ہندوستانی بھی ہیں۔ جو انگلستان میں بغرض تعلیم یا کسی اور ضرورت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ کیا ان کی شکلیں بھی فرضی اسمیں بنالی گئی ہیں۔ جاؤ اور ان سے دریافت کرو۔ کہ ووکنگ میں کیا ہوتا ہے۔ اور عید کا مجمع اسلام کی نصرت و کامیابی ووکنگ مسلم مشن کی کامیاب مساعی تبلیغ کو کس قدر صراحت کے ساتھ واضح کرتا ہے۔

ووکنگ کی عید اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں ایک عجیب کیفیت رکھتی ہے۔ وہ شاندار اور دلکش نظارہ جو خانہ کعبہ کے پاک اور مقدس مقام پر ہر سال دیکھنے میں آتا ہے اس کی اجمالی اور جھلکتی سی تصویر دیکھنی ہو تو ووکنگ میں جا کر دیکھو جہاں دنیا کی تمام اقوام کے ادنےٰ و اعلیٰ مسلمان ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اخوت و مساوات انسانی کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ہندوستانی۔ مصری۔ عرب۔ ترک۔ کاکیشین۔ کرد۔ ایرانی۔ افغان۔ ملائی اور یوروپین اور انگریز مسلمان بلا امتیاز قومیت و رنگ اس طرح سے باہم ملتے اور ایک ہی صف میں اس خدائے واحد کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ کہ گویا ایک ہی خاندان کے مختلف افراد ہیں۔ فی الحقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے تو تمام نسل انسانی کی اصلیت ایک ہی ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ درحقیقت ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اسلام جہاں تمام امتیازی خصوصیات کو دنیا سے مٹانا چاہتا ہے جو آج ملکی اور جغرافی حدود اور آب و ہوا کے اثر نے پیدا کر دی ہیں۔ اور جس نے نسل انسانی کو مختلف قوموں کی شکل میں تقسیم کر کے دنیا میں ایک ہولناک قومی و وطنی جنگ برپا کر رکھی ہے۔ توحید کا وہ شاندار سبق لے کر آیا۔ جو ایک خدا کی تعلیم دیتا اور اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انسانوں کو ایک رشتہ اخوت میں منسلک کرتا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے دنیا میں اعلان کیا ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا۔ خدا وہ ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے تمہارا جوڑا پیدا کیا۔ گویا امیر و غریب شاہ و گدا عالم اور جاہل مرد اور عورت اسلام کی نظر میں سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اسی یکسانیت اور مساوات کو نمازوں اور حج کی شکل میں عملاً واضح کیا ہے ووکنگ میں یہ نظارہ روزانہ نمازوں اور جمعہ میں تو بہت کم لوگوں کو نظر آتا ہے لیکن عیدین کے موقع پر اکثر آنکھیں اس کو دیکھتی ہیں۔ اور مغربی تہذیب کی تفرقہ پردازیوں پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتی ہیں۔ یہ نظارہ

ان کے لئے بہت ہی دلچسپ ہوتا ہے۔ جو بسا اوقات بہت سی طبائع کو اسلام کی طرف کھینچ لیتا ہے +

مئی کا مہینہ انگلستان میں برفباری کا مہینہ ہے۔ اس موسم میں کھلے میدان میں لوگوں کا اکٹھے ہونا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ووکنگ کی وہ روایات جو کھلے میدان میں نماز عیدین سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہمیشہ نمازیوں کے دلوں میں یہ تمنا پیدا کرتی ہیں۔ کہ موسم اس موقعہ پر خراب نہ ہو۔ تاکہ وہ کھلے میدان میں نماز پڑھ سکیں۔ اس سال مئی کے مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تمناؤں کو پورا کیا۔ اور اس دن مطلع غیر معمولی طور پر صاف ہو گیا۔ یہاں تک کہ سورج جو شاذونادر ہی سال کے اس حصہ میں نظر آتا ہے اپنی پوری تیزی کے ساتھ چمکنے لگا۔ جس کے ساتھ ٹھنڈی ہوائیں اس کی تابانی کو کم کر رہی تھیں +

تقریباً تین سو آدمی اس مجمع میں شریک تھے۔ جو اس لحاظ سے ایک بہت بڑی تعداد ہے کہ اس سے دو دن پیشتر ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء کو وہٹ سنڈے بینک ہالیڈے کی تعطیل ہو چکی تھی۔ اور بدھ کا دن مصروفیت کا دن تھا +

نماز ساڑھے گیارہ بجے شروع ہوئی جس کے بعد مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے نے ایک مختصر لیکن جامع خطبہ میں اس اخلاقی طاقت پر خاص طور پر زور دیا جو حج کے اندر مضمر ہے۔ اور جو کہ آنحضرت صلعم کی پیغمبرانہ حیثیت کو واضح کرتی ہے۔ اسلام نے فی الحقیقت تمام مذاہب اور ان تمام سیاسی اداروں پر مذہبی رنگ میں رنگین ہیں مجلسی مسائل کے حل میں نمایاں خصوصیت رکھتا ہے۔ مجلسی ترقی کی دوڑ میں بھی وہ ویسا ہی سب سے آگے ہے۔ جیسا کہ انسانی سوسائٹی کے مختلف عناصر کو مجتمع اور جذب کرنے کی زبردست طاقت رکھتا ہے۔ اور عہد حاضرہ کے ان مغربی علمبرداران صلح و امن کے لئے ایک نمونہ کا کام دے سکتا ہے جو انجمن اقوام کی پیش کردہ شاہراہ عمل پر گامزن ہونا چاہتے ہیں +

نماز کے بعد اس وسیع شامیانہ کے نیچے جو کھانے کے لئے مخصوص تھا سب حاضرین کی تواضع مشرقی طرز کے کھانے سے کی گئی۔ جو سادہ انگریزی کھانوں کے تسلسل میں ایک نہایت لذیذ تغیر پیدا کرنے کا باعث ہوا +

لندن میں مسجد کی ضرورت

لندن مذاہب مختلفہ کا مرکز بن رہا ہے

لندن اگر آج ایک طرف سیاسی طور پر عالمگیر توجہ کا جاذب ہے۔ تو مذہبی پہلو سے بھی یہ مقام کچھ کم موجب کشش نہیں۔ لندن میں متبائن و متضاد خیالات کے لوگوں کی بود و باش ہے۔ اور ان میں کا ایک کثیر حصہ اپنے اپنے معتقدات میں تریباً متزلزل و مذبذب ہے۔ اور یہی ضعیف الاعتقادی آئے دن لندن میں نئے نئے خیال کے فرقے و پیرو پیدا کر رہی ہے لندن کہیں دہریوں و متشککین کا مسکن ہے۔ تو کہیں تھیاصوفسٹ و رُوحوں سے باتیں کرنے والوں کا مرکز و مرجع۔ الغرض یہ کہ کئی نادر الخیال فرقے اسمیں بستے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک گروہ اس امر کے لئے شبانہ روز کوشاں ہے۔ کہ کسی طرح تمام اہالیان لندن کو اپنا ہمخیال بنا لے دنیا کے موجودہ مذاہب مختلفہ میں کوئی بھی ایسا قابل ذکر مذہب و خیال اس وقت نہیں۔ جس کی لندن میں شاخ نہ ہو +

اہل لندن کے معتقدات خواہ کچھ ہی ہوں لیکن ان کا آبائی مذہب نصرانیت ہے بظاہر اہل لندن عیسائی ہیں ان کے سر بفلک عالیشان کلیسے و گرجے تعمیرات لندن کا وقار بڑھائے ہیں یہود مدت مدید سے اسمیں بستے ہیں۔ انکے رفیع الشان صومعے بھی ان کی مذہبی عمارتی خوبصورتی کا موجب ہیں۔ آج سے تیس سال پیشتر موجودہ علیا حضرت بیگم صاحبہ کی والدہ ماجدہ صاحبہ مکرمہ علیا حضرت شاہجہان بیگم والیہ بھوپال نے مسجد ووکنگ تعمیر فرمائی جس نے آج ایک عظیم الشان اسلامی مشن پیدا کر دیا +

مسجد ووکنگ کے بعد عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالفعل لندن میں ایک مہتم بالشان مسجد کی تعمیر کے لئے کوشاں ہیں۔ اور آپ کی بے لوث کوششیں بہت حد تک اس امر میں مثمر بھی ہو چکی ہیں مسلمانوں کی دیکھا دیکھی آج سے کچھ عرصہ پیشتر ہندوؤں نے بھی لندن میں مندر تعمیر کیا۔ جس کا تخمینا غالباً ۵ یا ۴ لاکھ روپیہ تھا۔ اور اسکی تحریک کسی ہندو والئے ریاست نے کی تھی۔ اس کے ساتھ ہندو طلباء کے لئے اقامت گاہ کی تعمیر کی بھی تجویز تھی +

حال ہی میں یہ بھی خبر آئی ہے کہ بدھ مت والوں نے بھی لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی زمین لندن

میں خرید کر لی ہے۔ تاکہ لندن کو اپنے دھرم کے پرچار کا مرکز بنائیں +

عجب بات ہے۔ کہ ان مذاہب مختلفہ کے پیش نظر تو کوئی بھی تبلیغی نصب العین نہیں برادران وطن تو فقط تعمیر مندر میں + اپنے نوجوانوں کو انگلستان میں اپنے آبائی مذہب پر قائم۔ اپنی روایات۔ اور ہندو جذبات کے استحکام کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسی لئے اس قدر زر خطیر انھوں نے مندر پر خرچ کر ڈالا ہے لیکن ہمارے سامنے تو اشاعت و تبلیغ جیسا اہم فرض ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی گذشتہ کامیابی کچھ کم حوصلہ افزا نہیں۔ اب جس قدر اور وسائل و ذرائع ہم اختیار کرینگے وہ سب کے سب تبلیغ اسلام کے لئے مدد و معاون ہونگے۔ اور ان سے نومسلمین کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور اسلام تمام یورپ میں ہر دلعزیز و موجب کشش ہو جاویگا۔ اور مسلمانوں کے متعلق تمام یورپ میں ایک سادہ ارادتہ فضا پیدا ہو جاویگی۔ الغرض یہ کہ لندن میں مسجد کی تعمیر اشاعت اسلام کا بڑا بھاری ذریعہ ہوگی +

گذشتہ چند سالوں میں کس قدر مسلم روپیہ بے ثمر امور پر صرف ہو گیا۔ کاش ابھی مدمیں مسجد بنا تا بھی آجاتا ہے کہ دن مسلم بھائی جذبہ حسنات میں آکر ان شہروں اور قصبوں میں مساجد تعمیر کراتے ہیں جن میں کثرت سے مساجد ہیں۔ کاش! وہ لوگ اس ثواب کو لندن میں تعمیر مسجد کے کام میں حصہ لے کر کمائیں لندن میں تعمیر مسجد کی اہمیت پر تو سطور بالا میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اور قضا و قدر نے اسکی تعمیر کے سامان بھی بہت حد تک کر دیئے ہیں۔ خدا کرے کہ باقی ماندہ سکیم بھی جلد تر عملی جامہ پہن لے۔ کیونکہ مجوزہ مسجد جس قدر بھی جلد بنیگی۔ وہ اسلام کے متعلق جملہ تبلیغی کوششوں کو بہت جلد مثمر کر دیگی +

مسجد ووکنگ نے اگر تیس سال مقفل رہ کر آج ایک مقبول عام اسلامی مشن پیدا کر دیا ہے۔ اور کئی نومسلم انگریز بزرگ اور قائم الصلوٰۃ بنا کر اپنی طرف کھینچ لئے ہیں۔ تو لندن کی مسجد جہاں پانچوں وقت نماز گاہ ہوگی۔ کیوں نہ یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا منظر ہماری آنکھوں کو دکھائیگی۔ مسجدیں بنانا شعار اسلامی ہے۔ اسلئے سب مسلم بھائیوں کو اس سکیم کی تکمیل کے لئے سرتوڑ کوشش کرنی چاہئے۔

اخبار مسلم اوٹ لک لاہور میں مسجد نظامیہ لندن کے ٹرسٹیوں کی بحث

معاصر مسلم اوٹ لک لاہور کے کالموں میں گذشتہ ماہ مجوزہ مسجد نظامیہ لندن کے ٹرسٹیوں کے متعلق ایک عجیب بحث ہوئی ہے۔ اور اس کے متعلق جو جوابات سکرٹری صاحب نظامیہ مسجد لندن نے دیئے

ہیں۔ وہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کئے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مجوزہ ٹرسٹی آنرکار ایک ٹی اکیڈٹ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے آلہ کار بن جائیں گے ٹرسٹیوں کی حیثیت دیکھنے سے یہ خیال ایک مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے خیالات کا اظہار کرنیوالے گویا ان بزرگوں کی عزت پر حملہ کر رہے ہیں اور ان کو جناب خواجہ صاحب کے ہاتھ میں محض کٹ پتلی خیال کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ان امور کو بھی چھوڑ دیا جائے تو جو بات یہ معترضین نہیں سمجھتے ۔وہ یہ ہے کہ مسجد مذکورہ کے ٹرسٹی وہ ہونے چاہئیں ۔ جو لندن میں مستقل طور پر رہیں۔ اب یہ امر دیکھنا ہے۔ کہ لندن میں کس قدر مسلمان اصحاب مستقل سکونت والے ہیں۔ جو ٹرسٹی بننے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ لندن کوئی مسلمانوں کی آبادی نہیں طالبعلموں کے علاوہ معدودے چند مسلمان ہیں جن میں ٹرسٹی بننے کی اہلیت ہے ۔جو تعداد میں دس بھی نہیں ۔وہی ٹرسٹی بن سکتے ہیں۔ اس امر کی اس سے تصدیق ہوتی ہے۔ کہ لندن میں جب کوئی اہم کام ہوا ۔ اس کی مجلس کے وہی ممبر بنتے۔ آج تیس سال ہوئے جب مسجد لندن کی منتظمہ کمیٹی بنی ۔ تو اسمیں بمشکل نصف درجن مسلم مقیم لندن اور باقی کل غیر مسلم تھے۔ ان میں سے بھی ایک فوت ہو گیا ۔ اور دوسرے بقید حیات ہیں۔ لیکن ضعیفی کے باعث پہلے کاموں سے بھی مستعفی ہو چکے ہیں +

اسکے بعد جب ریڈ کریسنٹ سوسائٹی سید امیر علی صاحب[۱۵] بناتے ہیں ۔ تو اس کے بھی یہی ممبر ہوتے ہیں پھر جب پچھلے سال سید صاحب نے لندن مسجد کا ٹرسٹ بنایا ۔ تو اس کے ٹرسٹی بھی یہی ہو گئے جو پہلے ممبر تھے ۔ ان میں ایک بھی نیا آدمی نظر نہیں آتا +

جب سنہ ۱۹۱۱ء میں عباس علی بیگ صاحب نے مسجد ووکنگ کا ٹرسٹ بنایا ۔ تو پھر انہی نصف درجن مسلمانوں میں سے تین ٹرسٹی بنائے۔ آخر ٹرسٹی تو لندن میں سے بننے ہیں ۔ کیوں صاف طور سے نام نہیں لیا جاتا ۔ کہ فلاں شخص کو بنا ؤ اور خواہ مخواہ ذاتیت پر بیجا بیدا بحث کی جاتی ہے ؟

مذکورہ بالا ٹرسٹیوں کی بحث چھیڑنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض اصحاب کو شاید امید کے برخلاف ناامیدی کا سامنا کرنا پڑا ۔ اس لئے یہ تمام ذاتیات پر حملے ہو رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی نیک کام اتفاق سے تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

---

[۱۵] شذرات کے سپرد قلم کر دینے کے بعد ۳ اگست سنہ ۱۹۲۸ء کو لندن کا ایک برقی پیغام سید امیر علی صاحب کے انتقال کی پُر ملال خبر سناتا ہے ۔ سید صاحب مرحوم کے حالات زندگی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کر دیئے ہیں + خواجہ عبد الغنی

حضرت خواجہ صاحب کو بدنام کرنے اور مسلم مشن ووکنگ کی کامیاب تحریک کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوشش

مسلم مشن ووکنگ کی پبلسٹی پالیسی پر سرسبز تحریک کو ملیامیٹ کرنے اور اسی ضمن میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات کو بدنام کرنے کے لئے جو منصوبہ بازی کی گئی۔ اور جو فتنہ اخباری دنیا میں برپا کیا گیا۔ اس کی حقیقت آخرکار کھل گئی۔ اس تمام فتنہ کے پس پردہ ایک منظم سازش تھی۔ جو انشاءاللہ عنقریب مشتہر کی جائیگی۔

مقام حیرت ہے۔ کہ ایک شخص سولہ سال سے ایک کام کر رہا ہے۔ اور ہزارہا روپے اس کے ذریعہ سے آتے ہیں۔ اور ایک بھی شخص اتنی طویل مدت میں اس کی امانت و دیانت پر حملہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے کام کو ہر طرف بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے۔ اگر معترضین کی نگاہ میں اس طویل مدت میں اس کے طریق کار میں کوئی لغزش تھی۔ تو اُن کا قومی فرض تھا۔ کہ اسی وقت اس کے قومی اعتماد کے پیراہن کو صد چاک کر ڈالتے۔ اور اُس پر عزت و اقتدار کا دروازہ بند کر دیا جاتا۔ تاکہ وہ نصرت و کامیابی جو آج اُسے حاصل ہوئی ہے۔ اور جو کسی کی آتش حسد و کینہ کو بھڑکا رہی ہے اُسے نصیب نہ ہوتی۔ اور اس سے وہ محروم رہ جاتا۔ وجہ نہ معلوم کہ کیوں اس کے شخصی اثرات سے بالاتر ہو کر اس وقت تک اس سے شدید محاسبہ نہیں کیا گیا۔ اور اس کی لغزشوں پر شدید گرفت نہیں کی گئی +

مقام استعجاب ہے۔ کہ ایک شخص گذشتہ سولہ سال سے تو بقول معترضین غبن پر غبن کر رہا ہے۔ اور یہ سب کے سب خاموش اور پردہ داری کر رہے ہیں۔ کیوں دردمند معترضین نے آج تک لبوں پر مہر سکوت لگا کر ایک قومی اخلاقی و اسلامی فرض کو ادا نہ کیا۔

لیکن حضرت خواجہ صاحب کے خلاف اس آتش تنفر و بدظنی کو مشتعل کرنے کے اسباب اہل البصیرت سے مخفی نہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب کو ایک ہی وقت کئی قسم کے بیجا و ناروا حملوں کا ہدف بنانا۔ ایک منظم سازش کا پتہ دیتا ہے۔ اور اب جو یہ سازش کھل گئی۔ تو اس کے اسباب سمجھنے بھی مشکل نظر نہیں آتے۔ خصوصاً جبکہ حالات و واقعات پر بنظر تعمق غور کیا جاوے۔

ان باتوں پر غور کرتے وقت یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ عالیجناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ کے ولایت واپس جانے کے بعد ہی یہ اخباری فتنہ کیوں برپا ہونا شروع ہوا۔ اس پر

بشرط ضرورت ہم بعد میں روشنی ڈالیں گے۔ اس وقت صرف اتنا عرض کرتے ہیں۔ کہ ذاتی عناد اور بغض کی حالت یہاں تک بڑھ گئی ہے۔ کہ بعض احباب نے سچائی کو بھی ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔

گر تو نمے پسندی تغیر کن قضا را

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے مسلم لٹریری ٹرسٹ کے زیر اہتمام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی اَن تھک و سر توڑ کوششوں کو۔ افریقہ میں۔ ان کے وہم و گمان سے بڑھکر مثمر کر دیتا ہے۔ پھر لندن میں مسجد کا کام بھی ٹرسٹ مذکورہ کی طرف سے ہی شروع ہو کر ایک حد تک کامیابی کا منہ دیکھ لیتا ہے الغرض یہ کہ ان دو مقدس کاموں کی کامیابی حاسدوں کے دبے ہوئے کینہ و رقابت کی آگ کو سُلگا دیتی ہے۔ اور وہ اس خداداد کامیابی پر پیچ و خم کھا کر اور غیظ و غضب میں آکر اپنی انگلیوں کو کاٹتے اور دبی ہوئی کدورتوں کا اظہار۔ کوتاہ ہتھیاروں سے کرتے۔ اور حضرت خواجہ صاحب پر اتہامات کی بوچھاڑ کر کے ایک سرسبز و کامیاب تحریک (مشن ووکنگ) کو نقصان عظیم پہنچانے کی ٹھان لیتے ہیں۔ ہم ان جملہ معترضین کی اس قلبی سوزش و جلش کا علاج موتوا بغیظکم کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں +

مہربانو! حضرت خواجہ صاحب کی یہ نصرت و کامیابی تو فضل خداوندی ہے۔ اس کے سامان تو قضا و قدر نے پیدا کئے۔ اس میں حضرت خواجہ صاحب کا کیا دخل۔ اس کے لئے انہوں نے کوئی تہاصبح و جہد کی نہیں۔ یہی نصرت کامیابی اُن کے اخلاص، خلوص محض، صداقت، امانت و دیانت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عاملین کے اجر کو کبھی بھی ضائع نہیں کیا کرتا۔ اور اپنے نیک بندوں کے اخلاص بھرے اعمال کو کبھی رائیگاں نہیں کیا کرتا۔ اس خداداد نصرت پر خدا معلوم خواجہ صاحب کو کیوں کسی ذاتی عناد کی بنا پر ہدف بنایا جاتا ہے۔

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ مجوزہ مسجد لندن کا کُل کا کُل کاروبار جیسا کہ معاصر مسلم آؤٹ لک لاہور لکھتا ہے حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ پھر اسی ضمن میں خواجہ صاحب کو ووکنگ کے متعلق جی بھر کے کوسا جاتا ہے۔ اور اُن پر لاتعداد حملوں کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ سیتہ تمام ثبوت

خود بول رہے ہیں کہ لکھنے والوں کی اصلی منشا کیا ہے +

ہاں اسی سلسلہ کی ایک دلچسپ کڑی یہ بھی ہے کہ جب حضرت خواجہ صاحب ایک مہلک مرض میں مبتلا تھے تو یہ سمجھا گیا کہ اب تو یہ چند دن کا مہمان ہے آج نہیں کل مرا۔ خود بخود تمام بنا بنایا کام اس کے ہاتھ سے نکل جاویگا۔ لیکن جب اخیر مئی میں حضرت خواجہ صاحب کے درد مند ڈاکٹر دوستوں نے جنہوں نے نہایت اخلاص محبت و دردمندی سے اُن کا علاج کیا۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی بیماری نے اُنھیں نیم جاں کر رکھا تھا۔ اور کان ہی میں سے جب جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے یکے بعد دیگرے بڑی محنت سے معائنہ کیا۔ تو اُن کی خوشنودی کی کوئی حد نہ رہی جب انھوں نے اعلان کیا کہ حضرت خواجہ صاحب خطرہ سے نکل گئے۔ اور اب صرف کمزوری باقی ہے۔ اس اعلان نے بہت سی کمروں کو توڑ دیا۔ اور اس اعلان کے صرف دس دن بعد ہی حملوں کی بارش شروع ہو گئی۔ کیونکہ جسے وہ قبر کی طرف جاتا دیکھتے تھے وہ خداتعالیٰ کے محض فضل سے زندہ ہو گیا۔ اور پھر مخالف کیمپ کوتاہ ہتھیاروں پر اُتر آیا +

ابتدائے قیام مشن ووکنگ سے تا حال مشن کا مالی انصرام کن کن ہاتھوں میں رہا

چونکہ انہی اوراق میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے دو اہم مضامین موضوع بالا پر ہیں اس لئے ذیل میں ہم خلاصتہً۔ ناظرین کرام کے تسہیل فہم کے لئے اُن اصحاب و جماعت کے اسماء گرامی درج کر دیتے ہیں۔ جنکی زیر تحویل اس کا مالی انصرام رہا۔ و نیز ان اصحاب کے اسمائے گرامی بھی درج کئے جاتے ہیں۔ جو ابتداء سے ۱۹۱۳ء سے آج تک مشن و ووکنگ ریویو کے انگلستان میں انچارج رہے ہیں۔ اور جن کے ہاتھوں میں وہاں کا مالی انتظام رہا ہے تاکہ مضامین مذکورہ کے سمجھنے میں قارئین رسالہ کو آسانی ہو +

نمبر	سنہ	ماہ	سال	زیر تحویل و سرپرستی
۱	از دسمبر ۱۹۱۳ء تا نہایت نومبر ۱۹۱۹ء	۱۰	۶	مکرم معظم جناب شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویرہوس لاہور
۲	دسمبر ۱۹۱۹ء دسمبر ۱۹۲۵ء	۱	۶	احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور
۳	سال ۱۹۲۶ء	۰	۱	کمیٹی مشتملہ تین اصحاب
۴	ابتدائے ۱۹۲۷ء تا نہایت جولائی ۱۹۲۸ء	۷	۱	احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ابتداء سنہ ۱۹۲۷ء میں جب مشن ووکنگ و اسلامک ریویو انجمن مذکورہ کے حوالہ کیا تو خواجہ صاحب موصوف نے بہ استثنائے بقیہ رقم سنگاپور؎ و ریزرو فنڈ مشن؎ جملہ فنڈز متعلقہ مشن و ریویو کے حسابات جاریہ انجمن مذکورہ کے حوالہ کر دیئے۔ ان دو رقوم کے نہ حوالہ کرنے کی وجوہات پر حضرت خواجہ صاحب نے صفحات ۳۴۴ لغایت ۳۵۹ رسالہ ہذا میں پوری پوری روشنی ڈالی ہے۔ ہر دو رقوم مستقل طور الگ مشن تک حضرت خواجہ صاحب کے پاس رہتی تھیں۔ اور جن دیگر فنڈوں کی طرف اخباروں میں اشارہ کیا گیا ہے ان کا قطعاً قطعاً کوئی تعلق مشن و ریویو سے نہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی ذات کو ان فنڈوں سے بجز ٹرسٹیوں میں سے ایک ہونے کے اور کوئی تعلق نہیں۔ ان فنڈوں سے ہماری مراد مسجد نظامیہ لندن اور مسلم لٹریری ٹرسٹ فنڈ ہے۔ ان فنڈوں پر حضرت خواجہ صاحب کا واحد تصرف نہیں۔ ان فنڈوں میں کوئی بھی ٹرسٹی دیگر ٹرسٹیوں کی کثرت رائے کے بغیر ایک کوڑی تک بھی نہیں نکال سکتا +

ابتدائے سنہ ۱۹۲۷ء میں جب حضرت خواجہ صاحب نے مشن و ریویو کو دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد کیا۔ تو آمد مشن و ریویو متعلق دفتر لاہور (ہندوستان) خزانہ انجمن میں جو انجمن مشن سے ہی جمع ہونی شروع ہو گئی۔ اور بل اخراجات متعلقہ دفتر لاہور بھی انہی ایام میں باضابطہ محاسب صاحب انجمن کے پاس منظوری کیلئے جانے شروع ہو گئے۔ لیکن دفتر ووکنگ (انگلستان) چونکہ دفتر لاہور سے کوسوں دور ہے۔ اس لئے ان کو ہدایات پہنچنے اور اس پر عمل درآمد ہوتے ہوئے کچھ عرصہ لگ گیا۔ اسکے بعد ان کے بل اخراجات بھی شروع سے ہی باقاعدہ دفتر محاسب انجمن میں پڑتال کے لئے آنے لگ گئے۔ اور آمد مشن و ریویو متعلقہ دفتر انگلستان بھی باضابطہ وہیں انگلستان میں انجمن کے تجویز کردہ بنک میں جمع ہونی شروع ہو گئی جسے انچارج مشن کو بنک سے برآمد کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور آمد کی اطلاع انجمن مذکورہ کو براہ راست بنک سے ملتی رہتی ہے۔

اب ذیل میں ان بزرگوں کے اسمائے گرامی دیئے جاتے ہیں جن کے ہاتھ میں مختلف اوقات میں زمام انتظام مسجد ووکنگ انگلستان رہی ہے۔ اور جن کے ہاتھوں مشن کا خرچ ہوتا رہا ہے +

ستمبر سنہ ۱۹۱۲ء حضرت خواجہ صاحب تبلیغ اسلام کے لئے لندن پہنچے +

۱۔ نومبر سنہ ۱۹۱۳ء لغایت جون سنہ ۱۹۱۴ء ۵ ماہ — ۱ سال جناب خواجہ کمال الدین صاحب

۲۔ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء لغایت نومبر سنہ ۱۹۱۶ء ۵ — ۲ " مولوی صدرالدین "

۳۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء لغایت مارچ سنہ ۱۹۱۹ء ۴ — ۲ " خواجہ کمال الدین "

؎ بقیہ رقم زر سنگاپور کا حساب کتاب اس رسالہ میں صفحہ ۳۴۴ لغایت ۳۵۹ پر درج ہے +

؎ ریزرو فنڈ مشن اس وقت امپیریل بنک آف انڈیا لاہور میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ پڑا ہے +

۴ - اپریل ۱۹۱۹ء لغایت اگست ۱۹۱۹ء ۴ ـــ سال مسٹر بلی دیپی سنگھ انھوں نے فقط چیکوں کو ادا رس کیا

۵ - ستمبر ۱۹۱۹ء لغایت مارچ ۱۹۲۰ء ۷ ـــ ۶ جناب مولوی صدر الدین صاحب

۶ - اپریل ۱۹۲۰ء لغایت نومبر ۱۹۲۱ء ۸ ـــ ۱ ؍؍ مولوی مصطفٰے خاں ؍؍

۷ - دسمبر ۱۹۲۱ء لغایت اپریل ۱۹۲۳ء ۵ ـــ ۱ ؍؍ خواجہ کمال الدین ؍؍

۸ - مئی ۱۹۲۳ء لغایت ستمبر ۱۹۲۴ء ۵ ـــ ۰ ؍؍ مولوی محمد یعقوب خاں ؍؍

۹ - ستمبر ۱۹۲۴ء لغایت اپریل ۱۹۲۵ء ۸ ـــ ۱ ؍؍ خواجہ نذیر احمد ؍؍

۱۰ - مئی ۱۹۲۵ء لغایت جولائی ۱۹۲۵ء ۳ ـــ ۰ ؍؍ مولوی عبد المجید ؍؍

۱۱ - اگست ۱۹۲۵ء لغایت فروری ۱۹۲۶ء ۷ ـــ ۰ ؍؍ خواجہ کمال الدین ؍؍

۱۲ - مارچ ۱۹۲۶ء لغایت جولائی ۱۹۲۸ء ۵ ـــ ۲ ؍؍ مولوی عبد المجید ؍؍

اعتذار

جولائی ۱۹۲۰ء نمبر سے رسالہ کا زیادہ حصہ بیجا حملوں کے جوابات میں جا رہا ہے اور یہ مجبوری ہے قارئین کرام ہمیں معاف فرمائیں۔ کہ ان نمبروں میں رسالہ اسلامک ریویو کا ترجمہ نہیں نکلا۔ جو زیادہ تر ناظرین عظام کی دلچسپی کا موجب ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی انتظام کیا جاویگا +

شکریہ

ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے ہم ہندوستان کے اسلامی جرائد و صحائف کی اُس ہمدردی و وسعت قلبی کا شکریہ ادا کریں۔ جو انھوں نے معترضین مشن کے جوابات دینے کے لئے ہمارے طویل مضامین کو۔ اپنے بیش بہا کالموں میں جگہ دیکر۔ دکھائی۔ ان کا یہ ہمدردانہ رویہ اس جذبہ دینی کا مظہر ہے۔ جو تبلیغ اسلام کے مقدس کام سے انھیں ہے۔ ان بزرگوں نے ایک پھلی پھولی و مثمر تحریک کو ایک بیوجہ کینہ توز سازش و منصوبہ بازی کی وجہ سے پامال ہوتے دیکھنا پسند نہ کیا۔ اور اپنے گرانبہا کالم ہمارے جوابی مضامین کے نذر کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور بیش از پیش خدمت دین و ملت و قوم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ذیل میں اُن معاصرین کے اسمائے گرامی نذر ناظرین کرام کئے جاتے ہیں۔ جنہوں نے ان مضامین

کی اشاعت میں از حد دلچسپی لی ہے۔ سیاست لاہور۔ زمیندار لاہور۔ انقلاب لاہور۔ ہمدم لکھنؤ۔ الجمعیت دہلی۔
مدینہ بجنور۔ ہمدرد دہلی۔ خلافت بمبئی۔ حمایت اسلام لاہور۔ صداقت کانپور۔ ینگ مسلم دہلی۔ الخلیل میرٹھ۔
مسلم اوٹ لک لاہور۔ مشرق گورکھپور۔ کے علاوہ جن دیگر اسلامی جرائد نے انہی مضامین کو اپنے کالموں میں درج
ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اور جن کا ہمیں علم نہیں۔ ان کا بھی ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ان سب نے
ایک اسلامی تحریک کو غلط فہمی و غلط بیانی کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء +

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

گزشتہ ڈیڑھ ماہ کی روزانہ ڈاک کی رو سے اس ہیجان و انتشار کا پتہ چلتا ہے جو محبان صاحب
مشن میں خصوصاً اور عامۃ المسلمین میں عموماً مخالفین مشن کے ناروا حملوں اور نا ملائم اتہامات نے پیدا
کر دیا ہے۔ ہمارے کرمفرماؤں کے خطوط ان کی اس قلبی اذیت۔ بےچینی و بیقراری کا پتہ دے رہے ہیں۔
جو انھیں ان نازیبا حملوں سے ہو رہی ہے۔ ڈاک کا مسلسل تانتا اس امر کا ثبوت دیتا ہے کہ مسلم پبلک
کو مسلم مشن ووکنگ سے گہری دلچسپی ہے اور ان سرپرستان مشن کے درد بھرے خطوط ان کے سچے اخلاص و
ہمدردی کے مظہر ہیں۔ امراء سے طبقہ کثیر نے معترضین مشن کا مشن اور حضرت خواجہ صاحب کو
بدنام کرنے کی لایعنی کوشش اور ان کے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آنے کے فعل شنیع کو نفرت
کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جولائی نمبر جو ایک کثیر تعداد میں شائع کیا گیا تھا ابھی تک اس کی مانگ جاری ہے۔ بعض محبان
مشن نے اس نمبر کی دفتر سے متعدد کاپیاں منگوا کر اپنے حلقہ اثر میں مفت تقسیم کی ہیں
ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلم مشن ووکنگ سے مسلم پبلک کو گہری و شدید وابستگی ہے اور اس کے
روشن دامن پر کسی قسم کے داغ بہ اتہام والزام انھیں دیکھنے سخت ناگوار ہیں +

اس مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) پہلے سے زیادہ دور دراز مقامات تک
متعارف ہو گیا ہے۔ اور عام مسلم پبلک کی اس سے دلچسپی اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ یہ مخالفت مشن کیلئے ابر رحمت ہو گئی ع

اے بسا خیر در کراہت شد

مخالفین نے جو منصوبہ کسی منظم سازش کے ماتحت اس کار خیر کی تباہی کا گانٹھا تھا وہ خاک میں مل گیا۔
اصلی حالات و واقعات کی بےنقابی مشن کی عامہ مقبولیت کا موجب ہو گئی۔ جسے ہم کراہت و کرب سے

محسوس کرنے لگتے تھے وہی ہمارے لئے راحت و خیر ہوگئی حقیقت تو یہ ہے۔ کہ مشن کی غیر محسوس طاقت و عالمگیر محبت کا احساس بھی ہمیں اس آتش مخالفت کے دوران میں ہوا ہے۔ جس نے ہمارے حوصلے اور بھی بڑھا دیئے۔ اور ہماری قوت عمل ان واقعات سے اور حرکت میں آگئی۔ عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم۔

حضرت خواجہ صاحب کے متعلق مدیر سیاست لاہور

ذیل میں اُس نوٹ کو بجنسہٖ درج کیا جاتا ہے۔ جو ووکنگ مشن کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے معزز مدیر سیاست لاہور نے ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء کے مقالہ افتتاحیہ میں سپرد قلم کیا۔ مترجم

"جناب خواجہ کمال الدین صاحب ان چند نفوس میں سے ہیں۔ جن کے خیالات دینی سے مجھے اختلاف ہے لیکن چونکہ یہ اختلاف تعصب پر مبنی نہیں۔ اس لئے مجھے ان کی خدمات کے اعتراف میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ میرے دل میں ان کی بڑی عزت ہے۔ انھوں نے کفرستان برطانیہ میں جا کر صدائے توحید بلند کی اور اگرچہ یہ خود مرزائے قادیان کے پیرو کار ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں۔ کہ خدا نے ان کو فراست و دانشمندی سے اتنا بہرہ دیا ہے۔ کہ لندن میں جا کر اختلافات پنجاب کو پیش نگاہ نہ رکھ سکتے تھے۔ اسلئے کہ اس حالت میں ان کے لئے کام کرنا مشکل ہو جاتا۔ یہ اسلام کسی گروہ کے معتقدات کے بموجب نہیں بلکہ متفق الیہ مسائل کی صورت میں یورپ کے سامنے پیش کر کے کامیاب ہوئے ہیں۔ اور آخر اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے مسلمانوں میں جس قدر اختلاف ہے۔ وہ جزوی مسائل پر مبنی ہے۔ خواجہ صاحب سے مجھے جب بھی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے میں نے انھیں مسلمانوں کے لئے بیچین دیکھا ہے صرف احمدیوں کیلئے مضطرب نہیں دیکھا۔ میں نے مسٹر محمد علی کا خط بجنسہٖ اُن کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اور جواب کا طالب ہوا۔ خواجہ صاحب تو ایک معزز خادم اسلام ہیں۔ لیکن اگر ان کی جگہ کوئی اور صاحب بھی ہوتے۔ تو بھی میرا فرض ہوتا۔ کہ میں ان سے جواب لے کر مراسلت کو شائع کرتا +

لیکن چونکہ وہ ایک اخبار نویس کی جلد بازی سے جناب خواجہ صاحب تکلیف برداشت کر چکے تھے لہذا میرا یہ طریق کار آپ کو بہت پسند آیا۔ اور آپ نے جواب میں سب سے پہلے اسی حقیقت کا ذکر کیا۔"

منقول از سیاست لاہور صفحہ ۲ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۸ء

اشاعت اسلام لاہور - جولائی ۱۹۲۶ء نمبر ۷ کے صفحہ ۲۶۰ کے فٹ نوٹ میں جو اشارہ کسی اخبار کے مدیر کی طرف ہے - اس کے مخاطب ہمارے مکرم مولانا سید حبیب صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور ہی ہیں - جس کا اظہار انھوں نے خود نوٹ فوق میں کر دیا - خ

کھلی چٹھی بنام آرتھر فیلڈ

اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ موعودہ کھلی چٹھی بنام مسٹر آرتھر فیلڈ درج کی جاتی ہے - اس کھلی چٹھی سے مسلم پبلک پر یہ ظاہر ہو چکا ہے (کیونکہ یہ چٹھی کثرت سے اردو انگریزی اسلامی جرائد میں شائع ہو چکی ہے) کہ مسٹر آرتھر فیلڈ کوئی نومسلم نہیں ہیں - بلکہ دہریہ ہیں - اور ہمیشہ سے ہی ہر اسلامی تحریک میں گذشتہ بارہ سال سے روڑا اٹکانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں - اور ان کی پشت پر ایک دو عبد الاغراض نومسلم بھی ہیں

حضرت خواجہ صاحب کے متعلق مدیر اخبار مدینہ بجنور

مسلم مشن ووکنگ کے متعلق جناب فضل الدین صاحب کا ایک مضمون پچھلے دنوں مدینہ میں شائع کیا گیا - جس میں صاحب موصوف نے خواجہ کمال الدین صاحب کے طریق کار اور حسابات مشن وغیرہ کے متعلق چند اعتراضات کئے تھے ایک اسلامی مشن کے دامن پر جو انگلستان جیسے کفرستان میں اشاعت کا مدعی ہو - ہم پسند نہیں کرتے - کہ داغہائے الزام لگیں - اور ان کے دور کرنے سے پہلو تہی کی جائے +

اس مضمون کی اشاعت سے مقصود بھی دفع شکوک و ازالہ شبہات کا سلسلہ جاری کرانا تھا - ہمیں مسرت ہے - کہ خواجہ صاحب نے تین مقالات مولوی عصمت اللہ صاحب سے لکھوا کر ارسال فرمائے ہیں - اس علالت کے عالم میں اس قسم کے تکلیف دہ موضوع پر خامہ فرسائی کے لئے خواجہ صاحب کے مجبور ہونے سے ہمیں دلی ملال ہے +

(بقیہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱۶) مترجم

بلاشبہ صفائی اور وہ بھی اپنی ذات اقدس حسینہ کے متعلق پیش کرنا بڑا ہی ناگوار فرض ہے۔ اسکی پہلی قسط[1] آج پیش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خواجہ صاحب کو صحت عطا فرمائے! اور انھیں اسلام کی سچی خدمت کی توفیق مزید بخشے (مدیر)

منقول از اخبار مدینہ صفحہ ۴ - ۱۷ جون ۱۹۲۸ء

یہ امر موجب مسرت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی صحت باوجود انہماک کثیر کے گذشتہ ماہ سے بہت اچھی ہے ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کامل عطا فرمائے۔ تاکہ آپ پھر اسلامی خدمات کو انجام دے سکیں +

ضروری اعلان

مسلم مشن ووکنگ و رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے متعلق جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ - عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور فرمائیں -
اس کے متعلق بارہا اعلان کیا جا چکا ہے لیکن احباب پھر بھی ترسیل زر بعض اوقات سکرٹری مشن ووکنگ کے نام فرما دیتے ہیں - امید ہے - کہ معطی صاحبان خصوصاً اور عام مسلم پبلک عموماً اس پتہ کو اچھی طرح نوٹ فرمالیں گے -

سکرٹری مشن ووکنگ دفتر لاہور

جزائر فجی سے ایک آواز

اسلامی تبلیغی انجمنیں متوجہ ہوں

جزائر فجی میں مسلمانوں کی آبادی صرف آٹھ ہزار بمقابلہ ہندوؤں کی ساٹھ ہزار کے ہے۔ اور کثیر طبقہ مسلمانوں کا دولت علم سے بے بہرہ ہے۔ مگر ایک قلیل تعداد ایسے مسلمانوں کی بھی ہے کہ جو دیوناگری (یعنی ہندی)

---

[1] اخبار مدینہ بجنور میں حضرت خواجہ صاحب کی تمام مراسلہ اقساط شائع ہو چکی ہیں معلوم

جانتے ہیں۔ ہمارے آریہ ویروں کو خدا ایسے جاہل دے۔ چنانچہ خبریں آرہی ہیں۔ کہ آریہ پرچارک اپنے زہریلے اور نفاق انگیز پراپیگنڈے یعنے اسلام اور بانئے اسلام کے متعلق گندی سے گندی کتابیں اور لٹریچر لے کر جا براجمان ہوئے ہیں ۔ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ایسا مفسدانہ و گندہ لٹریچر مفت تقسیم کر کے وہاں کے نوجوان مسلموں کو مرتد کر رہے ہیں۔ ان جزائر میں نہ تو کوئی تبلیغی انجمن ہے۔ نہ کوئی مبلغ۔ نہ کوئی اسلامی اخبار۔ نہ کوئی قابل مسلم لیڈر۔ اور نہ ہی مسلمانوں کا کوئی سکول ہی ہے۔ صرف چند مسجدیں ہیں۔ جو زبانِ حال سے اپنی زبوں حالی کی نوحہ کناں ہیں۔ اسلئے ضرورت ہے کہ ہمدرد دل رکھنے والا مسلمان اور جملہ تبلیغی انجمنیں۔ ان مسلمانوں کو ارتداد سے بچائیں۔ اہلِ قلم حضرات ہندی میں ایسے ٹریکٹ جو اسلام کے خلاف اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے۔ اس کے محاسن و فضائل پر بھی مشتمل ہوں لکھیں۔ ایسے ہی ہندی اخبارات و رسائل۔ ہندی میں سوانحعمری رسول اکرم صلعم ہندی ترجمۃ القرآن۔ اور اسلام کے متعلق دیگر ہندی[1] کتب جو قارئین کے خیال میں بہتر ہوں کثیر تعداد میں وہاں بھیجدیں۔ آریوں کا وہاں ایک بہت بڑا گوروکل (مدرسہ) ہے۔ اور اب گرل سکول (زنانہ مدرسہ) اور یتیم خانہ بھی بنانا چاہتے ہیں۔ اور کئی مدرسے جاری کر رکھے ہیں۔ یہاں کے چند غیور اور سمجھدار مسلمانوں نے (جو انگریزی زبان بھی بخوبی جانتے ہیں) ایک انجمن **فجی مسلم لیگ** کے نام سے قائم کر رکھی ہے جو اپنے مقدور بھر حفاظت و صیانت اسلام کر رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان ان کی مدد کریں۔ کیونکہ نہ ان کے پاس آدمی ہیں۔ اور نہ ہی روپیہ۔ تمام خط و کتابت اور ترسیل زر بنام President
Fiji Muslim League, Jumma mosque,
Toorak Suva Fiji Islands.

نظامیہ مسجد لندن ٹرسٹ

مراسلہ نمبر ۱

ماخوذ از اخبار "مسلم آؤٹ لک" لاہور مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۸ء

ایک خیال کی تردید

ابھی ابھی مجھے آپ کے افتتاحیہ مورخہ ۲۶ ماہ حال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس میں آپ نے مسجد نظامیہ لندن ٹرسٹ

---

[1] مکرم خواجہ حسن نظامی صاحب مجھے ہندی لٹریچر بھیجنے کی بجائے مطلوبہ لٹریچر پتہ بالا پر براہ راست بھیج دیں ۔

[2] میں نے انگریزی اسلامی لٹریچر ایک کثیر تعداد میں مفت تقسیم کے لئے وہاں بھیجدیا ہے ۔ خواجہ عبد الغنی

کی ہیئت ترکیبی پر اظہار خیال کیا ہے جسکے پڑھنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ یا تو آپکو خبر دینے والا حقیقت حال سے نابلد محض ہے۔ یا اس نے دانستہ غلط بیانی کرکے آپ کو اصل حالات سے بے بہرہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اگر آپ کی بیان کردہ تصریحات واقعی ہوتیں۔ تو بلا شبہ یہ ایک شخصی معاملہ ہوتا۔ اور درحقیقت یہ ایک قابل تحسین امر تھا مگر واقعات اس سے جداگانہ و برعکس ہیں۔

آپ کو غالباً علم ہوگا۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین مدظلہ نے اخبارات میں ایک سلسلۂ مضامین شائع کرایا ہے (جو اردو رسالہ "اشاعت اسلام" لاہور کے جولائی کے پرچہ میں بھی طبع ہو چکا ہے) اسمیں آپنے ووکنگ مشن سے اپنے تعلقات پر مفصل اور سیر کن بحث کی ہے جسکی بیان تردید یا تائید کرنا میرا منصب نہیں بضرور تمند اصحاب براہ راست خواجہ صاحب سے دریافت فرما سکتے ہیں۔ میں جو کچھ لکھونگا محض اپنے ذاتی علم کی بنا پر لکھوں گا +

مسلمان اہل قلم اصحاب کو بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ وہ معاوضہ پر اسلام کے متعلق کتابیں اور مضامین ہماری تحریک کے متعلق لکھیں۔ مگر اس کا نہایت حوصلہ شکن (خاموشی ہی) جواب دیا گیا ہے۔ مسجد نظامیہ لندن ٹرسٹ کے متعلق آپکی معلومات کے لئے ذیل کی تفصیلات لکھتا ہوں

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے دل میں اپنے قبول اسلام کے وقت سے۔ لندن میں تعمیر مسجد کیلئے برابر ایک ولولہ موجود تھا۔ اور جب گذشتہ دسمبر میں عالیجناب لارڈ صاحب ممدوح نے آل انڈیا تبلیغ کانفرنس دہلی کی کرسئی صدارت کو زینت دی۔ تو خان بہادر پیرزادہ محمد حسین صاحب صدر استقبالیہ کمیٹی نے اپنے سپاسنامۂ خیر مقدم کے دوران میں لارڈ صاحب موصوف سے پرزور درخواست کی کہ لندن میں تعمیر مسجد کیلئے فراہمی چندہ کا کام وہ اپنے ذمہ ڈال لیں۔ جس پر لارڈ صاحب معلے القاب نے مسلم لٹریری ٹرسٹ کی زیر سرپرستی شمال مغربی سرحدی صوبہ کا دورہ شروع کر دیا۔ اس دوران میں سرکار نظام خلد اللہ ملکہ نے آپ کو مدعو کیا آپ بنفس نفیس حیدرآباد تشریف لے گئے۔ اور جاتے ہی حضور نظام سے اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے اپیل کی۔ اور جیسا کہ آپ جیسے روشن دماغ بیدار مغز اور خیر خواہ خلق خدا سے توقع تھی۔ آپنے نہایت فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے اس نیک و مقدس مقصد میں اعانت کا وعدہ فرما کر پانچ لاکھ روپیہ کے گرانقدر عطیہ کا اعلان کر دیا۔ اور مناسب سمجھا کہ اس وقت ایک خود مختار اور جداگانہ ٹرسٹ قائم

کردیا جائے چنانچہ ایک دستاویز طیار کرا کے رجسٹری بھی کرادی گئی جس میں نہ صرف اغراض و مقاصد ٹرسٹ کی تشریح ہی بلکہ فرائض و اختیارات ٹرسٹیز بھی اس کے اندر آ چکے ہیں۔ اس ٹرسٹ کو کسی فرقہ یا جماعت سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ٹرسٹ اپنے مفاد کیلئے اسلامی جماعتوں و فرقوں سے بوقت ضرورت اُن سے جلب منفعت ضرور کرسکتا ہے:۔

اسکے ٹرسٹیز حسب ذیل ہیں:۔

(۱) صدر ٹرسٹ رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ
(۲) ہز ہائنس سر آغا خان
(۳) آنریبل نواب لطف جنگ بہادر
(۴) عباس علی بیگ
(۵) خواجہ کمال الدین

علاوہ ازیں رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب۔ لارڈ امپتھل اور لیمنگٹن کو بھی ٹرسٹ میں نشست کے لئے دعوت دیگئی ہے یاد رہے۔ کہ اس دستاویز کی رُو سے کوئی اہم معاملہ ٹرسٹیز کی کثرت رائے کے بغیر طے نہیں پاتا۔ اور نہ ہی کسی ترقاعدہ کو ٹرسٹیز کی منظوری کے بغیر ایک پائی تک بنک سے برامد کرنے کا حق حاصل ہے۔ حساب کتاب کی سالانہ جانچ پڑتال ایک چارٹرڈ اکونٹنٹ کیا کریگا۔ اور سال میں کم از کم ایک دفعہ حسابات ضرور شائع ہوا کرینگے۔ ہر معطی کا نام مع رقم عطیہ بھی باقاعدہ درج ہوا کرے گا۔

کیا میں آپ سے اس بات کا مطالبہ کرسکتا ہوں۔ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ یہ ایک شخصی معاملہ ہے صحیح ہے؟ میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ آپ نہایت دیانتداری اور حسب معمول غیر جنبہ داری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے الفاظ کو واپس لینگے۔ ہمیں اس بات سے رنج ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے فرقہ بندی کے ہاتھوں سخت نقصان اُٹھایا ہے اور یہی وجہ ہے۔ کہ ٹرسٹ کی ہیئت ترکیبی ہی ایسی ہے کہ جس سے مسجد نظامیہ لندن کو فرقہ وارانہ حدود و قیود سے بالاتر رہنا ہوگا ٭

ٹرسٹ نظامیہ مسجد لندن

(ماخوذ از مسلم اوٹ لک" بہرہ مراسلات مطبوعہ ۱۱ جولائی ۱۹۲۶ء)

مکرم بندہ! آپنے میرے مضمون مندرجہ اور اس پر اپنے مقالہ افتتاحیہ مرقومہ ۲ جولائی ۱۹۲۶ء میں انصاف نہیں برتا۔ حالانکہ میں نے صاف صاف عرض کیا تھا کہ بلا کثرت رائے ٹرسٹیز کوئی اہم معاملہ

طے نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی بلا منظوری ٹرسٹ بنک سے ایک کوڑی تک ادا کی جا سکتی ہے۔ جس سے یہ امر بالبداہت ثابت ہے۔ کہ ایسی حالت میں کسی "فنیبنگ ٹرسٹیز" کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ ایک اور اعتراض جس کو اہم خیال کیا جا سکتا ہے۔ میرے ذہن میں آیا ہے۔ اور وہ مصرحہ ذیل ہے +

(۱) فراہمی چندہ (۲) منظوری نقشہ جات اور تخمینے (۳) تعمیر مسجد و ملحقات (۴) منظوری سالانہ بجٹ (۵) تقرر افسرانِ انتظامیہ (۶) منظوری اخراجات +

خرچ ہو چکنے کے بعد جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے احتساب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جبکہ کوئی رقم بینک سے حاصل کرنے کیلئے ٹرسٹیز سے منظوری لینا امر مقدم ہو +

یہ امر نیز محتاج توجہ ہے کہ سوائے ایک کے سب کے سب ٹرسٹیز وکالت پیشہ حضرات اور بحیثیت اٹارنی کے اپنے فرائض سے پورے طور سے آگاہ ہیں علاوہ ازیں اغلب ہے۔ کہ تعمیر مسجد و ملحقات کے اختتام تک ایک پائی بھی کسی کی حفاظت کیلئے باقی نہ بچے +

دوکنگ مشن کے متعلق سوء اتفاق سے جو کچھ آپ فریق ثانی سے سنتے ہیں۔ سب بیکار ہیں۔ کیا آپ اپنے نزدیک اتنے معتبر مگر بایں ہمہ اس قدر گمراہ کن نامہ نگار کا نام شائع فرما سکتے ہیں۔

آپ کے نامہ نگار کا بیان ہے کہ عملہ دوکنگ ایک نوجوان پر مشتمل ہے جس کے ہاتھ میں مشن کا تمام انتظام ہے۔ اور وہ بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ یہ صحیح نہیں وہ صاحب نہ تو کوئی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور نہ ہی ان کا انجمن کے خزانہ پر تصرف ہے۔ سوائے ۲۰ پونڈ کے۔ جو میرے خیال میں مقامی اخراجات کے لئے بطور امپرسٹ دیئے جاتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ اخراجات مشن پر والایت گئے ہیں۔ ووکنگ مشن کا امپرسٹ (تین سو پونڈ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس انتظامیہ نے امپرسٹ کے لئے منظور کیا ہوا ہے) تمام تر مولوی عبد المجید صاحب و مولوی عبد الخالق خاں صاحب کی مشترکہ تحویل میں ہے جنھیں انجمن مذکور کی مجلس منتظمہ کے ایک ریزولیوشن کی رو سے چیکوں پر دستخط کرنے کا حق حاصل ہے +

آپ فرماتے ہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ عادت ہو چکی ہے۔ کہ جب کبھی وہ ووکنگ سے غیر حاضر ہوں۔ تو اپنے کسی رشتہ دار کو وہاں کا مالی انتظام سپرد کر آتے ہیں جس میں امام مسجد مشن کو جو افسر مشن خیال کیا جاتا ہے۔ کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ بھی صحیح نہیں مشن مذکور کے اجرا سے آج تک مندرجہ ذیل اصحاب حضرت خواجہ صاحب کی عدم موجودگی میں چیک جاری کرنے کے مجاز رہے ہیں (۱) جناب مولوی صدر الدین صاحب امام (۲) سابق مسٹر لیڈی سنگھ مرحوم جنہیں تین ماہ کیلئے چیکوں پر دستخط کرنے کا اختیار

(۳) جناب مولوی مصطفےٰ خاں (امام) (۴) مولوی یعقوب خاں (امام) باشتراک راقم الحروف (۵) راقم الحروف باشتراک مسٹر آر پکتھال۔
(۶) مولوی عبدالمجید باشتراک مسٹر مارمڈیوک پکتھال (۷) ایم عبدالمجید (امام) باشتراک مسٹر عبدالخالق خاں +

ان میں سوائے راقم کے کوئی بھی خواجہ صاحب کا رشتہ دار نہیں ہے۔ اور یہ ایک واضح حقیقت ہے جس کا اعتراف مجلس منتظمہ بھی کر چکی ہے۔ کہ میری موجودگی میں۔ وہاں کے اخراجات نہایت قلیل تھے۔ جب میں نے ہندوستان کو مراجعت کی۔ تو اپنی تنخواہ بحیثیت امام میں سے ایک کثیر رقم مشن کو (بطور عطیہ) چھوڑ دی جو گنتی میں ہزاروں تک پہنچتی تھی۔ اور اس کا اعتراف مجلس انتظامیہ انجمن نے اپنے ایک ریزولیوشن میں کیا ہے۔ میں ان واقعات کو ظاہر کرنا خلاف وضع سمجھتا ہوں مگر مجبور ہوں +

مبلغین کے سفر خرچ کے متعلق آپ تمطراز ہیں۔ کہ یہ امر دلچسپی کا موجب ہوگا کہ کس قدر خواجہ صاحب کے رشتہ دار۔ جبکہ وہ انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ عارضی طور پر مبلغ بن چکے ہیں۔ مجھے تو آپ کے فقرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی مراد اس سے یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحب کے رشتہ دار انگلستان میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے۔ زاد راہ مشن کے خزانہ سے حاصل کرنے کیلئے مبلغ بنا دیئے جاتے ہیں۔ میرا صرف یہی جواب ہے۔ کہ "ایک بھی نہیں" خواجہ صاحب کے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی انگلستان مشن سے اخراجات پر گیا۔ تو وہ محض خلیفہ عبدالحق صاحب ہیں۔ جو سنہ ۱۹۱۶ء میں ایک محرر کی حیثیت سے گئے۔ اور چھ سال سے زائد عرصہ تک ملازمت کرنے کے بعد دو پونڈ ماہوار سنہ ۱۹۲۰ء تک (علاوہ خوراک) لیتے رہے۔ جبکہ مجلس انتظامیہ نے خواجہ صاحب کی عدم موجودگی میں انکی تنخواہ دس پونڈ مع خوراک تک بڑھا دی۔ اور وہ محرری کی حیثیت سے واپس آ گئے۔ اور سوائے مشن کے کام کے ایک دن بھی کوئی اور کام نہیں کیا +

بدقسمتی سے حضرت خواجہ صاحب جنہیں ان بے سروپا اعتراضات کا جواب دینا تھا کشمیر میں بستر علالت پر پڑے ہیں۔ آپ کی صحت سنہ ۱۹۲۶ء سے تاحال خراب ہی چلی آتی ہے اور ابھی کلی افاقہ نہیں ہوا۔ آپ خواجہ صاحب کی ایمانداری اور نیک نیتی پر بار بار اظہار تیقن فرماتے ہیں۔ مگر کیوں نہ آپ انھیں چند ماہ کی مہلت دیں۔ کہ وہ خود بنفس نفیس ان بے بنیاد الزامات کا ازالہ فرما دیں +

راقم

خواجہ نذیر احمد سکرٹری ٹرسٹ نظامیہ مسجد لندن

مسجد نظامیہ لندن

(ماخوذ از اخبار مسلم آوٹ لک لاہور مورخہ ۵ اپریل ۱۹۲۸ء)

مکرم بندہ ! مجھے امید تھی - کہ میرے مراسلات - جو میں نے حال ہی میں جناب کی خدمت میں ارسال کئے تھے - کی موجودگی میں کسی مزید توضیح کی ضرورت نہ ہوگی - مگر بد قسمتی سے آپکے نامہ نگار مسٹر فضل حامد صاحب تا حال گوناگوں غلط فہمیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں -

بڑے افسوس کا مقام ہے - کہ ہمارے ہندوستانی علی العموم اور مسلمان بالخصوص ایسی باتوں کو جن کے متعلق انہیں ذرہ برابر بھی علم نہو نہایت وثوق سے بیان کرنے کے عادی ہیں +

عالیجناب لارڈ ہیڈلے اہل سنت والجماعت ہیں عباس علی بیگ صاحب نے جیسا کہ مجھے ذاتی طور پر بارہ سال سے اوپر کا علم ہے کبھی کسی تماشے میں دلچسپی نہیں لی اور آپکے نامہ نگار صاحب پر واضح ہو کہ سر موصوف بھی سُنی المذہب ہیں - مگر وہ ان فرقہ بندیوں کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں - آپکے اسلامی درد کی اس سے زیادہ کیا دلیل اور ثبوت ہو سکتا ہے - کہ یہ آپ ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا - کہ مسجد ووکنگ "لیٹنر خاندان" کے پنجہ سے آزاد ہو کر اسلامی مرکز کا کام دے رہی ہے +

ہز ہائنس سر آغا خان اسلام کے بہت بڑے خادم ہیں - اور سال کے چھ مہینے سے زائد یورپ میں بسر کرتے ہیں -

اس بات کے دہرانے کی تو چنداں ضرورت نہیں کہ دستاویز ٹرسٹ حسب فرمان سرکار نظام خلد اللہ ملکہٗ باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے - اور اس کی ساخت و نظام میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ناممکن محض ہے +

خالد شیلڈرک کی برائے نام مسجد کے خلاف اس جگہ کچھ عرض کرنا میں غیر ضروری سمجھتا ہوں +

خواجہ نذیر احمد
سکرٹری ٹرسٹ نظامیہ مسجد لندن

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد از اسلامک ریویو در ہندوستان ماہ جون سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
معرفت تقسیم جناب رحیم علیخان صاحب بہاولپور	۵		
جناب منہاج الدین صاحب بہاولپور	۱۵		
حضور نواب صاحب والئے ریاست بھوپال	۴۹	۸	
واپسی رقوم از ووکنگ	۱۸۹۸	۵	
از ریاست بھوپال	۱۵۰۰		
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۶۱۸	۱۰	
میزان	۴۰۸۶	۷	

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
۹۸ - بل تنخواہ عملہ ماہ مئی سنہ ۱۹۲۸ء	۶۴۵	۱۱	
۹۹ - تالیف قلوب	۶۴		
۱۰۰ - بل سفر خرچ آمد و رفت بہاولپور	۲۲	۸	
۱۰۴ - سائر - تار و ووکنگ ۱۲؍ - فارم بل اجرت کتابت ۱۲؍ - کرایہ دفتر مارچ سنہ ۱۹۲۸ء ۵؍ - رجسٹر ۳؍ کرایہ تانگہ و قیمت لیمپ ۶؍ - مہتران ۸؍ - کرایہ دفتر بابت ماہ مع کرایہ بجلی ۵؍ - مہترانی ماہ مئی ۱؍ جلد بندی ملازمین - بل چیک اسلامک ریویو چھپوائی - کاغذ اسپیل اسلامک ریویو دو ریم - ریویو کاغذ اسپیل مشن دو ریم - ٹکٹ اسلامک ریویو - ٹکٹ منی آرڈر - کرایہ دفتر ماہ اپریل ۵؍	۲۲۴	۱۴	۶
۱۱۰ - بل تنخواہ کلرک اسلامک ریویو عارضی	۱۳	۱۱	۳
میزان	۹۷۰	۱۲	۹

نقشہ نمبر ۴ تفصیل خرچ اسلامک ریویو و ووکنگ مشن در انگلستان

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
۱۰۱ - بل سائر انگلستان مئی سنہ ۱۹۲۸ء	۸۰۳		
۱۰۲ - بل تنخواہ عملہ انگلستان "	۶۶۱	۸	
۱۰۳ - بل سائر اخراجات "	۵۴۴		
۱۰۵ - بل ادائے عملہ بابت ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۸ء	۱۳۵۲	۴	
۱۰۶ - بل سائر انگلستان " "	۱۱۹۴	۲	
۱۰۷ - بل سائر انگلستان جنوری فروری سنہ ۱۹۲۸ء	۷۷۱	۲	
۱۰۸ - " "	۳۰۱	۲	
۱۰۹ - " " جولائی سنہ ۱۹۲۷ء	۲۱۳	۲	
میزان	۵۸۲۰	۴	

سورہ فاتحہ کے فیوضات

عنوان بالا پر ایک نہایت ہی چھوٹا اور مفید مضمون خواجہ صاحب کے چند ملفوضات کی بناء پر ان کے موجودہ سکرٹری مولوی عبدالرحیم صاحب بی اے کا لکھا ہوا ہمیں ملا ہے۔ جسے ہم انشاء اللہ ستمبر نمبر میں درج کرینگے۔ یہ باتیں خواجہ صاحب نے ایک طالب حق کو بتلائیں مسلم بھائی مختلف وظائف کی تلاش میں رہتے ہیں اور وظائف سے سود مند بھی نہیں ہوتے۔ لیکن کل اسلامی لٹریچر میں بہترین وظیفہ سورہ فاتحہ ہے جسے خدا نے خود تجویز کیا ہے۔ یہی ہر دعا کی جان ہے۔ ہاں کسی وظیفہ کا طوطے کی طرح رٹنا جو اس وقت بدقسمتی سے علی العموم ہماری عادت میں داخل ہوا ہے کسی مقصد تک ہمیں نہیں پہنچا سکتا۔ یہی حالت ہمارے ہر وظیفہ کی ہو رہی ہے۔ خواجہ صاحب نے اس موضوع پر جو نصائح اس طالب حق کو کہیں۔ وہ ہمارے نزدیک قابل اتباع ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان ایام بیماری میں بالخصوص سورۃ فاتحہ کو کس طریق پر پڑھا۔ یوں تو شافی مطلق ہی جانتا ہے۔ کہ اس خالق اسباب نے آپ کو ان بیماریوں سے نجات دینے میں کن کن اسباب کو پیدا کر دیا۔ لیکن اگر ان ایام میں خواجہ صاحب کا زیادہ تر کوئی ورد تھا۔ تو وہ یہی سورۃ فاتحہ کا تھا"*

خواجہ عبدالغنی

* دیکھو فٹ نوٹ صفحہ ۳۲۳ *

آرتھر فیلڈ کے اتہامات مندرجہ خلافت کا جواب

مکرم مدیر* صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ - اخبار خلافت کے کسی جون نمبر میں آرتھر فیلڈ نامہ نگار کی قلم سے چند اتہامات چھپے ہیں جنمیں لارڈ ہیڈلے اور میری ذات پر چند الزامات لگائے گئے ہیں افسوس ہے کہ میری علالت طبع کے باعث یہ الزامات دو تین ہفتے کے بعد میرے علم میں آئے - ان اتہامات کی مفصل تردید تو میں نے دفتر خلافت میں فوراً بھجوا دی - لیکن میرے جواب کی اس دیری کے باعث یہ باتیں عام طور پر اخبارات میں چل گئیں - اس لئے اپنے جواب کا مختصر خلاصہ میں آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں - کہ آپ اسے اپنے صحیفہ میں درج فرما کر مجھے مشکور فرمائیں میں نے جواب میں نامہ نگار کی حیثیت پر ارادۃً کوئی بحث نہیں کی - اور نہ سر دست اس بات پر روشنی ڈالی - جو اصلی تہ میں ہے اور جس کا مسلمانوں کے علم میں آنا از بس ضروری ہے - ان امور کا ذکر میں انشاء اللہ بعد میں کرونگا - اس وقت میں چاہتا ہوں کہ مسلم بھائی ان اتہامات ۔ اور اس کے جواب پر علی وجہ التجرد غور کر کے اپنی رائے قائم کریں اور کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے دوسری باتوں پر کچھ لکھ کر مسلم جذبات اور عصبیت کو اسلئے محرک کیا ہے - کہ اصلی امور تنقیح طلب پر دوسرے صحیح محاکمہ نہ کر سکیں - میں یہاں آرتھر فیلڈ کے اتہامات کا نمبروار ذکر کر کے مختصر جواب دیتا ہوں +

(۱) بقول آرتھر فیلڈ لارڈ ہیڈلے اور میں نے مصر میں تعمیر مسجد لندن کے بہانے ہزاروں پونڈ بطور چندہ جمع کئے ۔ اور نہ معلوم کہ یہ زر کثیر کہاں گیا - ایک ہزار کی رقم پرنس عمر طوسن کی ہے جواب عرض ہے - کہ نہ میں نے ۔ اور نہ لارڈ ہیڈلے نے مصر میں کبھی کوئی ایسی اپیل کی - ہزاروں پونڈ چھوڑ ایک پیسہ بھی تعمیر مسجد کے لئے کبھی اہل مصر سے نہیں لیا - پرنس عمر طوسن بفضلہٖ زندہ ہیں جو چاہے ان سے دریافت کر لے - اگر آپ پسند کریں تو ان کے پتہ سے میں آپ کو اطلاع دے سکتا ہوں

(۲) مسٹر فیلڈ کہتا ہے - کہ لارڈ ہیڈلے کے مکہ شریف سے واپس آنے پر ان کے حالات سفر کے متعلق ایک لیکچر تجویز ہوا - جس کے اخراجات کے لئے چودہ پونڈ کی رقم مجھ کو دی گئی - لیکچر بھی نہ ہوا اور اس روپیہ کا اسلئے پتہ نہیں چلا کہ وہ کمال الدین کو دیئے گئے - جواب عرض ہے کہ حج کے بعد لارڈ موصوف

* یہ مضمون حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مدیر خلافت بمبئی کو اخبار میں درج کرنے کے لئے بھیجا تھا کیونکہ اسی اخبار میں آرتھر فیلڈ نے حضرت خواجہ صاحب پر اتہامات لگائے تھے - خواجہ عبدالغنی

تو اخیر اگست ۱۹۲۳ء میں ولایت چلے گئے۔ اور میں مصر سے سیدھا ہندوستان آگیا اور جون ۱۹۲۳ء سے لے کر جولائی ۱۹۲۵ء تک برابر انگلستان سے باہر رہا۔ لارڈ موصوف کے مجوزہ لیکچر کے وقت اگر کوئی تجویز ہوئی تو میں خود ہندوستان میں تھا۔ یہ رقم کس کے حوالے ہوئی +

(۳) یہ شخص کہتا ہے کہ برٹش مسلم سوسائٹی ایک نام نہاد سوسائٹی ہے۔ میں نے اور لارڈ موصوف نے بنا رکھی ہے اس کا در اصل کوئی وجود نہیں۔ اور اس کے نام پر ہم اپنے اغراض خاصہ کو پورا کرتے ہیں۔ جواب عرض ہے کہ اس سوسائٹی کا وجود گو پہلے سے ہی ہے لیکن ۱۹۱۷ء سے لے کر آج تک اس کے جلسے ہفتہ وار اور متواتر لندن مسلم نماز گاہ میں ہوتے ہیں۔ جس کا اشتہار ہمیشہ اسلامک ریویو میں ہوتا ہے۔ اس سوسائٹی کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایٹ ہوم ہوتے ہیں۔ مولود النبی اسی کی سرپرستی میں ہر سال ہوتا ہے۔ اسی سوسائٹی کی طرف سے مقتدر مسلم اصحاب کے انگلستان میں آنے پر خیر مقدمانہ ایڈریس دیئے جاتے ہیں۔ اس پر مفصل بحث میں نے اپنے مضمون مرسلہ اخبار خلافت میں کر دی ہے +

(۴) مسٹر فیلڈ کہتا ہے کہ حال ہی میں ایک مسلم کلب لندن میں تجویز ہوئی ہے۔ اور اس کے متعلق آٹھ ہزار پونڈ کی اپیل کی گئی ہے۔ اس کلب کا تعلق بھی مجھ سے اور لارڈ موصوف سے ہے۔ جواباً گزارش ہے کہ اسی سال لارڈ موصوف ۲۰ مئی تک میرے پاس تھے۔ اور میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ انکے یا میرے وہم و گمان میں بھی کوئی ایسی کلب نہیں۔ بلکہ اس کا علم بھی ہم کو اسی ماہ کے اخیر میں ہوا ہے۔ اور اگر کوئی ایسی کلب ہو بھی تو مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ میں ایسی کلبوں کا قائل ہوں +

(۵) آرتھر فیلڈ کی پانچویں غلط بیانی یہ ہے کہ حضور نظام نے لارڈ ہیڈلے کو لندن مسجد کے متعلق ایک بھاری رقم عطا فرمائی۔ یہاں ہر ایک جانتا ہے۔ کہ لارڈ موصوف کی اپیل پر اعلیحضرت نے پانچ لاکھ روپیہ کا عطیہ فرمایا۔ لیکن یہ رقم لارڈ موصوف کو نہیں دی گئی۔ اعلیحضرت نے اعلان عطیہ کے بعد ہی مسجد لندن کے متعلق اپنے کونسلروں کی معرفت ایک ٹرسٹ بنایا۔ اس کے ٹرسٹی مقرر کئے۔ دستاویز ٹرسٹ کو فرمان شاہی سے منظور فرمایا۔ جب بمبئی میں دستاویز ٹرسٹ رجسٹر ہونے کے بعد ٹرسٹ مذکور ہر طرح مکمل ہو گیا۔ تو پھر زر عطیہ خزانہ عامرہ سے امپیریل بنک انڈیا (حیدرآباد) میں منتقل ہوا۔ جہاں وہ فکسڈ ڈیپازٹ کی شکل میں موجود ہے۔ ایسا ہی دوسرے چندوں کی صورت ہے۔ لارڈ ہیڈلے یا کسی کو ذاتی طور پر اس سے کیا تعلق +

(۶) مسٹر فیلڈ کہتا ہے کہ میں نے یا لارڈ ہیڈلے نے جو چندہ جنوبی افریقہ میں وصول کیا اس کا حساب شائع نہیں ہوا۔ بجواب عرض ہے چندہ ہوا۔ اور از بلغہ سے ہی اس چندہ کا حساب بشکل بیلنس شیٹ انہی صاحب کے ہاتھ سے تیار کرایا گیا جو سارے چندہ میں شریک تھے۔ وہ بیلنس شیٹ وہاں سے ہی ووکنگ کو برائے طبع بھیج دیا گیا۔ جو اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء میں اسلامک ریویو میں بطور ضمیمہ کے چھپ گیا اور ہر ایک چندہ دہندہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس امر کے متعلق افریقہ بھی لکھ دیا گیا ہے وہاں سے جب تصدیق آجائیگی۔ تو وہ بھی چھاپ دی جائیگی۔ یہ چندہ مسلم لٹریری ٹرسٹ کی طرف سے جمع ہوا اور مسلم لٹریچر کی اشاعت کے علاوہ اسکی خاص غرض یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کا ایک انگریزی ترجمہ اور اس کے ساتھ ہی تسہیل فہم قرآن کے لئے ایک کتاب بطور مقدمۃ القرآن تیار ہو کر شائع ہو اور یہ دونوں کثرت سے مفت یا برائے نام قیمت پر مغرب میں تقسیم ہوں لیکن افریقہ سے آتے ہی میں خطرناک امراض میں مبتلا ہوا۔ اور یہ کام رک گیا۔۔ لہٰذا اس روپیہ کو ٹرسٹیوں کے علم و اجازت سے بیس ہزار کے قریب بطور فکسڈ ڈیپازٹ امپیریل بنک انڈیا لاہور میں جمع کرا دیا۔ باقی پانچ ہزار سے کچھ اوپر رقم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے خزانے میں اس لئے کھلا پڑا ہے۔ کہ جب کام شروع ہو۔ تو تا اختتام میعاد فکسڈ ڈیپازٹ روپیہ کے بند ہونے کے باعث کام میں حرج نہ ہو۔ میں تو اس وقت کوئی دماغی کام نہیں کر سکتا۔ لیکن اس مقدس کام کے اجرا کیلئے میں نے ایک تجویز کی ہے جو اخبار مدینہ میں چھپ گئی ہوئی ہے اور رسالہ اشاعت اسلام کے جولائی نمبر میں بھی نکل گئی ہے۔ جو چاہے یہ رسالہ ایک کارڈ بھیج کر مفت منگوا لے۔ یہ ٹرسٹ انگلستان میں باضابطہ رجسٹری ہوا ہے اسکا ووکنگ مسلم مشن سے کوئی تعلق نہیں +

اور مسٹر فیلڈ کے اور امور کا جواب جو چنداں قابل التفات نہ تھے اشاعت اسلام کے اگست نمبر میں چھپ جائیگا۔ لیکن ان امور پر بھی میں نے اپنے مضمون مندرجہ اخبار خلافت میں روشنی ڈالی ہے۔

اب آپ فرماویں۔ کہ یہ الزامات کذب صریح ہیں یا غلط بیانی۔ یا غلط فہمی + والسلام

خادم

خواجہ کمال الدین

فارم باغ۔ سری نگر۔ کشمیر
مورخہ ۷ جولائی سنہ ۱۹۲۸

؎ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۸ رسالہ ہذا +

کھلی چٹھی بنام مسٹر آرتھر فیلڈ*

(اصل چٹھی انگریزی میں ہے۔ یہ اس کا اردو ترجمہ ہے ۔ مترجم)

آپ کی چٹھی مطبوعہ جریدہ "خلافت" میری نظر سے گذری ۔ جسمیں آپ نے بجناب دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مشن ووکنگ کے خلاف سنگین الزامات لگائے ہیں ۔ میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں ۔ کہ آپ ان الزامات و اتہامات کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں ۔ جو کہ محض مجموعۂ اباطیل ہیں ۔ کیونکہ آپ انھیں ایسے وثوق سے پیش کرتے ہیں ۔ جس طرح کہ ٹھوس واقعات ہوتے ہیں +

اس چٹھی میں میں یہ ثابت کروں گا کہ آپکے تمام کے تمام اتہامات ایک مفتری کی محض کینہ توز و خود ساختہ دروغ بیانیاں ہیں +

۱ ۔ بقول آپکے کہ مصر میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور خواجہ کمال الدین صاحب نے تعمیر مسجد لندن کے لئے ایکہزار پونڈ پرنس عمر طوسن سے اور پانصد پونڈ کسی اور مصری شہزادہ سے لئے" خدا کا شکر ہے ۔ کہ ہز ہائنس پرنس طوسن بفضلہ تعالے ابھی زندہ ہیں میں چیلنج کرتا ہوں ۔ کہ آپ پرنس موصوف کی کوئی ایسی تحریر شائع کردیں جسمیں انھوں نے یہ لکھا ہو کہ انھوں نے خواجہ صاحب و لارڈ ہیڈلے بالقابہ کو کسی مقصد کے لئے ایکہزار پونڈ دیا میں وثوق سے اس امر کا اعلان کرتا ہوں ۔ اور اس کی تردید آپکے ذمہ ہے ۔ کہ ان دونوں بزرگوں نے جب وہ سنہ ۱۹۲۴ء میں مصر تشریف لے گئے ۔ تو ایک پیسہ بھی تعمیر مسجد لندن کیلئے کسی سے نہیں لیا +

ملک مصر سے دیگر شہزادہ سے پانصد پونڈ

۲ ۔ آپ لکھتے ہیں ۔ کہ لارڈ ہیڈلے کے مکہ شریف سے واپس آنے پر ان کے حالات سفر کے متعلق ایک لیکچر تجویز ہوا ۔ جس کے اخراجات کیلئے ۱۴ پونڈ کی رقم خواجہ کمال الدین صاحب کو دیئے لیکن لیکچر بھی نہیں ہوا ۔ اور اس روپیہ کا اس کو پتہ نہیں ملا ۔ کہ وہ خواجہ کمال الدین کو دیئے گئے یہ ایک اور صریح سفید جھوٹ ہے +

چودہ پونڈ تنازعہ سے

* یہ چٹھی اخبار انگریزی مسلم اوٹ لک سلاھور مورخہ ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء میں چھپ چکی ہے ۔

میں آپ کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب لارڈ موصوف کے ہمراہ انگلستان واپس نہیں گئے۔ بلکہ مصر سے سیدھے ہندوستان تشریف لے آئے۔ لارڈ موصوف کے مجوزہ لیکچر کے متعلق اگر کوئی اس وقت تجویز ہوئی۔ تو خواجہ صاحب تو اس وقت ہندوستان میں تھے۔ یہ رقم کیسے اُن کے حوالہ ہوئی +

برٹش مسلم سوسائٹی کا وجود

۳۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ برٹش مسلم سوسائٹی کا در اصل کوئی وجود نہیں۔ یہ ایک نام نہاد سوسائٹی ہے۔ جس کے ذریعے سے اغراض مشن ووکنگ پورے کئے جاتے ہیں +

میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مشن کا سوسائٹی سے ایک ضمنی تعلق ہے۔ مشن نے اپنی تبلیغی جد و جہد میں کبھی بھی سوسائٹی پر حصر نہیں رکھا۔ سوسائٹی مذکورہ ایک جداگانہ وجود رکھتی ہے۔ اگرچہ مشن و سوسائٹی کے اغراض مشترک ہیں۔ یعنی یہ کہ مغرب میں اسلام کو اصلی شکل و صورت میں پیش کرنا۔ اور ان کا اس رنگ میں اشتراک عمل ہے۔ بر وقت ضرورت مشن نے سوسائٹی کی مالی امداد بھی کی ہے +

چونکہ آپ دہریہ ہیں۔ اسلئے مجھے خدشہ ہے۔ کہ آپ اُس مسلم ذہنیت کا احترام کرنے بلکہ تصور تک لانے سے بھی قاصر ہیں۔ جو تعلیم قرآن ایک مسلم کے دل میں۔ ایک اسلامی مشن کے کام کے متعلق پیدا کرتی ہے۔ نو مسلمین کی تعداد کو بڑھانا کبھی بھی اسلامی مشن کا معیار کامیابی نہیں ہوا کرتا۔ ایک مسلم تو فقط اس امر کا متمنی ہے کہ ایک اسلامی مشن غیر مسلموں تک پیام اسلام پہنچانے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے۔ اور بس +

مسلم مشن ووکنگ کی کارگذاری

غیر مسلموں کا انشراح صدر۔ فعل خداوندی ہے۔ آج اگر مسلم مشن ووکنگ اور خواجہ کمال الدین صاحب سے تمام دنیائے اسلام کو الفت و محبت ہے۔ تو اسکی وجہ فقط یہ ہے۔ کہ انھوں نے مغربی دنیا میں اسلامی تعلیم کی نشر و اشاعت میں اَن تھک کوشش و سرگرمی دکھائی ہے۔ ووکنگ سے جو اسلامی ادبیات شائع ہوتی ہیں۔ وہی دونوں کی ہر دلعزیزی کا باعث ہیں۔ و نیز یہ بھی آپکے علم میں ہے۔ کہ برٹش مسلم سوسائٹی کا وجود گو پہلے سے ہے لیکن سنہ ۱۹ء سے کر آج تک مسلسل سوسائٹی مذکورہ تبلیغی تگ و دو میں منہمک ہے جسکے ہفتہ وار جلسے متواتر ۱۱۱ کمبڈن ہل روڈ مسلم نماز گاہ لنڈن میں ہوتے ہیں۔ جسکے لیکچروں کے اشتہارات اسلامک ریویو دی لائٹ (لنڈن) اور ایسے ہی دیگر صحائف میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مسٹر اے یوسف علی صاحب ایسے بزرگوں نے سوسائٹی کی ایک مدت تک باقاعدہ صدارت فرمائی ہے۔ اور ایک وقت مسٹر فیروز خاں نون صاحب حال منسٹر پنجاب گورنمنٹ سوسائٹی مذکور کے آنریری سکرٹری تھے۔ آجتک سوسائٹی مذکور کیطرف سے

صدہا دعوتی رقعہ جات شائع ہو چکے ہیں۔ آپ بھی سنہ ۱۹۲۲ء تک سوسائٹی کے جلسوں میں شامل ہوتے رہے ہیں سوسائٹی کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایٹ ہوم بھی ہوتے ہیں۔ اور مولود النبی بھی اس کی سرپرستی میں ہر سال ہوتا ہے۔

میں نے خصوصیت سے تحریر بالا میں سنہ ۱۹۲۲ء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سال محولہ بالا میں آپ ایک اتوار کو خصوصیت سے فراموش نہیں کر سکتے جبکہ آپ نے اس سوسائٹی میں ایک کثیر مجمع کو مخاطب کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ تمام مسلم صوفی متشکک اور آپ کی طرح دہریہ ہیں آپ کی ہرزہ سرائی سامعین کو کچھ ناگوار گزری۔ اور آپ ان کی نکتہ چینیوں کی تاب مقاومت نہ لا سکے +

آپکے نزدیک صوفی دہریہ ہیں

۴۔ آپ نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ سوسائٹی مذکور کا کوئی حساب کتاب نہیں۔ اور نہ ہی کسی بنک میں اس کا حساب ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ سوسائٹی مذکور کو ان دونوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ سوسائٹی اسی طریق پر چل رہی ہے۔ جس طریق سے مغرب میں اور بیشمار سوسائٹی چل رہی ہیں جن کے اغراض واحد فقط لیکچروں کا اہتمام کرنا ہوتا ہے +

سوسائٹی کا حساب کتاب موجود ہے

سوسائٹی مذکور کا لیکچروں کے اشتہارات و اعلانات کے سوا اور کوئی بھی مزید خرچ نہیں اور یہ معمولی اخراجات بھی اس چندہ سے نکالے جاتے ہیں۔ جو سوسائٹی کا ہر ایک ممبر پانچ شلنگ سالانہ کے حساب سے دیتا ہے۔ اور یہ امر آپ کے علم میں ہے۔ کہ سوسائٹی کی طرف سے تمام ممبروں کے نام باقاعدہ رسیدات بھیجی جاتی ہیں۔

یہ امر میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آج تک لارڈ ہیڈلے بالقابہ و خواجہ کمال الدین صاحب نے یا ووکنگ مسلم مشن کے کسی بھی کارکن نے آج تک کبھی بھی سوسائٹی کیلئے یا سوسائٹی کے نام سے کوئی بھی رقم فراہم نہیں کی۔ اس لئے آپ کا یہ اعتراض کہ آیا سوسائٹی مذکور کا کوئی ریزولیوشن اس امر کے لئے پاس ہوا ہے کہ خواجہ کمال الدین (صاحب) اور لارڈ ہیڈلے بالقابہ چندہ فراہم کریں محض بیہودہ و لایعنی ہے۔ اور اس طرح آپ کے دیگر استفسارات بھی +

۵۔ آپ نے لندن میں ایک جدید کلب کے آغاز کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس میں برٹش مسلم سوسائٹی کی سرکردگی میں آٹھ ہزار پونڈ کی اپیل کی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں تا حال کچھ بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ یقینی امر ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور خواجہ کمال الدین صاحب کو اس کلب کا کوئی علم نہیں +

آٹھ ہزار پونڈ چندہ کی اپیل

یہ کیسے لینیر بھی میں نہیں رہ سکتا۔ اور یہ امر آپ کے علم میں بھی ہے۔ کہ سوسائٹی کے بعض ممبر سوسائٹی مذکورہ کے وجود کے بدخواہ ہیں۔ وہ افراد سوسائٹی میں بے اتفاقی و بد امنی کے متمنی ہیں۔ اور وہی ان کمینہ حرکات کے بانی ہیں۔ اگر مسٹر محمد علیخان صاحب کو اصل واقعات کا علم ہوتا۔ تو وہ کبھی بھی تحریر نہ کرتے۔ جو انھوں نے کیا ہے۔ محمد علیخان صاحب سوسائٹی مذکورہ سے جو توقعات لگائے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے لائحہ عمل میں نہیں آتیں +

حضور نظام اور ہیڈلے

۶۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ حضور نظام نے ایک بھاری رقم لارڈ ہیڈلے بالقابہ کو عطا فرمائی۔ یہ ایک اور بے بنیاد جھوٹ ہے۔ اعلیحضرت نے یہ رقم لارڈ موصوف کو عطا نہیں فرمائی۔ بلکہ رقم بالا لندن نظامیہ ماسک ٹرسٹ کو عنایت ہوئی ہے۔ جس کی دستاویز رجسٹری ہو چکی ہے +

افریقہ کے روپیہ کا حساب

۷۔ آپ نے اپنی مطبوعہ چٹھی میں جنوبی افریقہ کے چندہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ تمام کا تمام روپیہ مسلم لٹریری ٹرسٹ کے قبضہ میں ہے۔ جس کی انگلستان میں رجسٹری ہو چکی ہے۔ مندرجہ بالا رقم ادبیات اسلامی کی نشر و اشاعت کے لئے فراہم ہوئی تھی۔ فراہم شدہ چندہ کا بقیہ ۲۵۰۰۰ روپیہ کے قریب تھا۔ جس کی آمد و خرچ کی تفصیل اسلامک ریویو میں شائع ہو چکی ہے۔ جملہ چندہ دہندگان تک رسالہ مذکورہ کی ایک ایک کاپی بھیج دی گئی تھی۔ مسلم لٹریچر کی اشاعت کے علاوہ اس چندہ کی خاص غرض یہ ہے۔ کہ ایک انگریزی ترجمہ اور اس کے ساتھ ہی تسہیل فہم قرآن کے لئے ایک کتاب بطور مقدمۃ القرآن تیار ہو کر شائع ہو۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے افریقہ سے آتے ہی اس کام کو شروع کر دیا۔ لیکن بدقسمتی سے چند ماہ کام کر کے بیمار ہو گئے۔ اور ابھی تک بیمار ہیں۔ اس لئے یہ کام معرض التوا میں پڑ گیا۔ جملہ اخراجات سفر وغیرہ نکال کر باقی رقم بصورت فکسڈ ڈیپازٹ امپیریل بنک آف انڈیا لاہور میں ٹرسٹ کے علم و اجازت سے بند پڑی ہے +

آپ کی مطبوعہ چٹھی کی ایک سطر نے مجھے بہت محظوظ کیا۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ اکثر لوگ میری اس تحریر کو حرکت مذبوحی منسوب کریں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ دیکھو یہ شخص مرکز تثلیث میں تعمیر مسجد کے پاک مقصد میں خواہ مخواہ روڑے اٹکا رہا ہے۔ میں آپ کے اصل الفاظ تو نقل کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ میرے سامنے آپ کی مطبوعہ چٹھی کا اردو ترجمہ ہے۔ تحریر بالا آپ کی دیدہ دلیری کی مظہر ہے

علہ جملہ چندہ افریقہ بعد از وضع اخراجات پچیس ہزار روپیہ ہے۔ بعض اخباروں میں غلطی سے پچیس ہزار پونڈ چھپا ہے۔ جو غلط ہے۔ خواجہ عبد الغنی

آپ ایک مسلمہ دہریہ ہیں۔ اور آپ نے ہمیشہ سے ہی اپنے رُوسی ہم عقیدہ دہریوں کے فعل کی تعریف کو اپنا شیوہ قرار دیا ہے جنہوں نے بہت سے معابد منہدم کر دیئے ہیں۔ آپ ہمارے پیارے نبی کریم صلعم کی تعریف و توصیف کا بھی راگ الاپتے ہیں۔ جو محض ریاکاری ہے۔ لیکن اس کے برعکس آپ نے ہمیشہ سے آپ کو (نعوذ باللہ) نرے انسان سمجھا ہے +

عالیجناب لارڈ ہیڈلے کی سرگرمی و کامیابی سے آپ کا کلیجہ پھٹ گیا ہے۔ ایک دہریہ ہو کر بھلا یہ آپ کو کب گوارا ہو سکتا ہے۔ کہ لندن میں مسلمانوں کی ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو یہ اصل واقعات ہیں۔ جن سے آپ ہرگز ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ اگر جرأت و ہمت ہے۔ تو اخباری دُنیا میں ان واقعات کی تردید کریں +

خواجہ عبد الغنی
سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ۔ لاہور

مورخہ ۷۔ جولائی ۱۹۲۸ء

میرے متعلق انکشافات کا جواب

مکرم مدیر صاحب اخبار الجمعیت (دہلی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ذیل کے سطور درج اخبار فرماویں :۔

الجمعیت کا وہ نمبر جس میں میرے متعلق بعض انکشافات کئے گئے ہیں مجھے ابتدائی جولائی میں ملا۔ جس میں ایک تو اخبار مدینہ کے ایک مضمون کی نقل تھی۔ اور ایک کھلی چٹھی تھی۔ عجب بات تو یہ ہے کہ جس کو کھلی چٹھی لکھی جاتی ہے۔ اسے وہ چٹھی نہیں بھیجی جاتی۔ اس سے پہلے جو کچھ میں نے اخبار مدینہ میں لکھا ہے۔ وہ بھی سُنی سُنائی باتوں کا جواب تھا۔ جیسے کہ میرے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ اب جو میں نے اصل مضامین کو دیکھا۔ تو یہ از فرض اولین ہو گیا۔ کہ گو میری موجودہ علالت صحت اجازت دے یا نہ دے۔ میں ان کا جواب بالتفصیل دوں۔ میری ذات کا سوال جانے دیں۔ یہ مضامین تو ایک قومی انسٹیٹیوشن کے تباہ کرنے کے لئے لکھے گئے ہیں اور آپ کا بھی یہ فرض سمجھتا ہوں۔ کہ آپ میرے جوابات کو درج اخبار فرماویں میں انشاء اللہ کچھ طاقت پا کر پہلے ان الزامات کا جواب باقساط لکھ بھیجونگا۔ ان الزامات کی تمہید میں جو کچھ

لکھا گیا یا لکھا جائیگا۔ وہ بحیثیت مجموعی رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں چھپ رہا ہے۔ آپ کے قارئین کرام میں سے جو چاہے۔ وہ کارڈ بھیجکر دفتر رسالہ مذکور سے بلا قیمت یہ لٹریچر منگا لے +

خادم
خواجہ کمال الدین

محترم مدیر مدینہ سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ذیل کی سطور صحیفہ مدینہ کے قریب نمبر میں چھاپ کر مشکور فرماویں۔ میں نے مدینہ کا مضمون اول دفعہ کل ہی پڑھا۔ اس سے پہلے جو لکھا۔ وہ تو جیسے میں نے عرض کیا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب کی سنائی ہوئی باتوں پر مبنی تھا۔ اب جو اصل مضمون کو دیکھتا ہوں۔ تو اس میں بہت سی باتیں قابل جواب ہیں۔ جو نہ معلوم کیوں مولوی عصمت اللہ صاحب کے حافظہ سے نکل گئیں۔ اور جن کا جواب میرے ذمے ہے۔ لیکن میں صرف چند دن کے لئے آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ میں اس وقت اپنی صحت کی نازک سے نازک منزل سے گذر رہا ہوں۔ گو مسلولی حالت سے نکل گیا ہوں لیکن شکر نے اس مرض خبیثہ کے ساتھ مل کر میرے جسمانی قوتے کو بہت حد تک سلب کر دیا ہے۔ لیکن میں نے طبی مشورے کی پرواہ نہ کرکے آپ کے مضمون کا جواب لکھوا دیا۔ اس کے بعد ہی ایک ولایتی چٹھی کا جواب کئی صفحوں میں لکھا گیا۔ وہ ابھی ختم ہی ہوا تھا۔ کہ آرتھر فیلڈ کے کتب سامنے آکھڑے ہوئے۔ کرنے کو تو میں سب کچھ کر گیا۔ لیکن آٹھ دن سے میں اس کا خمیازہ بھگت رہا ہوں۔ کچھ چند دن پا کر میں انشاء اللہ تشفی بخش جواب لکھوں گا۔ لیکن اس چٹھی کو ختم کرنے سے پہلے مجھے آپ کے نامہ نگار کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اور کچھ آپ سے بھی عرض کرنی ہے +

میری رائے اب بھی ان کے متعلق وہی ہے۔ جو میں نے پہلے لکھی۔ نامہ نگار نے مجھے میاں فضل الدین صاحب کی مشکور ہیت کا موقعہ دیا۔ جس مقدس جماعت کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خاکپا ہونے کا مجھے دعویٰ تو نہیں صرف آرزو ہے۔ وہ تو اکثر کانٹوں میں گھسیٹے گئے۔ ان کے ساتھ کچھ سنت اللہ ہی ایسی ہے۔ برخلاف اس کے آج تک میرے کان اور آنکھیں اپنے متعلق اچھی سے اچھی باتیں سننے اور دیکھنے کی عادی ہیں۔ اور میری تبلیغی زندگی کا یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے اپنے متعلق یہ باتیں محترمین صلحا کے نزدیک

یہ حالات اصلاح نفس کیلئے مفید ہیں انھوں نے اپنے معائب مُبیّنہ (خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط) کو سُننا زیادہ پسند کیا۔ میں مشکور ہوں۔ کہ مجھے بھی اپنی زندگی میں ایسا موقع مل گیا +

(۲) میں اس لئے بھی مشکور ہوں۔ کہ مجھے اپنی زندگی میں اپنے متعلق صفائی کا موقع ملا۔ کیا عجب تھا۔ کہ میں موت کا شکار ہو جاتا۔ اور اب بھی کیا زندگی کا بھروسہ ہے۔ مسلول و مدقوق کی تو یہی حالت ہوتی ہے۔ اور میرے مرنے پر "میرے مہربان" جو چاہتے کہتے +

(۳) میرا خیال ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ خیال غلط ہو۔ کہ آپ کے نامہ نگار صاحب کی باتیں بہت حد تک دوسروں کے مُنہ کے الفاظ ہیں۔ ان میں گویا کہ کسی خاندان کے شرکاء کے باہمی طعن و تشنیع کا رنگ ہے۔ میں خوش ہوں کہ ایسے شخصوں کے دل کے بخار نکل گئے۔

(۴) آپ کے نامہ نگار صاحب کے علاوہ ممکن ہے۔ کہ اوروں کے دل میں بھی ایسے ہی خیالات ہوں۔ اور اگر میری تحریر کسی مسلم بھائی کے دل کو میرے متعلق کدورت سے پاک کر دے۔ تو میں اسے بھی کار ثواب سمجھتا ہوں۔ اور اگر انکے علم میں کوئی کمی باقی رہ گئی ہے تو براہِ راست۔ مجھے اطلاع بخشیں +

مجھے آپ سے اخیر میں یہ عرض کرنا ہے۔ کہ گو مجھے فن صحافت سے چنداں تعلق نہیں لیکن قانون لائبل کو میں خوب سمجھتا ہوں۔ مضمون زیر بحث میں بہت سے لائبل ہیں۔ اور میری قانونی نگاہ میں جو کچھ بھی ایسے مضمون کے اندراج کی جوازیت میں کہا جائے۔ وہ دفعہ ۵۰۰ تعزیرات کی کسی استثنا میں نہیں آتا۔ میں تو مقدمہ بازی کو ایک امر مکروہ سمجھتا ہوں۔ لیکن آپ کی خدمت میں ایک دوستانہ مشورہ عرض کرتا ہوں۔ ایسے مضمون جن کا تعلق خصوصاً کسی نیک کام سے ہو۔ چھپنے سے پہلے ان کی ایک نقل کیوں نہ اشخاص متعلقہ کے پاس بغرض جواب بھیجدی جاوے۔ اور ان کے جواب آنے پر جو آپ کی رائے ہو وہ کریں +

خواجہ کمال الدین

ووکنگ مشن اور مضمون انکشاف حقیقت کا جواب

مکرم بندہ مدیر صاحب اخبار مدینہ

السلام علیکم۔ جیسے کہ میں نے سابقہ نوٹ میں لکھا تھا۔ اس ماہ سے پہلے میں نے مدینہ کا مضمون اپنی اصلی شکل میں نہیں دیکھا تھا۔ اب جو میں دیکھتا ہوں۔ تو اس کے اندر لاتعداد الزامات ہیں۔ جن کا جواب

میں سبکدوشی دینے کو تیار ہوں لیکن جو ان سب کا محور ہے۔ اُسے میں سب سے پہلے بیان کرتا ہوں۔ آج کا مضمون کو ملنا ہے اور میں نے بھی اپنی موجودہ صحت کے ماتحت آہستہ آہستہ دو تین دن میں لکھوایا ہے لیکن اس میں بہت سی باتیں آجاتی ہیں جن جملوں کا مجھے ہدف بنایا گیا۔ وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک کا تو میری امانت و دیانت سے تعلق ہے۔ اور دوسرا میرے طریق کار کے متعلق ہے۔ اول الذکر کے مقابل میں دوسرے کو زیادہ اہم خیال کرتا ہوں۔ اور اس پر میں انشاء اللہ بالوضاحت بحث کرونگا۔ اس سے میرا مقصد چنداں ذاتی ڈیفنس نہیں۔ بلکہ ایک پبلک غرض ہے۔ اس وقت برادران ملت میں تبلیغ و اشاعت کے متعلق غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ اور خدا کرے کہ یہ روز افزوں ترقی کرے۔ ہماری قومی ہستی اب بھی وابستہ ہے۔ خدا کرے کہ وہ دن جلد آئے کہ ہمارے مشن چاروں طرف غیر اسلامی حلقوں میں نظر آئیں۔ دوسری طرف میں ۱۹۲۵ء سے یہ ارادہ کر چکا ہوں۔ کہ میں ووکنگ مشن کو کسی اور کے ہاتھ دے کر اپنی آئندہ عمر مسلم لٹریچر کے پیدا کرنے میں صرف کروں۔ اور اسی غرض کو لے کر اب کے میں مغرب سے واپس آیا۔ لیکن ہندوستان میں قدم دھرتے ہی میں خطرناک امراض کا شکار ہو گیا۔ اور مجھے مشن کو سردست عارضی طور پر دوسروں کے حوالے کرنا پڑا۔ کیونکہ میں ان شرائط پر غور نہ کر سکتا تھا۔ جو مستقل انتقال مشن کے لئے ضروری ہیں۔ ان حالات میں میرا اپنے طریق کار کے متعلق کچھ لکھنا کچھ ذاتی خیال نہیں۔ بلکہ یہ پبلک انٹرسٹ کا خیال ہے۔ اور میرے نزدیک تو آپ کے کالم بھی اس سے کسی اور کام کے لئے مخصوص نہیں ہو سکتے۔ میں اہل الرائے کے سامنے اس موضوع پر لکھتا ہوں کہ آیا میرا طریق عمل ہمارے حالات خاصہ میں مستحسن ہے یا غلط ہے یا کسی رنگ میں قابل اصلاح ہے۔ تاکہ یہ باتیں ہمارے لئے مشعل راہ ہو جائیں۔ سب سے پہلے میں مشن کی آمد کے متعلق لکھتا ہوں۔ کہ یہ روپیہ اور اس کا خرچ کن ہاتھوں میں رہا۔ اور ایسے حالات میں جبکہ ہمارا مشن ہمارے سنٹر سے ہزاروں کوس پر ہو۔ اور ہمارے حالات زیادہ اخراجات کے متحمل بھی نہ ہوں۔ تو میرا طریق عمل کہاں تک صحت و سلامتی کے اقرب رہا ہے۔ میں نے ۱۹۱۲ء میں ولایت جا کر اپنی ذمہ داری اور اپنے اخراجات پر مشن کھولا۔ میرے مخلص دوست اشاعت اسلام سے ایک خاص شغف رکھتے ہیں۔ بلکہ انھیں کشش ہے۔ وہ اس بات کے سنتے ہی اس کے مستقل چلانے کی فکر میں ہو گئے۔ اور انھیں اس کے آئندہ سرمایہ کا از خود خیال ہوا۔ خدا اس جماعت کو قائم رکھے۔ اشاعت کے معاملہ میں اس جنون کے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے ہندوستان کی آمد و خرچ کے متعلق لکھتا ہوں۔ اور اسی ضمن میں بہت سے ایسے اعتراضات کا جواب بھی دیا جائیگا جو اس کے متعلق مدینہ اور الجمعیت کے کالموں میں نظر آتے ہیں دراصل اس تحریر میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں جو ان باتوں کے جواب میں ضروری نہ ہو۔ جنہیں مدینہ اور الجمعیت کے کالموں میں لکھنے والوں نے بدنما طریق پر ظاہر کیا ہے +

میرے ولایت سے اول دفعہ واپس آنے سے پہلے میرے دوستوں نے کل آمد ہندوستان کو میرے مخدوم شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم انگلش ویئرہاؤس کی کوٹھی میں جمع کرایا۔ اور وہی بلوں کے مشن پہنچتے ہی مقرر کردہ اخراجات کے لئے روپیہ دیتے تھے۔ اس وقت کے حالات کے ماتحت یہ ایک بہترین انتظام تھا جو ستمبر یا نومبر ۱۹۱۹ء تک رہا۔ میری خطرناک بیماری کے باعث یہ انتظام اور دیگر انتظام مشن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد ہوا۔ ان کے ہاتھ میں یہ انتظام اخیر ۱۹۲۵ء تک رہا۔ پھر یہ روپیہ اور اس کا خرچ ایک سال کے لئے ایک تین آدمیوں کی سب کمیٹی کے ہاتھ میں رہا۔ اب ابتدائے ۱۹۲۷ء سے آج تک آمد و خرچ مشن ووکنگ و اسلامک ریویو انجمن مذکورہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سارے عرصہ میں کل کا کل روپیہ۔ خواہ وہ دفتر میں آیا۔ یا میرے نام آیا۔ وہ سیدھا خازنوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ دفتر کی کتب میں بھی اور ان خازنوں کی کتب میں اس کا اندراج ہوا۔ جو روپیہ میں نے یا مشن کے کسی ایجنٹ نے جمع کیا۔ وہ بھی اس طریق پر جمع ہوا۔ جو روپیہ مشن اور ریویو کے متعلق فنانشل سکرٹری کے نام آتا ہے۔ وہ ڈاکخانہ سے براہ راست انجمن مذکورہ کے پاس چلا جاتا ہے + اس وقت آمد مشن بہ طریق ذیل جمع ہوتی ہے:۔

رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں مسلسل یہ اعلان ہوتا ہے۔ کہ روپیہ براہ راست فنانشل سکرٹری کے نام آئے۔ چنانچہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس سے اس وقت تین قسم کی رقوم مستثنےٰ ہیں۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ مجھ میں اور فنانشل سکرٹری میں جو انجمن کے بھی فنانشل سکرٹری ہیں۔ رسید فارم کے متعلق کچھ اختلاف ہوا ہے۔ میرے نزدیک موجودہ رسید فارم احتمالاً بعض خطرناک نقصانات مشن کا باعث ہو سکتی ہیں۔ جن نقصانات کا ذکر میں نے بذریعہ تحریر فنانشل سکرٹری سے کر دیا ہے۔ یہ معاملہ ابھی تک زیر غور ہے +

عطیات ریاست ہائے:۔ ہر ایک ریاست میں رقم عطا کردہ کے احکام میرے نام بہ تعلق مشن و دفتر ریاست میں درج ہیں۔ بلکہ ایک یاد دو ریاستوں کے احکام میں یہاں تک لکھا گیا ہے کہ

امداد مشن کا روپیہ تب تک جاری رہے جب تک مشن سے کمال الدین کا تعلق رہے۔ ریاستی دفاتر والے
ان احکام کی تعمیل میں روپیہ میرے نام ہی بھیجتے ہیں۔ جسے سکرٹری مشن وصول کرکے براہ راست
رسید تو ریاست متعلقہ کو دیدیتا ہے۔ اور روپیہ مذکورہ کو دفتر فنانشل سکرٹری میں بہ اخذ رسید جمع کرا دیتا
ہے۔ یہ انتظام اسی طرح رہنا چاہئے جب تک کہ میں تبدیلی ترسیل زر کے متعلق خود ریاستوں میں
جا کر اس تبدیلی کی تحریک نہ کروں۔ اول تو میری صحت کی وجہ سے یہ صورت نہیں ہو سکتی۔ دوسرا یہ کہ
جب تک فارم رسید میں تبدیلی نہ ہو۔ میری رائے یہی ہے۔ کہ ریاست ہائے متعلقہ میں کوئی تحریک نہ ہو
چنانچہ فنانشل سکرٹری انجمن کو لکھ دیا گیا ہے۔ کہ جس دن وہ رسید فارم کو مفاد مشن کے مطابق کر دینگے
اسی وقت سے انکے علم میں یہ روپیہ براہ راست آیا کریگا۔ سالانہ بجٹ مشن و ریویو جسے انجمن مذکورہ پاس کرتی ہے
اسمیں ہر ایک ریاست کا نام بمع زر عطیہ درج ہوتا ہے۔ اور بجٹ کی نقل فنانشل سکرٹری کے دفتر میں موجود رہتی ہے
اس کے سوا ایک پیسہ بھی کسی ریاست سے نہیں آتا۔ جو روپیہ میرے یا سکرٹری کے نام کسی ریاست سے
آیا۔ وہ اسی بجٹ کے مطابق دفتر انجمن میں بہ توسط فنانشل سکرٹری جمع ہوا۔ ریاستوں کے علاوہ بعض
مستقل امدادیں مشن اور ریویو کی ہیں۔ ان میں بھی زیادہ حصہ میرے غیر احمدی دوستوں کا ہے۔ اور انہی
میں تو بعض نے رسید فارم متنازعہ سے مغالطہ میں پڑ کر اعتراض کیا۔ اس روپے کی آمد و اخراج اور رسید
کا بھی مجموعہ وہی طریق ہے۔ اس ضمن میں بعض ایسی غیر مستقل رقوم ہیں جن کے بھیجنے والوں کا ہمیں علم نہیں ہوتا
وہ خود بخود یا کسی تحریک پر امداد مشن کرتے ہیں۔ اور ان کا روپیہ بھی طبعاً سکرٹری مشن کے نام آتا ہے۔
باوجودیکہ رسالہ میں ہمیشہ یہی لکھا جاتا ہے۔ کہ مشن کا روپیہ فنانشل سکرٹری کے نام جاوے۔ گو
ریاستوں کا روپیہ اور بعض وقت دیگر رقوم بھی میرے نام آتی ہیں۔ لیکن روپیہ کبھی میرے ہاتھ میں نہیں آتا
سکرٹری ہی وصول کرکے دفتر فنانشل سکرٹری میں جمع کرا دیتا ہے۔ میں اس بات کو چاہتا ہوں کہ جس قدر
جلد ممکن ہو یہ درمیانی وسائط اٹھ جائیں۔ جن کے وجود کا باعث صرف یہی متنازعہ رسید فارم ہے۔ اور کچھ
نہیں۔ میں مانتا ہوں۔ کہ معطی صاحبان اور انجمن کے درمیان کسی واسطہ کا ہونا احتمالی نقصانات
کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس کا سدباب میں نے یہ کیا ہے۔ کہ ہر ایک ایسی رقم عطیہ کی نہ صرف رسید ہی جائے۔ بلکہ یہ
کل رقمیں رسالہ اشاعت اسلام میں چھپ جائیں۔ سنہ ۱۹۱۵ء سے کہ میں آج تک کوئی ایسی شکایت نہیں
سنی۔ کہ کسی کا روپیہ آیا ہو۔ اور رسالہ میں چھپ نہ گیا ہو۔ اس کے علاوہ میں فنانشل سکرٹری کو یہ بھی

لکھ چکا ہوں۔ کہ اگر کوئی اور طریق ان کے خیال میں آسکے تو وہ تجویز کریں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ یہ درمیانی وسائط ختم ہوں۔ اور روپیہ انہیں تک پہنچے۔ جب تک رسید فارم نہ بدلینگے۔ میں رسید فارم پر یہاں بحث کرنے کو تیار نہیں۔ یہ عام مصلحت کے خلاف ہے کسی پبلک انسٹیٹیوشن۔ جیسے کہ گورنمنٹ کو دیکھ لیا جاوے۔ جب کبھی اس کے کارکنوں میں کسی امر پر اختلاف رائے یا تبدیلی خیالات ہو تو وہ امور پبلک میں نہیں آتے۔ ہاں اس کے نتیجہ سے پبلک کو اطلاع دیدی جاتی ہے۔ یہی ہمارا معاملہ ہے۔ میں یہاں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ رسید فارم کے متعلق جس بات پر فنانشل سکرٹری انجمن مُصر ہیں۔ وہ ان کے نقطۂ خیال میں صحیح ہوگی بہرحال آمد روپیہ کو میری ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ وہ میرے ہاتھ میں آتا ہے۔ کُل کا کُل روپیہ بطریق بالا دفتر فنانشل سکرٹری انجمن میں جمع ہوتا ہے +

جس وقت سنہ ۱۹۲۶ء میں مشن انجمن کو بغرض عارضی انتظام دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ چلتے حساب میں جس قدر روپیہ ہندوستان یا ووکنگ میں تھا۔ وہ بھی انجمن کے حوالہ کر دیا گیا۔ اس وقت مشن کی کچھ رقوم بصورت فکسڈ ڈیپازٹ موجود تھیں۔ جو معاہدہ حوالگی مشن کی رُو سے انجمن کے سپرد نہ ہوئیں۔ دراصل انجمن میں اور مشن میں ایک بھاری رقم کی ذمہ واری کا اختلاف ہے۔ یہ رقوم اس وقت انجمن کو یا مشن کے کسی منتقل الیہ کو دیدی جائینگی۔ جب رقم متنازعہ کا فیصلہ حسب رضامندی فریقین ہو جائیگا۔ علاوہ ازیں انجمن اور مشن میں کچھ اور تصفیہ حساب بھی ہے۔ میری موجودہ حالت صحت تو ان امور کے قابل ہی نہیں۔ لیکن میں پسند کرتا ہوں۔ کہ ان رقوم میں سے سب سے بھاری خیال کردہ رقم کا حساب ان صفحات میں آئندہ[1] درج کر دوں۔ کیونکہ یہ رقم بہت سے دوستوں کی تلخ کامی کا موجب ہو چکی ہے۔ اور جس کا ذکر ناپسندیدہ طریق پر پیغام اور جمعیت کے کالموں میں ہوا۔ اس لئے میں نے اپنی صحت پر تو ظلم کیا لیکن اس حساب کو لکھوا ڈالا۔ اس رقم سے میری مراد سنگاپور۔ رنگون۔ جاوا وغیرہ کا چندہ ہے۔ جو سال سنہ ۲۱-۱۹۲۰ء میں ہوا۔ اور ایسے ہی ایک رقم زیر رو فکسڈ مشن کی ہے۔ یہ رقوم بروقت تصفیہ حساب مشن کے منتقل الیہ کو دیدی جائینگی۔ کیونکہ میں تو اپنی آئندہ زندگی اگر خدا نے مجھے بقید حیات رکھا۔ قلم کے ذریعہ خدمت قرآن میں خرچ کرنی چاہتا ہوں۔ اور یہ تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ میں مشن کے انتظام سے الگ ہو جاؤں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۵ء میں مسلم لٹریری ٹرسٹ اسی غرض کے لئے بنایا گیا۔ اور وہ مشن سے الگ ہے۔ میں تو پہلے اس ارادہ کو لے کر ہندوستان آیا تھا۔ لیکن یہاں آتے ہی میں گرفتار آلام ہو گیا۔ اور اس امر پر غور کرنے کے قابل ہی نہ رہا

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۴ تا ۳۵۹ +

کہ کن حالات و کن شرائط پر مستقل شکل میں مشن دوسروں کے ہاتھ جا سکتا ہے۔ اس لئے سردست اس کا
عارضی انتظام کیا گیا۔ ان رقوم کے علاوہ میرے نزدیک مشن یا ریویو۔ یا بشیر فنڈ کی کوئی اور رقم
نہیں۔ جو مشن کے موجودہ منتظمین کے ہاتھ میں نہ چلی گئی ہو۔ اس ضمن میں عدم واقفیت اور ناپسندیدہ
جذبات نے آپ کے اور الجمعیت کے کالموں میں بشیر مسلم لائبریری اور مسلم بک سوسائٹی کے متعلق بیجا حملے
کرائے۔ مسلم بک سوسائٹی* کا ذکر زر سنگاپور کی بحث میں کیا جائیگا۔ رہا بشیر مسلم لائبریری یا بشیر فنڈ
اس کی تحت میں اسلامک ریویو اور میری تصنیفات و تالیفات یا دیگر مطبوعات کی آمد اور ان کا
خرچ ہوتا ہے۔ تاریخ حوالگی بیاس کے متعلقہ روپیہ بھی انجمن کے سپرد ہو گیا۔ ہاں خلط حساب سے بچنے کے لئے
اس کا موجودہ سٹاک کتب مندرجہ بالا لٹریری ٹرسٹ کے سپرد کیا گیا۔ میں نے آمد کے متعلق جو کچھ
لکھنا تھا لکھ دیا۔ خرچ کی صورت مدت سے بلوں کے ماتحت ہے۔ جس کی تطبیق فنانشل سکرٹری یا
یا افسر متعلقہ بجٹ منظور شدہ کے مطابق کر لیتا ہے۔ اس کی تعمیل بہ خدمت سے ہوتی ہے۔ کہ اگر کوئی
نیا خرچ بجٹ میں نہ ہو۔ خواہ وہ کتنا ہی ضروری کیوں نہ ہو۔ وہ اسی وقت دیا جائیگا۔ جب بجٹ
میں از سر نو ترمیم ہو۔ اخراجات مشن و ریویو ماہوار چھپ جاتے ہیں۔ جو چاہے دیکھ لے۔ ہمیں صرف
تین رقوم اسمیں ایسی نظر آئینگی۔ جن کا تعلق میری ذات سے ہے۔ اول میری تنخواہ بحیثیت ایڈیٹر رسالہ
دوم۔ ان سفروں کے اخراجات جو میں مشن کے متعلق کروں سوم۔ کچھ رقم بمد تالیف قلوب۔ اس کا
خرچ میری اقتضاء کے حوالے ہے۔ جو سالانہ ۵۰۰[1] روپے سے نہیں بڑھ سکتی۔ بجٹ کو دیکھ لیا جاوے۔ چھپے ہوئے
حساب کو دیکھ لیا جاوے۔ کتب حساب کو دیکھ لیا جاوے۔ ان مدات کے سوا ایک پیسہ بھی ایسا نہیں نکلیگا
جو میں نے کبھی لیا ہو۔ یا کسی رنگ میں میری جیب میں چلا گیا ہو۔ ہمارے بجٹ میں ایک بھی مد
ایسی نہیں جو کچھ بیت کھاتہ کی تحت میں جا سکے۔ میں نے یا کسی نے کبھی کسی رقم کو اس طرح استعمال
نہیں کیا۔ جس کی تفصیل خرچ کنندہ نہ دے۔ اور وہ کتب میں درج نہ ہو۔ تالیف قلوب کی ہی ایک ایسی
مد ہے۔ کہ جس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ لیکن میں تو اس کی بھی تشریح عموماً کر دیا کرتا ہوں۔ ہاں وہ پبلک
میں نہیں آتی۔ بجٹ کے متعلق میں کسی اور اعتراض کے جواب میں مزید باتیں لکھونگا۔ لیکن یہاں
اسقدر لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ جس کفایت شعاری سے بجٹ تیار ہوتا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ اور
اس کی تقسیم ایسی مدات میں ہے۔ کہ جن میں کسی کو ایک پائی ادھر اُدھر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ انھیں حالات پر

*۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۴۔ خواجہ عبد الغنی

[1] اس سال میں اس مد میں فقط ۴۶ روپے خرچ ہوئے۔ خواجہ عبد الغنی

میں نے لکھا۔ اور اب بھی لکھتا ہوں۔ کہ ووکنگ مشن کے کلی انتظام۔ اس کے روپیہ اور اس کے آمد و خرچ سے
میری ذات کو کوئی تعلق نہیں۔ نہ روپیہ میرے ہاتھ میں آتا ہے۔ اور نہ میرے ہاتھ میں خرچ ہوتا ہے۔ یہ سب معاملات
متعلقہ مشن و ریویو انجمن کے ہاتھ میں ہیں اور جو روپیہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس کا ذکر میں نے اوپر کر دیا
ہے۔ جس کا عدم و وجود آمد و خرچ میں برابر ہے +

یہاں تک تو ہندوستان کی آمد و خرچ کا سوال تھا۔ اب میں ووکنگ کے متعلق لکھوں گا۔ وہاں
کی آمد تین قسم کی ہے (۱) جو روپیہ دفتر لاہور سے وہاں بھیجا جاتا ہے (۲) اسلامک ریویو کا چندہ و قیمت کتب
(۳) مشن کی آمد متفرقہ جو بعض وقت ہندوستان کی بیرونی دنیا وہاں بھیجتی ہے۔ اور جس کی تعداد
اوسطاً بہت قلیل واقع ہوئی ہے۔ بعض مہینوں میں تو شاید دو پونڈ سے بھی زیادہ متجاوز نہیں ہوئی۔
اب تو وہاں شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کا کوئی مثنیٰ موجود ہے۔ نہ عملہ مشن کے سوا وہاں کوئی کمیٹی
بن سکتی ہے۔ جو آمد و خرچ کی نگران ہو۔ آمد کا روپیہ گو بنک میں جاتا ہے لیکن اس پر بھی عمل عملہ
مشن ہی ایک کا ہو گا۔ یہ امر احتمالی نقصانات سے خالی نہیں حالات موجودہ میں اس سے مفر بھی کوئی نہیں سنہ ۱۹۲۶ء
سے ایک نیا طریق ہم نے نکالا ہے۔ جس پر میں آگے چل کر بحث کرتا ہوں۔ اور اس حصہ بحث
میں آپ کی اور آپ کے قارئین کی توجہ چاہتا ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ کسی کے سر میں کوئی اور خیال
آوے۔ اور آئندہ ہم اس سے مستفیض ہوں +

سنہ ۱۹۲۶ء کے اخیر تک تو انچارج مشن کے ہاتھ میں مشن کا آمد و خرچ رہا جس میں میں بھی ایک ہوں
آغاز مشن سے آج تک چھ اصحاب اس عہدہ سے گزرے ہیں۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء سے آج تک میری انچارجی کی میعاد
بہ اوقات مختلفہ ان نیدہ سالوں میں تقریباً ساڑھے پانچ برس ہوئی ہے۔ جس میں میرا طریق حسب ذیل رہا ہے +
ہر روز ڈاک کو عملہ اسٹاف کی موجودگی میں کھولتا۔ اور اس میں سے جس قدر چیک یا بنک ڈرافٹ یا پوسٹل آرڈر
وغیرہ ہوں وہ اسی وقت کتاب آمد میں فرسٹ اسسٹنٹ کے ہاتھ سے درج کرا دیتا۔ اندراج آمد کا کام ہمیشہ سے فرسٹ اسسٹنٹ
کے متعلق رہا ہے۔ یہ روپیہ اندراج کے بعد اسی کے پاس رہتا جو ہفتہ وار یا کسی میعادی تاریخ میں بنک میں چلا جاتا ہے۔ جس سے کبھی کوئی
رقم فکسڈ ڈیپازٹ میں چلی گئی ہے۔ جسے خرچ میں اسی نام پر داخل کیا۔ اور پھر حسب ضرورت اسے
واپس لے کر آمد رجسٹر میں دکھلا دیا۔ بالمقابل خرچ کی صورت یہ رہی ہے۔ کہ اس کا زیادہ سے زیادہ حصہ
چیکوں کے ذریعہ ادا ہو۔ اور کچھ قلیل رقم کسی کلرک کے ہاتھ میں رہے۔ جو اخراجات متفرقہ مثلاً

سٹیشنری ۔ محصول ڈاک ۔ تار وغیرہ پر خرچ کرے ۔ یہ سب کے سب اخراجات ہر ماہ کے اخیر ماہ کتاب حساب میں درج ہوا کرتے تھے
اور اخراجات ۔ جیسا کہ بجٹ سے ظاہر ہوگا ۔ اس قسم کے ہیں ۔ کہ جس میں انچارج کی اقتضائے رائے
کو بہت کم دخل ہے ۔ ان میں سے نوے فیصدی زیادہ خرچ تنخواہ عملہ ۔ پریس کا بل ۔ کاغذ ۔
مکان لندن (نماز گاہ) کا کرایہ ۔ اٹریٹ ۔ روشنی کا خرچ ۔ سیزن کے ٹکٹ وغیرہ وغیرہ ۔ یہ سب
عموماً بیرونی بل ہوتے ہیں ۔ اور چیکوں کے ذریعے ادا ہوتے ہیں ۔ حسابات کا ہمیشہ سے لحاظ کیا گیا ہے ۔ کہ آمد روزمرہ
میں کوئی خرچ نہ دیا جاوے ۔ وہ تو بینک میں جمع ہو ۔ اور اخراجات کے لئے بینک سے روپیہ لیا جائے ۔ یہ طریق عمل
میری ذات تک ہی محدود نہیں رہا ۔ بلکہ ہر ایک انچارج نے ایسا ہی کیا ۔ مدتوں یہ مشن انجمن کے
ہاتھوں میں رہا ۔ انہوں نے بھی اس طریق پر عمل کیا ۔ گو ہم آپس میں حسابات کو سوچتے رہے ۔ کہ کوئی
اور بہتر طریق ووکنگ کی آمد و خرچ کا اختیار کیا جاوے ۔ ووکنگ چھوڑ میں ایسا خیال کرتا ہوں ۔ کہ برلن
مشن میں اولاً یہی طریق شروع ہوا ۔ جس نے وہاں بہت سی مشکلات پیدا کر دیں ۔ جس سے آخر کار برلن میں
امپرسٹ سسٹم جاری ہوا ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ کل آمد کا روپیہ تو بنک میں جمع ہو ۔ لیکن اس روپیہ
انچارج مشن کو ایک پیسہ بھی نکالنے کا اختیار نہ ہے ۔ اور جہاں تک اسکی ہدایت ہو خرچ کے لئے اول میں تو بطور امپرسٹ
(ایڈوانس) لاہور سے مقررہ روپیہ انچارج کو بھیجا جائے ۔ جس کے متعلق وہ بل یا رسیدات
اخراجات لاہور بھیجے ۔ یہ طریق میرے نزدیک پہلے طریق سے بہتر ہے ۔ اور سنہ ۱۹۲۷ء
سے ہم نے اسے ووکنگ میں بھی جاری کیا ۔ لیکن یہ بھی دقتوں سے خالی نہیں ۔ چنانچہ وہ
دقتیں آج ہمارے سامنے ہیں ۔ اور ان دقتوں کے رفع کرنے میں دو سال میں بہت سی
تاریں لاہور اور ووکنگ میں آ چکی ہیں ۔ اور پھر بھی وہ دقتیں موجود ہیں ۔ علاوہ ازیں اس صورت میں
بھی آمد و روپے کی حفاظت (وہ میں ہوں یا کوئی اور) محض انچارج مشن کی دیانت پر منحصر ہے
میں امپرسٹ سسٹم کا دل سے مداح ہوں ۔ لیکن اس کا نفاذ ہمارے مرکز سے سات ہزار میل کے
فاصلے پر بہت سی مشکلات کو پیدا کر رہا ہے ۔ آج کئی قسم کی دقتیں پیدا ہو رہی ہیں ۔ گو وہ ایسی نہیں ۔
کہ سلجھ نہ جائیں ۔ لیکن اس کا ذمہ دار یہی سسٹم ہے ۔ اور سب سے بھاری غلطی ہم سے یہ ہوئی کہ اسی سسٹم کو ۔ پرانے
سسٹم کے حسابات کے طے کرنے سے پہلے فوراً جاری کر دیا گیا ۔ ان حالات کو دیکھ کر میں اب اسی رائے
پر قائم ہوا ہوں ۔ کہ سسٹم تو یہی قائم رہے ۔ لیکن عملہ مشن کے علاوہ وہاں ہماری طرف سے ایک
مختصر سی سب کمیٹی بھی ہو ۔ جو عملہ میں سے تو نہ ہو ۔ اور بعض امور مفوضہ کی نگران حال رہے +

اب میں اپنے معترضین سے دریافت کرتا ہوں ۔ کہ یہ جو میں نے سطور بالا میں بیان کیا ہے ۔ کہ ہندوستان میں
مشن یا ریویو کی آمد خرچ سے میرا کوئی ذاتی تعلق نہیں ۔ اور انگلستان میں صرف ساڑھے پانچ سال ۔ اور وہ
بھی بطریق بالا رہا ۔ اگر اس بیان کے خلاف آپکے علم میں کوئی بات ہو تو وہ ظاہر کریں +

خواجہ کمال الدین

(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا اعلان)

منقول از اخبار سیاست لاہور مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

خواجہ کمال الدین اور مشن ووکنگ کا حساب

ایک ضروری اعلان

اس وقت اخبارات میں ووکنگ مشن پر اعتراضات کے سلسلہ میں یہ بحث ہو رہی ہے کہ ووکنگ مشن کا آمد و خرچ کس حد تک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی زیر نگرانی ہے سو اس کے متعلق واقعات یہ ہیں کہ آخری مرتبہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء کے آخری ایام میں خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ حساب کتاب انجمن کی نگرانی میں دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور اس کے مطابق ایک تحریر بھی لکھ دی تھی۔ اس پر کوئی چھ سات ماہ کا عرصہ گذر جانے کے بعد ووکنگ کے بل دفتر انجمن میں آنے شروع ہوئے۔ مگر ابھی تک کل امور کا تصفیہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی انجمن کی پوری نگرانی کے ماتحت سارا حساب کتاب آیا ہے۔ خواجہ صاحب کی بیماری کی وجہ سے معاملہ قدرے تعویق میں پڑ رہا ہے۔ اور عنقریب یہ سارا معاملہ انجمن کی جنرل کونسل میں پیش ہوگا۔ آخری تصفیہ ہو جانے پر اس کے متعلق اعلان شائع کر دیا جاویگا۔

(نوٹ) خواجہ صاحب نے ان فنڈوں کا حساب جو انھوں نے کھولے ہوئے ہیں انجمن کے سپرد نہیں کیا۔

(فنانشل سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام - لاہور)

ضروری نوٹ:- زمیندار لاہور کے ۱۹ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء میں جو اعلان شائع ہوا ہے۔ اس میں آخری نوٹ نہیں ہے۔

خواجہ نذیر احمد (بیرسٹر)

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ سطور ذیل کو از راہ کرم اپنے گرامی صحیفہ کی نزدیکی اشاعت میں جگہ دیکر ممنون فرمائیں۔

خادم - خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء - لاہور

ووکنگ مشن کے حسابات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ذمہ داری

بروئے عنوان بالا جو اعلان فنانشل سکرٹری انجمن نے شائع کیا ہے۔ وہ نہ صرف اصلاح طلب ہی ہے

بلکہ بدقسمتی سے اس کے الفاظ ایسے ہیں۔ کہ جن سے شبہات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ علاوہ ازیں بعض ضروری امور پر شاید سہواً یہ اعلان خاموش بھی ہے +

اصلی واقعات یہ ہیں

پہلی مرتبہ مشن ووکنگ و اسلامک ریویو چند شرائط پر انجمن مذکورہ کے پاس دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء تا اخیر سنہ ۱۹۲۵ء تک رہا۔ اس کے بعد آخری مرتبہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں۔ ووکنگ مشن و ریویو کا جملہ انتظام بعض شرائط پر عارضی طور پر انجمن کے سپرد ہوا۔ اعلان مذکورہ میں اس امر کا ذکر نہیں کہ ووکنگ مشن و اسلامک ریویو کا جاریہ روپیہ جو ہندوستان میں ۹ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء کو دفتر لاہور کی معرفت انجمن مذکورہ کے خزانہ میں بہ خذ رسید داخل ہو گیا۔ اور نہ اس امر کا ذکر ہے۔ کہ اس کے بعد آج تک ہر دو مدات کی روزانہ آمد ڈاکخانہ سے ہی براہ راست اور بعض رقوم بذریعہ دفتر مشن۔ فنانشل سکرٹری انجمن کے ہاں بحیثیت فنانشل سکرٹری مشن چلی جاتی ہیں۔ اور انجمن کے خزانہ میں جمع ہوتی ہیں۔ دفتر ووکنگ انگلستان کے متعلق۔ انجمن نے امپرسٹ سسٹم جاری کیا۔ جس کی رو سے وہاں کا حساب جاریہ۔ انجمن کے نامزد کردہ بنک میں جمع ہوتا تھا۔ اس کی تعمیل کیلئے معاہدہ کے بعد ہی مولوی عبد المجید صاحب انچارج مشن کو ووکنگ لکھا گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی ووکنگ میں بھی ان ہر دو مدات کی آمد۔ انجمن کے نامزد کردہ بینک میں جمع ہوتی ہے۔ اور اسکی باضابطہ اطلاع بنک مذکور کی معرفت ہی براہ راست انجمن کو آتی ہے + انجمن مذکورہ سالانہ بجٹ آمد و خرچ مشن و ریویو منظور کرتی ہے۔ اس بجٹ میں تمام آمد اور ریاستوں کے عطیہ جات شامل ہوتے ہیں۔ اس آمد کے علاوہ جو کہ انجمن کے سپرد ہوتی ہے مشن و ریویو کی کوئی اور آمد نہیں اس بجٹ کی نقل از روئے قواعد فنانشل سکرٹری انجمن کے دفتر میں رہتی ہے +

اب میں خرچ کو لیتا ہوں

دفتر لاہور اور ووکنگ کے تمام اخراجات شروع سنہ ۱۹۲۷ء سے ہی انجمن نے پاس کئے۔ دفتر لاہور کے بل اخراجات تو انتقال مشن سے ہی محاسب انجمن کے پاس جانے شروع ہو گئے۔ البتہ ووکنگ کے بل کچھ دیر بعد آئے کیونکہ ڈیڑھ ماہ سے اوپر تو ایک خط کے جواب میں ہی لگ جاتا ہے بہرحال تمام بل اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و انگلستان تاریخ انتقال سے انجمن مذکورہ کی ہی منظوری سے پاس ہوئے ہیں +

آمد و خرچ کے حسابات بھی انجمن کے آفیسر مذکورہ کے دستخط سے ماہوار چھپتے ہیں۔ ان اللہ بینہ

---

۱۷ اگست سنہ ۲۸ء کو انجمن نے تین سو پونڈ بطور امپرسٹ ووکنگ بھیجا (خواجہ نذیر احمد)

غلط حساب سے بچنے کیلئے کتب اسلامک ریویو پبلشیر فنڈ (انگلستان) لٹریری ٹرسٹ کے پاس بطور ایجنٹ موجود ہیں۔ انکی فہمید حساب باقی ہے۔ اور اس سے قبلہ خواجہ صاحب کو کوئی تعلق نہیں۔ اس وقت قبلہ ام خواجہ صاحب کے پاس مشن و ریویو کے متعلق فقط دو رقوم ہیں۔ ایک ریزرو فنڈ مشن۔ جو اس وقت امپیریل بنک آف انڈیا لاہور میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ پڑا ہے۔ اور ایک بقیہ رقم زر سنگاپور۔ جس کا حساب رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں چھپ گیا ہے۔ یہ ہر دو رقوم مستقل جو انکی مشن تک قبلہ خواجہ صاحب کے پاس رہنی تھیں۔ ان ہر دو رقوم کے سوا قبلہ ام خواجہ صاحب کے پاس اور کوئی رقم نہیں۔ جس کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ مشن و ریویو سے ہو۔ باقی کُل کا کُل حساب کتاب متعلق مشن و ریویو انجمن مذکور کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس سے خواجہ صاحب کو کوئی تعلق نہیں +

انجمن کے اعلان میں جو نوٹ ہے اور کہ جو خاص وجوہ سے بعض اخباروں میں چھپا ہے۔ اور بعض میں نہیں۔ اسکے الفاظ ممکن ہے کہ بعض اصحاب کو غلطی میں ڈالیں۔ خواجہ صاحب نے کوئی اور فنڈ نہیں کھولے ہوئے۔ اس مسلم لٹریری ٹرسٹ و لندن نظامیہ یا سبک ٹرسٹ کے دیگر ٹرسٹیوں کی طرح آپ بھی ایک ٹرسٹی ہیں۔ اور ان کی شخصی رائے ان ہر دو ٹرسٹوں میں کسی طرح سے بھی قطعی نہیں +

۲۰۔ اگست ۱۹۲۶ء خادم۔ خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء۔ لاہور

آمد و خرچ۔ رنگون سنگاپور۔ جاوا کا دو لفظی حساب

قبلہ ام خواجہ صاحب نے تو کس کاوش و دیدہ ریزی کے ساتھ اس حساب کو اپنی اس نازک حالت صحت میں تیار کیا ہوگا اور میں نہایت دردی سُنتا ہوں۔ کہ اس محنت نے انھیں از سر نو ان کی پرانی مرض اعصاب دماغ (نیورستھنیا) کا شکار کر دیا ہے۔ ان کے سامنے بظاہر ایک قلت بھی تھی۔ چونکہ آمد و خرچ مذکورہ بالا کا تعلق سنہ ۱۹۲۲ء کے حساب مشن سے تھا جسمیں آمد بالا کا بہت سا حصہ چلا گیا۔ ایسا ہی اس کے ساتھ اور بیرونی رقوم بھی چلی گئیں۔ اس لئے مذکورہ آمد و خرچ کی تشریح انھوں نے اپنی اس تحریر میں کر دی لیکن اس تحریر کے مطبع میں جانے سے پہلے میں نے اسے بنظر استیعاب دیکھا ممکن ہے کہ بعض خاص طبیعت کے لوگ یا کم وقت والے۔ اس بسیط تحریر کے پڑھنے میں کسی قدر دقت محسوس کریں۔ اسلئے ایسے اصحاب کی خاطر میں نے خواجہ صاحب کی تحریر میں سے سنگاپور وغیرہ کی آمد اور اس آمد کے اخراجات کو الگ کر لیا۔ اور ان سے ذیل کا نقشہ تیار کیا +

نوٹ: ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۴ تا بیت ۳۵۹ +

خرچ آمد مذکورہ	آمد بنکون سنگاپور وغیرہ
(۱) ادائیگی قرضہ سابقہ سنہ ۱۹۲۰ء = ۱/۲ ۔ ۸ ۔ ۶ ۔ ۳۲۸۶ پونڈ	(۱) بینک انگریزی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۷۰۰ پونڈ
(۲) حصہ مشن فنڈ برض خرچ سنہ ۱۹۲۳ء میں ڈالا گیا = ۶ ۔ ۳ ۔ ۳۲۸ پونڈ	(۲) بدل سکہ ہندی مبلغ ۵۵۸۹ = ۰ ۔ ۱۲ ۔ ۴۷۲ پونڈ
(۳) حوالہ ماسٹر یعقوب خان صاحب بمد حساب سنہ ۱۹۲۳ء = ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۰۸ پونڈ	
(۴) صرفت مولوی عبدالمجید صاحب اخراجات متعلقہ ۱۹۲۶ء میں گیا ۔ ۔ ۔ = ۔ ۔ ۔ ۳۰۰	
(۵) جدید ورود کنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۵۶	
میزان کل خرچ ۔ ۔ ۔ ۱۲ ۔ ۵۰۷۲ پونڈ	میزان کل آمد = ۰ ۔ ۱۲ ۔ ۵۰۷۲ پونڈ

اس نقشہ نے مجھے تصویر حیرت کر دیا ۔ زر سنگاپور وغیرہ کی رقم کثیرہ میں سے صرف ۳۲۸ پونڈ کی قلیل سے
قلیل رقم خواجہ صاحب کے ہاتھ سے سنگاپور اخراجات مشن میں خرچ ہوتی نظر آتی ہے ۔ اور اس پر مشن کے خاص قسم کے خیر خواہوں نے
قبلہ کو طرح طرح کی باتوں کا ہدف بنایا ۔ غیر تو غیر حساب عثمان ”دل“ کا معاملہ ہے لیکن فنانشل سکرٹری جدید انجمن اشاعت اسلام لاہور
کے ایک اعلان میں مندرجہ اخبار انقلاب مجریہ ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء و اخبار سیاست لاہور میں لکھا ہے ۔ کہ انجمن بلا خواجہ صاحب
بعض رقوم تصفیہ طلب ہیں جیسا کہ سب کو علم ہے رقم سنگاپور اور ریزرو فنڈ مشن کے علاوہ کوئی اور رقم نہیں جس کا کہ تا فہمید حساب
کل حساب ہو سنگاپور نقشہ بالا کی رو سے بالکل صاف ہے ۔ جو ان کی طرف سے تو تھوڑے سے تھوڑے وقت میں مل
ہو سکتا ہے کیونکہ آمد بالا مدات چھپ چکی ہے اور اخراجات کی کل کی کل رقمیں اپنی اصلی اور مجموعی شکل میں مکتب حساب میں چھپ چکی ہیں
رجسٹر کی مصدقہ نقل دفتر لاہور میں بھی موجود ہے ۔ اور ان میں سے کچھ چھپ بھی گئی ہے لیکن رقوم خرچ بالا میں بڑی بھاری رقم
رقم اول ہے جس سے ان کی ذات کو کوئی تعلق نہیں ۔ کیونکہ اس عرصہ میں خواجہ صاحب بہر معنوں میں انتظام مشن سے
الگ اور بے خبر رہے ۔ اور انتظام مذکورہ کلیتہً دوسروں کے ہاتھ میں تھا ۔ چونکہ فہمید حساب حسب تحریر سیکرٹری صاحب
خواجہ صاحب کی صحت اور آمد پر ہوگی اس لئے مناسب ہو گا ۔ کہ ان کے آنے سے پہلے تسہیل فہم حساب کے لئے
فنانشل سکرٹری صاحب اس رقم کے حساب کو دیکھ بھال رکھیں ۔ انھیں رقوم کے متعلق اس معاہدہ میں
ذکر ہے ۔ جو ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء کو جنرل کونسل اور خواجہ صاحب کے مابین ہوا ۔ اور اس کے ماتحت خواجہ صاحب نے

عه دیکھو صفحہ (۳۴۷/ سطر ۱۰) عه دیکھو صفحہ (۳۴۹/ خیر عشرہ ۱۸) عه دیکھو صفحہ (۳۵۱/ سطر ۲) عه دیکھو صفحہ (۳۵۶/ سطر ۲) عه دیکھو صفحہ (۳۵۷/ سطر ۵) عه دیکھو صفحہ (۳۵۷/ سطر ۱۹)

عه ۔ دیکھو صفحہ ۳۴۲ + ۴۴ ریزرو فنڈ کی رقم بینک میں بطور فکسڈ ڈپازٹ پڑی ہے +

مشن کے انتظام آمد و خرچ وغیرہ کو عارضی طور پر انجمن کے حوالے کیا ۔ یعنی جو ادبر حساب آمد و خرچ کا بتایا ہے اسمیں پانچ کا حوالہ نہیں دیا ۔ جو آمد سنگاپور میں سی مسلم بک سوسائٹی کے حوالے ہوا ۔ یعنی اس آمد و خرچ کو یہاں دیا ہے جو انگلستان سے تعلق رکھتی ہے +

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء

اصحاب رنگون سنگاپور ۔ جاوا وغیرہ کی امداد مشن اور اُس کے اخراجات

میں نے سطور بالا میں لکھا ہے ۔ کہ ابتدا سے ہی میں نے اپنی ذات کو مشن کی آمد و خرچ سے الگ رکھا ۔ ہاں اس میرے طریق عمل میں اگر کوئی رقم من وجہ بصورت استثنٰے رہی ۔ تو وہ آمد مذکورہ بالا تھی ۔ اور اس استثنٰے کی وجہ کوئی ادنٰے سے ادنٰے بھی ذاتی غرض نہ تھی ۔ اور یہ امر تو ایک طرح ناممکن ہی تھا ۔ یہ رقوم تو شروع سے خیر تک فلسٹ ڈیپارٹ کی شکل میں ہیں ۔ دراصل ان رقوم کے متعلق واقعات ہی ایسے پیدا ہو گئے ۔ کہ میں اس امر پر مجبور ہو گیا ۔ جیسے کہ میں آگے چل کر دکھلاؤں گا ۔

سنہ ۱۹۱۸ء میں دماغی مشقت نے پہلی دفعہ مجھے بستر پر لٹا دیا ۔ یہ حملہ اعصاب دماغ پر کچھ ایسا تھا کہ اگر خدا کا فضل میرے شامل حال نہ ہوتا تو میں دیوانگی تک پہنچ چکا تھا ۔ ولایت میں طبی مشورہ اسی بات پر ہوا ۔ کہ میرا علاج معاملات مشن سے قطعی بے تعلقی پر منحصر ہے ۔ مجبوراً اپریل سنہ ۱۹۱۹ء میں مجھے ہاں سے واپس آنا پڑا ۔ یہاں کا طبی مشورہ بھی یہی تھا ۔ کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں ۔ جہاں مشن کا ذکر تک بھی مجھ سے نہ ہو ۔ اور میرا ماحول ایسا نہ ہو جو ووکنگ کو یاد دلائے ۔ یہ تو محالات سے تھا لیکن ایسی کوشش ہوئی ۔ سب سے اول یہ کیا گیا ۔ کہ مشن کے کُل کے کُل معاملات انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے سپرد ہوں ۔ اور تاریخ مشن میں یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا ۔ کہ اس حوالگی مشن کے وقت سے بارہ دو سال تک میں معاملات ووکنگ سے قطعاً قطعاً لاعلم رکھا گیا ۔ کیونکہ اسی طریق پر طبی مشورہ کی منشا پوری ہو سکتی تھی ۔ مرض میں کچھ افاقہ ہونے لگا ۔ ایک سال اسی طرح سے گذر گیا ۔ لیکن دل پر کون قابو پا سکتا ہے ۔ اس کا تو کوئی خانہ بھی مجھے نظر نہیں آتا کہ جس پر میرے جنون مشن نے قبضہ نہ کیا ہو ۔ جون سنہ ۱۹۲۰ء میں عزیزی خلیفہ عبد المجید جنھوں نے فراہمی امداد مشن میں بے نظیر حصہ لیا ہے ۔ اسی غرض سے رنگون جا پہنچے ۔ اور مجھے ابتدائی جولائی سنہ ۱۹۲۰ء کو بذریعہ تار وہاں بلایا ۔ میں سب طبی ہدایات کو بالائے طاق رکھ کر اگست میں برما جا پہنچا ۔ جہاں سے مجھے ایک دیرینہ خواہش کے پورا ہونے کے اسباب نظر آنے ۔ ابتدا ہی سے میرا یہ خیال رہا ہے ۔ جیسے کہ میں بار ہا لکھ چکا ہوں ۔ کہ مغرب میں تبلیغ اسلام کا بہترین طریقہ مسلم لٹریچر کی نشر و اشاعت ہے ۔ جس کے لئے ایک مستقل سرمایہ

ایک لاکھ روپیہ کا تو ہونا چاہیئے مصلحت یہ بلی تھی اگر میرے سفر برما وغیرہ نے میری اس خواہش کے پورا ہونے کے سامان پورے کر دیئے لیکن نادیدہ حالات نے جن کا ذکر میں آگے چلکر کروں گا میری منشا کو اس وقت پورا نہ ہونے دیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ آخر یہ دیرینہ خواہش اب سنہ ۱۹۲۶ء میں جا پوری ہوئی جب میں نے سابقہ تلخ تجربات متعلق آمد سنگاپور وغیرہ سے آئندہ بچنے کیلئے اگست سنہ ۱۹۲۵ء میں مسلم لٹریری ٹرسٹ بنایا۔ اور اس کا نظم و نسق مشن سے الگ کر دیا۔ آج اس ٹرسٹ کے قبضہ میں اصحاب جنوبی افریقیہ کی عنایت سے پینتیس ۳۵ ہزار روپیہ کے قریب تو نقد موجود ہے۔ اور کئی ہزار روپیہ علاوہ ازیں مطلوبہ لٹریچر کی نشر و اشاعت میں اسوقت تک مفید نتائج کے ساتھ خرچ بھی ہو چکا ہے۔ جس کے حساب کا ایک حصہ اسلامک ریویو میں چھپ چکا ہے۔ رنگون کے احباب نے (جن میں سے مرحوم سیٹھ سر جمال خدا انھیں جنت نصیب کرے اور ان کے پسماندگان کو ہمیشہ مکروہات دنیا سے بچائے۔ اور برادرم سیٹھ احمد مدنی ملاں داؤد میری خاص مشکوری کا موجب ہیں۔ اور آخر الذکر بزرگ سے تو مجھے ایک قسم کا قلبی تعلق ہے) ان میرے خیالات کو پسند کیا۔ اور وہ اس تجویز کو کامیاب بنانے میں نہایت شد و مد کے ساتھ دلچسپی لینے لگے۔ رنگون کا کام ختم کرنے کے بعد جمال مرحوم نے ہی مجھے سنگاپور جانے کی تحریک کی جہاں سے میں جاوا چلا گیا۔ وہاں کئی مہینے۔ میں صحت کے لئے بھی ٹھیرا۔ وہاں سے پھر سنگاپور، پینانگ ہوتا ہوا۔ کوئی دس ماہ کے بعد لاہور پہنچا۔ اس سفر کے آمد و خرچ کی مفصل رپورٹ سنہ ۱۹۲۱ء میں لاہور آتے ہی شائع کر دی گئی۔ جس میں ہر ایک معطی کی رقم چندہ بصراحت دی گئی۔ اور خرچ بھی تفصیل کے ساتھ درج کر دیا گیا۔ اس رپورٹ کی کاپیاں فرداً فرداً ہر ایک چندہ دہندہ دوست کی خدمت میں۔ اور جن جن نے مجھے فراہمی چندہ میں امداد دی تھی ان کے پاس بھی بھیجدی گئیں۔ اس کے علاوہ بھی زائد کاپیاں وہاں چلی گئیں۔ اور یہاں بھی شائع ہوئیں۔

میری خوشی کا تو کوئی اندازہ ہی نہ تھا۔ جب مجھے ان دس مہینوں کی محنت شاقہ کا ثمرہ بہترین شکل میں نظر آیا۔ یعنی خرچ سفر کے بعد سینتالیس ۴۷ سو پونڈ ۹ شلنگ انگریزی اور دس ہزار پانچسو نواسی روپے ایک آنہ تین پائی سکہ ہندی بچ گئے۔ جنھیں حسب ذیل طریق پر اسی وقت محفوظ کیا گیا۔ جیسے کہ رپورٹ مذکورہ میں نظر آتا ہے۔

چھ سو پونڈ بحوالہ بارکلے بنک ووکنگ (جاوا سے بھیجے گئے)

گیارہ سو پچاس پونڈ نیشنل بنک آف انڈیا لندن کو سنگاپور سے گئے

یہ تو روپے کی آمد ہوئی۔ اب میں اس کے اخراجات کا ذکر کرتا ہوں۔ میں تو اس روپیہ کے مصرف کی مختلف تجاویز سر میں لے کر مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں قادیان و وہاں لاہور پہنچا۔ اور یہ تجاویز زیادہ تر بزرگان رنگون کی ہی پیش کردہ تھیں۔ گو ان کی تفصیل کو میرے احباب نے میرے ہی اقتضائے رائے پر چھوڑا تھا۔ جیسے کہ رپورٹ مطبوعہ میں میں نے ذکر کیا لیکن لاہور سے پہنچنے کے ایک یا دو ہفتہ کے بعد ہی حضرت قبلہ مولوی صاحب نے مجھے اطلاع دی۔ کہ ووکنگ کو فی الفور ایک ہزار پونڈ[ع۵] جانا چاہئے۔ جو وہاں پریس اور کاغذ کے بلوں کی ادائیگی میں لیں

ع۵ ملاحظہ ہو بیلنس شیٹ صفحہ ۳۵۴ ایٹم خرچ نمبر ۲

۱

بقیہ حاشیہ ع۲ صفحہ ۳۴۸

مجھے بھیجے۔ اور وہ میرے پاس اس غرض کیلئے پڑے رہے لیکن سنہ ۱۹۲۱ء میں جب میں برما سے واپس آیا۔ تو سمجھا میں میری رائے بدل گئی۔ اور میں نے ارادہ کیا۔ کہ میں اپنے ہی خرچ سے حال مجوزہ کو بناؤں۔ اور کسی دوست کو اس امر میں تکلیف نہ دوں چنانچہ ایسا ہی کیا۔ ان تمام امور کا ذکر میں نے سفر برما کی مطبوعہ رپورٹ سنہ ۱۹۲۱ء میں کر دیا۔ اور اس رقم چندہ کو لٹریچر کی مد میں ڈال لینا پسند کیا +

دوسری رقم بھی ایک دوست کی تھی لیکن اُسے خاص نسبت میری ذات اور فرصت سے تعلق تھا۔ اور اُسے میں نے اپنی اقتضائے رائے پر خرچ کرنا تھا۔ میں نے ان دونوں رقوم میں کچھ روپے اپنے ملا کر ۴۴۱۱ روپے بنائے۔ اور اسے زر سنگاپور (۵۵۸۹ روپے - ۱ آنہ - ۳ پائی) میں شامل کر کے دس ہزار روپے کو بصورت فکسڈ ڈیپازٹ نیشنل بنک آف انڈیا لاہور میں رکھ دیا۔ اس کی رسید حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم حوالے کی + گویا اس دس ہزار میں بہت سی رقوم ایسی تھیں جنہیں مشن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن چونکہ ان کا بہت سا حصہ ووکنگ میں آ کر درج حساب مشن ہو گیا۔ اس لئے اس وقت میں نے اس حساب میں کل کا کل دس ہزار روپیہ شامل کر دیا۔ انشاء اللہ صحت پا کر جب میں لاہور جاؤں گا۔ تو کتب حساب دیکھ کر مذکورہ بالا ۴۴۱۱ روپے میں جس قدر رقم مشن یا لٹریچر کی ہو گی۔ وہ مشن کے حساب میں چلی جائیگی۔ ایسا ہی باقی رقوم جس غرض کیلئے ہیں وہ اس پر خرچ کر دی جائینگی +

چونکہ اس دس ہزار روپے کے مختلف حصص کا ذکر ان صفحات میں بصورت سکہ انگریزی آتا ہے۔ اس لئے میں ذیل کی چند سطریں اس نوٹ میں اور بھی ازدیاد کر دیتا ہوں۔ جس سے قارئین کرام کو اس حساب کے سمجھنے میں آسانی ہو گی +

پہلے تو میں سکہ انگریزی کا بدل سکہ ہندی میں لکھ دیتا ہوں۔ تاریخ سنہ ۱۹۲۲ء میں غالباً ایکسچینج کا نرخ پندرہ روپے فی پونڈ تھا۔ لہذا دس ہزار روپے کے ۶۶۶ پونڈ - ۱۳ شلنگ - ۴ پنس بنتے ہیں۔ ان میں ۳۷۲ پونڈ - ۱۳ شلنگ - ۴ پنس (۵۵۸۹ روپے - ۱ آنہ - ۳ پائی) تو زر سنگاپور ہیں۔ اور باقی کے ۲۹۴ پونڈ ۴۴۱۱ روپے کا بدل ہے +

مذکورہ فکسڈ ڈیپازٹ کی واگزاری پر شیخ صاحب مرحوم نے سنہ ۱۹۲۲ء میں ۵۰۰ پونڈ ووکنگ بھیجے۔

بقیہ حاشیہ کیلئے دیکھو ۳۵ کا حاشیہ

ضروری تھا - حق تو یہ ہے - کہ مجھے اس اطلاع نے تکلیف دی - لیکن معاملات تو کوئی ذاتی نہ تھے - نہ اُنکے اور نہ میرے لیے - میں نے حضرت قبلہ کے ارشاد کی تعمیل کی - اور دو چک ایک ہزار پونڈ کے[+] نیشنل بنک آف انڈیا (لندن) کے نام پر بھیج دیئے - جیسے کہ رپورٹ مذکورہ میں ذکر ہے - چند ماہ کے بعد ہی میں خود ووکنگ کو چلا گیا - اور وہاں اخیر نومبر سنہ ۱۹۲۱ء میں پہنچا - گو اس طرح ستارہ سو پونڈ (۱۷۰۰) کی رقم تو رقم چندہ میں سے چلی گئی تھی لیکن تو بھی میری تجاویز کے رُوبراہ کرنے کیلئے کافی روپیہ باقی تھا - مگر ووکنگ پہنچتے ہی

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

کا نقشہ مجھے نظر آیا - ایک ہفتہ تو میں نے خوشی خوشی کاٹا - لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا - کہ اخراجات سابقہ

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۴۹

اور اس طرح اس رقم میں سے ۴۴[۴۴] پونڈ اور کچھ شلنگ شیخ صاحب کے پاس بمد امانت رہے جن کا حوالہ بیلنس شیٹ میں بشکل امانت شیخ صاحب دیا گیا ہے - ان پانچصد پونڈ میں سے[۵] تین صد پونڈ تو میں نے مشن کے چلتے حساب میں بمد امانت ڈال دیئے - اور باقی دو صد پونڈ کو بطور فکسڈ ڈیپازٹ بارکلے بنک میں رکھ دیا - اسی کے ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آمد مشن میں سے یکصد[۵] پونڈ کی رقم لے کر میں نے اسی سال ایک اور فکسڈ ڈیپازٹ کی رسید بنوالی - یہ وہ دو ہنڈیات[۵] ہیں جن کا ذکر ان صفحات میں صفحہ ۳۵۸ سطر ۵ پر آتا ہے -

میں نے اوپر لکھا ہے - کہ ۶۶۶ پونڈ (دس ہزار روپیہ) کی رقم میں سنگاپور کے صرف ۱۳ پنس شلنگ — ۲ ۷ ۳ پونڈ (۹ ۸ ۵۵ روپیہ) بھیجے - لہذا شیخ صاحب کے مرسلہ پانصد پونڈ میں - رقم سنگاپور ۱۳ پنس - ۲ شلنگ ۷ ۳ پونڈ) کے علاوہ جو ۱۲۷ پونڈ آ گئے - وہ ۲۹۴ پونڈ (۱۱ ۴۴ روپے) میں سے تھے - اس کا تعلق مشن سے نہ تھا - لیکن وہ حساب مشن میں پانصد پونڈ کے آنے پر چلے گئے - یہ وہی ۱۲۷ پونڈ ہیں جن کا ذکر اس حساب کے اخیر صفحہ ۳۵۸ سطر ۱ پر آتا ہے - میں نے ان سب رقوم کو یہاں یکجائی صورت میں اسلئے لکھ دیا ہے - کہ آئندہ جہاں ان رقوم کا حوالہ ہو - ان کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو + خواجہ کمال الدین ·

+ بنک مذکورہ کے پاس تو جو تھا وہ فکسڈ ڈیپازٹ میں تھا - جس کی میعاد ابھی ختم نہیں ہوئی تھی - لیکن بنک کو لکھا گیا - کہ فکسڈ ڈیپازٹ میں سے پیش از وقت روپیہ دے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - خواجہ کمال الدین -

۴۴ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۴ آٹھ چھ نمبر ۱۳ -

۵ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۷ فٹ نوٹ +

سنہ ۱۹۲۰ء ۲۱ء کے متعلق ۷۰۰ پونڈ مرسلہ کے علاوہ بھی ۵۸۶ پونڈ کا مشن قرضدار ہے میری ساری خوشی
ایک دو ہفتہ کے اندر اندر خاک میں مل گئی۔ کیونکہ مجھے جمع کردہ رقم کا تخمیناً دو تہائی حصہ (۲۸۶۳ [۴۴] پونڈ) ہاتھ سے نکلتا
نظر آیا۔ اور نہ مجھے ابھی ایک معقول رقم اس مکان کیلئے الگ کردینی تھی۔ جو اصحاب رنگون کے ارشاد کے ماتحت
وہاں بنتا تھا۔ یہی وہ تعمیر فنڈ ہے۔ جس کو بعض اصحاب نے کچھ کا کچھ سمجھ رکھا ہے۔ اس کی تفصیل بھی آئندہ دی جائیگی۔
میں حیران تھا کہ باقی روپیہ کو کیا کروں۔ اور کیا نہ کروں "تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ" میری اس وقت
کی کیفیت قلب کو سمجھنے کیلئے صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے۔ کہ ایک شخص خطرناک حالتِ صحت میں انگلستان سے
ہندوستان اپنے علاج و آرام کے لئے آئے طبیب اور حکیم تو اسباب پر مصر ہوں۔ کہ وہ دنیا کے کسی ایسے گوشہ
میں نکل جائے۔ جہاں مشن کے کاروبار کا شمہ بھی اس کے سر میں نہ آئے۔ ورنہ یا تو اُسے موت کا سامنا کرنا
ہوگا یا وہ ساری عمر کے لئے بیکار ہو جائیگا لیکن وہ اسباب کی بھی پرواہ نہ کرے۔ اور اپنے عزیزوں سے بھی ایک لمبے
عرصہ کیلئے جدا ہو جائے۔ جنمیں سے اس کے دو عزیز (والدہ مکرمہ اور اہلیہ) ایسی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہوں
کہ جب ان مریضوں میں سے ایک (یعنی والدہ ماجدہ) کی موت کی خبر اُسے جاوا میں ملے۔ تو وہ یہ نہ سمجھ سکے
کہاں دو میں سے کون رخصت ہو گیا۔ پھر اسی سفر کی صعوبت سے سفر میں ہی وہ ایک اور مرض (ذیابیطس) کا شکار
ہو جائے۔ جس نے آج دق اور سل کو پیدا کیا۔ ان تکالیف کے بعد جب واپس ہو کر وہ اپنی کل کی کل محنت
کو رائیگاں ہوتا دیکھے یہ چند باتیں مجھ سے ان نئے حالات نے مجبوراً لکھوا دیں۔ جو اس وقت میرے متعلق کسی خاص نیت سے
اخباری دنیا میں عمداً پیدا کی گئی ہیں۔ ورنہ میرے منہ پر آج تک یہ باتیں نہ آئیں اور نہ آئیں +

الغرض یہ خیالات اس وقت میرے دل میں آئے جب قرضہ جات مشن کے بل۔ بارش کی طرح برسنے شروع
ہوئے۔ میرے دیوانہ ہونے کو یہ باتیں کافی تھیں۔ لیکن ہفتہ عشرہ کے بعد ہی ایک اور بات نے میرے
دل کو کسی قدر تسکین دی یعنے ایک طرف تو سجدات شکر ادا کئے۔ اور دوسری طرف میرا دل اخویم سیٹھ مدنی۔
سوجمال مرحوم حکیم کریم بخش اور دیگر اصحاب رنگون و سنگاپور کے شکریہ سے لبریز ہو گیا۔ اگر یہ سفر رنگون کامیاب
نہ ہوتا۔ تو میری غیر حاضری ووکنگ نے (اور اس عرصہ میں انتظام مشن سے میری قطعی بے تعلقی تھی) جو حالات
پیدا کر رکھے تھے۔ وہ نہ صرف مشن کو ہی تباہ کر دینے کے لئے کافی تھے۔ بلکہ ان کی طفیل میں یا تو عملاً
دیوالہ میں جاتا۔ یا لندن کے سول جیل میں ہوتا۔ خدا ان بزرگان رنگون و سنگاپور کو جزائے خیر دے
جن کی کوشش سے میں تو خیر "ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر"۔ مشن تب ہی بچ گیا۔ اس وقت

---

۴۴ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۴ کالم اخراجات ایٹم نمبر ۱ لغایت ۷

تھے۔ درویش برجان درویش ہیں۔ نے اپنی تجویز کو خیرباد کہا۔ اور اس بچی ہوئی رقم میں سے میں نے خیال کیا کہ
اگر ایک ہزار روپیہ فنڈ مکان مجوزہ کیلئے الگ کردوں تو باقی تو صد روپیہ تو رہ ہی جاتے ہیں اسکو میں کس مد میں
خرچ کروں۔ اسلئے میں نے قرضہ جات کی ادائیگی کے بعد بقیہ رقم کو ویسا ہی پڑا رہنے دیا۔ اور ارادہ کرلیا کہ ایک خاص رقم
کو تو مکان کیلئے الگ رکھونگا۔ اور باقی جس سال مشن کی آمد میں کمی ہو اسے اس رقم سے پورا کیا جائے +

ایام غیر حاضری ووکنگ کے حسابات کی پڑتال کرکے میں نے ایک لمبی یادداشت پریزیڈنٹ صاحب انجمن کو
لکھ دی اور عرض کردی۔ کہ میرے نزدیک بعض اخراجات کہ غیرہ کی ذمہ واری مشن پر عائد نہیں ہوسکتی
اور جب تک اس ذمہ واری کا فیصلہ نہ ہو۔ تب تک میں بقیہ چندہ رنگون وغیرہ کو حساب جاریہ میں
داخل نہیں کرسکتا۔ پریزیڈنٹ صاحب موصوف نے میری اس یادداشت کو۔ رقوم متنازعہ کو۔ قابل غور
قرار دیا۔ وہ رقوم متنازعہ تا حال زیر فیصلہ ہیں۔ اور صرف یہی ایک وجہ ہے۔ جس سے زر سنگاپور وغیرہ کے اخراجات
ان صفحات میں نہ چھپ سکے۔ گو انجمن نے اب رقم متنازعہ کے فیصلہ کی ایک راہ بھی تجویز کی ہے۔ لیکن میں اس کے مالہ وما علیہ
پر غور کرنے کے قابل نہیں اپنے آپ کو اس وقت نہیں پاتا۔ خدا تعالیٰ مجھے صحت دے
تو یہ حسابی الجھنیں سلجھ جائیں۔ میں اسکے ضمن میں یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں کسی کی امانت و دیانت
کے خلاف صریحاً یا کنایۃً ایک لفظ بھی نہیں کہتا۔ اور نہ مجھے ایسا کرنے کا کوئی حق ہے۔ ولا تقف ما لیس
لک بہ علم۔ مجھے اعتراض تو طریق عمل یا نوعیت اخراجات یا بعض اخراجات کی مقدار یا ان اخراجات
کی ذمہ واری مشن پر ہے۔ اور اس سے زیادہ ایک لفظ بھی کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اور خدا نہ کرے کہ میں کہوں +

جیسے کہ میں نے ذکر کیا ہے۔ میں آخر نومبر سنہ ۱۹۲۱ء میں ووکنگ آیا۔ یکم دسمبر کو میں نے چارج لیا۔
اور اخیر اپریل سنہ ۱۹۲۳ء تک ووکنگ میں رہا۔ اس کے بعد میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی معیت میں مکہ معظمہ
چلا گیا۔ اور وہاں سے ہندوستان آگیا۔ مکہ معظمہ جانے سے پہلے میں نے
قیام ووکنگ کی آمد و خرچ کا ایک خلاصہ اور بیلنس شیٹ کتب حساب سے تیار کرایا اور اسے دفتر لاہور
میں پریزیڈنٹ صاحب انجمن کی اطلاع کے لئے بھیج دیا۔ اس عرصہ کی آمد میں
میں نے رنگون وغیرہ کے کل چندہ کو بھی شامل کردیا۔ کیونکہ ان دنوں کی آمد مشن تو
قرضہ جات سابقہ کی ادائیگی کے لئے کسی صورت میں کافی نہ تھی جس وقت کوئی ایسی ضرورت
پیدا ہوئی۔ اور آمد مشن سے پوری نہ ہوسکتی تھی۔ تو فکسڈ ڈیپازٹ رنگون و جاوا میں سے روپیہ لیکر

۵۱۰ $\frac{۵}{۲۳}$ ۲۵ خواجہ عبد الغنی

اُسے پورا کیا جاتا تھا علاوہ ازیں بعض اخراجات سنہ ۱۹۲۲ء[۱] میں غیر معمولی طور پر پیدا ہو گئے خدا کا احسان ہے کہ اسی عرصہ میں بعض معقول عطیات من حیث لا یحتسب کے رنگ میں دوکنگ پہنچے۔ جن سے اُس عرصہ کے اخراجات خاصہ کو خدا تعالیٰ نے پورا کیا۔

اِس مذکورہ بالا اخیر اپریل سنہ ۱۹۲۳ء کے خلاصۂ آمد و خرچ و بیلنس شیٹ مذکور کو تو میں اس مضمون کے اخیر میں دیدوں گا۔ اور تسہیل فہم حساب کے لئے اسی خلاصۂ آمد و خرچ و بیلنس شیٹ کی بنا پر جو بیلنس شیٹ میں نے اب تیار کیا ہے۔ اُسے ذیل میں دیتا ہوں۔ اور سابقہ بیلنس شیٹ میں جو رقوم بمد قرضہ جات یا بمد امانت دکھلائی گئی ہیں۔ ان سب کو میں نے اخراجات کی مد میں دکھلا دیا ہے۔ ان قرضہ جات میں سے بہت سی رقوم تو بعد میں وصول بھی ہو چکی ہیں +

---

[۱] سنہ ۱۹۲۲ء میں ریویو و کتب میں جو غیر معمولی خرچ ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جرمن میں جو کتابیں چھپیں اس کے علاوہ انگلستان میں The House Divided اور India in the Balance کی کتب چھپیں۔ سنہ ۲۲ء Spirit of Islam مصنفہ سید امیر علی مرحوم کی ڈیڑھ صد ... جلدیں خریدی گئی۔ اس کی قیمت تھی اور کچھ نئی کتب کی خرید میں تخمیناً ایک سو پونڈ خرچ ہوا۔

ملتی ہیں جو زیادہ خرچ نظر آتا ہے۔ اسکی وجہ حسب ذیل ہے:۔

عملہ جو وہاں موجود تھا یعنی مولوی مصطفیٰ خان صاحب اور منشی دوست محمد صاحب وہ واپس آیا جیال مشنری فنڈ کے متعلقہ تجویز کے نفاذ میں جو مشنری رکھا گیا۔ اس کا خرچ تو بیلنس شیٹ میں الگ ہے لیکن اس کے علاوہ دو اور کلرک اور ایک خادم ہندوستان سے منگوائے گئے۔ اور اس تجویز کے ناکام رہنے پر ان تینوں کو واپس کرنا پڑا پھر اس کے ساتھ یہ بھی تجویز ہوا کہ لندن میں بھی مستقل دفتر ہو۔ جس کے لئے کچھ عملہ وہاں گیا۔ اور وہاں سے پھر واپس آیا اس پر بھی خرچ ہوا اس عملہ کے واپس آنے کے بعد لندن ہوس کا ایک مستقل انچارج ۸ پونڈ ماہوار پر رکھا گیا۔ اسی طرح اس نئے انتظام کے لئے فرنیچر ٹائپ رائیٹر نئے خریدے گئے۔ بدقسمتی سے یہ سارا انتظام سال کے آخیر میں چھوڑنا پڑا اس کے علاوہ کچھ رقم قریب نومسلموں کو بطورت قرض حسنہ دی گئی جس میں کچھ حصہ بعد میں واپس ہوا +

خواجہ عبد الغنی

ص ۳۵۹ تا ۳۶۱ تا ۔ منزوعہ صفحہ ۳۵۴ +

بیلنس شیٹ زر زنگون و سنگاپور وغیرہ از یکم دسمبر ۱۹۲۱ء لغایت اخیر اپریل ۱۹۲۳ء

آمد

	پونڈ - شلنگ - پنس
(۱) آمد سفر برما وغیرہ { بسکہ انگریزی / بدل سکہ ہندی روپے ۴-۱-۵۸۹ پونڈ }	۷۰۰ - ۰ - ۰ / ۷۰۵ - ۱۹ - ۳
(۲) قیمت ریویو و کتب	۱۵۱۰ - ۱۹ - ۳½
(۳) آمد مشن	۲۳۶ - ۱۱ - ½
(۴) عطیات بغرض مشن ریویو و دیگر اغراض	۱۵۰۲ - ۱۵ - ۲
(۵) مرسلہ انجمن از چندہ پشاور	۱۳۳ - ۰ - ۰
(۶) عطیہ جمیل مرحوم بمد مشنری	۱۵۲ - ۱۲ - ۸

اخراجات و قرضہ جات و بقایا وغیرہ

ادائیگی قرضہ جات ۱۹۲۰-۲۱ء

	پونڈ - شلنگ - پنس
(۱) مرسلہ بہ رجسٹرار ووکنگ جو کہ اوپر ذکر ہوا	۷۰۰ - ۰ - ۰
(۲) دو چیک جو حسب ارشاد حضرت صاحب پریذیڈنٹ لاہور سے ووکنگ بھیجے	۱۰۰۰ - ۰ - ۰
(۳) قرضہ جات پریس	۳۴۰ - ۱۸ - ۴
(۴) قرضہ جات کاغذ و طباعت ریویو	۲۲۳ - ۱۵ - ۰
(۵) قرضہ جات ترجمہ قرآن بوجہ تنہائی قیمت فروخت	۴۹۶ - ۱۱ - ۰
(۶) اخراجات خوراک وغیرہ	۳۵۰ - ۱۱ - ۱½
(۷) ادائیگی دیگر قرضہ جات سابقہ متعلق ۱۹۲۱ء	۱۷۵ - ۱۲ - ۷

اخراجات ۱۹۲۲ و ۲۳ء وغیرہ

	پونڈ - شلنگ - پنس
(۸) مسلم بک سوسائٹی لاہور حسب تصریح بالا بدل سکہ ہندی مبلغ ۵۰۰۰ روپیہ	۳۳۳ - ۶ - ۸
(۹) اخراجات مشن از دسمبر ۱۹۲۱ء لغایت اپریل ۱۹۲۳ء	۱۴۹۹ - ۳ - ۲½
(۱۰) اخراجات ریویو و کتب و لٹریچر مسلم لائبریری (ووکنگ)	۱۹۱۷ - ۳ - ۴½
(۱۱) تنخواہ جمیل مشنری و سفر خرچ آمد و رفت وغیرہ	۲۸۹ - ۱۳ - ۴
(۱۲) اخراجات طبع کتب جو جرمنی میں چھپیں و خرچ خواجہ کمال الدین متعلق سفر فرنچ و جرمنی	۲۵۴ - ۰ - ۰

قرضہ جات و امانت ہا ۱۹۲۲ء

	پونڈ - شلنگ - پنس
(۱۳) بمد امانت بزرگان شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم	۱۶۶ - ۰ - ۰
(۱۴) بذمہ شیخ صاحب مرحوم در حساب تعلیم عزیزی یوسف رحمت اللہ صاحبزادہ شیخ صاحب	۱۲۶ - ۱ - ۷
(۱۵) بذمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اخراجات جلد قرآن	۳۰ - ۱۵ - ۹½
(۱۶) بذمہ عزیز غلام عباس طالب علم	۳۵ - ۱۲ - ۲
(۱۷) جرمن بنک	۱۰۰ - ۰ - ۰
(۱۸) بقبضہ خواجہ کمال الدین	۵۳۰ - ۰ - ۰
(۱۹) بقبضہ قوم خواجہ کمال الدین مبلغ ۵۵۸۹ روپیہ ۱ آنہ ۳ پائی حسب تصریح حاشیہ صفحہ ۳۴۸	۳۷۲ - ۱۲ - ۳

(حاشیہ پر:) میزان ادائیگی قرضہ جات ۱۹۲۰-۲۱ء ۳۴۴۸ - ۸ - ۰ ؛ میزان قرضہ و اخراجات ۲۲ و ۱۹۲۳ء ۷۸۵۰ - ۱۷ - ۷½

	پونڈ - شلنگ - پنس
میزان (آمد)	۸۹۴۱ - ۱۶ - ۵
میزان (اخراجات)	۸۹۴۱ - ۱۶ - ۵

فٹ نوٹ

ملاحظہ ہو صفحہ ۵۹ ۱۳ سو نقشہ الف کالم ۴ بمد ۳ تخمینہ خرچ نمبر ۱ تا ۱۲ مندرجہ بالا کیلئے دیکھو نقشہ ب مندرجہ صفحہ ۳۶۰

مدہ ۱ مندرجہ بیلنس شیٹ کی تشریح یہ ہے کہ جب میں قیام مشن برلن کے متعلق وہاں کے حالات دیکھنے کیلئے جرمنی گیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ اس وقت کی ایکسچینج نے اخراجات طبع کتب کو انگلستان کے مقابل وہاں نصف کے مقابل کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک مطبع کے ساتھ انتظام کیا گیا۔ چند کتب کے مسودات تو اسیوقت مطبع کو دیدیئے۔ باقی مسودات انگلستان سے بھیجنے تھے۔ بالمقابل مطبع والوں نے اپنے اطمینان کیلئے یہ مطالبہ کیا۔ کہ میں ایک معقول رقم ڈوئش بنک برلن میں بہ سکہ جرمنی جمع کرادوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جسمیں سے بقدر ۲۵۴ پونڈ (اندراج مدہ ۱۲ مندرجہ بالا) تو خرچ ہوگئے۔ باقی سو پونڈ اسی بنک میں رہے۔ مگر ایکسچینج کے بدلنے پر تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سو پونڈ صفر کے برابر ہو گئے۔

میرا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم سے چونکہ ذاتی حساب کتاب بھی تھا۔ اور میں نے بروقت فہمید حساب ۱۵ اپریل ۱۹۲۲ء میں رقوم مدہ ۱۳ و مدہ ۱۴ (مندرجہ بیلنس شیٹ بالا) کو اپنے حساب میں لیلیا۔ اسلئے میں ان ہر دو رقوم کو۔ اپنے ذمے ڈالتا ہوں۔ سطح مدات اخرج مدہ ۱۳ و مدہ ۱۴ و مدہ ۱۹ کا میزان جو ۱۴۔۱۹۴ پونڈ ہے۔ وہ گویا ۲۰۔ اپریل ۱۹۲۳ء کو آمد سنگاپور وغیرہ وآمد مشن از دسمبر ۱۹۲۱ء لغایت اخیر اپریل ۱۹۲۳ء کا بقایا تھا۔

بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۵۴

دیکھو نقشہ ب مندرجہ صفحہ ۳۶۰ (مدہ ۳) مدہ ۱۳ سے مدہ ۱۷ مندرجہ بالا کے لئے دیکھو بیلنس شیٹ کی مدات مدہ ۳ و مدہ ۴ و مدہ ۵ و مدہ ۶ و مدہ ۷ مندرجہ صفحہ ۳۶۱ (مدہ ۴) ملاحظہ ہو مدہ ۸ بیلنس شیٹ مندرجہ صفحہ ۳۶۱ (مدہ ۵) ملاحظہ ہو کالم مدہ ۲ بیلنس شیٹ مندرجہ صفحہ ۳۶۱ +

مدہ ۶ مرحوم موصوف ایک مخیر طبع انسان تھے۔ اور اس رنگ میں اپنے ہی آپ نظیر تھے۔ تعلیم اور اشاعت اسلام کے ساتھ انھیں خاص شغف تھا۔ رنگون جاکر میں نے انھیں آمادہ کیا۔ کہ ہمارے مشن میں ایک آدھ مشنری ان کے نام پر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ انھوں نے اس غرض کیلئے ایک رقم بھی عطا فرمائی۔ جو مذکورہ بالا مدہ ۲ آمد میں شامل ہے۔ اس کے بعد جب میں سنہ ۱۹۲۰ء میں ووکنگ کو چلنے لگا۔ تو بذریعہ تار انھوں اطلاع دی کہ وہ اس مد میں مستقل امداد دیں گے۔ چنانچہ جب میں بمبئی پہنچا۔ تو بذریعہ تار انھوں نے اپنے وعدے کی پہلی قسط بھیجدی۔ جسے میں نے مد آمد نمبر ۶ میں دکھلایا۔ اُن کے ارشاد کی تعمیل میں۔ میں نے داؤد شاہ صاحب بی۔ اے کو مدراس سے بطور مشنری طلب کیا۔ اور اس کے علاوہ عملہ میں دو کلرک بڑھا دیئے۔ جن کا کام لٹریچر کی نشر و اشاعت تھا اور میں اور مشنری بلانے کی فکر میں تھا۔ کہ ان کا کاروبار تجارت بگڑ گیا۔ اسبات کا علم مجھے خارجاً ہوا۔ جبکہ ان کی طرف سے دوسری قسط کے آنے میں دیری ہوئی۔ میرے لکھنے پر اُن کی طرف سے اطمینان کا بھی خط آیا۔ کہ میں کچھ عرصہ انتظار کروں جبتک انکے معاملات تجارت سلجھ جائیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس نئے عملہ کو کچھ عرصہ کے بعد منقطع ہوتا پڑا۔ انکی تنخواہ اور اُن کے آمد و رفت کا خرچ جو عطیہ سرجمال سے زائد تھا۔ وہ رقم رنگون سے ہی پورا کرنا پڑا۔

بقیہ۔ مندرجہ صفحہ ۳۵۴ +

ابتدائے جون میں جب میں مکہ شریف کو چلا اور مکرم ماسٹر یعقوب خان صاحب کو اپنی جگہ مشن کا انچارج چھوڑا۔ تو کمی آمد کے ڈر سے پانچ سو پونڈ کی ایک اور رقم اپنی رنگونی بنگلوری فکسڈ ڈیپازٹ ہا میں سے نکال کر مشن کے حساب جاریہ میں جمع کرا دی۔ اور وہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء کے ووکنگ کے حساب میں جمع ہوئی۔

اس طرح جون سنہ ۱۹۲۳ء کو ان تمام رقوم میں سے ۷-۱۴-۶۸۶ کی بچت تھی۔ جس میں سے ۶۵۰ پونڈ نیشنل بنک آف انڈیا (لندن) میں۔ باقی ۷-۱۴-۳۶ حساب جاریہ میں تھے۔ یہ ثمر اس آمد کا ہوا۔ جو میں نے محنت شاقہ سے جمع کی۔

اس وقت اس فکسڈ ڈیپازٹ کے علاوہ دو اور فکسڈ ڈیپازٹ تھیں۔ ایک یکصد اور دوسری دو صد پونڈ کی جن کا میں نے صفحہ ۳۵۰ بقیہ حاشیہ سطر ... میں ذکر کیا ہے کہ شیخ صاحب عبدالغفور سے ... ہزار روپیہ والی رقم میں سے یکصد پونڈ ووکنگ بھیجے تو اس میں سے کچھ میں نے حساب جاریہ میں داخل کئے۔ اور کچھ فکسڈ ڈیپازٹ میں رکھے۔ میں نے اس وقت ایک خیال سے ۷۵ پونڈ اپنے حساب بنک سے نکال کر انھیں مذکورہ بالا ۶۵۰ پونڈ میں جمع کرا دیا اور اس طرح ۷۲۵ پونڈ بنا کر انہیں فکسڈ ڈیپازٹ میں بارکلے بنک کے حوالہ کیا۔ اس طرح روانگی مکہ شریف پر میں مکان مجوزہ صاحب ... کے لئے تین ہنڈیاں ووکنگ چھوڑ آیا۔ جون سنہ ۱۹۲۵ء میں ووکنگ پھر واپس آکر مکان کا فکر کیا۔ یہ مکان ہمارے دفتر ووکنگ کے محاذ میں ہی بننا تھا۔ اس لئے اس کی تحت زمین کے لئے ٹرسٹیان مسجد سے اجازت لینی تھی۔ چنانچہ اس معاملہ میں ان سے خط و کتابت کئی سال سے جاری تھی۔ آخر اب معاملہ طے ہوا۔ اور انھوں نے اجارہ میعادی کے اصول پر ایک ٹکڑے کی اجازت دی۔ اس کے مسودہ کے لئے ایک سالیسٹر کے پاس کاغذات بھیجے گئے۔ مسودہ اجارہ خط ٹرسٹیوں نے منظور کر لیا لیکن یہ معاملہ تکمیل کو نہ پہنچا تھا کہ مجھے جنوبی افریقہ جانا پڑا۔ اور وہاں سے میں ادھر آیا +

عسہ ملاحظہ ہو گوشوارہ آمد و خرچ مشن سال ۱۹۲۳ء مندرجہ رسالہ اشاعت اسلام جلد ۱۲ صفحہ ۵۲۸

ستمبر سنہ ۱۹۲۶ء میں میں لاہور پہنچا۔ جہاں آتے ہی مجھے تنزل صحت کے آثار نظر آنے لگے۔ یہ تو ولایت سے ہی ارادہ کر کے آیا تھا کہ اب مشن کو مستقل طور پر دوسرے ہاتھوں میں دیدوں۔ اور خود آئندہ کیلئے تصنیف کے کام میں لگ جاؤں۔ لیکن صحت کے یکلخت بگڑنے نے مجھے اسی پر آمادہ کیا کہ سر دست عارضی طور پر مشن انجمن کے حوالے ہو جائے۔ اور بقیہ زر سنگاپور متعلقہ مکان مجوزہ اور مشن ریزرو فنڈ کے سوا

نوٹ: میں نے سطور بالا میں اپنے ذاتی حساب بنک کا ذکر کیا ہے وہ اس منصب کے متعلق ہے۔ جو اعلیحضرت شاہ دکن نے بقدر دو صد روپیہ ماہوار تاحین حیات مجھے عطا فرمایا ہوا ہے۔ اس منصب کے شروع ہی سے میں نے اپنے بچوں کی تعلیم ولایت کے لئے مخصوص کر دیا۔ یہ روپیہ براہ راست حیدرآباد سے بارکلے بنک ووکنگ کے نام چلا جاتا ہے۔ اس رقم میں سے میں نے بمشکل ساڑھے تین سو پونڈ آج تک نکالے ہونگے۔ اسی میں سے یہ ۷۵ پونڈ شامل ہیں۔ باقی بچوں کی تعلیم پر خرچ ہوتا ہے۔ خاص نیت کے صاحب بغور کریں جنہوں نے ان بچوں کی تعلیم ولایت کے متعلق نہایت قبیح باتیں اپنے منہ سے نکالیں۔ باقی میرا کوئی حساب کسی انگلینڈ کے بنک میں نہیں +

نمبر: یکصد پونڈ - دو صد پونڈ - ۷۲۵ پونڈ +

یا قی کُل رقوم انجمن کے حوالے ہوں - ایسا ہی آیندہ کی کُل آمد و خرچ ان کے ہاتھ میں رہے - اس خیال سے
میں نے ووکنگ لکھ دیا - کہ وہ مفصلہ بالا ہنڈیات مذکورہ کی رقم اور ایسا ہی وہ روپیہ بھی ہندوستان
بھیجدیں - جو میں نے از بقیہ سے ووکنگ بید مسلم لٹریری ٹرسٹ بھیجا تھا - اور اُسے مشن سے تعلق نہ تھا -
تا کہ مکان کے متعلق رقم تجویز و مخصوص کر کے باقی روپے انجمن کے حوالے ہوں - اس کے جواب
میں معلوم ہوا - کہ یکصد اور دو صد کی ہنڈیات تو کمی آمد کے باعث مشن کے خرچ میں چلی گئی ہیں - اور
۷۲۵ پونڈ والی ہنڈی میں سے بھی ۳۵۰ پونڈ تو ایک غلطی کے ماتحت آمد مشن میں تداخل جمع ہو چکی ہے -
اور اس کے بقیہ کا ایک حصہ امپرسٹ سسٹم کے جاری ہونے پر حسابی اُلجھنوں میں آ گیا ہے - مجھے
تو پہلے ہی سے خیال تھا - کہ اگر موجودہ حسابات ووکنگ صاف کرنے کے بغیر یکلخت امپرسٹ سسٹم کو
جاری کیا گیا - تو بہت سی حسابی دقتیں پیدا ہو جائینگی - اور ایسا ہی ہوا - لیکن یہ باتیں کچھ عرصہ کے بعد صاف
ہو جائینگی - اور کچھ ہو چکی ہیں +

ان حالات میں مشن انچارج نے میرے مطالبہ پر صرف ۷۱۹۱ پونڈ بھیجے - اس کا
بہت سا حصہ تو زر از بقیہ کا تھا لیکن اس میں مجھے کچھ رقم ۷۲۵ والی ہنڈی کی بھی نظر آئی - جو سو پونڈ
کے لگ بھگ ہوگی - چنانچہ میرے کہنے پر سکرٹری مشن نے اس کے متعلق مزید تحقیق کی - اور انکے
کہنے کے مطابق میں نے یکصد پونڈ کی رقم امپیریل بنک لاہور میں بصورت فکسڈ ڈیپازٹ
رکھدی - جو وہاں اس وقت موجود ہے +

اب میں ذیل کی چند سطور میں موجودہ حساب کا خلاصہ دیتا ہوں - ۳۵۰ پونڈ محولہ بالا کی رقم کو تو الگ
رکھتا ہوں - خواہ مشن انچارج نے اس رقم کی غلطی مذکورہ بالا کی اس وقت تک اصلاح کی یا نہ کی - اور
انھوں نے ۳۵۰ پونڈ حساب مشن میں سے باہر کئے یا نہ کئے -

بہرحال ۷۲۵ پونڈ کی ہنڈی میں سے (جس میں اصل رقم زر سنگاپور تو ۶۵۰ پونڈ ہے
اور باقی ۷۵ جیسے کہ اُوپر ذکر کیا ہے میرے ذاتی ہیں) یکصد پونڈ کے لگ بھگ رقم آمدہ لاہور
کو الگ کر کے باقی ۶۲۵ پونڈ یا اس سے کچھ کم و بیش رقم ووکنگ میں موجود ہے - خواہ وہ کسی حساب میں
گئے ہوں - بروقت تصفیہ حساب واپس ہو کر ان اغراض پر خرچ کر دیئے جائیں گے جنکے لئے وہ مخصوص ہیں
اور جن میں ایک بھاری غرض ووکنگ میں ایک مکان کا بنانا ہے +

☆: ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۰ بقیہ حاشیہ ۲؎ سطر ۶ +

اب آمد سنگاپور میں سے صرف ۵۰ ۶ پونڈ باقی ہیں۔ جیسے کہ اوپر ذکر آیا۔ لیکن ۴۹۰ پونڈ (۱۴۴۴۴ روپیہ محولہ حاشیہ ۲ صفحہ ۳۴۹) کُل کے کُل موجود ہیں۔ اور ان دونوں رقوم کا میزان ۹۴۴ پونڈ ہوتا ہے +

اس کے مقابل رقوم ذیل موجود ہیں :-

(۱) ۷۲۵ پونڈ (۱۰۰ پونڈ بصورت فکسڈ ڈیپازٹ لاہور میں اور باقی کی رقم ووکنگ میں حسب تشریح بالا)

(۲) ۱۲۷ پونڈ جو سنہ ۱۹۲۳ء کو مشن کے حساب میں زیادہ چلے گئے ملاحظہ ہو حاشیہ ۲ صفحہ ۳۵۰ سطر ۱۱۔

(۳) ۱۱۱ پونڈ جو شیخ صاحب مغفور کی کوٹھی میں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۵ فٹ نوٹ نمبر ۱ +

ان کُل رقوم کا میزان ۹۶۳ پونڈ بنتا ہے +

اگرچہ میں نے یہ حساب کچھ تو اس خلاصہ آمد و خرچ و بیلنس شیٹ سے مرتب کیا ہے جو سنہ ۱۹۲۳ء کا میں نے لاہور بھیجا تھا۔ اور جو میں اب اپنی خیر میں درج کرتا ہوں۔ اور کچھ اپنے حافظہ سے مدد لی ہے۔ تاہم ان حسابات کا تصفیہ اُن کتب کی بنا پر ہونا چاہیئے۔ جن سے میں نے خلاصہ آمد و خرچ وغیرہ بنایا۔ مثلاً ان خلاصہ جات میں فکسڈ ڈیپازٹ کا انٹرسٹ کی تصریح نہیں۔ جو آمد مشن میں حسب معمول چلا گیا۔ انشاء اللہ لاہور جا کر یہ سب باتیں طے ہو جائینگی۔

اس حساب کے علاوہ دوسری رقم ریزرو فنڈ مشن کی ہے۔ جس کا کثیر حصہ اس وقت فکسڈ ڈیپازٹ کی صورت میں امپیریل بنک آف انڈیا لاہور میں پڑا ہے۔

آخر میں میں ہر ایک کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر اُن کے علم میں کوئی روپیہ ہو۔ جو سہواً میرے علم میں تو اس وقت نہیں۔ اور وہ مشن کا ہے۔ تو وہ عند اللہ مجھے اطلاع دیں۔ اور اس امر میں میں بالخصوص اپنے دوستوں کو اور دیگر ممبران احمدیہ انجمن کو مخاطب کرتا ہوں +

نہایت ہی افسوس سے لکھتا ہوں کہ میری موجودہ صحت ان امور پر قلم اٹھانے کی مطلقاً اجازت نہ دیتی تھی۔ جو ان صفحات میں زیر بحث آئے۔ حسابی معاملات تو ایک صحیح مزاج انسان کے سر کو چکرا دیتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کے خاتمہ پر اعصاب دماغ کی پرانی شکایت بھی شدت کے ساتھ عود کر آئی۔ بہر حال اسے بھی میں اپنے "مہربانوں" کی مروت میں ہی داخل

× ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶۱ +

کرتا ہوں۔ جنہوں نے ان خارج از صداقت حملوں کا یہ اچھا موقع تلاش کیا۔ انھیں علم ہوگا کہ میری صحت تو اس محنت سے کم محنت کی بھی متحمل نہیں۔ شاید اس موقع کو غنیمت سمجھا لیکن میں نے عرفی زندگی کو جسمانی زندگی پر مقدم کیا ✤

پرتاب فارم۔ از سرینگر کشمیر — خواجہ کمال الدین

جس خلاصہ آمد و خرچ بیلنس شیٹ مرتبہ سنہ ۱۹۲۳ء کا حوالہ

میں نے مضمون بالا میں صفحہ ۳۵۳ سطر ۵ میں دیا ہے۔ اور ان کی بناء پر ایک اور بیلنس شیٹ مندرجہ صفحہ ۳۵۴ دیا ہے۔ اسے بجنسہ ذیل میں دیتا ہوں:۔

نقشہ الف سنہ ۱۹۲۳ء

آمد از یکم دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء تا نہایت اخیر اپریل سنہ ۱۹۲۳ء آمد موصولہ ووکنگ

(جس میں آمد رنگون سینگاپور و جاوا کو شامل کر دیا گیا۔)

مد آمد بہ سکہ انگریزی	پنس	شلنگ	پونڈ	بہ سکہ ہندی (روپے — آنہ — پائی)
(۱) آمد از سفیر برما وغیرہ	.	.	۴۷	۱۰۵۸۹ — ۱ — ۳
(۲) قیمت ریویو و کتب	۳½	۱۹	۱۵۱۰	
(۳) آمد مشن	½	۱۱	۲۳۶	
(۴) عطیات برائے مشن و ریویو و دیگر اغراض	۲	۱۵	۱۵۰۲	
(۵) ارسالہ انجمن از چندہ پشاور	.	.	۱۳۳	
(۶) عطیہ جمال مرحوم ممبر شری	۸	۱۲	۱۵۲	
کل میزان	۲	۱۸	۸۲۳۵	میزان ۱۰۵۸۹ — ۱ — ۳

گوشوارہ آمد مسلم لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

(۱) جناب او۔ ایس نصر اللہ شریف صاحب بنگلور امداد .... [illegible]

(۲) از جزائر فجی قیمت انگریزی خطبہ صدارت .... [illegible]

کل میزان .... [illegible]

گوشوارہ آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

(۱) خانصاحب حبیب علی خان صاحب بہاولپور .... [illegible]

کل میزان [illegible]

سکرٹری

(نقشہ ب)

خرچ از یکم دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء لغایت اخیر اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

مد خرچ	پونڈ	شلنگ	پنس	بہ سکہ ہندی: روپے	آنہ	پائی
(۱) مسلم بک سوسائٹی لاہور حسب تصریح بالا	۰	۰	۰	ایضاً ۵۰۰۰	۰	۰
(۲) اخراجات مشن از دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء تا بیت اپریل سنہ ۱۹۲۳ء	۱۸۹۹	۳	۲½			
(۳) اخراجات ریویو و کتب و خرید مسلم لائبریری ۲ ووکنگ =	۱۹۱۷	۳	۴½			
(۴) تنخواہ جمال مشنری و سفر خرچ آمد و رفت =	۲۸۹	۱۳	۴			
(۵) اخراجات طبع کتب جو جرمنی میں چھپی و نصف حصہ خواجہ جمال الدین متعلق سفر جرمن	۲۵۴	۰	۰			
قرضہ جات اخراجات وغیرہ متعلق سنہ ۱۹۲۱ء جو آمد رنگون وغیرہ سے ادا ہوئے						
(۶) مرسلہ سر جمال برائے ووکنگ	۷۰۰	۰	۰			
(۷) دو چیک حسب ارشاد صاحب پریذیڈنٹ لاہور سے ووکنگ گئے	۱۰۰۰	۰	۰			
(۸) قرضہ جات پریس	۳۴۰	۱۸	۴			
(۹) قرضہ جات کاغذ و طباعت ریویو	۲۲۳	۱۵	۰			
×(۱۰) قرضہ جات ترجمہ قرآن بعد منہائے قیمت فروخت	۴۹۶	۱۱	۰			
(۱۱) اخراجات خوراک وغیرہ	۳۵۰	۱۱	۱½			
(۱۲) ادائیگی دیگر قرضہ جات سابقہ متعلق سنہ ۱۹۲۱ء	۱۷۵	۱۲	۷			
میزان کل خرچ =	۷۲۴۷	۹	۱۱½	ایضاً ۵۰۰۰	۰	۰
بعد منہائے قرضہ جات قرآن مجید از رقم کل =	۴۹۶	۱۱	۰			
خرچ اصلی متعلق مشن =	۶۷۵۰	۱۸	۱۱½	ایضاً ۵۰۰۰	۰	۰

(حاشیہ پر ۶ تا ۱۲ کے ساتھ: [illegible])

×نوٹ:- انگریزی ترجمۃ القرآن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ملکیت ہے لیکن اس کا انتظام طباعت مشن کی معرفت ہوا جسقدر اخراجات ہوئے وہ مشن ہی نے ادا کئے! ور آمد قرآن میں سے اخراجات لئے گئے اگر تو خرچ سے آمد بڑھ گئی۔ تو انجمن کو مجرا دی گئی۔ اگر خرچ بڑھا تو حساب میں انجمن کے نام ڈالا گیا۔ میرے جانے پر سابقہ قرضہ جات قرآن ۵۰۸ پونڈ کے قریب تھے۔ اور میرے جانے پر جو خرچ ہوا۔ اس کے شامل کرنے پر انجمن کے نام پنس ۶ — شلنگ ۹ — پونڈ ۸۹۴ مشن کے نکلے اس عرصہ میں بمد آمد از قرآن پنس ۱۱ — شلنگ ۱۹ — ۳۹۷ پونڈ ہے اس طرح پنس — شلنگ ۱۱ — ۶ پونڈ ۴۹۶ قرآن کی مد میں انجمن کے نام نکلے مشن اور انجمن میں بہت حد تک حسابات ختم ہو چکے ہیں لیکن کچھ ابھی باقی ہے +

بیلنس شیٹ بتاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۲۳ء

بہ سکہ ہندی (روپے — آنہ — پائی)	پونڈ	شلنگ	پنس	
بہ سکہ انگریزی	۸۲۳۵	۱۸	۲	آمد بروئے نقشہ الف . . .
بہ سکہ ہندی: ۱۰۵۸۹ روپے — ۱ آنہ — ۳ پائی				
				اخراجات بروئے نقشہ (ب) و دیگر مدات
۵۰۰۰ — ۰ — ۰	۶۷۵۰	۱۸	۱۱½	(۱) بروئے نقشہ (ب) مندرجہ صفحہ ۳۶
	۴۹۶	۱۱	۰	(۲) بذمہ کتب قرآن فروخت شدہ . . .
	۱۶۶	—	—	(۳) بمد امانت بہ دکان شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم
	۱۲۶	۱	۷	(۴) بذمہ شیخ صاحب مرحوم و حساب عزیزی یوسف اللہ صاحب برادر شیخ صاحب
	۳۰	۱۵	۹½	(۵) بذمہ محمد یحییٰ اشاعت اسلام لاہور (اخراجات بکتب قرآن بھیجنا)
	۳۵	۱۰	۰	*(۶) بذمہ عزیز غلام عباس صاحب . . .
	۱۰۰	۰	۰	(۷) جرمن بنک . . .
۵۵۸۹ — ۱ — ۳	۵۳۰	۰	۰	(۸) لیفا بالعوض بنک رقوم بقبضہ خواجہ کمال الدین صاحب
۱۰۵۸۹ — ۱ — ۳	۸۲۳۵	۱۸	۲	کل میزان خرچ . . .

* یہ رقم عزیز غلام عباس سے مشن کے دفتر لاہور نے وصول کر لی +

مسلم مشن ووکنگ کی آمد اور اس کا خرچ

از خواجہ کمال الدین

آغاز مشن سے اب تک جسے پندرہ سال ہو گئے معاملہ بالا میں میں نے کبھی ایک لفظ تک اپنی امانت و دیانت کے خلاف نہ سنا - اور آج بھی اس موضوع پر اگر کچھ خارج از صداقت باتیں سنیں - تو وہ اپنی ہی احمدی جماعت کے معدودے چند خاص طبیعت کے افراد سے سنیں - دنیا میں کونسی جماعت ایسے عناصر سے خالی ہو سکتی ہے مگر حیرت تو یہ ہے کہ جب یہ لوگ ابتدا سے مشن کے معاملات سے واقف چلے آئے ہیں اور اگر یہ باتیں صحیح تھیں - تو سالہا سال سے ان کے علم میں ہونگی - پھر آج تک یہ کیوں خاموش رہے ان امور پر اسوقت تک کی ان کی یہ لمبی خاموشی یا تو ان کو "..... وگر پردہ دار" کی مصداق ٹھیراتی ہے جس سے ان کے اخلاق نظر آجاتے ہیں - یا یہی ان کے بطلان کے لئے کافی ہے +

مجھے بستر پر لیٹے ہوئے اب دو سال کے قریب ہو گئے - اس عرصہ میں میں نے یا بیطین سبل

اور دق صیبی امراض میں مبتلا رہا - جب گذشتہ مئی کی ابتدا میں میرے معالج اور محترم اخوان نے نہایت مسرت اور حیرت کے ساتھ اس امر کا اعلان کیا - کہ میں ان امراض کی زد سے نکل گیا ہوں اور اب صرف لمبے آرام کا محتاج ہوں - اور اسی لئے مجھے یہاں (کشمیر) بھیجا گیا - تو یہ بات ان حضرات نے بھی سنی - اور ابھی لاہور سے نکلے ہوئے مجھے صرف دس دن ہی گذرے تھے کہ ان کی طرف سے مجھ پر طرح طرح کے الزامات تراشے گئے - جو اخبار مدینہ اور بعد میں اخبار الجمعیت میں نکلے - شاید یہ بزرگ کسی خاص ارادے سے میری موت کی گھڑیاں گن رہے تھے لیکن جب طبی اعلان مذکورہ نے انھیں اپنے ارادوں میں مایوس کر دیا - تو انھوں نے یہ پسند کیا - کہ جسمانی موت کی بجائے مجھ پر عزت و دیانت کی موت وارد کر دی جائے - ایک ماہ سے زیادہ عرصہ کے بعد جب میں ان الزامات سے - اور وہ بھی سماعتاً - واقف ہوا - تو گو طبی مشورہ نے مجھے کسی پر بھی قلم اٹھانے سے سختی کے ساتھ روکا ہوا تھا - تاہم میں نے اپنی عزت پر صحت کو قربان کرنا ہی پسند کیا - چنانچہ ان معترضین کی ہر ایک بات کا اطمینان بخش جواب اخبار مدینہ میں ہی دیا گیا - یہ تو سب کچھ ہوا - مگر جو کچھ میں نے بڑی رنگ صحت یہاں آکر حاصل کیا - وہ میں قریب قریب گنوا بیٹھا - خدا کا احسان ہے کہ امراض مذکورہ بالا نے تو اس وقت تک اعادہ نہیں کیا لیکن اب میں ایک نئی مصیبت یعنی اختلاج و ضعف قلب میں مبتلا ہو گیا ہوں - اس نے مجبوراً کچھ وقتوں کے لئے اس سلسلے کو چھوڑتا ہوں - انشاء اللہ تھوڑے سے ہی مدت کے بعد میں ان معاملات پر ایک تشفی بخش تحریر شائع کرونگا +

اگرچہ آغاز مشن سے آج تک ہندوستان میں مشن کی آمد اور اس کا خرچ قطعاً دوسروں کے ہاتھ میں رہا - اور اسمیں زیادہ حصہ مدینہ انجمن اشاعت اسلام ہو کا ہی تھا - بالمقابل ووکنگ میں ۱۹۱۳ء سے لے کر تا حال میرے سوا پانچ اور اصحاب[*] کے ہاتھ میں میری طرح وہاں کا آمد اور خرچ رہا - اور یہ نسبت امور میں بلا خوف تردید کر رہا ہوں - تاہم ان سب کی ذمہ داری کو بہت حد تک اپنی گردن پر لے کر پبلک کو مطمئن کرنے کے لئے میں تیار ہوں - خدا تعالیٰ نے مجھے صحت عاجل عطا فرمائے کہ میں یہ کام کر سکوں - اور یہ امر مشکل بھی نہیں - اول تو جو کچھ کہا گیا ہے - وہ عمومیت کے رنگ میں ہے - اور اگر مشن کا خیال نہ ہوتا - تو چنداں قابل التفات بھی نہ تھا - باقی جو دو ایک باتیں (اصلی) واقعات کو توڑ موڑ کر مشخصانہ طریق پر کہی گئی ہیں - ان کا مسکت جواب - میں دے چکا ہوں اس وقت میں برادران اسلام سے دو باتوں کا خواستگار ہوں - اول جو کچھ اس موضوع پر

---

[*] جناب مولوی صدر الدین صاحب - جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب - جناب مولوی یعقوب خان صاحب - خواجہ نذیر احمد صاحب - جناب مولوی عبد المجید صاحب -

میں نے اب تک لکھا ہے۔ وہ کچھ تو رسالہ اشاعت اسلام لاہور کے جولائی اور اگست نمبر میں نکل گیا ہے اور باقی ستمبر کے نمبر میں نکل جائیگا۔ یہ پرچے مشن کے دفتر (عزیز منزل لاہور) سے بلاقیمت مل سکتے ہیں اور میں چاہتا ہوں۔ کہ مسلم بھائی ان پرچوں کو منگا کر میری تحریر کو بغور پڑھ لیں۔ اور اگر کسی اور امر پر وہ مزید روشنی چاہتے ہوں۔ تو اسکی اطلاع سکرٹری مشن (عزیز منزل لاہور) کو دی جائے۔ تاکہ اس سلسلہ کو دوبارہ شروع کرنے پر میں ان بزرگوں کے ارشادات کا لحاظ رکھ سکوں +

دوم - اگر ادوار اور ہموار مشن کی آمد و خرچ کا ماہوار چھپتے رہنا یا اس آمد و خرچ کا دوسروں کے ہاتھ میں رہنا (گو میں امر اول کو امر آخر الذکر پر بدرجہا فوقیت دیتا ہوں) پبلک اعتماد و اطمینان کے لئے کافی نہ ہو۔ تو پھر مجھے اطمینان دلانے کا کوئی اور راستہ بتلایا جائے۔ کیونکہ ان دو امور پر تو میں پہلے ہی کاربند ہوں۔ اور اس کے شاہد رسالہ مذکور کے مسلسل صفحات ہیں۔ ہاں اس طریق سے مستثنےٰ صرف ایک رقم ہے۔ وہ کوئی چھپی ہوئی نہیں۔ اور ایک غرض کے لئے مخصوص ہے اور اسے مشن کی آمد و خرچ سے کچھ تعلق نہیں۔ اس کے متعلق بھی میں نے رسالہ مذکور کے اگست نمبر میں مفصل لکھ دیا ہے +

سرینگر کشمیر - ۴ - اگست ۱۹۲۹ء — خواجہ کمال الدین

بخدمت معاونین مشن و دیگر قارئین کرام اشاعت اسلام

برادران مکرم - السلام علیکم - آج سولہ سال کے بعد مشن پر یہ ایک نئی مصیبت آئی ہے۔ کسی خاص غرض کو سامنے رکھ بعض صاحبان نے مجھ پر اور من وجہ مشن پر الزامات و اتہامات کا ایسے وقت دروازہ کھولدیا ہے۔ جب میں خطرناک بیماریوں سے بفضلہ نجات پاکر سخت آرام کا محتاج تھا۔ اور مجھے طبی ہدایت بھی یہ تھی۔ کہ میں ایک لمبے عرصہ کے لئے ہر ایک بات سے الگ رہوں۔ ورنہ میری دماغی مصروفیت یا تشویش مل کر اعادہ مرض کا باعث ہوجائیں گے۔ اور اگر اب ان امراض نے پھر حملہ کیا۔ تو پھر بچنا مشکل ہوگا +

لیکن جب اس طرف خدا تعالےٰ نے مجھے جسمانی موت سے بچانے کے سامان پیدا کئے اور اسباب کا علم ان میرے مہربانوں کو ہوگیا۔ تو بالمقابل انھوں نے میری عزت اور حیثیت عرفی پر موت وارد کرنے کے سامان پیدا کرنے شروع کردیئے۔ میں نے سوچا کہ موجودہ حالت صحت میں مجھے کیا کرنا چاہئے

سلہ ملاحظہ ہو صفحات ۱۴۴۳ تا ۳۵۹ حساب زرسنگاپور -

آیا ان اتہامات کی تردید میں اپنی صحت کو تباہ کر کے موت کو بلاؤں یا اپنی صحت کو مقدم رکھ کر ان باتوں پر سردست خاموشی اختیار کروں۔ آخر الذکر امر پر عمل کرنے کیلئے مجھے ہر طرف سے خط آتے ہیں۔ ان میں سے اخویم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب و مرزا یعقوب بیگ صاحب کی ہدایات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ لیکن میں نے اپنی عزت اور عرفی حیثیت کی موت پر جسمی موت کو ترجیح دی۔ اور بادل ناخواستہ اس مصروفیت کو اختیار کیا۔ مجھے ایک مکرم دوست جو مشن کی ۱۰ ہزار روپے کی امداد سالانہ کے من وجہ باعث ہیں آ لکھتے ہیں۔ کہ تم سے حساب و کتاب کے متعلق کسی سوال کرنے کے وہی مستحق ہیں۔ جو مشن کی امداد کرتے ہیں۔ اور پھر اس معاملہ میں آپ پر کامل حسنِ ظن ہے۔ لیکن اُن لوگوں کے اعتراضات کی طرف آپ کیوں توجہ کرتے ہیں۔ جنہوں نے ایک پیسہ تک کی بھی مشن کی امداد نہ کی۔ خدارا صحت کو مقدم رکھو۔ اور ایک لمبے عرصے تک ان باتوں سے الگ رہو“۔ میں اس محسن کے اس محبت نامہ کا تو مشکور ہوں۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں تو معترضین مسلمان ہیں۔ میں ایک غیر مسلم کے ادنیٰ سے ادنیٰ شک کے دور کرنے کے لئے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا ہوں۔ اگر اس کا تعلق مشن سے ہو۔ میری ذات کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔ لیکن اگر ان اتہامات فاسدہ کا اثر مشن پر پڑے۔ یا چلتے ہوئے کام میں روڑا اٹک جائے۔ اور اس کا ایک باعث میری اس وقت کی خاموشی ہو۔ تو میں مشن کے اس نقصان کا مجرم اپنے آپ کو ٹھیراؤں گا۔ یوں تو میں نے سنہ ۱۹۲۵ء سے مصمم ارادہ کیا ہوا ہے۔ کہ میں آئندہ کے لئے اپنا کل وقت۔ بذریعہ تحریر خدمتِ قرآن میں صرف کروں۔ اور خود مشن کے انتظام آمد و خرچ سے قطعاً الگ ہو جاؤں۔ میں اسی ارادہ کے ساتھ اب کی دفعہ ہندوستان آیا۔ لیکن میری یہ خطرناک بیماری میرے ارادوں کے پورا کرنے میں حائل ہو گئی۔ خدا وہ دن جلد لائے۔ کہ میں انتظام مذکورہ کو مستقل طور پر دوسروں کے ہاتھ دیدوں۔ موجودہ انتظام تو عارضی انتظام ہے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ مشن حالت مخدوش میں دوسروں کے سپرد نہ ہو۔ ان باتوں کو میں نے اس لئے لکھا۔ کہ ماہ جولائی سے رسالے کے تقریباً کُل کے کُل صفحات ان بحثوں کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں۔ اور جن اغراض کیلئے یہ صفحات تھے وہ پوری نہیں ہو رہیں۔ اسلئے قارئین کرام مینیجر رسالہ کو اس وقت معاف فرمائیں۔ لیکن ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء میں اس امر کا لحاظ کر لیا جاویگا۔ والسلام

پرتاب فارم سری نگر مورخہ ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء

ووکنگ مسلم مشن کے معاملات

خواجہ کمال الدین صاحب کا جواب

مسلم اوٹ لک کے نام خط

ذیل کا خط حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی طرف سے انگریزی اخبار مسلم آؤٹ لک لاہور میں شائع ہوا ہے: مترجم

بیماری کی وجہ سے میں آپ کے ان ریمارکس کا جواب بذات خود نہ دے سکا۔ جو ۲۶ جون اور ۴ جولائی کی اشاعتوں میں آپ نے کئے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے۔ کہ اب زیادہ دیر نہیں ہونی چاہئے۔ خواجہ نذیر احمد کا خط جو ۱۱ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء کی اشاعتوں میں آپ نے درج کیا ہے۔ اور جس کے ایک حصہ میں ووکنگ مسلم مشن کے معاملات پر بھی ضمناً بحث کی گئی ہے۔ آپ کے لئے کافی مسالہ مہیا کر دیتا ہے جس سے آپ اپنے مخبر کی صداقت کو بخوبی پرکھ سکتے ہیں۔ غلط طریق سے ایک بات کو پیش کرنا بلکہ غلط بیانی کرنا بھی قابل معافی ہو سکتا ہے لیکن ایسی باتیں وضع کرنا جو دوسروں کے اخلاق اور چال چلن کو مخدوش کرنیوالی ہوں نظر انداز نہیں ہوسکتیں۔ خواجہ نذیر احمد کا خط اگرچہ ان اطلاعات کو بے اعتبار ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ جس پر آپ نے انحصار رکھا تھا تاہم اسکی وجہ سے میں اپنے اس فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ جو میرے کیرکٹر اور ووکنگ مسلم مشن کے متعلق مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ حالات کا تقاضا ہے۔ کہ واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ کیونکہ آپ سے ایسی باتیں لکھوائی گئی ہیں۔ جو آپ کے حسن یقین و ایمان کے خلاف ہیں۔ یہ جو میری دیانت امانت اور اخلاص کے متعلق آپ رکھتے تھے یہ پہلا ہی موقع نہیں۔ بلکہ اس سے قبل بھی آپ کے کالموں میں اس عظیم الشان کام کے متعلق جو میرے ناچیز ہاتھوں میں ہے ایسے مشفقانہ خیالات کا اظہار متعدد مرتبہ ہو چکا ہے۔ لیکن فی الحال میں اس کام کے ناقابل ہوں۔ کیونکہ ذیابیطس جیسی خطرناک بیماری سے جس نے اپنے انتہائی درجہ کو پہنچکر سیل کی شکل اختیار کر لی تھی۔ حال ہی میں نجات پاکر دوبارہ صحت حاصل کر رہا ہوں +

میں آپ کے قارئین سے درخواست کرونگا۔ کہ تھوڑی مدت صبر کریں۔ کہ میں اور طاقت حاصل کرلوں (باقی)

بمبئی۔ مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۲۸ء

میرے دل کی خوشی خالصتہً اسی بات میں ہے کہ اسلام اور اس کے لٹریچر کی اشاعت دُنیا میں ہو +

جنابِ من! آپ کا کیا خیال اس شخص کے متعلق ہو گا۔ جو اپنی محنت شاقہ کے جائز ثمرات کو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے جیب میں ڈالنے کی بجائے کسی انسٹیٹیوشن کے حوالہ کر دے۔ اور پبلک کو اس کا کوئی علم نہ ہو۔ اور خود ایسے ناپاک ذرائع سے اپنی حاجات کو پورا کرے۔ جن کی طرف آپ کے، اطلاع دہندہ نے اشارہ کیا ہے؟ مجھے ایک اور بات مشن فنڈز کے متعلق کہنی ہے۔ اور اس کے بعد میں اس کے انتظامی امور پر بحث کرونگا۔ جو سٹاف کے تقرر اور اسکی اہلیت سے بالخصوص تعلق رکھتی ہے۔ میرے خیال میں صرف تین باقیماندہ باتیں ہیں جن کا آپکے کالموں میں ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کو بتایا گیا ہے۔ کہ بہت بڑی بڑی رقوم کو میں نے اپنے پاس روک رکھا ہے۔ جو مشن کے کام میں انجمن کی سرگرمیوں کے لئے موجب نقصان ہیں۔ میں نے عرض کیا ہے۔ کہ یہ تمام رقوم امپیریل بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ محفوظ پڑی ہیں۔ انھیں صرف انہی اغراض کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جن کے لئے وہ دی گئیں۔ سالہا سال سے وہ ایسی ہی پڑی ہیں۔ اور کبھی بھی مشن کے معمولی اخراجات میں انھیں صرف نہیں کیا گیا۔ یہ رقوم مستقل طور پر مشن تک میرے پاس ہی رہنی تھیں۔ کیونکہ مشن عارضی طور پر انجمن کے سپرد کیا گیا۔ اور جب تک میں ان شرائط کو نہ مانوں۔ جو انجمن مذکور کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔ جس سے وہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ جو ایک عرصے سے انجمن اور میرے درمیان اسبات پر چل رہا ہے۔ کہ بعض خاص بڑے بڑے اخراجات کی ذمہ داری کس پر عاید ہوتی ہے۔ آیا مشن پر یا انجمن پر؟ یہ اخراجات ان ایام میں ہوئے تھے۔ جب میں ہندوستان اور ووکنگ دونوں جگہوں پر موجود نہ تھا۔ اور مشن کا تمام انتظام محض انجمن ہی کے ہاتھوں میں تھا۔

آپ کو بتایا گیا ہے۔ کہ مشن کے معاونین نے مجھے اتنی رقوم دی ہیں جو آٹھ مشنریوں کا انتظام کرنے کیلئے کافی ہیں۔ اور باوجود اس کے میں بہت ہی معمولی سٹاف رکھتا ہوں۔ یہ ایک غلط بیانی ہے۔ جو واقعات کے صریح خلاف ہے +

اگست ۱۹۲۱ء میں ایک بہی خواہ مشن سے جو ہمارے صوبہ کے بڑے بڑے امراء میں سے ہیں۔ میں نے یہ چاہا کہ وہ مشن کے کام کیلئے دو مشنریوں کی تنخواہ دیں۔ انھوں نے کمال شفقت اور مہربانی سے میری اس درخواست کو منظور کیا۔ ایک مشنری کیلئے تو انھوں نے اسی وقت انتظام کر دیا۔ اور دوسرے کے بھی مستقبل قریب میں انتظام کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس عطیہ سے فائدہ اُٹھا کر میں نے مولوی یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ

کو ووکنگ بھیجا۔ اس وقت سے میری غیر حاضری میں جو شخص بھی مشن کا انچارج ہوتا ہے اسے اس عطیہ سے تنخواہ
ملتی ہے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں ہز ہولی نس سیدنا ابو طاہر سیف الدین صاحب مدظلہ نے جو بوہرہ قوم کے روحانی
پیشوا ہیں۔ میری خواہشات کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اور ایک اور مشنری کی اعانت حاصل کرنے میں
مجھے امداد دی۔ اس امداد سے فائدہ اٹھا کر عبد الخالق خاں بی۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس کو ووکنگ بھیجا گیا۔ اور وہ
اس وقت سے وہیں کام کر رہے ہیں۔ مجھے ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے۔ اور ابھی تک میرے دل میں یہ خواہش موجود ہے
کہ میرے خاندان میں سے کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو میری طرح کا مشنری ہو۔ میں خود اپنے لڑکے کو ایک مسلم مشنری
کی حیثیت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ اسے ایک بیرسٹر یا تاجر کی حیثیت
سے مال و دولت میں کھیلتا ہوا دیکھوں۔ اگر میں خود بغیر کسی قسم کی تکلیف کے اس عیش و آرام کو چھوڑ سکتا
تھا۔ جو ایک کامیاب وکیل کو حاصل ہوتے ہیں۔ تو وہ جو میرے جگر کا ٹکڑا ہے کیوں ایسا نہیں کر سکتا۔
لیکن آخر کار یہ ایک خواہش ہی ہے وہ پوری ہو یا نہ ہو۔ یہ ایک الگ امر ہے۔ میں تہ دل سے دعا کرتا ہوں
کہ اللہ تعالیٰ اس خواہش کو پورا فرمائے۔ اسی خواہش کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ سنہ ۱۹۲۴ء میں میں نے اپنے ایک نہایت
قریبی دوست کو جو ایک ہندوستانی ریاست کے فرمانروا ہیں۔ یہ لکھا کہ ایک رشتہ دار کو تبلیغی کام کیلئے
تیار کرنے میں وہ مجھے امداد دیں۔ انھوں نے ازراہ نوازش میری اس خواہش کو شرف قبولیت بخشا اور
اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ اقادر داد خاں کو ولایت بھیجا گیا۔ لیکن اس کے جہاز کے اخراجات مشن فنڈ سے نہیں
لئے گئے۔ سنہ ۱۹۲۴ء کے آخر میں مجھے اطلاع ملی۔ کہ پنجاب کے اس بہت بڑے رئیس نے جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے
اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اور میں مشن کیلئے ایک مبلغ کی خدمات حاصل کر سکتا ہوں۔ اس وقت مشنریوں کی
تعداد کے متعلق جو ووکنگ کے کام کو انجام دینے کیلئے ضروری تھی میرے خیالات میں تبدیلی ہو گئی تھی۔ اور
میری رائے یہ ہو گئی تھی۔ کہ ہمارے کام میں زبان کی بجائے۔ قلم بہت زیادہ مفید ہے۔ ووکنگ میں ایک عرب
بزرگ بھی ہیں۔ جو علوم دینیات کے بہت بڑے فاضل ہیں۔ وہ عربی بولنے والے ممالک کے ساتھ خط و کتابت
کرتے۔ اور ان استفتاؤں کا جواب دیتے ہیں۔ جو ہندوستان کے علاوہ باقی دنیائے اسلام کی طرف سے
بعض اوقات ہمارے پاس فتاویٰ کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ مذکورہ بالا منظوری اس وقت میرے
پاس پہنچی۔ جب میں جنوبی افریقہ کے دورہ پر جاتے اور وہاں سے ہندوستان آنے والا تھا۔ اس وقت وہ عرب
بزرگ اپنے مفوضہ کام سے کسی قدر سبکدوش ہونے والے تھے۔ اسلئے میں نے ان سے یہ درخواست کی۔ کہ وہ ان

مسلمین کو قرآن پڑھانے اور عربی زبان سکھانے میں اپنا وقت صرف کریں۔ جو مذہب اسلام کے متعلق مزید روشنی کے طلبگار رہیں۔ اس کام کو کچھ مدت پہلے بھی وہ کیا کرتے تھے لیکن اس دفعہ ان کو خاص طور پر اس طرف توجہ کرنے کے لئے کہا گیا۔ متذکرہ بالا نئی امداد کا ایک حصہ نوان عرب صاحب کی تنخواہ پر صرف کیا گیا۔ اور باقیماندہ رقم مشن کے سرمایہ میں ڈال دی گئی۔ کیونکہ اس وقت مشن کا سرمایہ کچھ اچھی حالت میں نہ تھا +

لیکن اب یہ تمام کام انجمن کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے ساتھ وہ تمام امداد بھی شامل ہے۔ جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ انجمن اپنا سالانہ بجٹ تیار کرتی ہے لیکن شکایت میں ایک اور مشنری کے اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتی غالباً وہ اسبارہ میں میرے ہی خیالات کے موید ہے +

آپ کے کالموں میں ہمارے سٹاف کا ناکارہ ہونا بیان کیا گیا ہے تسلیم کیا ہے۔ کہ مشن بہر حال کامیاب ثابت ہوا ہے۔ کیا ایسے سٹاف کی قابلیت کی دلیل نہیں جس کے ناکارہ ہونے کی شکایت آپ کے مخبر نے کی ہے اور یہ شکایت پندرہ سال بعد کی گئی ہے۔ جب کہ مشن انجمن کے ہاتھ میں رہا ہے۔ شکایت کنندہ جیسا کہ آپ نے بتایا ہے اگرچہ انجمن کا ایک ممبر ہے لیکن میرے خیال میں اس کے دل میں انجمن کے خلاف میرے نزدیک غلط قصہ اسلام اور دنیا میں اس کی اشاعت کیلئے تفتیش کے لئے بیقصدانہ خیالات چھپے ہوئے ہیں۔ انجمن نے الحقیقت اس پہلو میں نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ آپ کا اطلاع دہندہ غالباً ایسی وجوہات کی بنا پر جو اس کی اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہیں مشن کا انتظام انجمن کے ہاتھوں میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ اور ایسی فضا پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو اس کے لئے کامیابی کا موجب ہو +

اسبارہ میں آپ کو کسی انگریز عیسائی کے متعلق بھی خبر پہنچائی گئی ہے۔ جس کے متعلق یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ وہ درون پردہ ہمارے تمام کاروبار کا انتظام کر رہا ہے۔ کس قدر عجیب و غریب بات ہے۔ ایک عیسائی ہمیں مدد دے رہا ہے۔ اور اپنے مذہب کو پامال کر کے اور ہم ایک دشمن مذہب کو اس غرض سے ملازم رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے مذہب کی حمایت کرے؟ اگر یہ سچ ہے تو یہ صورت حالات بہتری سے خالی نہیں۔ یہ تمام نقائص سے بڑھ کر عظیم الشان فائدہ کی بات ہے۔ مسیحیت کا گھر بقول مسیح خود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گیا۔ اور اس کے دشمن (اسلام) کی فتح ہو گئی۔ لیکن یہ نے الحقیقت آپ کے خبر رساں کے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا نتیجہ ہے۔ ہمارے بجٹ کو دیکھنے سے جس کی ایک کاپی آپ اپنی ذاتی واقفیت کیلئے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ

ہمیں ۴۴۰ پونڈ کی ایک رقم پروف ریڈنگ کے لئے رکھی گئی ہے۔ اور اس غرض سے ہم نے ہمیشہ ایک انگریز کی خدمات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کیا یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اسقدر کم معاوضہ جو دس شلنگ فی ہفتہ ہوتا ہے۔ ایک انگریز فاضل کے لئے اس قدر کافی ہے۔ کہ ہم اس کا اظہار بڑے فخر کے ساتھ کیا کریں؟ اس موقعہ پر یہ نا انصافی ہوگی۔ اگر میں مشن کے موجودہ انچارج کے متعلق یہ نہ بتاؤں۔ کہ اس کے ہاتھ میں وہ قلم ہے جس کو وہ اپنی تمام تحریرات میں اس سہولت اور قابلیت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ جو کسی انگریز فاضل کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے کمال مہربانی سے یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ کسی ہندوستانی مسلمان کی خدمات حاصل کرلی جائیں۔ جو اس کام میں ہمارے لئے ممد و معاون ہو۔ اور اس متدعویہ ذلت و رسوائی سے ہم بچ جائیں۔ جو ایک عیسائی پر دار و مدار رکھنے سے ہم پر عائد ہوتی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فی الحال ہمیں کوئی ایسی ضرورت درپیش نہیں۔ ہاں ایک اور بات میں مجھے ایسے دوستوں کی امداد و اعانت کی بے شک ضرورت ہے۔ مسلم لٹریری ٹرسٹ کی تحویل میں ایک بہت بڑی رقم موجود ہے۔ اور یہ رقم ایسے اسلامی لٹریچر کی اشاعت پر صرف کیجائیگی۔ جو خاص مجوزہ لائنوں پر لکھی جائے۔ کیا آپ ایسے نام مجھے بتا سکتے ہیں جو اس بارہ میں ہمیں امداد دے سکیں۔ ٹرسٹ اس کام کیلئے انھیں معاوضہ دیگا +

ایک بات اس امر کے متعلق بھی لکھنا چاہتا ہوں جو لندن نظامیہ مسجد کے متعلق آپ کے کالموں میں بیان ہوا ہے۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ اصل معاملہ ذاتیات کے ناخوشگوار جھگڑے میں الجھ کر رہ گیا۔ تعصب و عناد نے محاکمہ کو مکدر کر دیا۔ انگلستان میں چار پانچ مسلمانوں کے علاوہ کس قدر ایسے ہیں جو اس کام کے لئے موزوں ہو سکتے ہیں۔ رائٹ آنریبل سید امیر علی نے لندن مسجد فنڈ قائم کیا۔ اور انھوں نے ہی ان چند اصحاب کو ٹرسٹی کے طور پر منتخب کیا تھا۔ انجمن ہلال احمر بنائی گئی۔ تو اس میں بھی وہی چند اصحاب بطور ممبر چنے گئے۔ عباس علی بیگ نے ووکنگ مسجد ٹرسٹ بنایا۔ تو انھوں نے بھی وہی چند لوگ منتخب کئے۔ میں نے مسلم لٹریری ٹرسٹ بنایا۔ تو میں نے بھی انہی کو منتخب کیا۔ کیوں وہ لوگ جو ذاتیات کی بحث میں اس قدر مشغول ہیں۔ انگلستان کے مستقل مسلمان باشندوں میں ایسے نام تجویز نہیں کرتے جو بورڈ آف ٹرسٹ میں اسلامی ہند کی نمایندگی کا فرض ادا کر سکیں +

آنریبل جسٹس سید امیر علی مرحوم

۳ اگست ۱۹۲۸ء کو مسلم دنیا ایک عظیم الشان وعدیم المثال مسلم رہنما کے وجود سے محروم ہو گئی۔ لندن کا ایک برقی پیغام مرسلہ ۴ اگست سید امیر علی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سناتا ہے۔ سید صاحب ۷۹ برس کی عمر میں اپنے مکان سسکس میں یکا یک انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تعلیمی۔ قانونی اور سرکاری زندگی کا ماحصل یہ ہے:۔

آپ ۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ ہگلی کالج (بنگال) میں تعلیم پائی وظیفہ حاصل کیا۔ لندن پہنچے۔ اور ۱۸۷۳ء میں بیرسٹری کی سند حاصل کی۔ محمڈن پریسیڈنسی کالج میں چند برس تک محمڈن لاء کے لکچرار رہے۔ بعد میں شعبۂ قانون کے صدر بنائے گئے۔ کلکتہ میں ایک مدت مجسٹریٹی کے فرائض بھی انجام دیئے۔ بعد میں بنگال کونسل کے رکن ہوئے۔ آخر ۱۸۸۵ء تک آپنے امپیریل لیجسلیٹو کونسل آف انڈیا میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور ۱۸۹۰ء میں آپ کلکتہ ہائیکورٹ کے جج بنائے گئے۔ ۱۹۰۹ء میں پریوی کونسل کے ممبر ہو گئے۔

مندرجہ بالا تعلیمی۔ قانونی اور سرکاری زندگی سے آپ کی اسلامی زندگی زیادہ شاندار نظر آتی ہے۔ اور اب ذیل میں ہم چند اہم واقعات نذر ناظرین کرام کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے سید صاحب مرحوم ہمیشہ سے ہی مسلمانوں میں ہردلعزیز رہے۔ اور کہ جو سید صاحب مرحوم کی نیک نیتی، خلوص و محبت اسلام کا پتہ دیتے ہیں +

۱۹۰۴ء میں مرحوم مغفور جب انگلستان گئے۔ تو اس وقت سے آپنے ان تمام تحریکات میں نمایاں حصہ لیا۔ جو مسلمانان ہند کی خصوصاً اور مسلمانان عالم کی عموماً بہتری و بہبود سے تعلق رکھتی تھیں +

آپ جہاد ریف۔ جہاد طرابلس اور جہاد بلقان میں۔ مجاہدین کو مالی اعانت پہنچانے کا معتبر و بہترین ذریعہ ثابت ہوئے۔ ہلال احمر کی تحریک میں آپنے خاص حصہ لیا۔

مرحوم مغفور ایک وسیع النظر عالم اور بڑے ہردلعزیز مصنف تھے۔ آپنے چند اعلیٰ پایہ کی تاریخی و اسلامی کتب تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے دو کتب "عربوں کی تاریخ" و "روح اسلام" نے عامہ شہرت و قبولیت حاصل کر لیا ہے۔ ان کتابوں نے مغربی دنیا میں علی العموم اور مسلم نوجوانوں پر بالخصوص گہرا اثر ڈالا۔ ان تصانیف سے آپنے اسلام کی بیحد خدمت انجام دی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی تعلیم کے احیاء میں بھی آپنے گرانقدر حصہ لیا +

سید صاحب مرحوم مغفور کی وفات حسرت آیات کے متعلق اشاعت حاضرہ میں جو مضمون سپرد قلم کیا گیا ہے وہ نامکمل رہ جاتا ہے۔ اگر ہم سید صاحب مرحوم کی اس بزرگانہ و مشفقانہ سرپرستی کا اظہار نہ کریں جو آپ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کی مدت مدید سے فرماتے رہے تھے۔ یورپ میں اشاعت اسلام کی جملہ تبلیغی سرگرمیوں میں نمایاں طور پر شرکت کرنے کے علاوہ مسلم مشن ووکنگ کی کامیابی و سرسبزی اسلامی تحریک بھی بہت سے امور میں آپ کی مسلسل توجہ کی رہین منت ہے۔ اور ابھی ہم مجوزہ نظامیہ مسجد لندن کے متعلق آپ کی بلند مرتبہ قابل شخصیت سے بہت سی توقعات لگائے بیٹھے تھے۔ چنانچہ مجوزہ نظامیہ مسجد لندن کے ٹرسٹ نے آپ کو شرکت کی دعوت بھی دی تھی۔

افسوس! آج اس دردمند ملت کی زندگی ختم ہو گئی۔ آج وہ مقتدر ہستی جس سے مسلم قوم کو بیحد نفع پہنچ رہا تھا ہم سے جدا ہو گئی۔ اس قحط الرجال کے زمانہ میں علم و عمل کی جو مسند خالی ہوتی ہے۔ اس کے دوبارہ پر ہونے کی کوئی بھی صورت مسلمانوں میں نظر نہیں آتی۔ ہم مرحوم کے اعزہ و اقارب سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مرحوم پر رحمت اور مغفرت نازل کرے۔

سید صاحب مرحوم مغفور گو آج ہم میں نہیں لیکن ان کے تعلیمی۔ قانونی۔ سرکاری اور اسلامی زریں کارنامے ہر وقت زندہ اور قابل رشک ہیں۔ سید صاحب قوت عمل کا قابل اتباع نمونہ مسلمانوں کے لیے چھوڑ گئے ہیں +

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نظامیہ مسجد لندن ٹرسٹ

ٹرسٹ مذکورہ کی غرض و غایت لندن میں مسلمانوں کی شایان شان مسجد کی تعمیر ہے۔ جسکے ملحقات لائبریری۔ اقامتگاہ اور ایک وسیع لیکچر ہال پر مشتمل ہیں۔ اس کار خیر کیلئے خسرو دکن حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے پانچ لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ عطا فرمایا ہے۔ ٹرسٹ مذکورہ باضابطہ رجسٹری شدہ ہے۔ ذیل میں معزز ٹرسٹیز کے اسمائے گرامی دیئے جاتے ہیں:-

(۱) دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر تامین حیات (۲) ہز ہائنس سر آغاخان (۳) نواب سر نظامت جنگ بہادر (۴) مسٹر عباس علی بیگ (۵) خواجہ کمال الدین +

اس وقت ایک معتدبہ رقم اس کار خیر کیلئے جمع ہو چکی ہے۔ مسلمانان عالم کی خدمت میں التماس ہے کہ اس سکیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے سر توڑ کوشش فرمائیں۔

خواجہ نذیر احمد بیرسٹر ایٹ لاء۔ سکرٹری ٹرسٹ مذکورہ۔ لاہور

ووکنگ مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سولھواں سال ہے۔ فضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی اس سرزمین میں کبھی بھی اس مشن کو مشکلات نہیں ہوئیں۔ اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور امداد سرمایہ کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست و احباب خویش و اقارب کے تمام صدقات۔ خیرات۔ نذر و منت کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں۔ تو مشن کی ہمیشہ کیلئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

رسالہ اشاعت اسلام اردو

یہ ماہوار رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں تمام ادیان باطلہ کیلئے زہر کا تریاق ہوتا ہے تصوف و روحانیت پر نہایت ہی بلند پایہ مضامین اس میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نومسلمین کے مضامین کا اس میں ترجمہ ہوتا ہے حالات حاضرہ پر تنقید بھی نظر کی جاتی ہے۔ محاسن اسلام کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی ہر ماہ شائع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ شدھی و سنگھٹن کی تحریک کا علاج ہوتا ہے۔ ہر ماہ نومسلمین ووکنگ کے فوٹو شائع کئے جاتے ہیں سالانہ چندہ ہندوستان کیلئے للعہ

تصنیفات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتب	قیمت	نام کتب	قیمت
[illegible] الاسلام	عہ ر	معائنۂ اسلام	۹ر	ام الالسنہ	۱۲ر	پادریصاحبان کیلئے حل طلب مسئلے	۱ر
راز حیات یا پیپل عمل	عمر	مکالمات ملیہ	۱۰ر	براہین نیرہ	۱۲ر	اسلامی نماز اور مغربی اعتراضات	۱ر
سکنگ اریہ	عمر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۲ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر	اسلام اور اس کا فلسفہ	۳ر
خطبات نوریہ	عہر	لمعات التوحید محمدیہ	۴ر	یسوع کی الوہیت	۴ر	مسئلہ ضرورت [illegible] قادری	۲ر
مقصد مذہب	۳ر	مذہب محبت	۵ر	روحانیات فی الاسلام	۱۲ر	دنیا کے مشہور مشہور [illegible]	۷ر
ضرورت الہام	۱۲ر	خرافات عالم کا مذہب	۵ر	ہستی باری تعالیٰ	۶ر	تفسیر سورۃ فاتحہ	۳ر
ینابیع المسیحیت	عہر	اسوۂ حسنہ	۶ر	پیام اسلام	۸ر	سیرۃ نبوی	۳ر
						[illegible] مسلمان [illegible] فی درجن	۱۰ر

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ قرآن کریم

رسالۂ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ

قیمت عہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ ۔ درخواستہائے خریداری بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل

براندرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

[illegible] چھپ کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام [illegible] رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

اشاعت اسلام بک ڈپو

ناظرین کرام کے لئے یہ خبر رنجیدہ ہوگی۔ کہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور کی مالی حالت آجکل اطمینان بخش نہیں دفتر ہذا سے متعدد انتہائی احباب کی خدمت میں رسالہ مذکورہ کی توسیع اشاعت کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ جس پر بعض احباب نے ہمارا ہاتھ بھی بٹایا لیکن پھر بھی موجودہ آمد رسالہ مذکورہ کے ماہواری اخراجات کی کفیل نہیں ہوسکتی۔ ان پیش آمدہ مالی مشکلات کا دفعیہ ہم نے یہ سوچا ہے۔ کہ رسالہ مذکورہ کے ساتھ ایک بکڈپو کھول دیا جائے۔ جس کی آمد سے رسالہ کے فنڈ کو تقویت پہنچتی رہے۔

ناظرین رسالہ سے ہماری مؤدبانہ التماس ہے۔ کہ جب کبھی اُنھیں یا اُن کے کسی رفیق۔ عزیز یا بھائی کو کسی قسم کی کتاب کی ضرورت ہو۔ تو اشاعت اسلام بک ڈپو کو یاد فرما لیا کریں۔ آپ بزرگوں کی یہ ادنیٰ سی توجہ غیر محسوس طریق سے رسالہ مذکورہ کی مالی تقویت کا موجب ہوتی رہیگی۔ اس کے متعلق تمام ترسیل زر و خط و کتابت بنام مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

اب ذیل میں مختصر سی فہرست کتب شائع کی جاتی ہے۔ اس بک ڈپو سے ہمارے مسلک اور مذاق کے مطابق اسلامی کتب ہی سپلائی کی جایا کریگی۔

قرآن شریف بلا ترجمہ

(۱) قرآن شریف ۱۳ سطری تقطیع ۱۷/۴ × ۲۷ موٹی قلم لکھائی۔ چھپائی اعلیٰ کاغذ سفید موٹا جلد چمڑا ہدیہ ۸ر

(۲) " " ۱۲ " " ۱۱/۴ × ۲۲ یعنی ۹ × ۱۱ انچ کاغذ سفید موٹا جلد چرمی ۱۲ر

(۳) " " ۹۰۰ صفحات " ۲۹ × ۲۲ / ۸ کاغذ سرخ مجلد چرمی ۱۲ر

(۴) " " ۲۰۰ ۔ ۵ ا سطر " ۲۹ × ۲۲ / ۸ کاغذ سفید جلد چمڑا ... ... [illegible]

(۵) " " ۱۳ " " مجلد چرمی ... ... [illegible]

(۶) [illegible] قرآن شریف ۱۳ سطر ۱۸ × ۲۲ / ۸ ۲۰۰ صفحات کاغذ سفید و سرخ مجلد چرمی قابل تعریف تحفہ ہے ... ... [illegible]

(۷) قرآن مجید ۱۲ سطر ۲۶ × ۲۰ / ۴ صفحات ۸۰۰ کاغذ سفید ولایتی مجلد ... ... [illegible]

(۸) " " ۳۰ × ۲۰ / ۴ " ۹۶۰ چوقلم کاغذ سفید ... ... [illegible]

حمائل شریف بلا ترجمہ

(۹) حمائل شریف " " ۱۵ سطر ۲۹ × ۲۲ / ۳۲ کاغذ سفید مجلد چرمی ... ... [illegible]

(۱۰) " " ۳۰ × ۲۰ / ۱۶ " موٹا حنا شدہ ... ... [illegible]

(۱۱) " اعجاز صفت جو بہت مشہور چیز ہے۔ ہدیہ بلا پارچہ ... ... [illegible]

(۱۲) تعویذی حمائل شریف ایک انچ لمبا۔ پون انچ چوڑا ... ... [illegible]

بقیہ فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو [illegible]

فہرست مضامین

رسالۂ اشاعت اسلام

جلد (۱۴) — بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء مطابق ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ — جلد (۱۴)

اشاعتِ اسلام

جلد ۱۴ —— بابت ماہِ دسمبر ۱۹۲۸ء —— نمبر ۱۲

شذرات

تصویر کہ اس رسالہ کے ساتھ ایک اور انگریز نوجوان کی تصویر شائع کی جاتی ہے۔ جن کا اسم گرامی مسٹر ایچ۔ پی ہین بیک ہے۔ اسلام کی پاکیزہ تعلیم اور توحید الٰہی کے عقیدہ نے اس نوجوان انگریز کے دل پر نہایت گہرا اثر کیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ آج ہمارے سامنے ایک مسلمان کی حیثیت میں پیش ہوتا ہے۔ جو الفاظ اس نے اپنی تصویر کے نیچے لکھے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا مطالعہ مذاہب عالم کے متعلق بہت وسیع ہے کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ

"میں نے بہت سے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا لیکن اسلام کی تعلیم میرے دل پر دوسرے مذاہب سے بڑھ کر اثر کرتی ہے کیونکہ اس نے سکھایا ہے کہ کوئی شخص اس کبریائی کا مالک نہیں جو ہمارے تعالیٰ حقیقی خداوند تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے۔ حالانکہ دوسرے مذاہب میں ایسے دیوتا اور اولیا موجود ہیں جن کی وہ پرستش کرتے اور ان کی حاجات طلب کرتے ہیں۔ . . . اور بائیبل کو مسیحی کلیسیائے روم سے مطابقت دینے کیلئے اس قدر تبدیلیاں در تبدیلیاں اس میں کی گئی ہیں۔ کہ اس کی صداقت پر یقین کرنا مشکل ہے۔" ایچ۔ پی ہین بیک

ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس نوجوان بھائی کو استقامت عطا فرمائے۔ اور جس صداقت کو اُنھوں نے پایا ہے دوسروں کو بھی اسی طرف لے آئے۔ اور رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں آمین

مُسلم بھائیوں کی خدمت میں خواجہ صاحب کا ایک پیغام

جہد للبقاء

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی مبلغ اسلام

گو مصلحتِ ربّی نے مجھے پورے دو سال صاحب فراش کیا۔ اور اس عرصہ میں یہ جانکاہ آلام کا شکار رہا لیکن آرام کی گھڑیوں میں بھی علے العموم موجودہ قومی ادبار کے اسباب پر غور کرتے ۔۔۔ رہا۔ اور اب جو اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی ہے۔ تو میں نے ارادہ کیا۔ کہ جن نتائج پر میں آیا ہوں اُنھیں

قلم و کاغذ کے حوالہ کر دوں +

تنزل و ترقی کے اسباب یہ امر مسلم ہے کہ قومی ترقی روپیہ پیسہ سے چنداں تعلق نہیں رکھتی۔ گو مالی حالت کی بہتری بھی ضروریات سے ہے مگر اس ترقی کا تعلق زیادہ تر ان اخلاق سے ہے۔ جو فی الواقع **مایۂ حیات** ہیں +

مسلم سکھ اور ہندو اصحاب کی موجودہ حالت ہمارے سکھ وطنی بھائی خواب غفلت سے جاگے اور ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ اور آج علمی دولت و شوکت اور سیاسی قوت میں وہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ جاپان کا ابھرنا۔ اور دول دنیا میں ایک طاقتور دولت تسلیم ہو جانا۔ تو ایک دھر کی بات ہے۔ اپنے دائرہ میں جو سکھ بھائیوں نے ترقی کر دکھائی ہے۔ وہ بھی ایک غور طلب سوال ہے۔ نہ اس لئے کہ ان دوستوں نے کیوں ترقی کی۔ بلکہ اس لئے کہ کن اسباب سے وہ موجودہ حالت تک پہنچ گئے ہیں۔ بالمقابل ہندو قوم میں گو پچاس ساٹھ سال سے نئی تحریک ترقی پیدا ہوئی۔ لیکن ایک مدت تک ان کی کوشش تعلیمی سرگرمیوں سے وابستہ رہی۔ ہاں چند سالوں سے تعلیمی امور کے علاوہ جس راہ پر انہوں نے قدم رکھا ہے وہی حقیقی بہبودی کی شاہراہ ہے۔ ان دونوں قوموں کے مقابل ایک ہم ہی ہیں۔ کہ دن بدن تشتت و افتراق نے ہماری حالت کو تباہ کر دیا ہے گو تعلیمی حالت آگے سے بہت بہتر ہے لیکن سیاسی اور اقتصادی قوت روز بروز رو بہ تنزل ہو رہی ہے +

اخلاق الغرض ان مذکورہ بالا تین ہندی قوموں کے حالات پر غور کرنے سے ایک بات صاف نظر آ رہی ہے۔ یہ صرف تعلیم ہی نہیں جو سکھ اور ہندو بھائیوں کو ایک بلند نصب العین کی طرف لیجا رہی ہے۔ اور ہمیں انحطاط کا منہ دکھا رہی ہے۔ بلکہ اس کا باعث وہ اخلاق حسنہ ہیں جو یہ دونوں قومیں اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اور ہم چھوڑتے چلے جا رہے ہیں +

یہی مغربی تعلیم جو موجب ترقی تو ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں میں بعض اخلاق کے نہ ہونے سے خود غرضی۔ اسراف نفس پرستی اور خود غرضانہ جاہ طلبی پیدا کر رہی ہے۔ بالمقابل وہی تعلیم حب ستودہ اخلاق کے سبب ہندو اور سکھ بھائیوں میں حقیقی قومیت پیدا کر رہی ہے کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ جن باتوں سے ابنائے وطن کو ثبات دکھائے دیتے وہی مور ہیں۔ جو قرآن کریم دنیا میں لایا۔ ان پر چلکر جو قرآن سے اجنبی تھے وہ برکات قرآنی سے مستفیض ہو گئے۔ اور جو حاملان قرآن تھے۔ وہ تعلیم ربانی کو چھوڑ کر اپنے حقیقی ورثہ کو کھو بیٹھے +

مذہب کی اصل غرض یہ وہ باتیں ہیں جو ایام بیماری میں بار بار میرے سامنے آئیں۔ اور میں اس نتیجہ پر آیا۔ کہ قرآن حکیم کی اصل تعلیم کو مسلمانوں کے سامنے لایا جائے۔ اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا جائے۔ جن باتوں کو افراد نے مذہب سمجھ رکھا ہے۔ وہ تو چند رسمی باتیں ہیں۔ جیسی بات کو بعضوں نے عبادت سمجھ رکھا ہے۔ وہ تو عبادات کی حقیقی روح نہیں۔ مذہب دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ انسان کو چند رسمی عبادات سکھلا دے۔ بیشک ان کا بھی فائدہ ہے۔ مذہب تو اس لئے آیا تھا۔ کہ انسان اپنے جذبات کو جو در اصل انسانی حرکات و سکنات کے موجب ہیں ایک اچھے قالب میں ڈھال کر ترقی کے نظریات

سے کامل فائدہ اٹھائے۔ دوسرے الفاظ میں الہام الٰہی انسان کو ان اخلاق سے متخلق کرنے آیا۔ کہ جس سے شرف انسانی کے جوہر ظاہر ہوں۔ اور وہ کُل نعمت ہائے الٰہی کا مالک ہو جائے۔ اسی میں اس کی تمدنی اقتصادی اور سیاسی ترقی کا راز مضمر ہے +

یہ ساری کی ساری باتیں قرآن نے تعلیم دی ہیں۔ اور میں انشاء اللہ کسی آیندہ موقع پر ان ہی صفحات میں دکھلاؤنگا جو قوت سکھ بھائی اور ہندو برادران وطن کی ترقی کا محور ہے۔ وہ اخلاق قرآن ہیں۔ ہندو بھائیوں نے تو اپنے اصولوں کو بھی چھوڑ کر اسلامی اصولوں کو اختیار کر لیا سکھوں نے جو پایا۔ وہ اس روح ایثار کو عمل میں لانے سے پایا جس کا معلم حقیقی قرآن کریم ہے ان دو قوموں نے معزز اصولوں کو نہیں لیا بلکہ وہ سب کے سب ان لوگوں سے لئے جو خود بھول چکے تھے۔ قرآن نے نہ صرف تعمیر قومیت کے اصول ہی بتلائے۔ بلکہ وہ رستے بھی بتلائے جن سے کسی قوم میں وہ اصول اور اخلاق خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں +

علمائے کرام کی خدمت میں عرض علمائے کرام کی خدمت میں میری عرض ہے۔ کہ اگر میری باتیں سچی ہیں۔ اور صرف دعوے ہی دعوے نہیں۔ تو وہ اپنے پند و نصائح و مواعظ حسنہ میں امور بالا پر زور دیں وہ اس نقطہ خیال سے ہمیں قرآن پڑھائیں وہ اخلاق قرآنی ہمارے سامنے پیش کریں۔ اور ان کی تلقین کریں۔ کہ جہاں ہم سیاسی میدان میں قدم زن ہو رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ قرآنی اخلاق کے میدان میں معلمانہ طور پر بھی گامزن ہوں +

میری آئندہ تصنیفات کا موضوع انہی امور کو سامنے رکھ کر میں نے جہد للبقاء کے مضمون پر سب سے اول کچھ لکھنا چاہا۔ اور اس مضمون کو مبرہن کرنے کیلئے سورۂ فاتحہ کو منتخب کیا۔ اور کتاب کا نام "جہد للبقاء" یا "فیوضات سورۂ فاتحہ" رکھا یعنی یہ مختصر سی کتاب علمی دسترخوان کو سجانے کیلئے نہیں لکھی۔ نہ اس میں علمی و فنی دقیق مطالب کی تسکین کا علاج کیا ہے۔ اگر میں چاہتا تو یہ سب کچھ کر دیتا لیکن مجھے تو کسی اور بات کا رونا ہے۔ اس لئے میں نے ان اوراق میں اس فقدان عمل کی طرف توجہ دلائی ہے جس نے معاشی و معاشرتی معاملات میں بھی ہمیں تباہ کر دیا ہے۔ اس کتاب کی دو اقساط اس رسالہ میں نکل چکی ہیں۔ جن کو پڑھنے سے ما فی الضمیر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ یہ کتاب کل کی کل پریس میں جا چکی ہے۔ اس لئے اس نمبر میں اس کا کوئی حصہ نہیں دیا گیا +

کتاب ہذا کی مفت تقسیم میں چاہتا ہوں۔ کہ یہ کتاب آیندہ نسل کے ہاتھوں میں چلی جائے۔ اس لئے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ سر دست اس کتاب کی دس ہزار کاپی کالجوں کے مسلم طلباء کو پہنچ جائے۔ یہی وہ نسل ہے جن کی اصلاح پر ہماری آیندہ بہبودی کا مدار ہے۔ اس کتاب سے میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب طلباء میں مفت تقسیم ہو گی۔ اور جن احباب کو میں اس کار خیر میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ ان سے میں صرف کتاب کی لاگت میں شریک ہونے کی استدعا کرتا ہوں۔ پریس والوں نے جو حساب مجھے دیا ہے اسکی رو سے پانچ کاپیوں پر ایک روپیہ خرچ آئیگا۔ اور اگر قارئین کرام تھوڑی تھوڑی کاپیوں کا خرچ برداشت کر لیں۔ تو بہت کچھ ہو سکتا ہے +

یہ اس دردمند دل کی اپیل ہے۔ جو موجودہ روز افزوں قومی پستی کو دیکھ کر گھل رہا ہے۔ ذیل میں میں اُن کرم فرماؤں کا ذکر کر دیتا ہوں۔ جنہوں نے اس وقت تک مُسلم طلباء میں اس کتاب کی تقسیم کے لئے امداد فرمائی ہے سب سے اول تو میں دو ڈیڑھ ہزار کاپی علیگڈھ کالج میں بھیجنا چاہتا ہوں۔ اور اسی تعداد کے قریب اسلامیہ کالج لاہور و پشاور میں بھیجنے کا ارادہ ہے علاوہ ازیں شیعہ کالج لکھنؤ۔ عباسیہ کالج بہاولپور۔ نظام کالج دکن۔ اور پھر صدہا مُسلم ہائی سکول ہیں۔ جہاں کے طلباء میں یہ کتاب بلا قیمت چلی جانی چاہئے۔ اور مفت تقسیم ہونی چاہئے۔ ان اسمائے گرامی کی تحت میں میں تعداد نسخہ جات بھی لکھ دیتا ہوں۔ جو ان بزرگوں کے خرچ پر چھپ کر مفت تقسیم ہونگے +

نمبر شمار	اسمائے مُعطی صاحبان	تعداد کاپی برائے مفت تقسیم	رقم وصول یا وعدہ
۱	جناب شیخ رحیم بخش پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی جالندھر	۲۵ کاپی	وعدہ
۲	*از اراکین خاندان عالیجناب نواب صاحب بہادر منگرول	۲۳۰ ؍؍	؍؍
۳	جناب غلام ربّانی صاحب وکیل مانسہرہ	۱۰۰ ؍؍	؍؍
۴	جناب احسان الحق صاحب سب جج کامل پور	۱۲۵ ؍؍	؍؍
۵	میاں غلام رسول صاحب پنشنر ڈی ایس پی۔ جھنگ	۲۵ ؍؍	وصولی
۶	ملک غلام محمد صاحب مالک فلور ملز قصور	۱۰۰ ؍؍	وعدہ
۷	ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور	۲۰ ؍؍	؍؍
۸	منشی محمد لطیف صاحب آرمی ہیڈ کوارٹر دہلی	۱۵ ؍؍	؍؍
۹	جناب سید محمد اشرف صاحب وکیل کوہاٹ	۵۰ ؍؍	؍؍
۱۰	جناب شیخ محمد اسمٰعیل و شیخ مولا بخش صاحبان مالک حکیمی غنیجاں لائبریری	۱۵۰۰ ؍؍	وصول
۱۱	جناب منصب علی صاحب مالیر کوٹلہ	۲۵ ؍؍	وعدہ
۱۲	جناب سید مصطفٰے شاہ صاحب بی اے۔ لاہور	۲۵ ؍؍	؍؍
۱۳	جناب مصطفٰے خاں صاحب بی اے لاہور	۱۰ ؍؍	؍؍

* حضور نواب صاحب ممدوح نے مسلم یونیورسٹی انگریزی کی مفت اشاعت کے لئے چند صد روپیہ کا گراں بہا عطیہ عنایت فرمایا ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ فیوض سورہ فاتحہ کا انگریزی ترجمہ ہوگا۔ خواجہ عبد الغنی

نمبر شمار	اسمائے معطی صاحبان	تعداد کاپی برائے مفت تقسیم	رقم وصول یا وعدہ
۱۴	جناب محمد شفیع صاحب وکیل جہلم	۴۷ کاپی	وصول
۱۵	از احمدی احباب پشاور معرفت جناب مولوی غلام حسن صاحب پشاور	۶۶ "	"
۱۶	جناب شیخ خدا بخش صاحب وکیل پشاور	۵۰ "	"
۱۷	" سید حسن شاہ صاحب انجنیر پٹیالہ	۱۰۰ "	"
۱۸	" محمد صدیق صاحب مالک کارخانہ صابن دہلی	۵۰۰ "	"
۱۹	جنابہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ جناب مصطفیٰ احمد صاحب رئیس گیا	۱۰۰۰ "	"
۲۰	از اراکین خاندان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۱۰۰۰ "	
۲۱	جناب شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر چرم وزیر آباد	۲۰۰ "	وعدہ
۲۲	جناب پروفیسر انعام احمد صاحب علیگڈھ	۵۰ "	"
	کل میزان	۱۶۳۵ کاپی	

عزیز منزل ۔ لاہور ۔ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۲۸ء خواجہ کمال الدین

ضروری نوٹ:۔ اس کار خیر میں شریک ہونے والے اصحاب اعانت یا اس امر کے متعلق خط وکتابت خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور سے کریں + خواجہ کمال الدین

اخلاقیات قرآن پر سلسلہ مضامین

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

(۱) گذشتہ بیماری کے باعث میں اُس کتاب کو نہ لکھ سکا ۔ جس کا قرآن کریم کے متعلق انگریزی و اردو میں میرے [illegible] لکھنے کا ارادہ دو سال ہوئے ظاہر کیا تھا ۔ خدا کے فضل سے امراض خبیثہ سے تو مجھے نجات ہو گئی لیکن [illegible] ۔ جو ان تصنیفات کے لئے ضروری ہے [illegible] سمجھتا ہوں ۔ کہ جستہ جستہ اس کتاب کا وہ حصہ [illegible] کے ماتحت اسلامک ریویو اور رسالہ اشاعت اسلام میں بتدریج لکھ دوں جن کا تعلق اخلاقیات سے ہے ۔ اور جس کے [illegible]

ہمیں ادبار نے منہ دکھلایا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے صحت و عافیت بخشی۔ تو اس موضوع پر ایک سلسلہ مضامین انگریزی ریویو میں نکلیگا۔ جس کا اُردو ترجمہ رسالہ ہذا کے ذریعے آیندہ جنوری نمبر سے شروع ہو گا +

میں چاہتا ہوں۔ کہ ان مضامین کی اشاعت کثرت سے مسلمانوں میں ہو۔ تاکہ ان قرآنی ہدایات کی روشنی میں ہم اس راہ پر قدم رکھ سکیں جس سے ہماری موجودہ مصیبت و مسکنت دُور ہو۔ رسالہ کی موجودہ اشاعت محدود ہے اور یہ علوم قرآنی اس صورت میں عام طور پر مُسلم بھائیوں کے علم میں آ سکتے ہیں جب اس رسالہ کی اشاعت میں وسعت ہو۔ اگر ہمارے معاونین کمر ہمت باندھیں اور اپنے حلقۂ اثر میں اس رسالہ کی اشاعت کا انتظام فرمائیں۔ تو یہ ایک قومی خدمت ہوگی۔ ایک طرف تو رسالہ مصیبت زدہ قوم کو فلاکت و ہلاکت سے نکالنے کیلئے مشعلِ راہ ہو جائیگا۔ دوسری طرف جو اس رسالہ کی قیمت میں وصول ہوگا۔ اس میں سے زر نفع کا ایک معقول حصہ اشاعت اسلام پر صرف کر دیا جائیگا۔ چنانچہ میں نے رسالہ کے منیجر کو ہدایت دے دی ہے۔ کہ دسمبر ۱۹۲۸ء سے جس قدر نئی خریداری اس رسالہ کی ہو۔ اس کا حساب ایک الگ رجسٹر میں رکھا جائے۔ تاکہ سال کے اخیر پر اس کے زر منافع میں سے ایک معقول حصہ جو کسی صورت میں نصف سے کم نہ ہوگا۔ اشاعت اسلام کے کام پر صرف کر دیا جائے۔ میں اس کے ضمن میں یہ بھی لکھ دیتا ہوں۔ کہ اس کے منافع سے میری ذات کو کوئی تعلق نہیں۔ میرا معاوضہ یہی ہے۔ کہ لوگ اخلاق قرآنی سے واقف ہوں۔ اور ان اخلاق کو اپنے اندر پیدا کریں۔ اور اپنی مٹتی ہوئی شوکت کو بحال کریں۔ ہم پر ایک نہایت مصیبت کا وقت ہے، اگرچہ چند نفوس ہم میں صاحب ثروت ہیں۔ تو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ قوم کی قوم افلاس و نکبت کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کا علاج اگر ایک طرف تعلیم و اتحاد ہے۔ تو دوسری طرف وہ اخلاق قرآنی ہیں۔ جو ہم میں نہیں۔ اور جن کے ہونے سے ہی علم دولت شوکت اور اتحاد قومی آسانی سے پیدا ہو سکتا ہے میں اُمید کرتا ہوں۔ کہ میرے دوست اس میری دردمندانہ اپیل کو توجہ سے سُننگے +

عزیز منزل۔ لاہور۔ ۳۰ نومبر ۱۹۲۸ء

خواجہ کمال الدین

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

معاونین مشن کے لئے ایک مسرت افزا مژدہ

لارڈ ہیڈلے موصوف اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی ذات پر حاسدانہ بُزدلانہ حملوں نے کثرت سے جن معاونین مشن کے دلوں کو صدمہ پہنچایا۔ یہ خبر اُن کی مسرت کا باعث ہوگی۔ کہ ان حملوں اصلیت کوئی

بزدل حاسد تھے اور انھوں نے فرضی ناموں سے کام لیا۔ اُردو پریس میں لکھنے والا جو اپنے آپ کو فضل الدین متوطن وطن بلد نگس لاہور کے نام سے موسوم کرتا تھا۔ وہ در اصل کوئی شخص نہیں۔ دوسری طرف مسٹر آرتھر فیلڈ جن کے نام پر اخبار خلافت میں ان وزیروں کے خلاف مضمون نکلا۔ وہ چٹھی کے لکھنے سے ہی انکاری ہے۔ ہمارے پیغام پر جو ان صفحات میں چھپا مسٹر آرتھر فیلڈ کہتے ہیں کہ میرے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں۔ اور نہ میں نے یہ چٹھی لکھی ہے۔ لندن سے چودھری عبدالغنی صاحب بی۔ اے سابق ایڈیٹر خلافت بمبئی لکھتے ہیں۔ کہ مسٹر آرتھر فیلڈ کا تو اس چٹھی سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً اس چٹھی کے لکھنے والے دو تین نو مسلم ہیں۔ جو اس وقت دو تین سال سے حضرت خواجہ صاحب کی غیر حاضری سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے نام سے تجارت کر رہے ہیں۔ یہ اُن کی جعلسازی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسجد لندن کی کامیاب تجویز نے ان لوگوں کی بعض تجاویز پر پانی پھیر دیا۔ اور وہ گھبرا کر اس قسم کی جعلسازی سے کام لینے لگے ✦ خواجہ عبدالغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

زکوٰۃ کا بہترین مصرف اشاعت اسلام ہے

عنوان بالا ایک صداقت ہے۔ یوں تو زکوٰۃ کے بہت سے مصرف ہیں لیکن گذشتہ بیس سال کی قومی جد و جہد نے آج یہ امر ایک طرح فیصل کر دیا ہے۔ کہ اشاعت اسلام سے ہی اب قومی استحکام وابستہ ہے یہ کوئی نئی اپیل نہیں۔ ہمارے احباب ہمیشہ ہی اپنے مال زکوٰۃ میں سے ہمارے مشن کی امداد کرتے ہیں لیکن اس وقت میں خاص طور پر قارئین کرام کو متوجہ کرتا ہوں۔ میرے دو سالہ صاحب فراش ہونے نے مشن کی مالی حالت پر بہت بُرا اثر کیا ہے۔ ایک تو اس لمبی مدت میں میں کوئی تصنیف نہ کر سکا۔ جسکے ذریعے ایک معقول آمد مشن کو ہو جاتی تھی۔ دوسرا میں اپنے کرمفرماؤں کو بھی اس طرف متوجہ نہ کر سکا۔ مشن کی مالی حالت اس وقت اطمینان بخش نہیں۔ میری بیماری نے مجھ پر یہ بھی روشن کر دیا۔ کہ اگر خدا تعالےٰ نے مجھے ان امراض مہلکہ سے نجات بخش کر بقید حیات رکھنا ہے۔ تو میں قرآنی لٹریچر کے پیدا کرنے کے علاوہ مشن کیلئے کوئی مستقل سرمایہ مُہیا کر دوں۔ جو میرے بعد بہت حد تک مشن اور مسلم لٹریچر کی اشاعت کا متکفل ہو۔ اس وقت تو اس کام کیلئے میں گھر سے نکل نہیں سکتا۔ کیونکہ ابھی مجھ میں نقاہت باقی ہے لیکن شاید سال آیندہ کے آغاز سے میں یہ کام انشاءاللہ شروع کر دوں ✦ سر دست میں احباب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اپنے زر زکوٰۃ میں سے ایک معقول حصہ اس سال خاص طور پر اس غرض کیلئے بھیجیں ✦

اگر مذکورہ بالا دو مدات میں سے کسی خاص مد میں وہ اپنی زر زکوٰۃ کو بھیجنا چاہیں۔ تو ترسیل زر کے ساتھ ہی اسبات کی واضح طور سے اطلاع بخشیں۔ والاان کے عطیہ کو نصف نصف دو مدات میں ڈال دیا جائیگا ✦

خادم
خواجہ کمال الدین

عزیز منزل ۔ لاہور
۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۸ء

توریت میں آنحضرت صلعم کا ذکر

از قلم پروفیسر عبدالاحد داؤد بی ۔ ڈی

"مسپا" کا راز

اس آرٹیکل میں جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے میں قدیم یہودی مذہب حجر کی تشریح پیش کرونگا ۔ جسے انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے ورثہ میں حاصل کیا تھا ۔ اور دکھاؤنگا ۔ کہ انھوں نے اور ان کے بیٹے اسمعیلؑ نے اس حجر کو کعبہ میں نصب کیا ۔ اور اسحاقؑ نے کنعان میں اور انکی دوسری اولاد نے دیگر ممالک میں اس کو رواج دیا ۔ "مذہب حجر" یا عقیدت سنگ سے میری مراد کسی قسم کی حجر پرستی یا سنگ پرستی نہیں ہے کیونکہ یہ تو شرک اور بت پرستی ہے ۔ بلکہ ایک خاص مقدس پتھر پر خدا کی عبادت ہے ۔ قدیم زمانہ میں جبکہ بنی اسرائیل کا برگزیدہ خاندان خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتا تھا اسلئے وہ کوئی مخصوص مقام خدا کی پرستش کے لئے نہیں بنا سکتا تھا ۔ اور حج ادا کرنے کیلئے ایک پتھر نصب کر لیا کرتا تھا ۔ لفظ حج سے شاید ہمارے عیسائی ناظرین چونکتے ہونگے ۔ کیونکہ اس رسم کی وضع عربی ہے اور آجکل مسلمانوں میں رائج ہے ۔ حالانکہ یہ لفظ دوسری سامی زبانوں کے لفظ زیر بحث سے علیحدہ نہیں چنانچہ عربی حج اور عبری ھگاگ ایک ہی بات ہے صرف تلفظ کا فرق ہے ۔ عربی میں گ کی جگہ ج استعمال ہوتا ہے ۔ اور موسوی شریعت میں جہاں رسوم مخصوصہ کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں لفظ ھگاگ ہی استعمال کیا گیا ہے ۔ اس لفظ کے معنی کسی قربانگاہ یا عمارت کے گرد پھرنا ہیں بشرطیکہ وہ طواف کسی رسم کے ادا کرنے کی غرض سے کیا جائے ۔ چنانچہ مشرقی ممالک میں عیسائی لوگ بھی شادی اور تہوار کے موقعوں پر رسم "حگا" یعنی طواف پر عمل کرتے ہیں ۔ لہٰذا اس لفظ میں جاترا یا مقدس سفر کا کوئی مفہوم مضمر نہیں ہے ۔ دوران سفر میں حضرت ابراہیمؑ عموماً اپنی عبادت کے لئے ایک "قربانگاہ" بنا لیا کرتے تھے ۔ اور جب حضرت یعقوبؑ پادان جا رہے تھے ۔ اور راستہ میں انھوں نے ایک زینہ کا نظارہ عالم کشف میں ملاحظہ کیا ۔ تو انھوں نے اس جگہ ایک پتھر نصب کیا ۔ اور اس کو روغن سے ممسوح کیا ۔ اور اس کا نام "بیتھل" رکھا ۔ یہ لفظ "بیت ایل" کا مخفف ہے یعنی خدا کا گھر جسے عربی میں بیت اللہ کہہ سکتے ہیں +

بیس سال کے بعد ان کا گذر پھر اسی مقام پر ہوا تو انھوں نے اس پتھر کو پھر ممسوح کیا (ملاحظہ ہو پیدائش ۲۸ - آیات ۲۲ اور ۳۵)

بعد ازاں پتھروں کے انبار پر یعقوب اور ان کے خسر نے ایک یادگاری پتھر نصب کیا ۔ اور اس کا نام "گلعید" ...

یعنی "انبار شہادت" رکھا لیکن اس پتھر کا اسم خاص "مسپا" تھا۔ جسے عربی میں "مسفا" کہہ سکتے ہیں رفتہ رفتہ یہ مسفا عبادت کا خاص مقام قرار پا گیا۔ اور بنی اسرائیل کی قومی تاریخ میں انکی جماعتی زندگی کا مرکز ہو گیا یہیں "نیفطاح" نامی ایک یہودی بہادر نے خداوند کے آگے شرعی قسم کھائی تھی۔ اور امونائیٹس کو شکست دینے کے بعد اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کو قربانگاہ پر چڑھا دیا تھا (ملاحظہ ہو قاضیوں کی کتاب باب ۱۱) اسی جگہ بنی اسرائیل میں سے چار لاکھ منتخب شمشیر زنوں نے خداوند کے حضور میں شرعی قسم کھائی تھی۔ کہ بنی یامین کا استیصال کُلّی کر دینگے کیونکہ ان سے ایک شدید جرم سرزد ہو گیا تھا (ملاحظہ ہو قاضیوں کی کتاب ابواب ۲۰ و ۲۱)

سموئیل نے بھی اپنی جماعت کو اسی "مصفا" کے سامنے اکٹھا کیا۔ اور ان سے شرعی قسم لی تھی۔ کہ وہ تمام بتوں اور مورتوں کو توڑ کر پھینک دینگے۔ اس کے بعد انھوں نے فلسطین والوں کے ہاتھ سے رہائی پائی۔ اسی مقام پر قوم نے جمع ہو کر ساؤل کو اپنا بادشاہ مقرر کیا تھا (ملاحظہ ہو ا سموئیل ۱۰) غرضیکہ جملہ اہم امور میں لوگ یا تو بیتھل پر جمع ہوتے تھے یا "مصفا" پر۔ اور ایسا قرین قیاس ہے۔ کہ یہ معابد اونچی زمین یا ٹیلے پر بنائے گئے ہونگے۔ جیسے "رہیات" کہتے ہیں۔ اور اس لفظ کے معنی "مقام بلند" آتے ہیں۔ بیت المقدس کی تعمیر کے بعد بھی "مصفا" کا قی احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے لیکن انقلاب زمانہ سے "مسفا" بھی کعبہ کی طرح بتوں کا مخزن بن گئے تھے بیت المقدس کی بربادی کے بعد بھی ان "مسفاؤں" میں شان تقدس بجنسہ باقی تھی۔ حتّٰے کہ شاہ انطوقس کے زمانہ میں بھی یہ مقامات بہت مقدس خیال کئے جاتے تھے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ لفظ "مسفا" کے معنی کیا ہیں؟

آیئے غور کریں۔ عموماً اس کا ترجمہ "دیدبان" کیا جاتا ہے۔ سامی زبانوں میں یہ لفظ اسم ظرف کی قسم سے شمار کیا جاتا ہے اور اس قسم کے اسماء ان اشیاء سے موسوم ہوتے ہیں۔ جن کی طرف وہ اشارہ کرتے ہیں۔ مثلاً "مصفا" صفا سے مشتق ہے کیونکہ وہ جگہ جسکے لئے یہ اسم وضع کیا گیا ہے۔ پاک و صاف ہوتی ہے۔ صفا کے لغوی معنی پتھر ہیں۔ اگرچہ عبری میں پتھر کے لئے آبین اور عربی میں حجر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور سریانی میں "کاپا" یا "کیپا" کہتے ہیں لیکن "صفا" یا "صاقا" ان سب زبانوں میں مشترک ہے۔ پس "مصفا" کے اصلی معنی اس جگہ کے ہیں جہاں کوئی پتھر نصب کیا جائے۔ پہلی دفعہ جبکہ اس لفظ کا استعمال نصب شدہ حجر کے متعلق کیا گیا تو وہاں کوئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کا اطلاق جگہ پر ہوتا ہے نہ کہ عمارت پر +

قبل اس کے کہ میں "صفا" کے معانی پر بحث کروں اس قدر اور کہنا چاہتا ہوں کہ عربی میں "پ" مستعمل نہیں جس طرح عبرانی سریانی اور دیگر سامی زبانیں اس حرف سے معرا ہیں۔ چنانچہ ان زبانوں میں

پ کا بدل ف سے ہوا کرتا ہے۔ اور انگریزی میں "ف" نہیں ہے۔ اسکی جگہ "ph" سے کام لیا جاتا ہے مثلاً فلسفہ کو "philosophy" کہتے ہیں۔ اور مصطفےٰ کو "mustapha" اسی لئے میں مصفّا کو "mispha" لکھنا اولیٰ اور انسب سمجھتا ہوں +

جب یسوع مسیح نے اپنے شاگرد شمعون کا لقب پطرس قرار دیا یقیناً اس کے دماغ میں اس گمشدہ پتھر کا خیال ہوگا۔ کیونکہ "پیٹراس" سنگ یا پتھر کو کہتے ہیں۔ اور ہمارا یہ قیاس غلط نہیں کہ اس کے ذہن میں اسی قدیم مقدس صفا کا خیال ہوگا۔ افسوس ہمارا یہ قیاس ہے۔ کہ آج ہم یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ اس نے کونسا لفظ استعمال کیا۔ کیونکہ ہمارے سامنے سوائے یونانی تراجم کے اور کچھ نہیں۔ لفظ پطرس (petros) اس قدر غیر فصیح اور سوقیانہ ہے۔ کہ مجھے اس پر تعجب ہے کہ کس طرح کلیسیا نے ایسے لفظ کو اختیار کیا۔ کیا یہ قرین قیاس ہے۔ کہ یسوع نے یا کسی دوسرے یہودی نے کبھی کسی ماہیگیر کو پطراس کے نام سے پکارا ہوگا؟ میری رائے میں ہرگز نہیں۔ سریانی تراجم میں اس لفظ کا ترجمہ "کیفا" کیا گیا ہے۔ اور ہمارے یونانی متن میں بھی کیفاس موجود ہے جس کا حلیہ انگریزی میں "Cephas" ہو گیا ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح آرامی زبان بولتا ہوگا اور اس نے اپنے محبوب شاگرد کو "کیفا" کا لقب دیا ہوگا۔

انجیل کے پرانے تراجم میں پطرس کا نام "شمعون الصفا" لکھا ہوا ملتا ہے یعنی شمعون الحجر۔ تو پطرس ہے کا ترجمہ یوں لکھا ہے "انت الصفا" اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر شمعون "صفا" ہے تو کلیسیا جس کی عمارت صفا پر مبنی ہے "مصفا" ہوگا اگرچہ یہ رموز عجیب ہیں۔ کہ مسیح نے شمعون کو صفا اور کلیسیا کو "مصفا" کا لقب دیا۔ لیکن جب ان اسرار کی نقاب کشائی کی جاتی ہے۔ تو پھر مجھے کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ کہ اس لفظ میں اور آنحضرت صلعم کے شاندار لقب مصطفےٰ میں کسقدر حکمت آمیز مشابہت پوشیدہ ہے اس جگہ ایک سمجھدار انسان مفصلہ ذیل سوالات قائم کر سکتا ہے +

(ا) مسلمانوں اور ابراہیم کے احفاد نے ایک پتھر نصب کر کے اس کا طواف کرنا کیوں اصل عبادت کر لیا؟

(ب) اس پتھر کا نام "صفا" کیوں پڑ گیا؟

(ج) مضمون نگار کا اس بحث سے مطلب کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ایک مسافر کیلئے پتھر سے موزوں تر کوئی شے نہیں ہو سکتی تھی۔ کہ وہ اس پر اپنی قربانی نذر کر سکے۔ اور مقدس روغن خدا کے نام پر چڑھا سکے۔ اور اس کے طواف سے اپنی عبادت کر سکے۔ علاوہ بریں یہ پتھر اس عہد اور میثاق کی یادگار کے طور پر نصب کیا گیا۔ جو بندوں نے اپنے خالق سے باندھا تھا۔ لہذا اسیں تقدس کی شان پیدا ہو گئی۔ اور کسی واقعہ کبریٰ کی یادگار قائم رکھنے کیلئے پتھر سے زیادہ

کوئی شے نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ صرف یہ کہ وہ پائدار اور مضبوط ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی سادگی اور کم قیمتی اس امر کی ضامن ہو جاتی ہے۔ کہ اُسے صحرا میں یونہی چھوڑ دیا جائے۔ اس کے چوری جانے کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ سب کو معلوم ہے کہ موسوی شریعت میں قربانگاہ بنانے کے لئے پتھر تراشنے کی سخت ممانعت ہے۔ اور یہ سنگ جسے صفا کہتے تھے محض سادہ اور طبعی شکل میں ہوتا تھا۔ اس پر کوئی تصویر یا مورت یا شکل کندہ نہیں ہوتی تھی۔ مبادا کوئی شخص ان صورتوں کی پرستش کرنے لگے۔ اور یہ جملہ باتیں سونے چاندی یا دوسری دھاتوں سے حاصل نہیں ہو سکتی تھیں پتھر سے بڑھ کر کوئی مذہبی یادگار سادہ محفوظ اور طبعی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایک عیسائی مذہبی پیشوا نے جو پیٹر کے مجسمہ کو جو کانسہ کا بنا ہوا تھا۔ پطرس کے مجسمہ میں شامل کرا دیا۔ لہذا ان لوگوں کی پیش بینی اور دانائی کی داد دینی چاہئے۔ جنہوں نے خدائے واحد کی پرستش گاہ کا نشان محض ایک بے قیمت پتھر کو قرار دیا تھا۔

واضح ہو۔ کہ نہ صرف "صفا" مقدس ہے۔ بلکہ مصفا یعنی جائے صفا بھی۔ اسی لئے مسلمان لوگ حج میں خانۂ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں، جس میں سنگ اسود نصب شدہ ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ قرمطی لوگ اس پتھر کو اپنے ملک میں اُڑا کر لے گئے تھے لیکن بیس سال کے بعد پھر واپس لا کر اسی جگہ نصب کر دیا۔ کیونکہ پتھر کے دُور ہو جانے سے زائرین نے خانہ کعبہ کا طواف ترک نہیں کیا تھا۔ اگر یہ مذہبی یادگار سونے چاندی کی ہوتی تو کبھی کی چوری چلی گئی ہوتی۔ اور اگر اس کے اُوپر نقش و نگار یا کوئی تصویر ہوتی۔ تو آنحضرت صلعم اپنے ہاتھ سے اُسے مٹا دیتے۔ اب اس لفظ کے معنی پر غور کیجئے عبرانی میں صفا کے معنی پاک کرنا، نگہبانی کرنا، انتخاب کرنا اور مشاہدہ کرنا آتے ہیں۔ چنانچہ قلعہ کی برجی سے نگہبانی کرنے والے کو صوفی کہتے تھے (ملاحظہ ہو ۲ سلاطین ۹: ۱۷) معبد سلیمان کی تعمیر سے قبل انبیاء کو (منہ Ho) کہتے تھے۔ اور عبرانی زبان کے فاضل "مصفّی" یا مصپّا سے ناآشنا نہ ہونگے اور یہ لفظ عربی "مُصطفےٰ" سے مماثلت تامہ رکھتا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں۔ وہ شخص پاکیزہ شے کو اختیار کرتا ہے۔ قلعہ یزرعیل کا نگہبان دُور سے لوگوں کی حرکات دیکھ رہا تھا۔ پہلے اس نے بادشاہ کے ایلچی کو دیکھا۔ پھر دوسروں کو۔ آخر میں جماعت کے سردار "جیہو" کو۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اُس نگہبان کا منصب کیا تھا؟ یہی کہ دُور سے لوگوں کی نقل و حرکت معلوم کر کے بادشاہ کو خبردار کرے۔ اگر یہ صحیح ہے تو "مصفا" کا مذہبی رنگ غائب ہو جائیگا اور اس کے معنی محض فوجی دیدبان کے رہ جائینگے لیکن "مصفا" کے "صوفی" کا

حال اس سے جدا لگاتا ہے۔ دراصل "مصفا" اس معبد کا نام تھا۔ جو کسی بلند مقام پر قائم کیا جائے۔ اور وہاں "صوفی" اور اس کا خاندان رہتا ہو۔ لیکن بنی اسرائیل کی فتح کنعان کے بعد مصفاؤں" کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ اور یہ مقامات مذہبی مرکز قرار پا گئے۔ اور رفتہ رفتہ مذہبی درسگاہوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ اور وہاں شریعت موسوی اور ادب عبرانی کی تعلیم و اشاعت ہونے لگی۔ ان تمام تحریکات کا مرکز "صوفی" یعنی شیخ ہوا کرتا تھا جو جماعت کی مذہبی غور و پرداخت کے علاوہ ان پر اثر بھی قائم رکھتا تھا۔ بعد ازاں یہ شیخ روحانی پیشوا کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور "تصوف" کی تعلیم دینے لگا جسے انگریزی میں Sophia کہتے ہیں۔ یہ یونانی زبان میں (Sophia) کہلاتا ہے۔ اور اس کے معنی حکمت ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ جنھیں ہم آجکل صوفی کہتے ہیں۔ انھیں اس زمانہ میں نبی کہتے تھے سموئیل نبی کے زمانہ میں جو نبی بھی تھا۔ اور روحانی مرشد بھی مصفاؤں کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی تھی۔ اور جب ساؤل کی تخت نشینی ہوئی۔ تو اس نے حلقہ صوفیا میں شریک ہو کر دیگر سالکین کے ساتھ "ذکر" بھی کیا۔ یہ سلسلہ تصوف سلیمان کے زمانہ تک یہودیوں میں جاری رہا۔ لیکن سلیمان کے بعد جب سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صوفیا بھی دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے۔ سنہ ۹۰۶ ق م میں جبکہ حضرت الیاس نبوت پر فائز تھے تو کہا جاتا ہے۔ کہ تمام صوفیاء کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور ۱ سلاطین ۱۸ : ۱۹ میں لکھا ہے۔ کہ آٹھ سو پچاس انبیاء نے ملکہ ازابیل کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ لیکن چند سالوں کے بعد الیاس کے جانشین الیشع سے بہت سے ابناء النبیین نے ملاقات کی۔ اور الیاس کے رفع کے متعلق پیشگوئیاں کیں۔ بہر حال یہودی صوفیوں کی کچھ ہی پوزیشن کیوں نہ ہو۔ اتنا یقینی ہے۔ کہ ان کی بدولت علم الٰہی اور مذہب موسوی کی روحانی شکل یسوع مسیح کے زمانہ تک قائم رہی۔ اسی بنیاد پر مسیح نے اپنی کلیسیا کی عمارت بنائی اور حلقہ کا شیخ شمعون صوفی کو مقرر کیا۔ اور مسیح کے قائم کردہ حلقہ کے یہ صوفیاء خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔ اور ان روایات کی حفاظت میں مصروف رہے۔ حتٰے کہ خدا کے برگزیدہ محمد المصطفٰےؐ کا ظہور ہوا۔ اور جسے عربی میں "مصطفٰے" کہتے ہیں۔ اسی کو عبری میں "مصطفٰے" +

بائبل میں بہت سے انبیاء کا ذکر ہے جو "مصفا" سے متعلق تھے لیکن حق تو یہ ہے۔ کہ ان کی صحیح تعداد کا علم نہیں۔ اور قرآن کس قدر سچی بات کہتا ہے۔ جبکہ وہ ان حقائق کا اعلان کرتا ہے" خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کس شخص کو اس مرتبہ پر فائز کریگا۔ اور یہ مرتبہ نبوت ذاتی قابلیت دولت شہرت ثروت یا جسمانی طاقت پر

نہیں ملتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے پسند کرے۔ ریاضت مراقبہ مجاہدہ پاکیزگی اور پابندیٔ شریعت سے ایک شخص ولایت کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر نبی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نبوّت کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے اور انبیا میں بھی چند ہی ایسے برگزیدہ ہیں جو رسالت کے مرتبہ عالی پر پہنچے۔ اور صاحب کتاب و شریعت قرار پائے۔ لفظ "نبی" جیسا کہ وہ یہودی لٹریچر میں استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے لئے اکثر اوقات مبہم ہو جاتا ہے، واضح ہو۔ کہ بائبل کا کثیر حصّہ انھیں مصنفاؤں میں مرتب کیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ یہود کو بابل کی اسیری کا حادثہ پیش آیا۔ بعد ازاں غیر معروف لوگوں نے اس میں ترمیم و تنسیخ جاری رکھی تا اینکہ وہ بہت کچھ محرّف ہو کر اب ہمارے سامنے موجود ہے +

اب میں اسلامی لفظ "تصوّف" اور یونانی لفظ "صوفیا" کے متعلق چند امور گوش گذار کرونگا وسیع معنوں میں تصوف فلسفہ موجودات کے مبادیات کے مطالعہ کا نام ہے۔ اور جب ہم وجود مخفیہ سے بحث کرتے ہیں۔ تو یقیناً طبعیات کی سرحد سے نکل جاتے ہیں۔ اور قوانین خطرت کو نظر انداز کر دیتے ہیں تصوّف اسلامی سے مراد اللہ تعہ کی ذات و صفات کا وہ عرفان حاصل کرنا ہے۔ جو ایک انسان کیلئے اس دُنیا میں ممکن ہے۔ ان دونوں باتوں کو متوازن کرنے سے اسلامی تصوف کی برتری فلسفہ پر عیاں ہو سکتی ہے اور یہ علم عیسائی تجرد اور رُہبانیت سے تو یقیناً اعلےٰ اور افضل ہے +

مسلمان صُوفی رحم اور صلح کا مجسمہ ہوتا ہے۔ وہ سب کو پیار کرتا ہے۔ کسی مذہب کی توہین نہیں کرتا برخلاف اس کے عیسائی صُوفی اور مُقدّس لوگ (Saints) یا تو دوسروں کو آزار پہنچاتے تھے۔ یا لوگ اُن پر کُفر کا الزام لگاتے تھے +

ضمناً یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسلمان مُصنّفین یُونانی لفظ فلسفہ کو ہمیشہ "س" کے ساتھ لکھتے ہیں ہیں۔ حالانکہ ص کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ عربی اور عبری دونوں میں "صوفی" لکھا جاتا ہے نہ کہ "سوفی"۔ میرا خیال ہے۔ کہ یہ رسم الخط دراصل اسیری مترجمین نے استعمال کیا ہوگا۔ جو نسطوری مذہب کے عیسائی تھے اہل ترکی مسجد سینٹ صوفیہ کو "ص" ہی سے لکھتے ہیں۔ اور میرا قیاس یہ ہے۔ کہ یُونانی لفظ صوفیہ اور عربی لفظ "صوفی" ایک ہی مادہ سے مشتق ہے۔ پس لازم ہے فلسفہ کی بجائے "فلصفہ" لکھا جائے۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ یہ خیال چھوڑ دیں۔ کہ "صوفی" "صوف" سے مشتق ہے +

حقیقی "صوفیا" یعنی عرفان اور صحیح مذہب اور اخلاق اور نبیٔ آخر زمان کا انتخاب۔ یہ امور

اسرائیلی مذہب کے خلاصہ یعنی "مصفا" میں شامل ہا ہی۔ اور خداتعالیٰ کا طرز عمل کیسا دلپذیر ہے کہ یہودیوں سے یہ صفا نصاریٰ میں منتقل ہوا۔ اور بعد ازاں "مصطفٰے" کی ذات پر اس عقیدہ کی تکمیل ہوگئی۔ یہ وہ رتبہ ہے۔ جو آنحضرت صلعم کو ملا اور آپ کی ذات گویا کھرے اور کھوٹے کے درمیان خط فاصل ڈالنے والی ہی۔ بنی اسرائیل میں بہت سے نبی مبعوث ہوتے لیکن "مصطفٰے" کا درجہ کسی کو نہ ملا۔ پھر مسیح کا دور آیا۔ انھوں نے بھی مصطفٰے ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن لوگوں نے ان کے حقیقی مرتبہ کو بھی نہیں پہچانا۔ اور انھیں اذیت پہنچائی۔ یہود کی مجلس نے ان پر فتویٰ کفر لگایا لیکن چند صوفیوں نے انھیں پہچانا اور عوام الناس نے انھیں بادشاہ سمجھا۔ اور مصطفٰے یقین کرلیا۔ لیکن وہ روپوش ہوگئے کیونکہ وہ محض رسول تھے مصطفٰے نہ تھے کیونکہ اگر وہ خود مصطفٰے ہوتے۔ تو شمعون کو کس شے کی نگرانی پر مقرر کیا۔ "صوفی" کا منصب تو یہی تھا۔ کہ منتظر رہے۔ اگر مصطفٰے آگیا ہوتا۔ تو انتظار کس کا؟ ہاں شمعون کو اس عہدہ پر اسی لئے مامور کیا گیا کہ جب وہ برگزیدہ مصطفٰے آئے تو دنیا میں اس کی آمد کا اعلان کیا جائے۔ پس محمد عربی ہی وہ کنجی ہے جس سے "مصفا" کا راز کھل سکتا ہے۔ اور واقعی وہی ذات "صوفیا" یعنی حکمت کا مخزن ہے صلی اللہ علیہ وسلم +

اسلام میں مساوات نسل انسانی

از قلم حاجی عبدالمجید صاحب

غالباً زندگی میں سب سے اہم مسئلہ مساوات انسانی ہی۔ کیونکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مسئلہ نے بارہا دنیا اور اہل دنیا کو جڑ سے ہلا دیا ہے۔ انقلاب فرانس کی غایت بھی یہی تھی کہ وہاں کے زراعتی طبقہ کے لوگ امرا سے مساوات طلب کرتے تھے۔ اور موجودہ بولشویک تحریک بھی مساوات ہی کی خواہش سے رونما ہوئی ہی۔ اور موجودہ و گزشتہ جنگیں جو فاتحین اور مفتوحین کے مابین واقع ہوئیں۔ اسی لئے تھیں۔ کہ مفتوحین مساوات کے طالب تھے۔ جیسے کہ انگلستان میں جو Suffragette تحریک جاری ہوئی تھی وہ اسی بنا پر تھی کہ عورتیں مردوں کے مساوی حقوق طلب کرتی تھیں +

اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ اقوام اور افراد میں ایک گونہ عدم مساوات کا ہونا ضروری ہے کوئی شخص علوم و فنون اور معلومات عامہ میں دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہی۔ اور دولت کی غیر مساوی تقسیم کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ ایک شخص دوسرے سے افضل ہو جاتا ہی۔ اور موسمی تغیرات وغیرہ کا نتیجہ اختلافات اقوام کی شکل میں رونما ہوتا ہے۔ بعض قومیں

طاقتور ہوتی ہیں بعض کمزور۔ اس کے ساتھ نیہی ایک حقیقت ہے۔ کہ انسان فطرتی طور پر دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور جب وہ دوسروں سے برتری حاصل کرتا ہے تو اُسے ایک گونہ اطمینان اور مسرت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ہم اس جذبہ کا محرک تلاش کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ ہم دوسروں سے اپنی خدمت کرانا چاہتے ہیں! اور اس آقا بننے کی ہوس نے ایک قوم کو دوسری قوم پر لا کھڑا کیا ہے۔ اور سرمایہ دار کو مزدور کی تحقیر پر آمادہ کیا ہے! اور اسی جذبہ نے مرد کے ہاتھوں عورت پر ظلم روا رکھا ہے۔ لیکن مزدور اور عورت دونوں کے دلوں میں جذبۂ انتقام موجود ہے اور ہماری موجودہ سیاسی اور تمدنی کشمکش اسی جذبہ کا نتیجہ ہے +

مزید براں یہ کہ طرز زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ ہر شخص اپنا اپنا فرض جداگانہ انجام دے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہر شخص اپنے کام کے موافق مزدوری پاتا ہے۔ اور بعد چندے امیری اور غریبی یہ دو حالتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں بقول اہل ملا یا زمین اور آسمان کا فرق ہے +

اندریں حالات جائے تعجب نہیں۔ اگر یورپ کے بہترین دماغوں نے اس کا علاج سوشلزم یا بولشیوزم سمجھ لیا ہو۔ اس جگہ ضمناً یہ بھی بیان کر دوں۔ کہ ہندو مذہب نے بھی یہی تفریق بین الناس روا رکھی ہے۔ اور اسی بناء پر ذات پات کا مسئلہ جاری کیا ہے۔ اور ہر ذات یا قوم کے ذمہ جداگانہ خدمت سپرد کی ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے۔ کہ سوشلزم یا بولشیوزم یا ہندوازم کا مطلب کیا ہے؟ مجھے اس امر کے اظہار میں ذرا بھی باک نہیں کہ ان میں سے کسی تحریک نے بھی مسئلہ زیر بحث کا صحیح حل اہل دُنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔ سوشلزم تو بقول میرے ایک دوست کے بالکل لغو چیز ہے۔ کیونکہ بقائے حکومت کیلئے تفریق بین النّاس ضروری ہے۔ اگر کوئی اعلیٰ ذی اختیار ہستی نہ ہو۔ تو پھر ملک میں ابتری پڑ جائے اور اگر ہوگی۔ تو دوسروں پر اس کی اطاعت فرض ہے پس مساوات ندارد۔ اور بالشویزم کی یہ تعلیم کہ کسی کے پاس کوئی سرمایہ نہ ہو انسانی جذبۂ رشک و ترقی کیلئے مضر ہے۔ اور اگر ذات پات کی تفریق لوگوں کے لئے مفید ہوتی تو بقول ہندو علماء ان کی ذہنیت اس قدر پست نہ ہو جاتی کہ محض خدا کے تصوّر کو قائم کرنے کے لئے ۳۳ کروڑ دیوتا درکار ہوتے! ایسا مذہب جو اس قدر تنگ نظر ہو یقیناً عالمگیر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ مساوات کے مسئلہ کو حل کر سکتا ہے۔ اور جس طریقہ سے ایک برہمن ایک شودر کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اُسے دیکھ کر تو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ ہندوازم میں مساوات کا نشان بھی نہیں! اچھا دیکھیں اسلام اس مشکل کا کیا حل تجویز کرتا ہے؟ لیکن قبل اسکے ہم صورت حال کو

مختصراً سامنے رکھنا چاہتے ہیں - پہلے تو یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے - کہ رشک و برابری کا داعیہ انسانی ترقی کیلئے ناگزیر ہے - ثانیاً نظام حکومت کو برقرار رکھنے کیلئے بعض اشخاص کو اعلیٰ درجہ دینا لازمی ہے یعنی دُنیا میں منصب اختیار یا انسانی ترقی کیلئے ضرور ایک مطمح نظر قائم رہیگا - تاکہ بنی نوع آدم ترقی کے منازل طے کرسکیں - اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ دولت کی تقسیم غیر مساویانہ طریق پر ہوگی اسلام نے ان تمام امور کو تسلیم کیا ہے - حتےٰ کہ "خلیفہ" یعنی امیر المومنین کے درجہ کو بھی مقابلہ کے لئے آزاد چھوڑ دیا ہے - اور اسلام کی تاریخ میں بہت سے غلام بادشاہ بن گئے ہیں - لیکن باایں ہمہ اسلام نے حاکم اور محکوم کے مساویانہ حقوق کو اِس طرح قائم رکھا ہے - کہ اگر رعایا کو خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہئے - تو خلیفہ کو بھی رعایا سے مشورہ کرنا چاہئے برطانی پارلیمنٹ سے صدیوں پہلے اسلام نے حکومت مشروطہ کا نمونہ خلفاء اربعہ کی ذات میں دُنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا +

بلحاظ دولت اسلام ذاتی دولت یا سرمایہ سے تعرض نہیں کرتا - لیکن لوگوں کو مساوات کا سبق سکھاتے اور جمیع مسلمانوں کو اخوت کے سلسلہ میں داخل کرنے کیلئے زکوٰۃ کی تاکید کرتا ہے - اِس طرح جماعت کے مفلس افراد کی مدد ہوتی ہے - اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں " اپنے خدام کو وہی کھلاؤ اور پہناؤ جو خود تم کھاتے اور پہنتے ہو" یہ بھی اسی لئے کہ تم میں مساوات کا رنگ پیدا ہو - اور سچ تو یہ ہے کہ دولت کا مفہوم خوراک اور پوشاک میں ہی مضمر ہے - جیسا کہ کپلنگ لکھتا ہے - کہ تمام عمدہ چیزیں خواب میں دیکھنے کے بعد روٹی کا ٹکڑا نظر پڑتا - ایک ذی اختیار شخص کے لئے مغرور ہو جانے کا بھی احتمال ہے جیسے فرعون ہوگیا تھا - لیکن اسلام نے نماز پنجگانہ فرض کی ہے جس میں شاہ وگدا شانہ بہ شانہ کھڑے ہوتے ہیں اور چھوٹے بڑے کا امتیاز سب مٹ جاتا ہے - علاوہ بریں جب اللہ اکبر کی صدا کانوں میں پڑتی ہے - تو معلوم ہوتا ہے - کہ عظمت صرف اللہ ہی کیلئے زیبا ہے انسان خواہ وہ شاہ ہو یا گدا سب خاک اور ہیچکارہ ہیں پھر قوم کے محسن کیلئے مغرور ہو جانے کا احتمال ہے جیسے کہ نپولین ہوگیا تھا - کیونکہ لوگ دن رات اس کے مُنہ پر اس کی تعریف کرتے رہتے ہیں - لیکن اسلام نے اس کا بھی علاج کیا ہے - اور وہ یہ کہ ہر شخص ہر نماز میں سب سے پہلے یہی کہتا ہے - الحمد للہ رب العالمین - ساری تعریفیں خدا ہی کو سزاوار ہیں باقی سب عیب اور نقص رکھتے ہیں - پھر جو شخص محکوم ہے - اس میں پستی اور بزدلی پیدا ہو جانے کا احتمال ہے - لیکن ہر جمعہ کو شہر کا چھوٹا بڑا ایک مسجد میں جمع ہوتا ہے - اور اس طرح اُسے معلوم ہوتا ہے کہ در حقیقت

ہم سب برابر ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنے پیروؤں کے اندر سے اسی نا اُمیدی اور پستی کو دور کرنے کیلئے ارشاد فرمایا "میں بھی اے مسلمانو! تم جیسا ایک انسان ہوں" +

ایک دولتمند شخص کیلئے دوسروں کی تکلیف سے بیخبر ہونے کا احتمال ہے لیکن اسلام نے ہر تندرست پر روزہ فرض کیا ہے۔ تاکہ سال بھر میں ایکدفعہ امیر آدمی بھی دن بھر بھوکا رہے۔ اور محسوس کرے۔ کہ گرسنگی کیا چیز ہوتی ہے۔ اور مہینہ کے ختم پر ایک مقررہ تعداد اناج کی دینا ہوتی ہے۔ جو مساکین میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جب ایک قوم دوسری پر فتح پاتی ہے۔ تو اہل سپین کی طرح اس امر کا احتمال ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کی بے توقیری کریگی۔ اور شاید انھیں جینے بھی نہ دیگی۔ لیکن اسلام نے صاحب حیثیت لوگوں پر زندگی میں ایک مرتبہ حج مکہ فرض کیا ہے۔ تاکہ تمام دُنیا کے مسلمان سال بھر میں ایک جگہ جمع ہو کر نہ صرف سلسلہ اخوت کو مضبوط کریں۔ بلکہ یہ محسوس کریں۔ کہ خدا کے حضور سب برابر ہیں۔ اور فضیلت اعمال کے لحاظ سے ہے نہ کہ لباس یا دولت کے لحاظ سے +

رہا عورتوں کے متعلق سو یہ ظاہر بات ہے۔ کہ اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے ہیں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں "جب تم کھاؤ تو اپنی بی بی کو بھی کھلاؤ۔ اور جب تم لباس پہنو تو اپنی بی بی کو بھی پہناؤ" نیز یہ کہ حقوق نسوان ایک مقدس امر ہے۔ خبردار کوتاہی نہ ہونے پائے"۔ شاید اہل مغرب کو یہ بات معلوم نہیں کہ ایک مسلمان شادی شدہ عورت اپنی ذاتی ملکیت بھی رکھ سکتی ہے۔ جس کو خاوند سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا ہاں اسلام اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ عورتیں نسائیت چھوڑ کر رجولیت اختیار کر لیں۔ کیونکہ ہر صاحب ذوق سلیم مجھ سے اتفاق کرے گا۔ کہ عورت کے لئے جون آف آرک ہونے کی جگہ فلارنس نائیٹنگیل ہونا بہتر ہے اگر تمہیں چھری کانٹے سے کھانے کی عادت نہیں تو انگلیوں ہی کو استعمال کرنا انسب ہے ورنہ نقصان کا احتمال ہے۔ اسی طرح عورت اور مرد کا حال ہے۔ خدا نے مرد کو کمانے کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور عورت کو خرچ کرنے کے لئے۔ اسی لئے نبی کریم فرماتے ہیں "عورت گھر کی مالک ہے"۔ اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اپنے دائرہ عمل میں عورت مطلق العنان ہے۔ اور اسی طرح مرد اپنے دائرہ میں + اللہ فرماتا ہے "اے لوگو تقویٰ اختیار کرو اور اس خدا سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔ اور اسی سے عورت بنائی"۔ اب اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ مساوات کا ہو سکتا ہے۔ جو عورت مرد کو دیا جا سکے + اگر یہ نہیں تو پھر کیا مساوات کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کو زبردستی بازاروں سے گھر جانے پر مجبور کیا جائے۔ تاکہ وہاں جا کر اپنے خاوندوں کی راحت کا سامان مہیا

کریں؟ جیسا کہ سفریجیٹ تحریک کے زمانہ میں لنڈن کے ایک طرلقیانہ اخبار نے لکھا تھا +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں نے دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور وہ دین اسلام ہے جس کے معنی ہیں۔ "سلامتی اور امن"۔ اور کون شخص اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی دُنیا میں امن اور سلامتی کا واحد علمبردار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ صرف اسلام ہی وہ راستہ دکھاتا ہے۔ جو بغیر دوسروں کے اتلاف حقُوق اور فناء جذبات بے شک تمام لوگوں میں مساوات قائم کر سکتا ہے۔ الحق وہ مساوات جس کا ادعا اسلام نے کیا، بلحاظ رسُوم و نظام قومی، مساوات مواقع اور مساوات حقُوق اور مساوات ملت ان سب اُمور کو شامل ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جن کے متعلق مغرب کو بہت جلد ایک صحیح رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے نبی کریمؐ فرماتے ہیں۔ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسروں کے لئے بھی اُسی شے کی آرزو نہ کرے۔ جس کی اپنے لئے کرتا ہے"۔ اور اس کا مطلب یہ ہے، ہر شخص دوسرے کے ساتھ مساوات کو مدنظر رکھے +

تحریف اناجیل اربعہ

از قلم پروفیسر سلیم۔ بی۔ اے

یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ جو مذہب الہامی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ اپنے دعوے کی بنیاد اس کتاب پر رکھتا ہے جو اس دعوے کی تصدیق کرتی ہے۔ اور دلائل پیش کر کے دلوں کو اطمینان بخشتی ہے۔ اور وہی کتاب اس مذہب کی طرف سے دوسرے حامیان مذاہب کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ وہ زبان حال سے کہتی ہے۔ کہ مجھے بنظر غور دیکھو۔ میں اصلی سرچشمہ ہدایت ہوں انسان کے لئے کامل رہنما ہوں ہر قسم کے عیب سے پاک ہوں۔ مجھ میں کوئی اختلاف یا تناقص نہیں پایا جاتا میں انسانی دستبرد سے محفوظ ہوں۔ مجھ میں کسی قسم کی تحریف یا سہو کاتب کا اثر نہیں ہے۔ اگر یہ باتیں ثابت ہیں۔ تو وہ کتاب اس قابل ہے۔ کہ اُس سے اعتنا کیا جائے۔ اور اسکی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ اور اگر وہ کتاب امتحان میں کامیاب ہو۔ اور اسکی تعلیمات عقل کے موافق ہوں بلحاظ ملت کی جملہ ضروریات پر حاوی ہوں ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے مفید ہوں۔ تو واقعی وہ کتاب لائق عزت اور قابل احترام ہے لیکن اگر اسمیں تحریف ہو چکی ہے۔ اُسکی اصلی صورت مسخ ہو گئی ہے۔ اسمیں خلاف عقل باتیں داخل کر دی گئی ہیں یا پہلے ہی سے

موجود ہیں۔ اگر اسکی عبارت مشکوک اور پرُاز اغلاط اور سہو ہائے کاتب ہے تو کوئی سلیم الطبع شخص اس کتاب کو لائق توجہ نہیں سمجھ سکتا۔ منجانب اللہ یقین کرنا یا اُسے اپنا دستور العمل بنانا تو درکنار ہے۔ غور کیجئے کسی خاص عقیدے یا حکم کی بابت جو اس میں مرقوم ہے۔ یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ درحقیقت منشائے خداوندی ہے۔ اور اگر ایک فقرہ یا عبارت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ تو قانون شہادت کی رُو سے کُل کتاب پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جائیگی۔ اور مذہب کا دارو مدار کتاب پر ہوتا ہے۔ جب وہ کتاب ناقابلِ اعتماد ہے تو وہ مذہب جو اس کتاب کو پیش کرتا ہے بدرجۂ اولیٰ ناقابلِ اعتماد ہے +

اس اصُول کے ماتحت جب ہم اناجیل اربعہ کو پرکھتے ہیں۔ تو مثل روزِ روشن آشکار ہو جاتا ہے کہ یہ کتابیں جن کی بابت عیسائیوں کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ خدا سے الہام پاکر لکھی گئی ہیں قابلِ اعتماد نہیں ہیں۔ اور کوئی سمجھدار آدمی اُن کو اپنے لئے دستور العمل قرار نہیں دے سکتا۔ اور کوئی شخص اُن کو الہامی قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ الہام میں انسانی خیالات کی آمیزش ہو کر کُل چشمہ مکدر ہو گیا ہے۔ اور طالبانِ حق کی پیاس نہیں بجھا سکتا +

ہمیں ان لوگوں پر تعجب آتا ہے۔ جو غیر متزلزل کوششوں کے ساتھ اس امر کے اثبات کی کوشش بے سود کرتے رہتے ہیں۔ کہ اناجیل اربعہ الہامی کتابیں ہیں۔ اور لائق اعتماد ہیں۔ لہٰذا ہم اس مختصر مضمون میں جو خود عیسائیوں کی معتبر تصانیف سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ثابت کرینگے۔ کہ موجودہ اناجیل اربعہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔ اور ان میں تحریف لفظی اور تحریف معنوی دونوں موجود ہیں۔ اگر عیسائی صاحبان اس مضمون کو خالی الذہن ہو کر طالبِ صداقت کی خاطر ملاحظہ کرینگے تو یقیناً ہمارے ساتھ اتفاق رائے کرنے پر مجبور ہونگے۔ خدا تو سے دُعا ہے۔ کہ وہ اس مضمون کو طالبانِ حق کی تسلّی کا موجب بنائے۔ اور تحقیق حق کی توفیق بخشے آمین

(۱) انگریزی تراجم میں تحریف

سنہ ۱۶۰۳ء میں جیمس اوّل شاہ انگلستان نے ایک حکم بدیں مضمون نافذ کیا۔ کہ پادریوں کی ایک مقتدر جماعت ان برائیوں اور غلطیوں کے ازالہ کی تدابیر سوچے جو کلیسیا میں رفتہ رفتہ پیدا ہو گئی تھیں۔ اور وہ جماعت جو دوسروں کی اصلاح کا ذمہ لئے ہوئے تھی۔ اب خود محتاج اصلاح تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس قسم کے اصلاحی جلسے ابتدا ہی سے ہوتے چلے آتے ہیں۔ بہرحال بادشاہ کے حکم سے پادریوں اور بشپوں کی ایک بڑی جماعت سر جوڑ کر بیٹھی لیکن کئی ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد بھی اس جماعت کو بوجہ اختلاف آرا اپنے مقاصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر رینالڈس نے جو ایک بارسوخ کلیسیائی عہدیدار تھا۔ بادشاہ موصوف کو مشورہ دیا۔ کہ بائبل کا ایک نیا ترجمہ ہونا چاہئے کیونکہ

مروجہ تراجم میں بہت سے نقائص اور اغلاط موجود ہیں گویا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کلیسیا کے عقائد رسوم میں اصلاح نہ ہوئی۔ تو بائبل ہی میں اصلاح ہو جائے۔ واضح ہو۔ کہ فیصلہ "آتھورائزڈ ورژن" مستند ترجمہ کے شائع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اور اس سے پیشتر کے تراجم کی نسبت ہے۔ جو وکلف اور ٹنڈیل وغیرہم نے کئے تھے۔ اور ایسے شخص کی زبان سے ہے۔ جو کرائسٹ کالج کیمبرج میں پرنسپل کے عہدہ پر فائز تھا۔ اور طبقہ علما میں نہایت سر برآوردہ تھا۔ فی الجملہ بادشاہ نے ڈاکٹر موصوف کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور کامل سات سال کی محنت کے بعد ۱۶۱۱ء میں بائبل کا ترجمہ یونانی زبان سے انگریزی میں "مستند ترجمہ" کے نام سے انگلستان میں شائع ہوا۔ دو باتیں اس ترجمہ کے متعلق قابل تذکرہ ہیں۔ ایک تو اُن نسخوں کا تذکرہ جن سے ترجمہ کیا گیا۔ دوسرے اس ترجمہ کی خصوصیات پہلی بات کے متعلق یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ کسی ایک نسخہ کی پابندی نہیں کی گئی مختلف یونانی نسخے سامنے رکھ کر ترجمہ شروع ہوا۔ اگر کہیں عبارت میں اختلاف ہوا تو سب کے مشورہ سے ان مختلف عبارات میں سے ایک عبارت انتخاب کر لی گئی ہے۔ معیار پسندیدگی کوئی خاص طور پر مقرر نہیں تھا جس وقت جیسا فیصلہ ہو گیا ہو گیا۔ گویا الہامی کتاب کا فیصلہ کثرت رائے پر منحصر تھا۔ اگر کسی جگہ یونانی عبارات میں کوئی عبارت مناسب معلوم نہ ہوئی تو لاطینی تراجم سے مدد لی گئی۔ اگرچہ ترجمہ سے پہلے کچھ اصول اور قواعد منضبط کر لئے گئے تھے لیکن ان کی پابندی برائے نام ہی ہوئی۔ مثلاً پہلا اصول یہ تھا۔ کہ مروجہ ترجمہ جس کا نام بشپس بائبل Bishops Bible تھا۔ بحیثیت مجموعی اصلی حالت پر رہنا چاہئے صرف ضرورت کے لحاظ سے اس میں ترمیم و تنسیخ کر دی جائے لیکن مترجمین نے اس ترجمہ کا استعمال بھی برائے نام کیا زیادہ تر عبارت جنیوا بائبل کی پسند کی گئی۔ اور ترجمہ ضروری تبدیلیوں کے ساتھ آج "آتھورائزڈ ورژن" میں پایا جاتا ہے۔ دوسرا اصول یہ تھا۔ حاشیہ پر کوئی نوٹ یا اشارہ نہ لکھا جائے۔ بلکہ غور و فکر کے بعد مختلف عبارتوں میں سے ایک عبارت صحیح مان کر لکھ دی جائے لیکن اس پر بھی پورے طور سے عمل نہ ہو سکا۔ اور مستند ترجمہ میں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ بکثرت حواشی موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ایک بڑی خرابی جس سے "عہد جدید" کے اختلافات بدستور باقی رہ گئے۔ یہ ہوئی کہ ترجمہ کا کام دو جماعتوں کے سپرد کیا گیا۔ پہلی جماعت جس میں آٹھ ممبر تھے اکسفورڈ میں اور دوسری جماعت جس میں سات ممبر تھے ویسٹ منسٹر میں تھی۔ یہ دونوں جماعتیں علیحدہ علیحدہ ترجمے کرتی تھیں۔ اور پھر آپس میں تبادلہ کر کے ایک دوسرے کی رائے معلوم کی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس تبادلہ خیالات سے بہت سارے اختلافات پیدا ہو گئے۔ جو آج تک دور نہ ہو سکے۔ یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے

کہ اس ترجمہ کا نام "مستند ترجمہ" بادشاہ کے حکم سے نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ٹوٹیٹروں نے اپنی پسند سے یہ نام رکھ دیا۔ اس مستند ترجمہ کا اصلی نسخہ ۱۶۵۵ء سے مفقود ہے۔ اور یہ نہایت تعجب خیز امر ہے۔ علاوہ بریں یہ کوئی خاص ترجمہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ اسمیں جملہ تراجم ماسبق کی عبارات موجود ہیں۔ چنانچہ ولیم ٹنڈیل اور کاورڈیل کے تراجم سے بہت سے مقامات میں ملتا جلتا ہے۔ جن قدیم نسخوں کو مترجمین نے پیش نظر رکھا تھا۔ ان میں اس وقت اس قدر اختلافات نہیں تھے جس قدر اب پائے جاتے ہیں۔ آجکل کے علماء کا خیال یہ ہے کہ بامبرگ کی ربانیکل بائبل Baumburg's Rabbinical Bible اور بیزا Beza کی یونانی انجیل کا زیادہ تر استعمال اور لحاظ رکھا گیا۔ حواشی کی تعداد پہلے اڈیشن میں عہد قدیم میں ۶۶۳۷ اور عہد جدید میں ۷۶۵ تھی لیکن بعد ازاں ۶۷۴ کا اور اضافہ کر دیا گیا۔ اور بعض مقامات میں بقول علماء بائبل یہ حواشی پر از اغلاط ہیں ہر باب کے شروع میں ابتدائی سرخیاں بھی قائم کی گئی تھیں لیکن بعد ازاں انھیں خارج کر دیا گیا۔ زمانہ حال کی تحقیق سے ایک بات قابل لحاظ دریافت ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ ۱۶۱۱ء میں دو مختلف اڈیشن اس نام نہاد مستند ترجمہ کے شائع ہوئے تھے جو ایک دوسرے سے بہت سے مقامات میں مختلف تھے +

مثلاً متی باب ۲۶ ورس ۳۶ ایک اڈیشن میں "یسوع" دوسرے میں "یہودا" لکھا ہے +

روتھ باب ۳ ورس ۱۵ ایک اڈیشن میں لکھا ہے "وہ آدمی شہر میں آیا"۔ دوسرے میں لکھا ہے "وہ عورت شہر میں آئی"۔ اسی طرح اور بھی اختلافات ہیں۔ جن کا تذکرہ طوالت کی وجہ سے قلم انداز کیا جاتا ہے۔ خود ان دونوں میں صحت و عدم صحت کا فیصلہ بھی نہ ہو سکا۔ ۱۶۲۹ء میں اس مستند ترجمہ کا ایک اڈیشن کیمبرج میں طبع ہوا۔ اسمیں سہو کاتب اور دیگر اختلافات و اغلاط کی اصلاح کی گئی۔ مگر پھر بھی ایک غلطی رہ گئی جو برسوں قائم رہی۔ اور مختلف اڈیشنوں میں چلتی رہی۔ اطمطاوس باب ۴ ورس ۱۶ بجائے thy کے the درج ہے +

۱۶۳۸ء میں ایک اور اڈیشن شائع ہوا اسمیں ۱۶۲۹ء والے اڈیشن کی اغلاط اور سہوہائے کاتب کی اصلاح کی گئی۔ مگر اسمیں بھی ایک غلطی رہ گئی۔ اعمال باب ۶ ورس ۳۔ "جسے ہم مقرر کریں" کی جگہ "جسے تم مقرر کرو" لکھا ہوا ہے دیکھنے میں تو ہم اور تم میں زیادہ فرق نہیں ہے لیکن اس ہم اور تم ہی کی بدولت دو فرقوں یعنی انڈیپینڈنٹس اور ایپسکوپلینس Independents & Episcopalians میں بڑے مناقشے اور جھگڑے جاری رہے

۱۶۵۳ء میں ایک اور اڈیشن شائع ہوا اسمیں تراجم ماسبق کی تصحیح کی گئی۔ مگر ایک غلطی اسمیں بھی رہ گئی۔ اکرنتھیوں باب ۶ ورس ۹ "وارث نہ ہوگا" کی جگہ "وارث ہوگا" لکھا ہے۔ ۱۷۱۱ء میں ایک اور اڈیشن شائع ہوا۔ اسمیں گزشتہ اڈیشنوں

کی اغلاط کی اصلاح کی گئی۔ اور بہت کچھ کوشش کی گئی کہ کوئی غلطی نہ رہے لیکن ایک غلطی ضرور رہ گئی۔ یسعیاہ باب ۵۷ ورس ۱۲ "تجھے کچھ نفع نہ دیگا" کی جگہ "تجھے نفع دیگا" لکھا ہوا ہے۔ ۱۷۰۱ء میں ایک اور اڈیشن آکسفورڈ میں شائع ہوا جسمیں اشاعت ہائے ماسبق کی اصلاح کی گئی لیکن ایک غلطی اسمیں بھی رہ گئی۔ بجائے انگور کی تمثیل کے سرکہ کی تمثیل لکھا ہے اس کے علاوہ کتابت کی اغلاط اس قدر تھیں۔ کہ اس کا نام "اغلاط ناشر و طابع کا گلدستہ" پڑ گیا۔ یعنی

(a basket full of printer's errors)

۱۷۶۹ء میں جو اڈیشن طبع ہوا اسمیں تراجم ماسبق کی اغلاط کی اصلاح کی گئی لیکن ایک غلطی اسمیں بھی رہ گئی۔ لوقا ۲: ۳۴ "پطرس" کی جگہ "قلب" لکھا گیا۔ اور یونہی پڑھا جاتا رہا۔

۱۸۰۱ء میں ایک اور اڈیشن طبع ہوا جسمیں صحت لفظی کا بہت خیال کیا گیا لیکن ایک غلطی اسمیں بھی رہ گئی۔ گلاطیوں ۵: ۱۷ after the Spirit کی جگہ against the Spirit طبع ہو گیا

۱۸۰۷ء میں ایک اڈیشن اور نکلا اور باوجود سعی بلیغ ایک غلطی اسمیں بھی رہ گئی۔ dead works کی جگہ good works چھپ گیا۔ اور لوگ اسی طرح پڑھتے رہے +

۱۸۵۶ء میں دوبارہ تحریک کی گئی۔ کہ مروجہ بائبل کی تصحیح ضروری ہے۔ تصحیح اور ترمیم کی ضرورت ان الفاظ میں دکھائی گئی تھی "مروجہ مستند ترجمہ میں بہت نقائص موجود ہیں مثلاً مشکوک ترجمہ غلط ترجمہ زبان کی اغلاط" سہو ہائے کاتبان اضافہ و حذف عبارات وغیرہ۔

علاوہ ازیں بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جو انجیل نویسوں نے بغیر تحقیق لکھ دیں۔ اور اب ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے قدیم نوشتے اور کتبے ایسے معلوم ہوئے ہیں جنکی وجہ سے ترمیم و تنسیخ لازمی ہو گئی ہے۔ چنانچہ تصحیح کا کام ۱۸۷۰ء میں شروع ہوا۔ کچھ قواعد اور اصول مرتب کئے گئے۔ اور مسیحی دین کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء ۱۶۱۱ء والے ترجمہ کی اصلاح پر کمر بستہ ہو کر بیٹھ گئے۔ پہلی تجویز یہ پاس ہوئی۔ کہ کوئی نیا ترجمہ نہ ہونا چاہئے "مستند ترجمہ" میں جہاں اصلاح کی ضرورت معلوم ہو۔ وہاں مناسب اصلاح کر دی جائیگی۔ اور ابواب کی سرخیوں کی بھی تصحیح کی جائیگی۔ جب کام شروع ہوا۔ اور سرخیوں کو اصل یونانی عبارت کی روشنی میں دیکھا گیا تو معلوم ہوا۔ کہ ان میں اس قدر تبدیلیاں کرنی پڑینگی۔ کہ انکی صورت بالکل بدل جائیگی۔ لہٰذا انھیں جوں کا توں چھوڑ دیا گیا۔ اب ہم چار اہم امور کی نسبت مختصر طور پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

اوّلاً یونانی متن انجیل یونانی انجیل جس کو پیش نظر رکھا گیا تھا خود لائق اعتماد نہ نکلی۔ الٹی اسکی اصلاح کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ اکثر مقامات پر انگریزی ترجمہ اس یونانی انجیل سے بہتر اور اصح ثابت ہوا۔ علاوہ بریں خود اس

یُونانی انجیل میں اختلافات عبارات حواشی اور فٹ نوٹ کی شکل میں موجود تھے۔ مترجمین اور مصححین کو اُن مختلف عبارتوں میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنا اور اُسے صحیح قرار دینا ایک بڑی دشواری کا کام معلوم ہُوا۔ کیونکہ اُن کے پاس کوئی معیار ایسا نہ تھا۔ جس کی بناء پر وہ کسی لفظ یا عبارت کی صحت کو پرکھ سکتے۔ لہٰذا عبارات کی صحت و عدم صحت کا دارو مدار کثرت رائے پر رکھا گیا۔ تاہم بہت سے مقامات موجودہ Revised Version یعنی مرممہ ترجمہ میں ایسے ہیں۔ جن کی صحت کے متعلق عُلماء کو اطمینان نہیں ہے۔ اور اسی لئے یہ التزام کیا گیا۔ کہ حاشیہ میں دوسری عبارتیں بھی لکھ دی گئیں۔ تاکہ پڑھنے والے خود فیصلہ کرلیں۔ اور جو اُنھیں پسند آئے اختیار کریں +

ثانیاً۔ ترجمہ کی نوعیت۔ ترجمہ کی بابت یہ اصول مقرر کیا گیا تھا۔ کہ جہاں تک ہو سکے اصل عبارت سے اختلاف نہ کیا جائے۔ لیکن جب عملی طور پر ترجمہ شروع ہُوا تو یہ اصول بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ ہر صفحہ پر اختلافات وارد ہونے لگے۔ اور کسی طرح بھی متن کی صحت کا تیقن نہ ہو سکا۔ مذکورہ بالا اختلافات کے اسباب پانچ ہیں۔ ایک تو وہ اختلافات جو قدیم یونانی نسخوں میں ترمیم عبارت کی وجہ سے پیدا ہوئے دوسرے وہ اختلافات جو مستند ترجمہ میں یونانی متن سے مختلف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوگئے تیسرے وہ اختلافات جو مبہم اور مشکوک تراجم کی وجہ سے پڑگئے۔ چوتھے وہ اختلافات جو مستند ترجمہ میں متناقض عبارات کی وجہ سے پیدا ہوگئے۔ پانچویں وہ اختلافات جو ان اختلافات کی وجہ سے لازمی طور پر عارض ہوگئے +

ثالثاً۔ طرز عبارت۔ زبان کے متعلق علماء کی یہ رائے ہُوئی۔ کہ اس کا وہی طرز رہنا چاہیئے جو مستند ترجمہ میں موجود ہے کیونکہ ترجمۂ زیر بحث کوئی مستقل چیز نہیں ہے۔ بلکہ "مستند ترجمہ" کی اصلاح اور نظر ثانی ہوگی۔ اس موقع پر اس امر کی طرف اشارہ کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔ کہ موجودہ انگریزی تراجم کی بنیاد یونانی نسخوں پر ہے۔ اور ان قدیم نسخوں میں کوئی نسخہ چوتھی صدی سے پہلے کا نہیں ہے۔ علاوہ بریں خود ان قدیم نسخوں میں اختلافات موجود ہیں +

حواشی:۔ ان کی چار قسمیں ہیں۔ اوّلاً وہ حواشی جو قابل تذکرہ عبارات کے اظہار کیلئے ہیں۔ ثانیاً۔ وہ حواشی جو یونانی الفاظ کے لغوی معانی ظاہر کرتے ہیں۔ ثالثاً۔ وہ حواشی جو کسی مبہم فقرہ کی توضیح کرتے ہیں۔ رابعاً وہ حواشی جو ان عبارات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جنمیں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اور انکی صحت و عدمیت صحت کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ آخرالذکر قسم کے حواشی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اور ترمیم شدہ بائبل کے ہر صفحہ پر موجود ہیں +

مترجمین کا یہ فیصلہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ جو انھوں نے جدید ترجمہ Revised Version کے دیباچہ میں درج کیا ہے "ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ ایسے مشکل اور دشوار کام میں ضرور نقائص رہ گئے ہونگے۔ قدیم (Authorized) ترجمہ کے اغلاط اور نقائص ہم نے دُور کئے۔ اور اس جدید ترجمہ کے اغلاط اور نقائص آنیوالی نسلیں دُور کردینگی"۔ میں اس فیصلہ پر صاد کرتا ہوں واقعی اب بھی تراجم میں اغلاط موجود ہیں۔ کیونکہ عہد عتیق کا ترجمہ اب پھر ہو رہا ہے + (باقی آئندہ)

اعشائے ربّانی کی رسم اور مسیحیت

سلسلے کیلئے دیکھو اشاعت اسلام جلد ۱۴ نمبر ۱۱ صفحہ ۵۱۶

مسٹر آر لسان (ایک انگریز نومسلم) کے قلم سے

اس خیال کے تدریجی عروج کو کہ عشائے کا کھانا خاصیتاً مقدس ہے۔ رابرٹسن نے نہایت اچھی طرح بیان کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۹ .op. cit) جو حسب ذیل ہے:۔

کلیسا کے ابتدائی زمانہ میں یہ خیال کہ اعشائے ربانی کا کھانا خداوند کا گوشت اور خون بن جاتا ہے۔ بالکل مشتبہ اور غیر مقرر شکل و صورت رکھتا تھا۔ اس کھانے میں جو لوگ شریک ہوتے وہ یقینی طور پر یہ سمجھا کرتے تھے کہ مقدس روٹی اور شراب خارق عادت صفت اپنے اندر رکھتی ہے کیونکہ وہ اس کو بیماروں کی ضروریات کیلئے بھی لیجاتے تھے وہ اس کھانے کو بالکل ایسا ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ غیر مسیحی لوگوں کا خیال اپنے مذہب کی ناقابل فہم باتوں یا اپنے مندروں کے رسوم و رواج کے متعلق تھا جہاں کہیں ان رسوم و رواج پر یہ الزام عائد ہوا۔ کہ ان میں انسانی گوشت اور خون کھانے کا رنگ پایا جاتا ہے وہیں آباء کلیسا نے ہمیشہ یہ تصریح کی ہے کہ یہ اصطلاحات خالصۃً استعارہ کا رنگ رکھتی ہیں۔ اور یہی اعتقاد کی تعلیم آگسٹائن نے دی ہے لیکن جب کفار کی تہذیب اور دستور العمل مٹ گیا۔

اور مغرب کی وحشیانہ سوسائیٹی کلیسا کو ایسے مقابلہ کی دعوت دینے والا کوئی نہ رہا۔ تو اصل رسوم و رواج اجنبی ہونے کے باوجود اپنے لفظی معنوں پر آ گئے اور یہ غیر مسیحی اعتقاد کلیسا کے اندر آ گیا کہ اعشائے ربانی کی چیزیں انسانی شکل میں آئے ہوئے خدا کا اصلی گوشت اور خون بن جاتی ہیں جہاں کہیں اس اعتقاد کو رائج کرنے کا امکان پیدا ہوتا پادری لوگ خاص دلچسپی کے ساتھ اس کا اقرار لوگوں سے لیتے تھے ان کا دعویٰ تھا۔ کہ ہر موقع پر جب اعشائے ربانی کی رسم ادا کی جائے نہایت حیرت انگیز معجزہ ظہور پذیر ہوتا ہے لیکن یہ پادری ہی کے ذریعہ سے ظہور میں آتا ہے۔ اور صرف پادری ہی ایک ہستی ہے جو ایسا معجزہ پیدا کر سکتی ہے۔ اس طریق پر دین کی اصل مرکزی باتیں جو فہم و ادراک سے بالاتر ہیں اور معجزات اور انھیں عمل میں لانے کی طاقت و قدرت صرف ارکین کلیسیا ہی کے اجارہ میں تھی۔ تمام مغربی یورپ کا اقتصادی اور روحانی مرکز پادریانہ نظام کے ماتحت تھا +

ایسے تمام ساحرانہ خیالات کے ماتحت مسیحیت عوام الناس کے لئے ایک ایسا مذہب تھا جس کا تعلق نہ تو عقائد ایمانیات سے تھا اور نہ اعمال و افعال و عبادات سے۔ نزدیک یہ ایک پادریانہ جادو کا مذہب تھا۔ وہ شخص وارث نجات سمجھا جاتا تھا جو برکت پانے آتے تھے ہی وہ جو ہمسایہ سے محبت کرے۔ بلکہ صرف وہی شخص نجات پا سکتا تھا جو پادریوں کے مقدس ہاتھوں کے ذریعہ سے اس عجیب و غریب رسم کو پورا کر چکا ہو ممکن ہے کوئی اخلاقی تعلیمات بھی دی جاتی ہوں لیکن ان کو اس زمانہ میں سب سے زیادہ غیر ضروری چیز سمجھا جاتا تھا۔ چوتھی صدی میں پادریوں کا کام اس رسم کے متعلق یہ قرار دیا گیا۔ کہ وہ شراب اور قربانی کو (کہ اصطلاح کلیسیا میں روٹی کو قربانی بھی کہا جاتا ہے) اس تقسیم سے پہلے مذہبی عزت و اہتمام کے ساتھ باہم ملایا جائے۔ اور عام طور پر اس کو ہفتہ میں دو یا تین دفعہ عمل میں لایا جاتا تھا۔ اس طریق سے mass کی رسم جس کا نام ابتداً dismissal (برخاستگی) کے کلمہ پر رکھا گیا ہے۔ اور جو ایک اور کافرانہ رسم کا رنگ اختیار کر چکی ہے۔ اب مذہبی اثر و اقتدار ہو گیا اور عام عبادت [illegible] درجہ پر پہنچ گئی۔ اور مذہبی گیت اور پادریوں کے سوالوں کے جوابات اس رسم میں شامل ہو کر [illegible] ترقی کا موجب ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسیحی طریق عبادت کی یہ ایک خاص شکل بن گئی۔ اس وجہ سے مذہبی نشانات عبادت کے رستے سے بہت دور تھے۔ اور ساتویں صدی کے شروع میں گریگوری اعظم نے حکم نافذ کیا۔ کہ ان تمام باتوں میں گو مذہبی کوئی بے قاعدگی واقعہ ہو تو [illegible] کفارہ دکھوں اور تکلیفوں کے ذریعہ سے ادا کیا جائے۔ مثلاً اگر پیالے میں سے کوئی قطرہ گر جائے منبر پر گر جائے تو رسم ادا کرنے والے پادری پر یہ لازم تھا۔ کہ وہ اس [illegible] کو چوس لے اور تین دن تک اپنے آپ پر سزا وارد کرے۔ اور اس کپڑے کو جو اس قطرہ سے چھو گیا ہو پیالہ کے اوپر تین مرتبہ دھویا جائے۔ اور اس پانی کو جس سے وہ دھویا گیا [illegible] پھینک دیا جائے۔"

یہی مصنف اپنی کتاب Pagan christs کے صفحہ ۱۴۴ پر انسانی گوشت کھانے کی رسم کے عنوان میں لکھتے ہیں۔ "مسیحی اصلاح کے ساتھ ہمیں اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے۔ جو مذہبی تاریخ کے اندر بہت پرانا ہے جو قوموں میں [illegible] کے زمانہ میں بیرونی یا وحشیانہ طرز کی قربانی یا ناقابل فہم رسوم کی طرف لے جاتا ہے۔ ..... اور یہ امر کہ انسانی گوشت خوری کا مذہبی خیال قرون اولیٰ کی مسیحی دنیا پر بہت غالب تھا۔ اس [illegible] کی مرکزی رسم عشائے ربانی ہے جس میں یہ الفاظ کہ لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے تم سب اس میں سے پیو۔ کیونکہ یہ میرا خون ہے [illegible] نہیں کہ ایک قسم ناقابل فہم رسم سے مطابقت کی شکل

رکھتے ہیں جسمیں ایک قربان شدہ خدا نے یہ الفاظ اپنے پادری کے منہ سے کہلوائے
چوتھی انجیل میں اسی مفہوم کی تشریح پائی جاتی ہے جسمیں انسان خودی یا خدا کے انسانی شکل میں نمودار ہونے
کو بد اخلاقی کا ذریعہ ٹھیرا لیا گیا :-

زندگی کی روٹی میں ہوں .... میں ہوں وہ زندگی کی روٹی جو آسمان سے اُتری - اگر کوئی اس روٹی
کو کھائے تو ابد تک زندہ رہیگا - بلکہ جو روٹی میں جہان کی زندگی کے لئے دونگا - وہ میرا گوشت ہے
.... جب تک تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ اور خون نہ پیو تم میں زندگی نہیں جو میرا گوشت
کھاتا اور میرا خون پیتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے - اور میں اُسے آخری دن
پھر زندہ کروں گا - کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز اور میرا خون
فی الحقیقت پینے کی چیز ہے جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے - وہ مجھ میں قائم رہتا ہے
اور میں اس میں (یوحنا ۶: ۴۸-۵۶) +

ان الفاظ کا بار بار دوہرانا بھی رسمیات میں تھا ہے Hhandi اور مسیح سے پیشتر کے میکسیکن لوگوں کی
رسمیات میں یہ اسی طرح بار بار دوہرائے گئے ہیں +

پس خداوند کے جو درمیانی واسطہ اور نجات دہندہ ہو دفن ہونے اور قبر سے اُٹھنے کی ناقابل فہم
باتیں جو متھرا ندہب سے تعلق رکھتی ہیں - اس کا ایک چٹان کے نیچے دفن ہونا اور اس قبر میں سے
اُٹھ کھڑے ہونا - روٹی اور پانی کی تقدیس پیشانی پر ایک خاص نشان کرنا یہ تمام باتیں
اسی طرح رائج تھیں - جیسے مصری لوگوں میں Osiris دیوتا کی گمشدہ لاش کی تلاش پائی
جاتی تھی - اور اسکو قبر میں ڈالنے اور قبر میں سے اس کے اُٹھنے کا نقشہ پایا جاتا تھا
پیشتر اس کے کہ وہ مسیحی نجیں شائع ہوئی جسمیں ایک خداوند کی چٹانی قبر میں دفن ہونے اور
تیسرے دن اس قبر میں سے اُٹھنے کا ذکر ہے - یا قبل اس کے کہ وہ مسیحی رسم پیدا ہوتی
جسمیں روٹی اور پانی یا روٹی اور شراب کے ساتھ خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے -
اور جو Dionysus سورج دیوتا اور شراب دیوتا کی رسمیات میں بھی پائی جاتی ہے
اور جلا گوشت یہ آپکا خدا کے جسم اور قوت ہونے کا ذکر ہے - ایسا ہی جس طرح ابتدائی مسیحی رسمیات
ایک بیلیے کو کھانا پایا جاتا ہے (صفحہ ۳۰۴ ... Cumont Das mithraum ... (

اور جس کی تفصیل کا ایک حصہ اب تک اس اطالوی طریق عمل میں پایا جاتا ہے جسمیں ایسٹر کے موسم میں ایک لیلے اور اسکی بھُنی ہوئی شکل دونوں کو برکت دی جاتی ہے بلکہ Mass کی روٹی کی زیادتی اس پر کی جاتی ہے۔ اسیطرح قدیم پارسی مذہب میں قربانی بکرے کے گوشت کو روٹی کے ساتھ ملاکر ایک گول ٹکڑے کی شکل میں بھون لیا جاتا تھا جس کو Myazda یا Mgazd کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور پجاری اسے رسمی طور پر کھاتے تھے (Pagan christs صفحہ ۲۱۶)

یعنی مصنف اپنی کتاب کرسچینیٹی اینڈ مائی تھالوجی کے صفحہ ۲۲۰ پر مسیحی افسانوں پر طویل بحث کرنے کے بعد لکھتا ہے:- اس جگہ بھی نفس الحقیقت شبہ کی گنجائش موجود ہے جیسا کہ Procopius کے اس بیان میں شبہ پایا جاتا ہے کہ Franks چھٹی صدی میں اپنے بچوں کو بتوں کے آگے قربان کرتے لیکن یہ اہم حقیقت پھر بھی باقی رہجاتی ہے کہ مسیحیوں نے اپنی متبرک غذا کیلئے Hostia کا پرانا نام اختیار کیا جس کے معنے شکار کے ہیں۔ اور اناجیل ساری کی ساری خداوند کے جسم اور خون کے کھانے اور پینے کے بیانات پر مشتمل ہیں۔ اور ایسی لفظیت اسمیں پائی جاتی ہے جس کو محض استعارہ و مجاز کے رنگ میں سمجھنا مشکل ہے (ملاحظہ ہو متی ۲۶ - ۲۸۔ مرقس ۱۴: ۲۲-۲۴ لوقا ۲۲: ۱۹-۲۰۔ یوحنا ۶: ۴۸-۵۸)

..... اور جیسا کہ یہ مصنف بلکہ علم افسانہ گوئی کا یہ ایک مسلم اصول ہے کہ جہاں کوئی مقدس دعوت کسی عبادت سے تعلق رکھتی ہے یں کوئی خاص مقدس چیز کھانے کے لئے مقرر کی گئی ہو۔ تو وہاں خدا ہی کو کھایا جاتا ہے۔ ہمیں اس بات کو قریباً یقینی سمجھنا چاہئے کہ جس طرح مسیحی لوگ ایک بکری کے بچے کو بھنا ہوا ثابت کھاتے ہیں۔ دوسرے لوگ مذہبی نشانات کے سلسلہ کو زیادہ آگے لیجاتے اور ایک بچہ کا آٹے کا بُت بناتے تھے...... جب انسانی یا حیوانی شکل کی کوئی چیز نہ بھُنی جاتی جو قربانی پیش کرنے کے پرانے مذہب کے کام آسکے تو صرف ایک گول کیک جس پر عموماً صلیب کا نشان ہوتا تھا۔ جسطرح ہاٹ کراس میں ہوتا ہے۔ جو اب تک مسیحیوں میں رائج ہے یا سورج یا چاند جیسے دیوتا یا دیوی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ کیتھولک کیک کی تشریح ہے۔ جس کو موجودہ زمانہ کے انگلیکن ہائی چرچ میں عزت و تکریم کی نظروں سے دیکھا جاتا اور مسیح یا خدا کے مقام پر سمجھا جاتا ہے۔ اس رنگ میں مسیح کو اس کے بڑے بڑے زاہدوں نے اسے سورج دیوتا قرار دیا ہے +

اس مضمون پر اسی کتاب کے صفحہ ۳۸۶-۳۹۴ پر مفصل بحث کی گئی ہے جسمیں ٹرٹولین اور اور دوسرے مسیحی آبا اور مصنفین کے دلائل نقل کئے گئے ہیں - اور پولوس وغیرہ پر بڑی ازلی کی گئی ہے لیکن وہ بحث اس قدر طویل ہے کہ اس کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں - ہاں صرف اس کا حوالہ دیدینا کافی ہے۔ اسمیں عشائے ربانی کی خاصیت کو ظاہر کرنے کیلئے بہت کچھ کہا گیا ہے - اور اسے ایک فسانہ قرار دیا گیا ہے جو زمانہ قدیم سے تعلق رکھتا ہے +

ایک اور حوالہ بھی ہے جس کا ذکر بھی ضروری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کہانی کا اصل ماخذ مشرقی اور یہودی روایات ہیں جو یونانیوں کی روایات سے ملتی ہیں - وہشکر اپنی کتاب اور بحیثیر آف کریسچینیٹی کے صفحہ ۵ ا پر لکھتا ہے "لیکن اگر اسرائیل نے الہام الٰہی سے توحید کو حاصل کیا - تو اسباب کی کیا تشریح کیجائیگی کہ کافر فلسفیوں کے اندر یہ اعتقاد کہاں سے آیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ فطری روشنی انسان کے اندر یہ خیال پیدا کر سکتی ہے - تو اس سے الہام کی ضرورت نسبت باقی نہیں رہتی - یا برگزیدہ انسان جو الہام الٰہی کے مدعی تھے - اس بلند مقام سے تحیلی سطح پر آجاتے ہیں - فلسفہ کا علم اگر نہ ہوتا تو اس کی تشریح کر دینا آسان تھا جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں - قدامت کے ابتدائی زمانہ سے تعلق رکھتا تھا - اس حقیقت سے Pentateuch بھی سب لوگ خوب واقف ہیں - کہ یونانی فلسفیوں نے اپنا تمام نظام اور فلسفہ کی مختلف شاخیں مشرق سے حاصل کیں - بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسوی الہام یا اس کے کوئی حصص فلاطون اور ارسطو تک پہنچ گئے ہیں - یہ اپنی طرز کا آزادانہ خیال تھا - جس کی وجہ سے یا رسا اسرائیلیوں نے غیر قوموں کی کتب کا مطالعہ اور اُن کی قدر و منزلت کرنی شروع کی بعد میں ان سے زیادہ فراخدل بزرگان کلیسیا نے اس خیال کو آسان سمجھا - اور سترھویں صدی کے زمانہ میں بھی اس حسب روایت کے بعد آیا - یہ خیال ابھی تک زندہ تھا" +

جو شہادت اس مضمون میں فراہم کی گئی ہے - وہ اس رسم کی قدامت اور عالمگیر موجودگی کو پوری صفائی سے ثابت کرتی ہے جس کا تعلق اس مجلسی کھانے سے ہے جسے عبادت کا ایک کام سمجھا جاتا ہے - اور جس کو قدیم زمانہ میں انسانی یا حیوانی قربانی سے سرانجام دیا جاتا تھا - اور بعد میں ان انسانی یا حیوانی بتوں نے ان کی جگہ لے لی جو روٹی سے بنا کر پکا کر لئے جاتے تھے - اس رسم کا سورج پرستی اور علم النجوم سے جو چاند اور رات دن کے برابر ہونے کی حالت سے متعلق ہے - نہایت تعلق ہے اور یہ نہایت قدیم زمانہ کی رسم ہے - یہودی اس کو مانتے تھے جہاں سے عیسائیوں نے اس تمام رسم کو لے لیا - اس رسم نے عشائے ربانی کو رواج دیا - جس کے متعلق یہ یعنی

عقیدہ لگا ہوا ہے ۔ کہ روٹی اور شراب معجزانہ رنگ میں اپنی اصلیت سے تبدیل ہو کر مسیح (مصلوب نجات دہندہ) کا حقیقی جسم اور خون بن جاتے ہیں ۔ پارسا عیسائی اور کیتھولک لوگ اپنے دماغ کے انہی باتوں سے مست رہنے کی وجہ سے مسیح ناصری کو خواب میں صلیب کے ساتھ کیلوں سے جکڑا ہوا دیکھتے ہیں ۔ اور سمجھتے ہیں ۔ کہ وہ نسل انسانی کے لئے قربان ہو گیا ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیح کو صلیب پر نہیں لٹکا یا گیا لفظ crucifixion (مصلوبیت) crux یعنے صلیب اور facio یعنے بنانا مشتق ہے بالفاظ دیگر اس کے معنے ہیں صلیب بنانا یا عبور کرنا Passover گذر جانا یا عبرانی Passach جو موسم بہار میں اس دن جب دن رات برابر ہوتے ہیں سورج اپنے خاص مقامات سے گذرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ اگر اس لفظ کا مطلب جکڑ دینا ہوتا تو اس لفظ crux figo ہوتے جن کے معنے ہیں "جکڑ دینا" ان سے بھی crucified (صلیب سے جکڑ دیا) کا لفظ بنتا ہے crucified (مصلوب کر دیا) نہیں بنتا قدیم مذاہب میں یہ ایک تہوار تھا ۔ جس کو خوشی اور مسرت سے منایا جاتا تھا اور موسم بہار کی ایسی پر خوشیاں منائی جاتی تھیں لیکن مسیحی مذہب کے بانیوں اور مصنفین نے اپنے تاریک توڑے مروڑے اور صداقت پھیرے ہوئے خیالات کی وجہ سے خلاف حق آرائے اور اتصاف سے کام لیا ۔ اور خوشی کی افسوس اور تاریک خیالی سے بدل دیا اور انسانی زندگی اور اس کے مقصد کے پاکیزہ خیال کو ان جھوں کے لئے جو ان باتوں کو نہیں مانتے جن پر وہ ایمان رکھتے ہیں ۔ اور نہ ہی ان کی تعلیم اور عقیدہ کی پیروی کرتے ہیں ۔ ایک ابدی جہنم کے ہولناک خیال سے تبدیل کر دیا +

برّ اعظم یورپ پر اسلام کے احسانات عمومی اور ازمنۂ وسطےٰ میں

تمدن یورپ پر عربوں کا اثر

(از قلم ڈاکٹر گستاو ڈیرک پی۔ ایچ۔ ڈی مترجمہ مولوی عبدالمجید ایم۔ اے از جرمن زبان)

تسلسل صفحہ جلد ۱۴ نمبر اشاعت اسلام سنہ ۱۹۲۶ء

(۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کلیسیا نے ان تمام باتوں کا جنہیں اس نے جوڑا یا اور غارتگری کے ذریعے لوگوں کو محروم کر کے پھر انھیں ممنوع ٹھیرایا تھا تمام دنیا میں پیش کیا ہو کلیسیا نے دنیا کو بائبل کے اقوال اور یہودیوں کی زندگی کا منظر پیش کیا۔ وہ یونانیوں کی زندگی کا منظر پیش کیا۔ جو یونانیوں کی نسبت زیادہ ادنےٰ اور ناپاک نظر آتا ہے۔ اگر اس پہلو کو بھی لیا جائے۔ تو بھی اس میں کوئی پاک اخلاقی اور شریفانہ اور بنیادی اصول نہیں بنائے جاتے جن کے سہارے سے عیسائیت دنیا کی منزل میں کامیاب ثابت ہوئی ہو۔ مقدس کتاب کا نوشتہ کیلیلئر کے زمانے تک سخط سمجھا گیا (۱۴۵۶ سے ۱۶۴۲ تک) ہر ایک بات جو کتاب مقدس کے خلاف زبان پر نکالی جاتی وہ اتحاد کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ اور اس جرم کی سزا وقتاً فوقتاً بہت سخت دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ آخر کلیسیا پر روشن ہو گیا کہ اس طریق سے تو کلیسیا کی بنیادیں کھوکھلی ہو چلی ہیں۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ معتقدات کا اثر آہستہ آہستہ کم ہوا جا رہا ہے۔ اور مخفی عقائد کا پردہ تحقیقات اور روح تخیل سے پھٹ چکا ہے اور اپنی اندرونی گرنے والی عمارت سے مخلصی پانے کی فکر میں ہے۔ دل اور دماغ کی پرورش کر کے ان میں معقول وسعت خیالی پیدا کرنے کی بجائے کلیسیا نے بر خلاف اس کے نہایت ہی تنگ حدود میں اسے بند کر دیا جس حد سے جو قدم کہ باہر پڑ جاتا تو عیسائی تعلیم کے تقدس کے خلاف وہ مذہبی جرم سے کم نہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے اصلی سادگی کی شان کو چند صدیوں کے اندر کھو دیا۔ اور اس کو [illegible] کے اندر جو اس میں

ٹھونس کر بھر دی گئیں تھیں امتیاز کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ یہ صورت اس وقت سے عمل میں آئی۔ جب کہ وہ ایک سلطنت کی حالت میں جس کو سلطنت کلیسیا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے منتقل ہوئی۔ اور اس امر واقعہ کو خود کلیسیا کے بزرگ بھی تسلیم کرتے ہیں +

آپ فرمائیے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اگر لوگ اس کو اندھا دھند مانتے چلے جائیں۔ اور کلیسیا کے جنگ و جدل اور بیرونی دشمن کی سنجبھی نے ہر ایک قسم کے اعلیٰ مقصدوں کو چھڑا دیا۔ اور ان کے ایک قسم کے بتوں کی پرستش میں ڈال دیا۔ وہ بت پرستی۔ وہ بت پرستی ہے جس نے یونانیوں کی بری ہوئی تہذیب کی کثیر علامات ہی ظاہر نہیں کیں۔ بلکہ اس نے دھوکہ دہی اور فریب بازی کے لئے سینکڑوں دروازے کھول دیئے تھے۔ اس امر کے متعلق ڈریپر صاحب اپنی کتاب انٹلکچوئل ڈیولپمنٹ آف یورپ صفحہ ۳۱۰ میں لکھتا ہے۔ اور اس سچے الزام میں جو فوسٹس اگسٹائن پر عائد کرتا ہے سنجیدگی ہے۔ ”تم نے اپنی خدمت کو کفار کی قربانیوں ان کے بتوں کے لئے اپنے شہیدوں کو قائم مقام ٹھیرایا ہے۔ جنہیں تم اس بڑی عزت سے خدمت کرتے ہو۔ تم مردوں کی تصاویر کو شراب اور عورتوں سے خوش کرتے ہو۔ اور جا کر ان کے مزاروں پر منتیں مانگتے ہو۔ اور ان کے طرز و اطوار کو بجنسہ بغیر کسی تغیر و تبدل کے قائم رکھتے ہو۔ پس کوئی چیز تم کو کفار سے ممتاز نہیں کر سکتی۔ بجز اس کے کہ تم اپنی مجلس ان سے الگ رکھتے ہو +

اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ عیسائی لوگ مکمل اخلاقی تنزل میں لپیٹے گئے۔ اور مذہب عیسائی کے جہاں جہاں وہ گیا ذہنی ترقی اور نئے انکشافات کو روک دیا موجودہ تہذیب کو دبا دیا۔ اس کی ساری کی ساری تعلیم سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کتاب مقدس کے نوشتے پر ایمان رکھا جائے جس کو شاید تین سو میں سے ایک آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ اور شہدا کی بوسیدہ ہڈیوں اور بیماریوں کو اچھا کرنے کی معجزانہ طاقت پر ایمان رکھا جائے۔ اور نیز اسبات پر ایمان رکھا جائے۔ کہ مسیح کی صلیب کی لکڑیاں معجزہ نما ہیں۔ جن کے متعلق وہ کہتے ہیں۔ کہ انہیں بڑھنے کا مادہ ہے۔ اور اسی لئے وہ جاتریوں کی حاجات کو بہت حد تک پورا کرتی ہیں۔ اور جن جن لوگوں کے قبضے میں وہ لکڑیاں ہیں۔ وہ ان کے لئے مالی مفاد کا لازوال ذریعہ بن جاتی ہے۔ بعد کے زمانہ میں یورپ کے بہت سے گرجوں میں اس خاص متبرک شے کے انبار لگ گئے تھے۔ جن سے ہزاروں صلیبیں بنائی جا سکتی تھیں۔ (ڈریپر جلد اول صفحہ ۳۰۹ لندن ۱۸۷۵) +

مبالغہ آمیز معجزات و تخیلات اور شہیدوں کے بوسیدہ پنجروں کی شفا دینے والی معجزہ نما طاقت

اور صلیب مسیح کی لکڑیوں اور بیشمار دیگر توہمات پر ایمان رکھنا یہ سب باتیں مجموعی طور پر وہ ہیں جو متقدمین کے علم و فضل کے قائم مقام پیش کی گئی ہیں۔ پیشتر اس کے یورپ نے ایک دفعہ پھر اُسی بلندی پر پہنچنے کی کوشش کی جس پر پہلے ہی بنی نوع حائز ہو چکے تھے اور جس کو ذہنی مذلت کی نہایت ہی عمیق غار میں ڈال دیا گیا تھا۔ پورے ایک ہزار سال لگے۔

از منۂ وسطیٰ کے کیتھولک مصنفین کی مساعی کے ہم شکر گزار ہیں۔ مدت تک یہی دستور رہا کہ یہ دکھایا جائے کہ اس زمانہ کی تمام مذلت بوجہ تغلب و حملات بربریوں کے ہے یعنے اُن اقوام سے جو ان لوگوں کے دور دراز نقل مکانی کی وجہ سے حرکت میں آئی تھیں۔

ٹیسی ٹس نے پہلے ہی جرمن اقوام میں ایک نہایت ضروری عنصر معلوم کر لیا تھا۔ اس امر کو اس نے ان تحریرات میں ظاہر کیا ہے۔ جو جرمنی پر لکھی ہیں۔ ان تحریرات میں اس نے جرمنوں کے بے داغ قدرتی استحکام اور اُن کی سادہ اور غیر مکلف رسومات کا رومیوں کے شائستہ اور مہذبانہ رسومات کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ اور رومی سلطنت کے اسباب زوال کو دریافت کرتے کی سعی بلیغ کی ہے جس کی بنیاد باطنی خرابی کی عمیق راہ پر تھی۔ ایسا ہی اس نے اپنے ہموطنوں کو اس زہر کے ڈر سے مقابلہ کرنے کے لئے بیدار کرنے کی سخت کوشش کی جو رومی سلطنت کے اعضاء رئیسہ کو تحلیل کرتی چلی جاتی تھی۔ اور اُن کو قدرتی طریق زندگی کی طرف عود کرنے کے لئے ابھارتا چاہا۔ اور اسی وجہ سے ان کو برتری کا مُنہ دیکھنا نصیب ہؤا۔ اور اس کو اب بھی اس وقت کے جرمنوں میں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات خوب ذہن نشین کرنے کے قابل ہے۔ کہ ایک اکیلا یلڈنر ؟ ذرائع کی رفتار کو جس نے لاکھوں انسانوں پر اپنا سکّہ بٹھا لیا ہرگز روک نہیں سکتا۔ اس کی جدوجہد اسی طرح غیر مفید رہیگی۔ جس طرح اس کے گذشتہ بزرگوں کی کوششیں غیر مفید ہوئیں۔ یہ محض اس جنس کے بربری یعنے وحشی ہی نہ تھے۔ بلکہ وہ زہریلے عناصر تھے جو تباہی رومی نظام سلطنت نے اپنے سیاسی جسم میں پال رکھے تھے۔ اور وہی باعث زوال سلطنت ہوئے۔ کلیسیا کا زوال خود ہی ایسا روبہ پذیر ہوتا گیا کہ وحشیوں کو اسکی بربادی کے لئے موقع ہی نہ ملا۔ ٹیسی ٹس نے بھانپ لیا تھا کہ جرمن اقوام کی ملاوٹ سے ایک جدید نسل پیدا ہوگی اور تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ ٹیسی ٹس راستی پر تھا۔

اگر ان خلاقی عناصر سے فعل پر جو ان لڑائیوں کے زمانہ میں عمل میں لایا گیا جو مابین جرمنوں اور رومیوں و یونانیوں کے جو بائی زنطیم سے بھیجے گئے تھے غور کرتے تو بلا شبہ ہم اُن پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے کیونکہ مستقلین [illegible] یا لا مخالفین اور فرقہ ہائے کلیسیا کے نمائندوں میں سے تھے مگر ہم پھر بھی اس تمام بیان پر جو انہوں نے [illegible]

نتائج اخذ کر سکتے ہیں جیسکو وہ موجودگی اثرات ظاہر ہے جو ان وحشی اقوام نے جنوبی لوگوں پر ڈالے چھپا نہیں سکتے تھے +

اب ہم ان واقعات سے جو بیان کئے گئے ہیں معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ لوگوں کا بتدریج نقل مکان کے وقت رومی سلطنت کی حالت مدفون ہو چکی تھی۔ اس کا وجود محض برائے نام تھا۔ اور موجودہ حالت میں غارتگر بیرونی وحشی اقوام کے سیلاب کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتی تھی۔ یونانی جو بیزنطی ام سے بھیجے گئے تھے اور کرایہ کے سپاہی اور بعد ازاں خود وحشی لوگ جو اٹلی میں سکونت پذیر ہو چکے تھے یہی وہ لوگ تھے۔ جو سرکار شاہی کے محافظ اور رہنما بن گئے تھے ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں۔ کہ کلیسیا اُس زمانہ میں بالکل کمزور ہو چکا تھا۔ اور اندرونی طور سے بھی اس میں زوال آنا شروع ہو گیا تھا۔ اُس زمانہ کی تہذیب کی نسبت ہم جانتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا کا برتاؤ کیسا وحشیانہ تھا۔ کس طرح اپنے جنون میں قدیم زمانہ کے تمام خزائن کو تباہ و برباد کر دیا۔ صرف وہ خزانے بچ رہے۔ جو فرقیانہ تنازع اور جھگڑوں کے مستوجب نہ تھے۔ جو تنازعات بعد آخری حکومت شاہ غربی روم اور نیز سلطنت مشرقی رومیوں کے اُن عقائد کے مباحثات اور روم کے معاملات اندرونی قابل افسوس حالت سے پیدا ہوئے۔ ان جنگوں کے دوران میں جو مابین غربی روم اور وحشیوں کے ہوئے بہت زراعتی نشانات اور فنون کے خزانے تباہ کر دیئے گئے۔ اور یہ جنگیں جو فریقین کے تشدد کی وجہ سے وقوع میں آئیں لاثانی تھیں۔ کیونکہ اُن جنگ کرنے والے گروہوں میں ہمیشہ موت و حیات کا سوال پیش نظر تھا۔ اور ہمیں یہ امر کہ ان گروہوں کی جانب سے بہت سی جانیں قربان ہو گئیں بالکل متحیر نہیں کر سکتا کیونکہ تاریخ یہ بھاری ثبوت دیتی ہے۔ کہ عیسائی لوگ اپنے مدمقابل سے کسی طرح بھی کم وحشی نہ تھے۔ یونانی سپہ سالار بلیزاریس اور نارسس نے اٹلی کو دور تک قتل عام کا بازار گرم رکھا۔ روما کے جلد جلد اور بار بار کے سلسلہ فتوحات نے جو وحشی اقوام کو حاصل ہوئیں وہ نقصان نہ کیا جو نقصان کہ بادشاہوں اور پادریوں کے ظلم و تعدی یا پایہ تخت کے اندرونی لڑائیوں نے کیا +

القصہ بادی النظر میں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ وحشیوں کو سلطنت روما پر حملہ آور ہونے کے کوئی چیز نظر نہ آئی جس کو وہ تباہ کرتے۔ برخلاف اس کے جرمن اقوام نے حسب تقاضائے فطرت ہر جگہ معاشرتی معاملات میں بڑی سرعت کے ساتھ موافقت پیدا کر لی جیسے کہ زمانہ قدیم میں یہ صورت حالات پیدا ہوا

مزید برآں یہ عام لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ جرمنی قوموں نے جب وہ رومی سلطنت کی زمین پر سکونت پذیر ہوئیں۔ یا جو پہلے ہی سے رہتی تھیں عجیب طور سے عیسائی تعلیم کو اختیار کر لیا۔ یہ بات مشہور ہے۔ کہ اگرچہ ان میں سے اکثر لوگ باستثنائے فرنگ لوگوں کے اب تک زیادہ معقول آریین ضابطہ ایمان پر قائم تھے۔ یہ سب کے سب عیسائیت کے نہایت سرگرم محافظ ہو گئے۔ اور وہ اس کی تعلیمات کے پھیلانیوالے اور ممد و معاون بنے۔ مغربی گاتھ اور فرنگ لوگ سلطنت کے لوگوں یعنی اطالیوں کی نسبت کلیسیا کے زیادہ معتبر مبلغ اور خادم تھے +

اب ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ انھوں نے کیا کیا انھوں نے اپنے حملے سے اٹلی کے لوگوں کو جمود سے بیدار کیا۔ جسمیں وہ مستغرق تھے بربریوں نے اطالیوں کے ساتھ ملکر نئی قومیتوں کی بنیاد ڈالیں لوگوں کا سلطنت کے یورپین صوبوں میں ملاپ قائم کیا گیا۔ مزید برآں زبانیں بھی ایک دوسری کے ساتھ مل جل گئیں۔ پرانی لاطینی زبان عملی طور سے مُردہ ہو گئی۔ کیونکہ ازمنہ وسطےٰ کی لاطینی زبان میں صرفی نحوی طور پر کوئی بات سسرو۔ ورجل اور سیزر کی لاطینی زبان میں جو عام مروج تھیں اسی قسم کے الفاظ سے بڑھ کر نہ تھی۔ اسی وجہ سے وسطی زبان لاطینی عیسائی گرجوں کی زبان سے متشابہ ہو گئی۔ جو گرجے کافروں کے مندروں کے ہمشکل ہو گئے تھے۔ یہاں پر یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ کہ قدامت کی صورت و شکل کو بگاڑ کر مٹا دیا گیا۔ زبانوں کے ساتھ ساتھ بہت سے مختلف خیالات بہت سے نظامات بہت سی رسومات مل گئیں۔ اور بہت سی تہذیبیں جو اس وقت ہر جگہ نشو و نما پا چکی تھیں بہت صفائی سے عناصر کی بوقلمونی ظاہر کر دیتی تھیں۔ فرنگ لوگوں کے دوسرے درجہ پر تہذیب کے حامل اصولی طور پر گاتھ اور لمبارڈ اور ونڈل ہیں۔ جو ہمارے زیر غور آتے ہیں۔ اور ایسا ہی وہ بڑی خوبی سے اطالوی لوگوں کے ساتھ مقابلہ کھا سکتے ہیں۔ باوجود غیر ملکی عناصر سے نفرت رکھنے کے میور یٹین اور ڈراسبکی اسبات کے تسلیم کرنے کیلئے مجبور ہیں۔ کہ دماغی سطح جس پر مذکورہ بالا لوگ پہنچ چکے تھے۔ اس کی نسبت زیادہ بلند تھی۔ جو اس وقت اٹلی میں ہر جگہ رائج تھی تھیوڈورج شاہ اسیٹ گاتھ ایک ایسا حکمران تھا جس کی نظیر زمانہ دراز تک اٹلی نے نہیں دیکھی۔ وہ علم اور ہنر کو پسند کرتا تھا۔ اس نے جتنا اس کے امکان میں ہو سکا۔ ان کی حالت کو بہتر کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے دربار میں عالم لوگوں کے کھینچنے کی سعی کی۔ اس نے سکول تعمیر کئے۔ الغرض اس نے امن کے فنون کی ترقی کے لئے اور لوگوں کے ارتقاء کے لئے قدم بڑھایا۔ اس کے

جانشینوں نے بھی اسی طریق میں امتیاز حاصل کیا چنانچہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ نئی تہذیب اعجاز رتنہ کے دربار سے پھوٹ نکلنے کے لئے تیار ہے۔ اگر ہم اس بات کے تسلیم کرنے کے مجاز نہ سمجھے جاتے کہ تہذیب کا درجہ جو اٹلی میں مختلف لوگوں نے جرمنی اقوام کی آمد کے بعد ظاہر کیا۔ اس سے زیادہ بلند تھا۔ جو پہلے سے موجود تھا اور گاتھ بھی اپنے ساتھ بہت بلند تعلیمی فطرت نہیں لائے تھے۔ کم از کم ہم اس بات کو بلا خوف تردید بیان کرتے ہیں۔ کہ تھیوڈورچ کی حکومت میں بادشاہ اور رعایا دونوں ہنر اور علم کے شیدائی تھے وہ اپنے اندر ان باتوں کے لئے دلچسپی رکھتے تھے۔ اور پرانے قدیم زمانے کی بھی عزت کرتے تھے۔ انھوں نے اُن تمام چیزوں کے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ اور حتے الامکان اُنھوں نے اپنی سعی میں بھی مذہبی رواداری دکھائی۔ اور کیتھولک مذہب اور اس کے قوانین کی عزت کرنے اور بچانے کی جدوجہد فرمائی تھیوڈورچ کی حکومت میں نئی نوع انسان از سر نو زندگی اور ترقی پانے لگے۔ نوبت باینجا رسید کہ یونانیوں نے جو بائی زنٹیم سے بھیجے گئے تھے۔ گاتھک حکومت کا خاتمہ کردیا۔ اور ابتدا ہی سے عہد للبقاء کی روح کا قلع قمع روا رکھا۔ اور لوگوں کو ایک دفعہ پھر جہالت کی تاریکیات میں دھنسا دیا جس سے کہ وہ کسی طرح نجات پانے کا انتظام کر سکتے تھے +

معلوم ہوتا تھا۔ کہ لمبارڈ قوم تہذیب کے اعلےٰ مقام پر فائز ہیں۔ بہ نسبت اُس مقام کے جو گاتھ لوگوں کو حاصل تھا۔ وہ اپنے ساتھ بہت کچھ لائے تھے۔ جو فی الحقیقت جرمنی کا تھا جس نے بعد ازاں خوب جڑ پکڑ لی۔ اور جو اٹلی کی آئندہ ترقی پر بڑی اثر انداز ہوئی۔ انھوں نے اپنی قابلیت کے مطابق علم کی خدمت میں بہترین کوشش کی۔ تمام بڑے بڑے آدمی باستثنا چند ایک کے جو کہ اس زمانے کے کاروبار اور ذہنی حیات میں ممتاز عہدوں پر فائز تھے دولتمند لوگوں میں سے آئے تھے۔ یہ امر واقع ہمیں ثابت کرتا ہے کہ یہ لوگ یورپ کے تمام باقیماندہ لوگوں کی نسبت زیادہ مہذب تھے۔ مزید براں ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وہ لوگ تھے۔ جو زمانہ قریب میں اس طرح خدمت کرتے تھے جس طرح کہ نجات کیلئے خیال کئے کارکن ہوتے ہیں جو کہ بطور مشعل برداران تہذیب سمجھے جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو دوسروں کے جوئے اور ظلم سے آزاد کرنے کے لئے جدوجہد کرکے وہ کلیسیا میں جو طاقت کا بھوکا تھا۔ اور اُن کے تباہ کرنے اور پائمال کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ خوف اور رعب بٹھانے پر مجبور ہوئے کلیسیا فرنک لوگوں اور وفادار شارلیمین کہ جس کو بڑے نام شارلیمین اعظم کہتے ہیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے آلہ کار بنایا تھا۔ اور اُنکی خدمات کے صلہ میں اس کو شاہی تاج

ذریعے یا تعلق رکھنے لوگ بھی جرمن قوم کے تھے۔ اور خود شارلیمن بھی فطرتاً عیسائیت کے مدعا کو مدنظر رکھتے ہوئے
اور جرمن کافروں کے بہت سے بقیہ نشانات اور مقدس تبرکات کے تباہ کرنے سے یورپ کی تہذیب کو ترقی
دینے کیلئے میدان عمل میں نکلا +

آخرکار وحشیوں نے ہسپانیہ جنوبی میں ایک سلطنت کی بنیاد ڈال لی جو حسب بیان مؤرخین
آں زمان رو بہ ترقی تھی ٹھیک اسی طرح وہ سلطنت بھی جس کو انھوں نے افریقہ میں قائم کیا اقبالمند اور رو بہ ترقی
تھی۔ اور اسکی تہذیب بھی بڑی نمایاں تھی۔ شمالی باشندے ان ممالک کی کمزور کرنیوالی آب و ہوا کے
مطیع ہو گئے۔ اور اپنے آپ کو ان اثرات سے محفوظ نہ رکھ سکے۔ جو دولت جسکو انھوں نے ڈھیروں جمع کیا تھا
ان کے اخلاق پر ڈال چکی تھی +

متذکرہ بالا بیان کے متعلق دوسرا ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ زمانہ قدیم کے ان چند علمی خزانوں کے
جو ہم تک پہنچے ہیں کون محافظ تھے۔ اس سوال کا جواب بہت قریبی زمانہ تک عموماً یہ ہے۔ کہ خاص کر کے وہ
مونک (درویش یا راہب) تھے جنہوں نے ان قیمتی اور بے بہا خزانوں کو بچایا اور ان کو اپنی خانقاہوں
میں پناہ دی۔ مگر اسمیں ذرہ بھی صداقت نہیں۔ کیونکہ اول تو ان خزانوں کا کثیر حصہ حسب بیان بالا
اس سے پیشتر تباہ و برباد ہو چکا تھا جبکہ مختلف اقوام کی نقل مکانی واقع ہوئی۔ اور اس زمانہ میں خانقاہی
زندگی کو اس حد تک ترقی نہیں ہوئی تھی۔ اور انہیں بالکل دیگر میلان طبع تھے لیکن ہم بیان کو قبول کر سکتے ہیں
کہ وہ راہب ہی تھے جنہوں نے قدیم زمانہ کی تصنیفات کو اپنی کوٹھریوں میں پناہ دینے کا خیال کیا تھا۔
دوم یہ کہ راہب وسطی زمانہ کے ابتدائی حصہ میں جبکہ نہ تباہکاروں کے خصائل سے ملوث ظاہر
ہوتے ہیں۔ نہ کہ زمانہ گذشتہ کے خزانوں کے محافظ۔ سوم ہم ہر جگہ ایسے ضوابط پاتے ہیں۔ کہ جن کے رو سے
پادریوں اور راہبوں کو ملحدانہ یعنی قدیمی کتب کے مطالعہ کرنے کی سخت ممانعت تھی۔ اور شاید صرف بعد ازاں
دسویں صدی میں کچھ استثنا عمل میں آیا۔ تمام زمانوں میں راہبوں کی جہالت ہی ایک خصوصیت رہی۔ اور
سینٹ گیلن کی مشہور خانقاہ میں بھی ایک ایسا اتفاق ہوا۔ کہ پادریوں کی ساری جماعت کی
جماعت پڑھنے کے فن سے بالکل عاری پائی گئی۔ چہارم یہ کہ بہت سی لائبریریوں میں کتابوں کی بہت
فہرستوں کے اندر اور تہذیب کی تاریخ میں بہت سی قطعی اور محدود تواریخ کے اندر اس امر واقعہ کے
ثبوت ملتے ہیں۔ کہ خانقاہوں کے اندر صرف چند ایک علمی نسخہ جات محفوظ رہے ہیں +

بالآخر اس زمانہ کی رہبانیت یعنے خانقاہی زندگی اور اسکی تاریخ کے متعلق ہم کافی نظر عمیق ڈالکر اس امر کے امتیاز کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ کہ خانقاہوں کی کثیر تعداد اور ان کے ہر جگہ پائے جانے کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ عملی طور پر ان راہبوں کی طرف سے قدیم تصانیف کے محفوظ رکھنے کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ بہرحال یہ سچ ہے۔ کہ تعداد احکام جو علم کی خدمت کے متعلق نفاذ پذیر ہوئے مجموعہ کی نسبت بہت کم تھی۔ اور مزید برآں یہ چند احکام بھی ازمنہ وسطےٰ کے آخری حصہ کے متعلق ہیں۔ اور یہ کہ عالم راہب یعنے وہ راہب جو عموماً اور حقیقۃً علم کی خدمت میں مصروف رہے حیرت انگیز طور پر لاکھوں راہبوں کے مقابلہ میں جو تمام یورپ میں پھیلے ہوئے تھے۔ بحساب فیصدی بہت ہی قلیل تعداد ہے۔ ان چند افراد کو اس بات کا اعزاز حاصل ہے۔ کہ ان کی طفیل سے قدیم تصانیف محفوظ رہیں کیونکہ انہوں نے یہ کوشش کی کہ وہ قدیم تحریرات کو مٹا کر انکی جگہ نئے دروغ آمیز اور وحشت پسندانہ یا مردود عیسائیوں کے توہمات لکھ دیں۔

ان کے آگے عیسائیوں کی جانب سے ہم قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ صرف بیزنطائن ہی تھے۔ جن کی لائبریریوں میں ان بہت بڑے خزانوں کے تھوڑے بقائے جمع کئے ہوئے تھے۔ اور وہ وہ خزانے تھے۔ جو قدیم یونانیوں اور رومیوں کے دل و دماغ کے کارنامے تھے۔ مزید برآں اس باب میں ہم ان جرمن اقوام کا احسان مانتے ہیں۔ جنہوں نے جنوبی یورپ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ مگر اور لوگوں کی نسبت زیادہ تر عرب ان علوم و فنون کے محافظ تھے۔ لہٰذا ہم عنان توجہ عربوں کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ ہسٹری میں ان کے ظہور کا وہی زمانہ ہے جس زمانہ میں کلیسیا مکمل ناگزیر زوال کی حالت اختیار کر رہا تھا۔ یہ نیا عنصر دنیا میں ایک طاقتور لہر کی طرح ظاہر ہوا۔ اور کلیسیا کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ اپنی پوری طاقت سے اس سے دلیر اور خوفناک دشمن کا مقابلہ کرے۔ جس نے شدید تندی کے ساتھ سر بلند کیا اور کلیسیا کی دنیا بھر کی حکومت کو معرض خطر میں ڈال دیا +

اسلام زبردست محرک تہذیب و تمدن

رقمزدہ مسٹر سی۔ اے۔ سورما

تسلسل صفحہ ۱۴۶ جلد ۱۴ نمبر ۳ اشاعت اسلام

نمبر ۲

البیرونی مشہور ماہر طبقات الارض نے ہندوستان کا سفر کیا۔ ہندوؤں میں رہکر اُن کی زبان سیکھی علوم۔ ان کا فلسفہ۔ ان کے ادب سیکھے اخلاق و رسوم۔ ان کے قانون۔ مذہب تو ہمات خصوصی ان کے ملک جغرافیائی اور طبعی حالت کا مطالعہ کیا۔ اور اپنے مشاہدات جن میں جابجا ہومر افلاطون اور دیگر ادبا و فلاسفہ یونان کے اقتباسات مشتمل ہیں کو ایک کتاب کی صورت دی علاوہ اس یادگار زمانہ کتاب کے ہیئت ریاضی۔ تاریخ حکمت پر مضامین لکھے تقریریں کیں۔ ان کی جگہ بعد میں ایک ایسے ہی روشن دماغ فاضل نصیر خسرو نے لی جن کا سفر نامہ اپنی بیحد دلچسپی کی وجہ سے لاجواب سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے وقت کی معلومہ دنیا کے بہت بڑے حصے کا سفر کیا +

علم تاریخ میں مسعودی۔ طبری۔ اور ابن کثیر کے اسمائے گرامی جاذب اور نمایاں طور پر روشن ہیں۔ ابو بکر محمد بن یحییٰ جنہیں اہل مغرب ابن باجہ کے نام سے جانتے ہیں۔ ایک ممتاز شخصیت گذرے ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ آپ ایک مؤرخ۔ سائنسدان اور فلسفی تھے۔ بلکہ آپ علم موسیقی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ نے ایک ایسی سرگم ایجاد کرنے کی کوشش کی جس پر ہر ملک کا باشندہ یکساں طور پر سرود نغمہ کی کیفیت سے لطف اندوز ہو سکے۔ اور جسے آجکل کے تحریری موسیقی کا سنگ بنیاد کہنا چاہیئے +

علم فقہ میں ابن رشد (Averroes) کا نام صف اول میں ہے۔ جو خاندانی طور پر ایک نامور جج گھرانے سے تھے۔ آپ پہلے صوبل (Seville) اور بعد میں قرطبہ کے قاضی القضاۃ رہے۔ آپ ابن طفیل کے بڑے دوست تھے۔ جو بجائے خود اپنے وقت کے مشہور فاضل لغت عرب تھے +

یہ مختصر بیان قرون وسطےٰ کے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا غیر مکمل رہ جاتا ہے۔ اگر میں اُن مسلم خواتین کا ذکر نہ کروں جن کا اس زمانہ کی تہذیب و تمدن میں بڑا حصہ ہے +

ملکہ (خلیفہ ہارون رشید) زبیدہ کو قدرت نے طبع رواں و فہم رسا بخشا تھا۔ آپ اوّل درجے کی شاعرہ تھیں۔ اور اُنھیں کے نام کی ایک نہایت ضروری نہر (زبیدہ۔ مترجم) مکہ معظمہ میں اُن کی فیاضی کی ایک مثال ہے خلفائے عباسیہ کے عہد میں عرب کی نوجوان لڑکیاں سپہ گری شہسواری کرتیں اور میدان جنگ میں سردآزما ہوتیں۔ فوجوں کی کمان کرتیں۔ خود مقتدر کی والدہ صدر عدالت مرافعہ رہیں۔ لوگوں کی گذارشیں سُنتیں اُمراء و ممالک غیر سے آئے ہوئے سفیروں سے ملاقی ہوتیں شیخہ شہدہ نے چھٹی صدی ہجری میں بغداد میں تاریخ و انشاپردازی پر لیکچر دیئے۔ ایک نہایت نامور فقیہ خاتون کا نام زینب بنت مؤید تھا۔ جو اپنے وقت کسی بڑے فقیہ کی شاگرد تھیں۔ آپ کو قانون سکھانے کا باقاعدہ اختیار دیا گیا تھا خلفائے بنی اُمیّہ کے وقت عورتیں تہذیب و شائستگی میں پیش پیش تھیں۔ قرطبہ و غرناطہ کی درسگاہوں نے عالی قدر ماہرات علوم و فنون مثل نزہون۔ زینب۔ حمدہ۔ حفصہ۔ صفیہ۔ ماریہ پیدا کیں +

اسلام نے ہمیشہ عورت کو امور متعلقہ جائداد وغیرہ میں پوری آزادی دیئے رکھی۔ اسے شرعاً اپنے لئے جائداد خریدنے اور رکھنے کا حق حاصل ہے وہ اپنے معاملات لین دین کے متعلق خود جوابدہ ہے مگر مسیحی یورپ میں یہ حالت نہ تھی۔ یورپ کے اکثر ممالک میں بیوی کی ذاتی جائداد بوقت مناکحت میاں کی ہو جاتی۔ خاص انگلستان میں عام قانون کی رُو سے شادی شدہ عورت اپنے خاوند ہی کا ایک جزو ہو جاتی اور ذاتی طور پر نہ تو کوئی جائداد حاصل کرنے۔ اپنے قبضہ میں رکھنے اور نہ کسی معاہدہ کے کرنے کے قابل ہوتی تھی بموجب قانون املاک زنانِ منکوحہ مجریہ ۱۸۸۲ء ہر شادی شدہ عورت کو اپنی ذات کے لئے جائداد کی خرید۔ اس پر قبضہ و تصرف اور اس کے عہد و معاہدات کے متعلق قانوناً چارہ جو یا جوابدہ ہونے کا حق دیا گیا۔ مگر یہاں لینے کے بعد کہ اس قانون کا عام قانون پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ جس کی رُو سے ایک شوہر اپنی بیوی کے معاہدات کی پاداش میں تا بقائے عقد زوجیت جوابدہ ہے۔ چنانچہ یہ مدعی کی مرضی پر منحصر ہے۔ کہ وہ زوجہ کے خلاف نالش کرتے وقت زوج کو بھی ساتھ لپیٹ لے۔ لہٰذا اگر بیوی کے پاس اس کے معاہدات کی تعمیل کے لئے کوئی ذاتی جائداد نہ ہو۔ تو مدعی خلاف قانون بالا (بمصداق کرے ڈاڑھی والا اور پکڑا جائے مونچھوں والا۔ مترجم) میاں کو جیل کی ہوا کھلا سکتا ہے۔ اس لئے اسلامی قانون جو کرے سو پاوے۔ مغربی واضعان قوانین کے تصور سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے جس کی رُو سے کوئی مرد یا عورت اپنے جائز حق وراثت سے

محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ہر مرد و زن اپنے حصہ کا حقدار ہے۔ جب ہم اس آزاد انگریزی قانون کا اس سے مقابلہ کرتے ہیں جس کی رو سے ہر شخص کو وصیت کے مطابق عمل کرنے کا حق حاصل ہے۔ تو ہماری گردنیں اس نبی عربی کے بار احسان سے جھک جاتی ہیں جو اس نے حقوق و فرائض خانہ داری کو ملحوظ رکھنے میں کیا ؛

اس مختصر خاکہ میں میں نے بخوف طوالت اس حصہ مضمون کو چھوڑ دیا ہے جس کا تعلق مسلمانان ہند و فارس سے ہے کیونکہ اس طرف بھی انکی قوت ایجادی - ذہن رسا علم و فضل دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے۔ اسلامی تہذیب اسی عزیز الیسی قوی اور مناسب حال تھی - کہ تاریخ عالم کا نقشہ کچھ اور کا اور ہوتا - اگر عرب وارد ہند نہ ہوتے - پہلے پہل عربوں نے زیر قیادت محمدؐ بن قاسم سندھ پر چڑھائی کی ! اور ملتان فتح کر کے پنجاب کی سمت بیاس تک پھیل گئے - جہاں بعد میں سلطان محمود غزنوی نے اُن کی بنیاد مستحکم کر دی - یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ نہ فارس عمر خیام - نظامی - رومی - سعدی - حافظ - دقیقی اور فردوسی کے سے اسمائے گرامی اور نہ ہندوستان بابر - اکبر - شاہجہان - اورنگزیب نور جہاں اور فیضی جیسے خداوندان اقلیم سخن و ملک پیش کر سکتا - اگر ان ہزار ہا طلع و امصار پر پرچم اسلام نہ لہراتا - نہ تو تاج محل کا سا دُر فشاں ہوا ر کمالات انسانی کے بجز و جلوہ منصہ شہود پر آکر ایک عالم کو محنت و مشقت کی برکات سے خیرہ کرتا - جو ایک بادشاہ کی اپنی ملکہ سے لازوال محبت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے - اور نہ فتح پور سیکری " اکبر کی عجیب و غریب طبیعت کے ایک خیال کو قالب جاودانی میں پیش کر سکتی ۔ آں قصہ مختصر ! یقیناً متعدد مزدور پیشہ لوگ اپنے ہزار ہا بتوں کو آج بھی سچے معبود سمجھتے ! اور وہ نفرت کی لعنت سے جسے اچھوت پن کہتے ہیں - جو آج بھی طول و عرض کیلئے ہندوستان میں رُوح فرسا بنی ہوئی ہے - جمہوریت کبھی یہاں پیدا نہیں ہو سکتی جو ہمیشہ ذات پات کے خلاف ہی اور ہے - جو برہمن دھرم کی ناجائز اولاد ہے +

آئیے - ذرا میں آپ کو اس تاریک بر اعظم کی طرف جہاں اسلام کے پُر شکوہ زمانے کے اب تک دھندلے آثار پائے جاتے ہیں لیجلوں - نائیجیریا - اشنتی کینیا - ٹانگانیکا - صحرا اور سوڈان کی سرحد پر نیز کانگو کے بعض بالائی حصوں میں آپ کو بربر - اور کالے کلوٹے مسلمانوں کی امارتیں ملینگی - ان علاقوں کے ساکنین اپنے غیر مہذب و وحشی ہمسایوں سے کہیں ترقی یافتہ و مہذب ہیں آئین دوست بلند اخلاق ہیں - الغرض ہر اعتبار سے زیادہ مہذب اور بمقابلہ قدیمی قبائل کے جن کا اخلاقی اور معاشری پایہ شروع دُنیا سے جیسا تھا ویسا ہی ہے اور نہیں ہے یوروپین حکام نو آبادیات یہاں کے انتظام میں بہت کم دقت محسوس کرتے ہیں کیونکہ کسی نہ کسی نوع و شکل کی حکومت کو وہ پہلے سے

موجود پاتے ہیں۔ شہری قانون میں عموماً کوئی تبدیلی نہیں کرنی پڑتی محض تعزیری اور فوجی قوانین بدلے جاتے ہیں۔ اگر کسی عیسائی مبلغ سے ان اضلاع کے متعلق سوال کرو۔ تو وہ اپنی صریح ناکامی کا رونا روئیگا کیونکہ یہ اضلاع کسی گورے آدمی کے پہنچنے سے صدیوں پیشتر مسلمان ہو چکے ہیں۔ عرب سوداگر بالخصوص قیصر آغسطس کے عہد اسلام میں ان میں سے اکثروں تک پیغام اسلام پہنچا چکے ہیں۔ نہ صرف اقتصادی و سیاسی فتوحات کا پیش خیمہ ہونے کی خاطر جیسا کہ آجکل دیکھنے میں آتا ہے۔ بلکہ نہایت خلوص و عقیدت سے ادائے فرض کی حیثیت سے جو پیغمبر عربؐ نے ان کے ذمہ لگایا +

میں نے تقریباً اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپ مجھ سے سوال کر سکتے ہیں۔ کہ تو دلائی کے مسلمانوں کے کمالات کا بھلا اسلام سے کیا تعلق؟ میرا جواب ہے "سب کچھ" میں نے آپکے روبرو ایک قوم کا نقشہ مختلف و متخالف پہلوؤں میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو اپنی ابتدائی تاریخ میں تو جہالت فسق و فجور کی انتہائی گہرائیوں میں غرق تھی اور ثانوی دور حیات میں بصد کر و فر بام ترقی کی بالائی منازل پر نظر آئی۔ اس تمام تر انقلاب کا موجب کیا تھی صرف تعلیم اسلام جس کے بانی (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مترجم) نے ایک دفعہ فرمایا "ایک عالم کے قلم کی سیاہی خون شہید سے قدر و قیمت میں زیادہ ہے" چنانچہ زمانہ حال کا ایک ادیب (امز بلی) سوال کرتا ہے۔ کہ کیا انسانی علم کی کشتی کبھی کنارے لگتی اگر جزیرۂ عرب کا ایسا سکون نہ ہوتا؟ یقیناً ہمیں عربوں کا شکرگزار ہونا چاہئے جنہوں نے نہ صرف اس عظیم الشان بوجھ (فلسفہ و ادبیات یونان) کو پانسو سال تک اٹھائے رکھا۔ بلکہ اس کو ترقی دی۔ آنحضرت صلعم کی وفات سے ۹ سال بعد سلطنت اسلامیہ ہمالیہ سے پائیرینیا تک پھیل گئی +

اس طرح ہم آج بھی دیکھتے ہیں۔ کہ ایک عالم جہالت و بربریت کی تاریکی میں شاید اسلام ہی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ کیونکہ چراغ علم کی لو سخت دھیمی پڑ رہی تھی۔ وہ ٹمٹما رہا تھا۔ اور قریب تھا۔ کہ گل ہو جائے یہ کبھی

یورپ میں احیاء العلوم ( )

ہوتا کہ ایام جاہلیت کی تاریکی کے لئے مشعل راہ ہو۔ بلکہ

یہ عربوں ہی کا صدقہ ہے۔ یہ نہ صرف مشعل علم و تہذیب فروزاں

ہی ہی بلکہ انسانی علم و آرام میں ایک معتدبہ اضافہ عمل میں آیا۔ جس کا اثر عارضی اور وقتی نہیں بلکہ

اسلام کی تعلیم

عورتوں اور یتیموں کے بارہ میں

مسٹر سی۔ اے سورما کے قلم سے

ذیل میں ہم اس لیکچر کا ایک حصہ شائع کرنے کی مسرت حاصل کرتے ہیں۔ جو برٹش مسلم سوسائٹی لندن کے ایک ماہی جلسہ میں پڑھا گیا۔ اس سوسائٹی کے ہفتہ وار اجلاس لندن مسلم پریشر ہوس (نماز گاہ۔ لندن ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ ناٹنگ ہل لندن ڈبلیو ۸ میں باقاعدہ منعقد ہوتے ہیں۔ یہ لیکچر جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قدر دلچسپی اپنے اندر رکھتا ہے جو کبھی زائل ہونے والی نہیں اگرچہ اس موضوع پر ان صفحات میں متعدد مرتبہ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ تاہم اسلام کے اس تمدنی پہلو پر خطرناک غلط فہمیوں کے جو تاریک ترین پردے پڑے ہوئے ہیں وہ اس پامال سرزمین پر پھر قدم مارنے میں ہمیں حق بجانب ٹھیراتے ہیں۔ ان پردوں کو ہم نے پھاڑنا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت سے ہمیں امید ہے۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم اور آنحضرت صلعم کے پاک ارشادات ایک حد تک واضح ہو جائیں۔ اور ان پرانی غلط فہمیوں کا جو کہ مغرب میں بالخصوص اور تمام دنیا میں بالعموم پائی جاتی ہیں۔ اگر بالکل نہیں تو ان کا ایک حصہ زائل ہو جائیگا (ایڈیٹر اسلامک ریویو) +

باب اوّل

رومی قانون میں عورت کی حیثیت

جس قدر تلخ اور غلط تبصرہ اسلام کے اس رویہ پر کیا گیا ہے۔ جو عورت کے متعلق اس نے اختیار کیا ہے شاید ہی کوئی دوسرا ایسا مسئلہ نہیں جس کے متعلق ایسا طریق اختیار کیا گیا ہو۔ اسلام پر یہ الزام ہے کہ اس نے عورت کی حیثیت کو گرا دیا ہے، اور تمدنی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں میں اس کا درجہ کم کر دیا ہے! اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے عورت کو مرد کی رفیق زندگی ہونے کا جائز مرتبہ نہیں دیا لیکن اگر غیر متعصب نگاہوں سے اسے مطالعہ کیا جائے۔ تو واقعات کچھ اور ہی نظر آتے ہیں۔ ان مختلف مذہبی اور تمدنی قوانین اور دستور العمل کا مطالعہ جن کے زیر اثر عورت کو ہمیشہ زندگی بسر کرنی پڑی ہے ان عظیم الشان خدمات کی قدر کرنے کے قابل ہمیں بنا دیگا۔ جو اسلام نے اسکے مرتبہ اور حیثیت کو قانونی اور تمدنی پہلوؤں میں بلند کرنے کیلئے سر انجام دی ہیں۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں اب تاریخی زمانہ سے لے کر اسلام کی پیدائش تک عورت کے قصہ کو مختصراً دوہراتا ہوں۔ اپنی تاریخی حیثیت سے مطالعہ کو میں عورت کی اس کہانی سے شروع کرتا ہوں جو رومی قانون کے ماتحت پائی جاتی ہے +

وہ لوگ جو رومی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ رومی خاندان کی بنیاد آبائی طاقت پر رکھی گئی ہے ایک نظام کی حیثیت سے وہ رومی سلطنت سے زیادہ پرانا ہے۔ اور سلطنت کے اندر ایک اور سلطنت کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان کا جو سردار ہوتا تھا وہی اس نظام کو چلانے کا ذمہ وار تھا اور وہی ملکی کونسلوں میں مداخلت کا حق رکھتا تھا۔ رومی قانون کے ماتحت جب لڑکی کی شادی کسی دوسرے خاندان میں ہو وہ اسی کی مطیع و منقاد سمجھی جاتی تھی۔ قانوناً وہ اپنے باپ کے خاندان سے الگ ہو جاتی تھی۔ اس کے بچوں کی حیثیت اس کے باپ کے پوتے پڑپوتوں کی سی تھی۔ اور اسلئے اپنے ننھیال کے خاندان کے ساتھ ان کے کوئی قانونی تعلقات باقی نہ رہتے تھے۔ جو لڑکے اپنے باپ کی حفاظت اور سرپرستی سے باہر ہو جائیں۔ وہ اسکے خاندان کے ممبر رہتے تھے (انٹروڈکشن ٹو رومن لا مصنفہ ہنٹر صفحہ ۲۷ - ۲۸) +

رومی قانون میں خاوند اور بیوی کے تعلقات ہمارے لئے نہایت دلچسپی کا موجب ہیں۔ یہ تعلقات ان اختیارات پر مبنی ہوتے تھے۔ جو خاوند کو بیوی پر حاصل تھے۔ اور جو ضابطہ شادی پر اسے حاصل ہوتے تھے۔ بیوی اگر اپنے خاوند کے اختیارات کے نیچے ہو تو اسے خاندان کی ماں کہا جاتا تھا۔ اگر ان اختیارات کے نیچے وہ نہ ہو تو اسے بیوی یا دائی کہا جاتا تھا (رومن لا مصنفہ ہنٹر صفحہ ۲۲۲)

گیئس کا بیان ہے۔ کہ تین قسم کی شادیاں رومیوں میں ہوتی تھیں :-

پہلی قسم کا نام pontifex maximus تھا۔ اور Confarreatio اور پریسٹ آف جوپیٹر کے سامنے یہ شادی ہوتی تھی۔ یہ ایک نہایت باوقار مذہبی رسم تھی۔ اور صرف وہی لوگ جو ایسی یونین کے نتیجہ تھے۔ اعلیٰ یا مذہبی منصب کے حقدار سمجھے جاتے تھے۔ اس قسم کی شادی ناقابل تنسیخ سمجھی جاتی تھی اور صرف اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہی ایسی شادی کرا سکتے تھے +

دوسری قسم کی شادی Coemptio in manum یا بیع کی شادی کہلاتی تھی۔ یہ ایک خالص دیوانی معاہدہ ہوتا تھا۔ بیوی ایک فرضی بیع کے ذریعہ سے خاوند کے اقتدار میں چلی جاتی تھی۔ اسے خاوند کے پاس بطور نام فروخت کر دیا جاتا تھا۔ اور اس طریق سے یہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ گویا وہ حقیقی طور پر مال مویشی میں شامل ہے۔ خاوند کو بیوی کی ذات اور جائداد پر کامل اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ Gaius کا بیان ہے کہ اپنے خاوند کے گھر میں قانونی طور پر وہ بیٹی کی حیثیت رکھتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ "اگر بیوی ایسی حالت میں اور کسی وجہ سے بھی خاوند کے اقتدار میں ہوتی تو یہ فیصلہ تھا کہ بیٹی کے حقوق اُسے حاصل ہیں" (Gaius ۱۱۵)

تیسری قسم کی شادی usus یا رواج کہلاتی تھی۔ اس قسم کی شادیاں تمام مملکت میں عام طور پر ہوتی تھیں۔ اس شادی میں بالکل سادہ طور پر اس ارادہ کا اظہار کیا جاتا تھا۔ کہ فریقین میاں بیوی کی حیثیت سے ایکدوسرے کے ساتھ معاشرت رکھینگے۔ رومی قانون کے ماتحت تمام سال بھر تک بیوی پر قابض رہنے سے خاوند کو اس پر مالکانہ اختیارات حاصل ہو جاتے تھے بعینہ اسی طرح جیسے کسی اور انسان یا کسی چیز پر اسے مالکانہ اختیار ہوتا تھا۔ اس لئے Jalala کے قانون میں صاف طور پر یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر کوئی عورت خاوند کے مالکانہ اختیارات سے بچنا چاہے۔ تو اسے چاہئے کہ ہر سال تین راتیں باہر رہے تاکہ اس سال کا حق ملکیت ٹوٹ جائے۔ اسکی ملکیت کے زمانہ میں یہ رکاوٹ قانوناً نہایت اہم اثر رکھتی تھی۔ کیونکہ اگرچہ عورت شادی شدہ ہوتی تھی لیکن قانوناً وہ اپنے خاوند کی سرپرستی میں نہیں۔ بلکہ باپ کی سرپرستی میں رہتی تھی۔ اس طریق سے عورت کو قانوناً پوری آزادی حاصل تھی۔ اور اُسے اختیار تھا کہ خاوند سے آزادانہ طور پر اپنی جائداد پر اپنا علیحدہ قبضہ جمائے۔ لیکن اس صورت میں عورت کو کوئی حق نہ تھا کہ وہ خاوند کو مجبور کر کے اس سے گذارہ لے نہ ہی خاوند کو بیوی کی جائداد پر کوئی اختیار حاصل تھا (Op. cit. صفحہ ۲۲۳ مصنفہ ہنٹر ٹیکسٹ بک آف رومن لا صفحہ ۱۰۲-۱۰۳)

روم میں ابتدائی زمانہ میں شادی کی تنسیخ کیلئے عدالت سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ تھی فریقین میں سے کوئی ایک بالکل معمولی اطلاع کے ذریعہ سے حق زوجیت فسخ کر سکتا تھا۔ اس طریق سے طلاقوں کی تعداد بہت بڑھ گئی! اور ایک تمدنی نظام کی حیثیت سے شادی کا درجہ عقد نکاح کی کمزوری کے باعث بہت گھٹ گیا۔

اگرچہ تعدادِ ازدواج کی قانوناً اجازت نہ تھی۔ تاہم جیسا کہ سید امیر علی نے اپنی کتاب لائف اینڈ ٹیچنگز آف محمد میں بیان کیا ہے۔ کارتھیجیوں کی فتوحات کے بعد روم کی دائمی کہلانے والی بیویاں بھی اس آزاد اور مالدار جمہوریت سے مستفید ہونے کی خواہشمند تھیں! اور ان کے والدین اور چاہنے والوں نے انکی خواہشات کو پورا کیا“ +

بہت جلد شادی نے ایک معمولی آشنائی کا طریق اختیار کر لیا جسکو قانون سلطنت نے بھی جائز تسلیم کر لیا +

عورتوں کی آزادی اور عقد زوجیت کا جو مردوں کو ان کے ساتھ وابستہ کرنے کا موجب تھا کمزور ہونا کثرت کے ساتھ عورتوں کو بدلنا یا باہم تبادلہ کرنا فی الحقیقت تعدد ازدواج کا نشان تھا۔ جو ایک مختلف نام کے ماتحت رائج تھی (Op. cit. صفحہ ۲۲ مصنفہ امیر علی نیز ”اے ہسٹری اور ریٹر نیشنل انسٹیٹیوشنز“ جلد ۲ صفحہ مصنفہ ہارڈم ۱۹۰۱ء)

ایک رومی کے پاس بہت سی لونڈیاں اور غلام ہوتے تھے۔ جنہیں وہ یا تو روم کی منڈیوں سے خریدتا تھا یا وہ اسیران جنگ ہوتے تھے۔ ان غلاموں سے جو لڑکے پیدا ہوتے انہیں رومن شہری کا باقاعدہ نام نہ دیا جاتا تھا۔ جبتک

ان کا باپ بعد میں اُن کی ماں سے شادی نہ کرے اسمیں کوئی شک نہیں۔ کہ علیٰ اور ادنےٰ طبقہ کی باہمی شادیوں کی ایک قسم روم میں پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہ ایک عام دلپسند طریق بن گیا تھا۔ روم کی شاہانہ طاقت کے زوال کا ایک بڑا سبب وہ شرمناک بداخلاقی اور عیش و عشرت تھی جس نے بہت سی ناخوشگوار صورتیں اختیار کر رکھی تھیں۔ رومیوں کی تمدنی زندگی ان کے کمال عروج اور اقتدار کے زمانہ میں بھی ان بدیوں اور برائیوں سے خالی نہ تھی۔ جو عموماً طاقت اور فتوحات کے غرور اور تکبر میں لاحق ہو جایا کرتی ہیں شرمناک بداخلاقی کے کاموں کے لئے مکانات کی موجودگی اور برہنہ اور حیا سوز تصاویر کا شوق جن کو pompeii کے کھنڈرات میں خود اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا ہے۔ یہ عورت کی اس ادنےٰ حیثیت کو ظاہر کرنیوالی چیزیں ہیں۔ جو رومن سوسائٹی میں کئی صدیوں تک انھیں حاصل رہی +

یہ سب کچھ اس مدح و ستائش اور تعریف و توصیف کے ہے۔ جو شعرا اور ڈرامانویسیوں نے کی ہے رومن عورت کو ایک اُونچے مرتبہ پر بٹھایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اسے یہ بلند حیثیت کبھی بھی نصیب نہ تھی +

رومی عورت کی حیثیت کو بالکلیہ واضح کرنے کیلئے ذیل کے خصائص کو ہم پیش کرتے ہیں :-

(۱) کوئی عورت سرپرست کے بغیر نہ رہ سکتی تھی -

(۲) باکرہ ہونے کی حالت میں وہ متواتر اس شخص کے زیر نگرانی رہتی تھی جس کو اس پر Patria Potestas برتنے کا اختیار تھا +

(۳) کوئی شادی والد کی رضی کے بغیر نہ ہو سکتی تھی +

(۴) ابتدائی زمانوں میں باپ اپنے بیٹے یا بیٹی کو نافرمانی یا بُرے چلن کی وجہ سے جان سے مار دینے کا مجاز تھا +

(۵) وہ اصلی معنوں میں خاوند کی مملوکہ ہوتی تھی - اور اسے فروخت کیا جاتا - اور Coemptio manus میں زیادہ تر اسی طرح سے منتقل کیا جاتا ہے۔ جیسے مال اسباب کو فروخت کر کے دوسرے کے حوالہ کر دیا جاتا ہے +

(۶) خاوند کو اختیار تھا کہ اپنی بیوی کو بُرے چال چلن یا زنا کی وجہ سے جان سے ماردے +

(۷) شادی کے وقت بیوی کی جائداد مرد کی ملکیت ہو جاتی تھی۔ سوا اسے Dos کے جو طلاق پا جانے پر واپس دیدیا جاتا تھا - اس قسم کا واقعہ صرف ایسے حالات میں ہوتا تھا - جب عورت manu Viri میں ہوتی اس کے علاوہ دوسرے موقعوں پر ایسا نہ ہوتا تھا +

(۸) کوئی سول یا پبلک عہدہ کسی عورت کو نہ مل سکتا تھا +

(۹) عورت کو نہ تو متبنٰی بنایا جا سکتا تھا - اور نہ وہ کسی کی ضامن یا اتالیق ہو سکتی تھی۔ یہ حالت

پانچویں صدی کے آخر تک ہی +

(۱۰) [illegible] کی حالت میں عورت کو والدین کی محبت اور رشتہ کو جواب دینا پڑتا تھا یا اس مملکت میں عورت کی حیثیت مؤرخین نے لکھی ہے جس کو نہایت عظیم الشان اور مہذب حکومت سمجھا جاتا ہے۔ اور جس سے موجودہ یورپ نے بہت سے قوانین اخذ کئے ہیں۔ اسکو اسبات کا فخر ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو

متعلقہ دفتر ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ہندوستان	[illegible]	۳	۶	۲۸۱	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان	[illegible]	۰	۱	۷۳۲
″ اسلامک ریویو	[illegible]	۰	۰	۶۶۲					
″ مشن انگلستان	[illegible]	۰	۰	-	مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو انگلستان	[illegible]	۳	۱۴	۱۰۲۳
″ اسلامک ریویو	[illegible]	۰	۰	-					
میزان		۳	۶	۹۴۳	میزان		۳	۱۵	۱۷۵۵

منقول از کتب حساب فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
چندہ ماہوار ملازمین لاہور	۹	۳	۱۱	جناب محبوب خان صاحب دھارواڑ	۰	۰	۱
جناب شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱	″ عبدالحمید صاحب بالاگھاٹ	-	۰	۱
″ محمد شریف صاحب کشمیر	۰	۰	۱۲	″ فضل الدین صاحب اوجین	۰	-	[illegible]
″ ڈی - کے مرزا غلام محمود صاحب	۰	۰	۳	″ شیخ احمد صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۱
″ میاں محمد خاں صاحب بہاولپور	۰	۰	۶۰	″ سید محمود صاحب میسور	۰	۰	۱
″ حضور نواب صاحب منڈل	۰	۰	۹۹	″ عبداللہ خان صاحب امراوتی	۰	۰	۱۲
″ ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰	″ عبدالغنی صاحب فیروزپور	۰	۰	۲
فروخت اردو کتب بشیر لائبریری معرفت مسلم بک سوسائٹی بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء	۶	۳	۱۸	″ عبدالحلیم صاحب بنگال	۰	۰	۵
جناب قاضی محمد شوکت حسین صاحب مراد آباد	۰	۰	۴	″ امیر حسن صاحب لکھنؤ	۰	۰	۱
″ محمد شفیع صاحب صدیقی حیدرآباد دکن	۰	۵	۲۰	″ خادم حسین صاحب لکھنؤ امیٹھی	۰	۰	۲
″ صبیح الدین صاحب رہتک	۰	۰	۱	″ علی محمد خان صاحب بہاولپور	-	۰	۱۰

نقشہ نمبر ۴ تفصیل آمد اسلامک ریویو ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
عالیجناب حضور حاجی نواب حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۰	۸	۴۹
جناب محمد مشتاق صاحب بھوپال	۰	۰	۲۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۸	۵۸۳
میزان	۰	۰	۶۶۲

نقشہ نمبر ۵ تفصیل خرچ ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱۴۵ - الاؤنس اڈیٹر ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۳۷۵
۱۴۶ - تنخواہ عملہ ملازمین لاہور ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۱۱	۲۹۶
۱۴۷ - سائر ٹکٹ اسلامک ریویو ۔ ٹکٹ مشن ۔ قیمت فہرست ۔ کرایہ تانگہ	۰	۶	۶۰
میزان	۰	۱	۷۳۲

نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ انگلستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء

تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
نمبر ۱۴۷ بل عملہ انگلستان ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۸ء	۰	۰	۶۶۴
نمبر ۱۴۸ بل سائر انگلستان ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء خرچ عید و فوٹو	۳	۸	۱۹۹
نمبر ۱۴۹ بل " " " اجرت مضامین وغیرہ	۰	۶	۱۶۰
میزان	۳	۱۴	۱۰۲۳

جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کا اشاعت اسلام

جن احباب کا چندہ رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے ۔ وہ سب احباب للعہ سالانہ چندہ پیشگی بذریعہ منی آڈر بنام مینجر اشاعت اسلام ۔ عزیز منزل لاہور ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ۔ ان سب احباب کی خدمت میں منفرداً اطلاعی کارڈ ارسال کئے جاوینگے ۔ وگرنہ بصورت دیگران سب کی خدمت میں جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کا نمبر بذریعہ وی ۔ پی ارسال ہوگا +

خادم ۔ مینجر رسالہ اشاعت اسلام

برانڈرتھ روڈ ۔ عزیز منزل ۔ لاہور

قرآن مجید و حمائل شریف مترجم

۱۲) قرآن مجید مترجم ۱۱ سطری ۔ ۸ صفحات ۲۹×۲۲/۸ کاغذ عمدہ ۔ ہدیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲/

۱۱) حمائل شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب ۳۰×۲۰/۱۶ ۹۶۰ صفحات کاغذ سفید مجلد چرمی ۔ ۔ ۔ ۱۲/

۱۵) قرآن شریف مترجم اردو کلاں حافظ نذیر احمد صاحب کاغذ سفید ولایتی حسب شدہ مجلد چرمی ۔ ۔ ۔

۱۱) قرآن مجید مترجم کلاں مقبول عام ۱۱ سطری ۲۹×۲۲/۴ ۔ ترجمہ تحت اللفظ کاغذ سفید موٹا ۔ ۔

۱۰) قرآن مجید مترجم ۱۹×۲۲/۸ ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب بر حاشیہ فوائد موضح القرآن شاہ عبدالقادر صاحب
خط نہایت صحت اعلیٰ ۔ کاغذ مصری حسب شدہ ۔ ۔ ۔ ۱۲/

کتب تفاسیر بزبان اردو

تفسیر کلام الرحمٰن + بیان القرآن از جناب مولوی محمد علی صاحب سہ جلد مجلد + تفسیر قادری ترجمہ اردو
تفسیر حسینی کامل + تفسیر موضح القرآن کامل ہفت منزل از شاہ عبدالقادر ۱۲/
تفسیر بیان القرآن از مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی کامل ۱۲ جلد

کتب حدیث مع ترجمہ اردو

شرح چہل حدیث ۱۰/ + مشارق الانوار اردو ۔ ترجمہ جامع ترمذی ۔ موطا امام محمد اردو ۱۲/
بلوغ المرام اردو ۔ تجرید بخاری اردو مع متن مجلد ۔ غنیۃ الطالبین ترجمہ اردو ۔ ۔

کتب وعظ

ریاض الصالحین مترجم اردو + تذکرۃ الواعظین + انیس الواعظین اردو ۔ قرۃ الواعظین اردو +

ست سلاجیت (مومیائی) خالص

جو لوگ دماغی محنت کے عادی ہیں ۔ ان کے لئے یہ زود اثر مفرد دوائی خالص ست سلاجیت (مومیائی) حد درجہ مفید ہے ۔ یہ دوائی از حد مقوی معدہ و باہ ہے ۔ گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے ۔ زکام ریزش ۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ضرب کی چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے ۔ ہر ایک قسم کی کمزوری کے لئے اکسیر ہے ۔ وکلاء طلباء اور دماغی کام کرنے والوں کے لئے از حد مفید ہے ۔ دن بھر محنت کے بعد اس کے استعمال سے بہت کم تھکاوٹ ہوتی ہے ۔ مرد و زن بچہ و بوڑھا ہر موسم میں استعمال کر سکتے ہیں ۔ قیمت فی تولہ (ایک روپیہ پانچ آنے) مع محصول ڈاک ۔

خوراک ایک رتی روزانہ ہمراہ دودھ کے استعمال کریں ۔

المشتہر ۔ مینیجر کارخانہ ست سلاجیت ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور نمبر ۱